

سلسلہ انجمن ترقی اردو

پہلے ان اعظم

جلد پنجم

سید محمد معین الدین صاحبیت ہوا پرورش پیر سکول سکول بی بیت

دعوتِ اوزنگ زمین ہوتے

فیت ایس سی ایسٹ کی لکھنؤی لکھنؤ لکھنؤ لکھنؤ لکھنؤ

اوز پر سرپرستی انجمن ترقی اردو

بایں افسار و شہادہ انصاری

م مطبعہ معنی معنی گن میر

۱۹۱۰ء

فہرست مضامین جلد پنجم

نمبر شمار	باب	مضمون	صفحہ
۱	شصت و سوم	نپولین کا جزیرہ ایلیا میں قیام	۱
۲	باب شصت و چہارم	ایلیا سے واپسی	۳۶
۳	شصت و پنجم	شادمانی کے ساتھ پیرس کو روانہ ہونا	۶۰
۴	شصت و ششم	متحدہ بادشاہوں کی مخالفت	۹۴
۵	شصت و ہفتم	واٹرلو	۱۳۳
۶	شصت و ہفتم	سلطنت سے دوبارہ دست کشی کرنا	۱۶۱
۷	شصت و ہفتم	شاہنشاہ نپولین کا قید کیا جانا	۲۰۳
۸	ہفتاد و یکم	سینٹ ہلینا	۲۴۹
۹	ہفتاد و یکم	لانگ وڈ میں پہلا سال	۲۸۳
۱۰	دوم	اسیری کا دوسرا وقتیرا سال	۳۱۹
۱۱	سوم	چوتھا اور پانچواں سال	۳۵۲
۱۲	چہارم	نپولین کی حیات کے آخری ایام	۳۸۹
۱۳	پنجم	فرانس کا شہنشاہ کی لغزش کو طلب کرنا	۴۲۳

۸۸۵۲۹

باب پست و سوم

نپولین کا جزیرہ ایلیا میں قیام

شاہنشاہ کا محل و استقلال - جزیرہ ایلیا کی محبت - جزیرہ ایلیا کی وفات - نپولین کا ایلیا میں پہنچنا - جزیرہ کی ترقی میں اُس کا مصروف ہونا - دیہاتی زندگی میں لطف اٹھانا - فرانس میں بوربون کی تجویزیں - لونی پوجہم کی شکستہ صورت - شاہنشاہ کی دست کشی کے واسطے تجویزیں - شاہنشاہ کی رقوم معینہ کارو کا جانا - لارڈ ایپ رنگ ٹن (Baroness) سے گفتگو - فرانس کی پریشان حالت - مالشور چاروی آن (Charles de Malshor) سے گفتگو - نپولین کا ایلیا چھوڑنے پر عزم بالجبرم کر لینا - ڈیوک آف روہی گو (Duke of Rohygo) کی شہادت -

نپولین کے لئے یہ تجویز ہوا تھا کہ فریجس (Marseilles) پہنچ کر جہاز پر سوار ہو۔ فریجس پیرس سے قریب سات سو میل کے فاصلہ پر ہے۔ ساحل تک پہنچنے میں آٹھ دن صرف ہوئے۔ سفر کے ابتدائی حصہ میں شاہنشاہ کے ساتھ عزت و محبت کے بڑے بڑے ثبوت دیئے گئے۔ سڑکوں پر اُس کے دیکھنے والوں کے بڑے بڑے ہجوم ہو جاتے اور جہاں گاڑی میں نے ٹکڑے لگائے جاتے لوگ بڑے جوش و خروش سے شاہم زندہ مانا دے کے نعرے مارتے لیکن جب نپولین پیرس سے بہت دور اُن مقامات میں پہنچا جہاں

اس کو لوگ کم جانتے تھے اور یہ لوگ بوربون خاندان کے طرفدار تھے تو یہ خطرہ ہوا کہ شاہنشاہ کے ساتھ توہین کی جائے گی۔ چند بستوں سے جب شاہنشاہ کی سواری گزری تو بوربون زندہ ماناد، کے غرے بلند ہوئے اور اگر کشنرجو شاہنشاہ کے ہمراہ تھے بڑی احتیاط کر کے تو گمان ہوتا ہے کہ شاہنشاہ قتل کر دیا جاتا۔

اب نپولین کا تھل و استقلال اپنی قدیمی حالت پر آگیا تھا۔ اور چہرے سے بشارت ظاہر ہوتی تھی اور وہ خندہ روئی کے ساتھ سب سے باتیں کرتا تھا۔ نپولین نے یہ اعتیاد کی تھی کہ اپنے موکب کے آگے آگے گھوڑے پر سوار چلتا تھا اور اکثر جمہور کے سوالوں کے خود جواب دیتا اور اُن کے فقروں پر خوب ہنستا تھا۔ ۲۷۔ تاریخ کو نپولین فریجس (۷۷ فرجن) پہنچا اور ۲۸۔ تاریخ کی شام کو ۲۱ توپوں کی سلامی کے بعد انگریزی جہاز۔ اُن ڈان ٹیڈھیٹھ میں میں سوار ہوا۔ ایک فرانسیسی جہاز بھی طیار تھا لیکن نپولین نے اُس میں سوار ہونے اور بعد ہون بھنڈے کے نیچے جانے سے انکار کر دیا۔ ہماز میں آسٹریا اور انگلستان کے دو کشتربھی نپولین کے ساتھ سوار ہوئے۔

ان اندوہناک منظروں میں پنپلین نے جوزیفائن کو فراموش نہ کیا۔ وہ ال سے
سُن میں تھی اور اُس کے رنج و غم کی کوئی حد نہ تھی۔ پنپلین اُس کو اکثر خط لکھتا رہا اور اپنی
تمامی تحریروں میں جوزیفائن کی پسندیدہ خصلتوں اور اشرف طبیت کو تسلیم کرتا رہا
خانِ ثن بلو چھوڑنے اور ایلیا کو دہانہ ہونے سے چار روز قبل اُس نے جوزیفائن کو سبیل چھوڑ
” پیاری جوزیفائن۔ ا۔ تاریخ کو میں نے ایک خط لکھا تھا۔ لیکن شاید وہ خط تم کو
نہ پہنچا۔ چونکہ لڑائی چوری ہے۔ ممکن ہے کہ یہ خط راستہ میں گرفتار کر لیا گیا ہو۔ اب
ڈاک کا راستہ ضرور کھل گیا ہو گا۔ میں نے اب اپنی رائے قائم کر لی ہے۔ یہ خط تم
کو ضرور پہنچے گا۔ جو کچھ میں تم سے کہہ چکا ہوں اُس کو مگر نہ لکھوں گا۔ اُس وقت تو
میں نے اپنی حالت پر افسوس کیا تھا۔ لیکن اب میرے دل و ماغ سے بوجھ اتر گیا ہے

سیراز وال بڑا عظیم الشان ہے۔ لیکن جیسا لوگ کہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ سود مند ثابت ہو۔ جب گوشہ عزلت میں بیٹھوں گا تو تلوار کے بجائے قلم سے کام لوں گا۔ میرے عہد حکومت کی تاریخ عجیب و غریب ہوگی۔ ابھی تک تو دنیا کو میری تصویر بھانڈ کر دکھائی گئی ہے۔ اب میں اپنی اہلی اور پوری تصویر دکھاؤں گا۔ مجھے بڑے بڑے معاملات کھول کر دکھانا ہیں بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کی غیر واجبی عزت ہو رہی ہے۔ میں نے لاکھوں ناشکروں کو فائدہ پہنچائے اور سب ہی نے مجھ سے بے وفائی کی۔ اس گروہ سے میں یوحین کو مستثنیٰ کرتا ہوں جو میرا اور تمہارا لائق بیٹا ہے۔

”جوزیفائین میں تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور اسی طرح خدا کی مرضی پر صابر و شاکر رہنا جیسا میں ہوں۔ اور اس نپولین کو مست بخون جو تم کو نہ کبھی بخولا ہے نہ بخوئے گا۔“

نپولین

جوزیفائین۔ الوداع۔

”کمزور آئندہ۔ ایلیا کو خط بھیجنا۔ کہ اب خط مجھے وہیں پہنچے گا۔ سیری طبیعت پوری طرح اچھی نہیں ہے۔“

یہ خط پڑھ کر جوزیفائین زار زار رونے لگی اور اپنے سابق رفیق کی تازہ مصائب پر اس کے پراسنے زخم ہرے ہو گئے۔ اور غم کے نیشتروں نے اس کی رُوح کو چھید ڈالا۔ وہ کہنے لگی۔ ”اب تو میں یہاں رہ نہیں سکتی ضرورت ہے کہ شاہنشاہ کے پاس جاؤں۔ اس میں شک نہیں کہ اس معاملہ میں میرا لوٹیا کا مجھ سے زیادہ فرض ہے۔ لیکن شاہنشاہ تنہا اور بے کس ہے۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ میں اس کو تنہا نہ چھوڑوں گی۔ گوا اپنے دورانِ اقبال میں اس نے مجھے گھر سے نکال دیا مگر یہ اس کا فعل تھا۔ اُسے اختیار تھا۔ لیکن اب مجھے یقین ہے کہ وہ سیرا منتظر ہوگا۔

اسی پریشانی کی حالت میں جب کہ اس کو قطعی یقین نہ تھا کہ میرا لوٹیا کیا پہلو اختیار کرے گی اس نے شاہنشاہ کو لکھا۔

”آج جھکو اُس مصیبت کا پورا اندازہ ہوا جو طلاق کی وجہ سے ہم پر پڑی ہے۔ اور اس خیال سے میں خون روتی ہوں کہ اب صرف میرا آپ سے دوستی کا رشتہ باقی ہے اور افسوس میں آپ کی بیوی نہیں ہوں۔ اور صرف اس بڑی اچانک مصیبت پر غم ہی کر سکتی ہوں۔ اب جہاں پناہ۔ افسوس ہے کہ میرے پر نہیں کہ اُن کا آپ کے پاس پہنچے۔ اور میں اس ثبوت کے دینے کے قابل کیوں نہ ہوں کہ جلا وطنی سے عام خیال لوگ ڈرا کرتے ہیں۔ اور مصیبت میں الفت گھٹ جانا چہ معنی مصیبت سے تو الفت میں ایک نیاز اور پیدا ہو جاتا ہے۔ میں فرانس چھوڑنے اور آپ کے ساتھ چلنے پر تیار ہوں اور یہ بقیہ حیات مستعار جس کو آپ کی بدولت بڑی بڑی رونقیں ہو چکی ہیں آپ کی خدمت میں گزار دینے پر آمادہ ہوں۔ لیکن صرف ایک خیال سے رُکی ہوئی ہوں جس کو آپ سمجھ گئے ہوں گے (سیریا لویا کی طرف بھجایا ہے) اور اگر جھکو یہ معلوم ہو جائے کہ لکھ ہمراہ نہ جائے گی اور یہ سیرا ہی فرض ہو گا تو مجھے ایک لمحہ کی دیر نہیں ہے۔ اس لئے کہ آپ تنہا ہیں۔ اس موقع پر میں جو کچھ گزارش کروں۔ کم ہے۔ میں لفظوں سے اپنی قلبی حالت ثابت کرنا نہیں چاہتی۔ لیکن میرے طرزِ عمل کے لئے آپ کی اجازت اور رضامندی کی حاجت ہے۔ آپ منہ سے ایک لفظ فرمادیں اور میں حاضر ہوں۔ میں آپ کو اللہ کی امان میں دیتی ہوں“

اس تحریر کے چند ہی روز بعد غزوہ اور ول شکستہ جوزیناں بیاہ ہو گئی اور جلد معلوم ہو گیا کہ اُس کا آخری وقت قریب آپہنچا۔ لیکن جوزیناں کو کچھ ہراس نہ تھا اُس نے آخری مذہبی رسوم کی تکمیل کی اور اسی حالت میں یوہین اور پورٹس سے جو پاس موجود تھے اُس نے کہا۔

”سیری ہمیشہ یہ بتا رہی کہ فرانس کو خوش و خرم دیکھوں۔ اور جہاں تک مجھ سے ہو سکا اس معاملہ میں میں نے کوشش کی اور اب سیرا آخری لمحہ ہے۔ میں چاہتی ہوں

کر شاہنشاہِ نپولین کی پہلی بیوی کی حیثیت سے میں نے کسی کو نہ مستایا۔
اُس نے شاہنشاہ کی تصویر شکائی۔ اور دیر تک پیار کی نظر سے دیکھتی رہی۔ اور پھر
اُس کو بچاتی سے لگا کر اُس چرسب ذیل دُعا پڑھی :-

”پروردگار! اِس دُنیا کے خرابے میں جب تک نپولین زندہ ہے تو اُس کا مافظ ہو۔
اے پروردگار! اُس سے بڑی بڑی خطائیں ہوئی ہیں۔ لیکن اُس نے بڑی بڑی مصائب ٹھاکر
ان کا تقارہ کر دیا ہے۔ اے انصاف اور رحمت والے تو اُس کے دل کے بھیدوں سے
آگاہ ہے اور خوب جانتا ہے کہ اُس کو بڑی بڑی اور پائدار تر قیاں دینے اور رعایا کو خوش حال
بنانے کی کیسی دلی آرزو اور تمنا تھی۔ پروردگار! سیری اس آخری عرضداشت پر توجہ فرما
اور میرے شوہر کی اِس تصویر کو گواہ رکھ کہ سیری آخری دُعا اُسی کے واسطے اور اپنے بچوں کے لئے تھی
نپولین کو ابھی ایلیا پہونچے چار ہفتے بھی نہ ہوئے تھے کہ ۲۹ مئی ۱۸۱۵ء کو

جمنیغین نے اشغال کیا۔ موسم بہار کی عجیب پُربار شام تھی۔ مال سیسے سن کے چمن میں
شگوفے اور سُچول کھل رہے تھے۔ اور ہرے بھرے درختوں پر طیور خوش الحانی سے
نغمہ سرائی کر رہے تھے۔ رنگارنگ بادلوں کے درمیان خسرو افلاک سر بر آ رہا تھا اور
آہستہ آہستہ کاشانہ استراحت کی طرف جارہا تھا۔ اور اُس کی زرتین شعاعیں جاں بلب
لکھ کے زعفرانی رُخساروں پر پڑ رہی تھیں۔ نپولین کی جھوٹی سی تصویر اُس کے ہاتھ میں تھی۔
اور اپنے محبوب کی طرف اُس کی نگاہ جمی ہوئی تھی۔ اور اُس نے نہایت کم زور آواز سے
کہا۔ ”ہائے نپولین۔ اُف جزیرہ ایلیا! امد بس اُس کے طاہرہ روح نے پرواز کیا۔“

شامانہ طریقہ سے چار روز تک لکھ کی نقش نماں رہی۔ اُس کے آخری دیدار کو مال سیسے سن
میں بیس ہزار سے زیادہ بادشاہ۔ امراء۔ و وزراء۔ اور جمہور جمع ہوئے تھے۔ اور اب
مال سیسے سن سے وویل کے فاصلہ پر وکیل (محکمہ صحت) کے پُرانے گرجا میں اُس کی
خاک آرام کر رہی ہے۔ قبر پر سفید سنگ مرمر کا مقبرہ بنا ہوا ہے اور لکھ کی اُس میں ایک

سورت رکھی ہوئی ہے۔ تاج پوشی کا منظر دکھایا ہے۔ لکھ تاج پہننے کے لئے بجلی ہوئی ہے اور مقبرہ میں یہ سادہ تحریر ہے۔

”یوحین و ہورئس“

بنام ویا دکار

جوزلیعین

فرانس کے ساحل سے جزیرہ ایلیا قریب دو سو میل کے بحر روم میں واقع ہے۔ بادِ موافق اور ساکت سمندر اور صاف آسمان نے اس پانچ دن کے سفر کو مخصوص طور سے خوش نما بنا دیا تھا۔ شاہنشاہ بڑی بے تکلفی اور خوشی سے باتیں کرتا تھا۔ اور اب وہ تمامی قیود و افکار سے آزاد ہونے کے سبب سے اپنی فطرتی خوش اخلاقی اور نیکی ابھی کا پورا اظہار کر رہا تھا جس سے تمام جہاز کے آدمی اُس کے ساتھ محبت کرنے لگے۔ جہاز کے کپتان یوسٹر (عمدہ) اور دوسرے بڑے افسروں نے شہادت دی ہے۔ کہ شاہنشاہ سے بڑھ کر دوسرا باخبر۔ وسیع الاخلاق اور ذکی شخص ہم نے کبھی نہیں دیکھا اُس کو جہاز پر سوار ہونے چند ہی گھنٹے ہوئے تھے کہ سب جہاز والوں کے دلوں میں اُس نے گھر کر لیا۔ اور وہ ملاح بھی جن کو نکلیں دلا دیا گیا تھا کہ نپولین شیطان کا اوتار ہے یہ ہی عجب سے کہتے تھے ”بونی (بوناپارٹ) تو بہت ہی اچھا آدمی ہے“

۳۔ مئی۔ کی شام کو قریب غروبِ ایلیا کے پہاڑ نظر آنے لگے۔ اور جب یہ جہاز ساحل کے قریب پہنچا۔ شاہنشاہ نے جہاز کے ملاحوں کو دو سو اشرافیوں کی ایک تیلی ہی اور ملاحوں کے سردار نے ٹوپی اتار کر شاہنشاہ کا شکریہ ادا کیا اور اُس کو دُعا دی۔

دوسری صبح کو نپولین جہاز سے ساحل پر اُتر ا اور جہاز سے سلامی دی اور اُدھر پور ٹو فریج سے جو ایلیا کا دار الحکومت تھا۔ ایک سو توپوں کی سلامی آتاری گئی۔ جہاز سے اُترتے ہی نپولین اُس محل کو جو اُس کے قیام کے لیے تیار کیا گیا تھا نہ گیا۔ بلکہ معمولی سیاحوں کی طرح کنارہ پر اپنا اسباب اُتروانے کو ٹھہر گیا اور اپنے ہاتھوں سے مدد

(۳۹۰)

دیتا رہا۔ دُھوپ نہایت تیز تھی اور کپستان یو مشرقِ پاس ہی کھڑا تھا دُھوپ سے سخت تکلیف میں تھا۔ یہ دیکھ کر پولین نے مذاق سے کہا۔ ”کپتان۔ تم تو انگریزی جہاز کے افسر ہو اور تمہارا کام تو ہر وقت سختیاں برداشت کرنا ہے اور پھر بھی ایک ذرا اسی دُھوپ تم سے برداشت نہیں ہوتی۔“

دو گھنٹے برابر پولین کھڑا رہا۔ اور اسباب اُتروانے کے انتظام میں مصروف رہا۔ پھر گھوڑے پر سوار ہو کر کپستان یو مشرق سے کہا۔ ”آئیے میرے ساتھ چلیے۔ دیکھیں جزیرہ کا کیا حال ہے۔“ دونوں ایک بلندی پر چڑھ گئے جہاں سے تمام جزیرہ نظر آتا تھا۔ یہ جزیرہ ”سولہ میل لمبا اور ۱۲ میل سے ۲۰ میل تک چوڑا ہے۔ آبادی تیرہ ہزار تھی۔ تھوڑی دیر تک چاروں طرف دیکھنے کے بعد پولین نے کہا۔ ”ہماری سلطنت چھوٹی سی ہے۔“

جزیرہ والوں نے شاہنشاہ کا بڑی دُھوم سے استقبال کیا۔ دہقان اُس کے سامنے اگر زمین پر ایسے جھکے کہ سر بہ سجود ہو گئے۔ شاہنشاہ ایسے اہلِ اطاعت سے بہت ناخوش ہوا اور جان لیا کہ اُن کو تعلیم نہیں دی گئی اور پادریوں نے اُن کی غلامی کی یہ نوبت پہنچائی ہے۔ یہاں بھی پولین نے اپنی عادت کے موافق نورِ ارغوانِ عام اور خلع کے کام شروع کر دیئے۔ یعنی دو ہی تین دن میں اُس نے ایلیا کے ہر ایک مقام کو دیکھ لیا۔ کانوں کو مانجا۔ کھاری و لڈلوں کو مسایہ کیا۔ انگوہستانوں۔ جنگلوں۔ بندرگاہوں۔ قلعوں۔ وغیرہ کو حکیمانہ مشاق نگاہ سے دیکھا۔ چھوٹی سی ایلیا کی ریاست میں حیرت انگیز استعدادی سے کام ہونے لگا۔ نئی سڑکیں۔ نہریں۔ اور تالاب طیار ہو نا شروع ہو گئے ایک اسپتال قائم ہوا۔ پچھلی کے شکار کے متعلق آسان تجویزیں پیدا کی گئیں۔ اور کسانوں کے لئے مناسب دمنوزوں عمارتیں بنائی گئیں۔ ایلیا سے قریب ہی کو ایک چھوٹا سا اور جزیرہ تھا۔ جس کا نام ریانا (Riana) تھا۔ یہ اس لئے غیر آباد چھوڑ دیا گیا تھا کہ ملک بربر کے بحری قزاق یہاں ٹھہر کرتے تھے۔ پولین نے اپنے گارڈ کے تئیں

جوان بھیکر اُس پر قبضہ کر لیا اور اُسے محکم مقامات تعمیر کرادیے کہ قزاق مار کر بھگا دیئے جائیں۔ اور تہتم کر کے کہنے لگا۔ ”یورپ کے لوگ کہیں گے کہ پولین نے قومات شرع کر دیں“ اب یہی معلوم ہوتا تھا کہ پولین جزیرہ ایلیا کی ترقی میں ہمہ تن مصروف تھا۔

ڈبلہ ایچ۔ آئرلینڈ صاحب لکھتے ہیں۔ ”یہ بیان کیا جاتا ہے کہ پولین کو اب بھی حربی مشقوں کا شوق تھا اور فوجی معاینوں میں وہ بڑی دلچسپی ظاہر کرتا تھا۔ لیکن یہ محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ کوئی ثبوت اس بات کا موجود نہیں ہے۔“

شرع جون مین پولین کی والدہ میڈیم لیٹشیا اور اُس کی بہن پالائین اُس کے پاس ایلیا میں فرط محبت سے جلا وطنی میں چلی آئیں۔ اور اسی زمانہ میں آسٹریا کا کشرخصت ہو کر وائیا چلا گیا۔ اب انگریزی کشر تنہا رہ گیا۔ اُس کا رہنا خود اُس کی شان کے خلاف تھا اور پولین بھی وق ہوتا تھا۔ اگرچہ وہ ایک ذہین آدمی تھا۔ اور پولین اُس سے خوش ہوتا تھا۔ لیکن کام اُس کے ایسا سپرد تھا کہ آخر میں بد مزگی ہو گئی اور پولین اُس کی طرف التفات نہ کرتا تھا۔ اور کشر کو معلوم ہو گیا کہ وہ ہمان بارہ خاطر تھا۔ تاہم اُس کا فرض تھا کہ ایلیا کی تمامی کارروائیوں کو غور کی نگاہ سے دیکھتا اور لندن کو خبریں بھیجتا رہے۔ آخر میں شاہنشاہ سے ملاقات کا ایک باضابطہ ذریعہ رہ گیا اور وہ یہ تھا کہ جب کشر ایلیا سے باہر جاتا یا لوٹ کر آتا تو شاہنشاہ کے پاس اطلاع کو حاضر ہوتا۔

پولین کی موجودگی سے ایلیا یورپ میں مشہور مقام ہو گیا تھا۔ اور اگرچہ پولین اب ایلیا جیسی چھوٹی جگہ کا مالک تھا تاہم چوں کہ تمام یورپ کا وہ سب سے زیادہ مشہور شاہنشاہ رہ چکا تھا۔ فرانس اٹلی اور پولینڈ کے بڑے بڑے افسر اُس کے سلام کو حاضر ہوتے اور صاحب مرتبہ لوگوں سے پولین دوستانہ بے تکلفی سے باتیں کرتا۔ اور اپنی دلچسپی اور بلند اسے اور تقریروں سے جو گذشتہ تاریخ کے متعلق کرتا وہ سب کو فریفتہ بنا لیتا اور صرف یہ تھا کہ اُس کی جلد باتوں سے معلوم ہوتا کہ سلامت مل کے اعتبار سے وہ اپنے تئیں مفر خیال کرتا تھا۔

اُس کے دل کو اب ہر طرح سے تسلی تھی اور کبھی افسوس نہ کرتا تھا۔ اور اُن لوگوں کی بے وفائیوں پر غصوں نے اُس کو نہایت ہی سخت صدمہ پہنچایا تھا۔ اُس نے فلاسوفی کا پردہ ڈال دیا تھا۔ وہ قانون کے سادہ کھیل تماشوں میں اُسے لطف آتا تھا۔ اور وہ بڑی بے تکلفی اور محبت سے اُس سے باتیں کرتے تھے۔ ایک موقع پر نیولین اُن کے ورزشی کرتب دیکھ رہا تھا انھوں نے نیولین سے کہا کہ ”آپ ہمارے اسپائر (مصنف) ہو جائیے“ اور نیولین بڑی خوشی سے اسپائر ہو گیا اور مقابلہ کرنے والوں کے دلوں کو اپنی تعریفوں اور شاباشیوں سے بڑھانے لگا اور پھر جیتنے والے کو خود اپنے ہاتھ سے انعام دیا۔ پورٹوفریجو جو محمد محمد مسعود کے سے جہاں نیولین کا قیام تھا تھوڑے ہی فاصلہ پر اُس کا خرمن گاہ تھا۔ یہاں اپنی والدہ کو ہمراہ لیکر ایک کھلی ہوئی گاڑی میں نیولین ہر روز جاتا اور مرغی خانہ میں پرندوں کو اپنے ہاتھ سے دانہ کھلا کر دے دیتا۔ اس وقت نیولین کی ماں کی ستر برس کے قریب ستر تھی۔ لیکن شکل و شمائل کے اعتبار سے وہ اب بھی بہت حسین تھی اور چہرے سے نرمی اور شان ظاہر ہوتی تھی۔

نیولین سوتا کم تھا۔ اکثر کپڑے پہنے پہنے لیٹ رہتا۔ اور بہت سویرے سے کھنے اور پینے کو اٹھ بیٹھتا۔ دس اور گیارہ بجے کے درمیان کھانا کھاتا۔ اور ذرا سوتا۔ جو شخص اُس سے ملتا بہت مخلوط ہوتا۔ اپنی پچھلی مصاحب کا تذکرہ کر کے اُس نے صحبت کو کبھی منع نہیں کیا۔ لباس اور مذاق کے اعتبار سے وہ نہایت سادہ تھا۔ اُس کے قوتِ ذہنی اُس پر ایسے غالب تھے کہ جذبات حیوانی دُکھ گئے تھے۔

سوم بار بڑی خوبی اور خوشی کے ساتھ جلد گزر گیا۔ یورپ کے متحدہ بادشاہ جوں نے یورپ کو فتح کیا تھا۔ وائیکا کی کانگریس میں ہنوز جمع تھے اور بال غنیمت کے حقے بانٹنے میں جھگڑ رہے تھے۔ بوربون بادشاہ اپنی قدیم بادت کے موافق جبر و قہر ہی بڑھاتا رہا تھا۔ تائی فریق بہ استثنائے چند فقاکشاہی کے بادشاہ کے اقتدار سے متنفر ہو گئے تھے۔

اسکندر نے پولین کی صحبت میں جمہور کے حقوق کو معلوم کر لیا تھا اور اُس نے فرانس کے موجودہ بادشاہ کوئی ہیجڈ ہم سے کہا کہ ”رما یا کی رائے کا لحاظ بھی رکھنا چاہئے۔“ زار نے کہا: ”بادشاہی حقوق جن کو ہم لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم خدا کے یہاں سے اپنے ہمراہ لائے ہیں اب جمہور کی نظر میں اچھی طرح گزر چکے اور جمہور نے اُن کو رد کر دیا۔ لہذا فرانس میں آپ کو چاہئے کہ جمہور کی رائے سے مستطمان دولت کا انتخاب کریں تاکہ جمہور کو معلوم ہو کہ سلطنت میں اصلاح ہوئی اور ان کے حقوق کا لحاظ کیا گیا۔ اور یہ صلت اسی میں ہے کہ کچلی پچلی برس کی حکومت کو جائز تسلیم کیا جائے۔ اور اگر آپ نے کوئی ہتھکنڈہ کے انتقال کی تاریخ سے اپنے تئیں جائز بادشاہ اور پچلی حکومت کو غاصبانہ فرماں روائی قرار دیا تو جمہور ناراض ہو جائیں گے۔“

جب خود سر زار روس کی زبان سے کوئی نہ یہ عاقلانہ باتیں سنیں تو تکبر سے جواب دیا: ”سینیٹ کی مجلس جو ظالم اور محبوں غاصب پولین کی شریک و معاون رہ چکی ہے۔ فرانس کی سلطنت رانی میں کیا استحقاق رکھتی ہے۔ کیا سلطنت اس مجلس کی ہے؟ اور اگر سلطنت ان کی ہوتی تو آپ کی سمجھ میں آتا ہے کہ یہ اراکین سلطنت ایک بوربون بادشاہ کو دے دیتے۔ میرے بھائی اور بھتیجے کے انتقال کے بعد سلطنت منجھو وراثتاً پہنچی ہے اور اسی استحقاق سے میں حکومت کرتا ہوں۔ یورپ کے تاجداروں نے جو ملکر مجھے تخت پر بٹھایا ہے اُس کا منشا یہ نہ تھا کہ وہ ایک نئے خاندان کو تخت نشین کرتے ہیں۔ نہیں۔ انھوں نے تو پرانے اصول کو جس سے وراثتاً بادشاہ فرماں روائی کرتے تھے اُن پر قائم کیا ہے۔ نہ میرے پاس کوئی دوسرا استحقاق ہے اور نہ مجھے دوسرے استحقاق کی فرانس یا دُنیا کے سامنے کوئی حاجت ہے۔ آپ خود ہی ذرا فرمائیں۔ کہ اُن لاکھوں سپاہیوں پر آپ کس استحقاق سے حکومت کرتے ہیں جن کی فوج آپ فرانس میں لائے اور مجھے تخت نشین کیا۔“

یہ جواب سن کر اسکندر چپ رہ گیا۔ برنا ڈوٹ نے بھی لوئی کو یہی نصیحت کی تھی۔ صرف دُور اسافر تھا اور وہ قابلِ قدر تھی۔ اور لیجے لوئی نے اُس معقول نصیحت کو پسند کیا۔

برنا ڈوٹ صاحب نے فرمایا: ”جہاں پناہ میں ”ہوتا“ بن جائیے کہ سب غائب ہوں اور یہ مہمور آپ کے ساتھ محبت کریں گے۔ اور آپہنی چغیر پر نخل کا دستانہ پہن لیجئے“ بوربون بادشاہ کے خیالات مختصر طور سے اوپر بیان ہوئے۔ اُس نے پچیس سال کے دوران انقلاب میں پیدا ہونے والے نئے خیالات کو کچھ بھی نہ سمجھا اور اُس بڑی طاقت کے ساتھ پُرانے ظلم و تشدد کے ساتھ کام کرنا چاہا۔

نیولین کا مقولہ ہے ”پچیس برس کی جلاوطنی میں ان بوربون لوگوں نے نہ کچھ سیکھا اور نہ کچھ فراموش کیا“

اب لوئی کا جلیبہ ملاحظہ ہو:۔ قریب ساٹھ سال کے عمر تھی۔ نقرس کی بیماری سے سخت ایذا اٹھاتا تھا۔ اور اس قدر لکیم تھا کہ چلنا دشوار تھا۔ باتیں خوب کرتا تھا۔ اور اُس میں ایک صفت ایسی تھی کہ اُس کے دوست تو اُس صفت کو استقبال کرتے تھے۔ لیکن دشمن اُس کو ہٹ دھرمی سے تعبیر کرتے تھے۔ وہ نخل کے نرم ٹوٹ اس لئے پہنا کرتا تھا کہ چوڑے سے اُس کے پیروں کی کھال نہ چھلے۔ اور اُس کے چوڑے سینہ پر واسکٹ کے اوپر اُدھے فیتوں میں بہت سے تھنے اور ستارے وغیرہ آویزاں رہتے تھے۔ تمامی لباس نہایت ٹھیک پُرانی وضع کا تھا۔ بالوں میں جیر یا سفوف کثرت سے پڑتا تھا۔ اور بال سنوارنے والے انگلی کے ذریعہ آگے کے بالوں کو اوپر لوٹ دیتے۔ اور کاکلوں کو پیشانی اور کنپٹیوں کے دونوں طرف چٹلوں میں گھوما دیتے تھے۔ پیچھے کے بالوں کی جڑ میں نیلا موباف بندھتا تھا اور باقی بال پریشانی ہو کر شانوں پر بکھرے رہتے تھے۔ تین رنگ کی نگاہ پہنی جاتی تھی۔ جس پر سفید طرہ

اور سفید پرگے ہوتے تھے۔ پیرس کے لوگوں نے اس مشکلہ خیز صورت کو پہلے تو اُس وقت دیکھ کر مذاق اڑایا جبکہ انگلستان - روس - ہریشیا اور آسٹریا کی فوجوں کی حفاظت میں وہ ٹوٹی لریز کو نپولین کی جگہ بادشاہ ہونے کو جابجا رہا تھا۔ لیکن پھر یہ جاکے مذاق کے اُس سے نفرت کرتے اور اُس پر آوازے کئے گئے۔ نپولین کے جلاوطن کئے جانے پر وہ بہ آواز شکایتیں کرنے لگے۔ اور بڑی تختیر کے ساتھ ٹوٹی ہیجڈ ہم کانام اٹھوں نے ٹوٹی خنزیر یہ رکھ دیا۔ اور بوربون کو عموماً یہ لوگ سٹوٹریا کے پہلے کہتے تھے۔ اس کے بعد ایک مشکلہ آمیز ہجو یہ تصویریں دیکھایا کہ ایک عالی شان عقاب ٹوٹی لریز سے اڑا جا رہا ہے (نپولین) اور نہایت فربہ سوئروں کا ایک گلدے۔ ٹوٹی لریز کے پچانگ پر کچھ میں لوٹ رہا ہے (بوربون خاندان) اور یہ تصویریں ہر جگہ منتشر کی گئیں۔

بوربون بادشاہ نے امپیریل گارڈ کو برخواست کر دیا جو اپنے محبوب سردار نپولین کو کبھی نہ بھولتا تھا۔ اور بجائے امپیریل گارڈ کے سویزر لینڈ کے اُجرتی سپاہیوں کو متعین کیا۔ جمہوری حکومت کے سرنگے جھنڈے کی جگہ بوربون کا جھنڈا اکٹھا کیا گیا۔ پچھلے نپولین کے زمانے کے احکام ناجائز قرار دیئے گئے اور پچھلی فرماں روائی کو غضب اور ٹوٹی ہیجڈ ہم نے اپنے عہدِ حکومت کے پہلے سال کو اپنا اُنیسواں سال جلوس قرار دیا۔ اسے دہندہ گان کی تعداد کو اس قدر گھٹایا کہ نپولین کے زمانہ میں جہاں پچاس لاکھ تھی وہاں اب آٹھ لاکھ رہ گئی۔ اور بادشاہ نے یہ اعلان کر کے جمہور کی توہین کی کہ ”مجھے وراثت خدا کے گھر سے تخت پہنچا ہے۔ اور اس میں رعایا کی مرضی کو کوئی واسطہ نہیں ہے۔“

چونکہ متحدہ بادشاہوں نے بہت کثرت سے اپنا صرفہ بھی وصول کیا۔ اس کا

اس میں موقوفہ کی تصویر بھی کھینچی جائے گی۔

باجی بوربون بادشاہ نے فرانس ہی پر ڈالا۔ اور ایک دم وہ تمامی مقبوضات جو انقلاب کے زمانے سے لیکر اب تک فرانس نے حاصل کئے تھے۔ بوربون بادشاہ نے متحدہ بادشاہوں کی نذر کر دیئے۔ اور فرانس کی سلطنت سے ایک کروڑ تین لاکھ ساٹھ ہزار مردم شماری کا ملک جدا ہو گیا۔ اور اسی طرح بارہ ہزار توپیں اور بے انتہا گولہ بارود بھی دشمنوں کو دے دیا گیا۔ قلعوں سے حفاظت کا سامان علیحدہ کر لیا گیا اور قلعوں کی ایک لاکھ فوج دشمن کے تابع کر دی گئی۔ اور فرانس کی فوج گمشدہ صرف آٹھ ہزار رہ گئی۔ اور متحدہ بادشاہوں نے جب فرانس کو اس قدر کم زور اور ناپاک کر لیا تب بوربون بادشاہ کے حوالے کیا۔ اس پر رعایا میں وہ شور و غوغا برپا ہوا کہ مطہج کی بڑی سختی سے نگرانی کرنا پڑی۔

متحدہ بادشاہوں نے جس وقت بڑا ڈوٹ کو یہ اغوا کی تھی کہ تک حرامی کر کے پنولین کے غلاف آلودہ جنگ ہو تو یہ وعدہ کر لیا تھا کہ ناروے کا سوئیڈن سے الحاق کر دیا جائے گا۔ اور ایسا وعدہ کا وقت آیا۔ لیکن چونکہ یہ ناروے متحدہ بادشاہوں کی ملکیت میں نہ تھا۔ لہذا اب ناروے چھیننے کی ضرورت سے انھوں نے ڈکیتوں کی وضع اختیار کی۔ لیکن ناروے کے جمہور نے بھی ایک ہو کر اعلان کر دیا کہ ہم ناروے کی آزادی پر اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔ اور اسی حال میں امداد و ترحم کے واسطے اپنا ایک وفد انگلستان کو بھیجا۔

لیکن ایلی سن صاحب لکھتے ہیں۔ ”متحدہ بادشاہوں نے سوئیڈن (Sweden) سے بڑا ہتھیار وعدہ کر لیا تھا اور ناروے (Norway) کے بہادروں کی التجا پر وہ کچھ توجہ نہ کر سکے۔“

انگلستان نے جس کو ذرا بھی موقع کسی شکایت کا نہ تھا نہ اُس کو کوئی دہشت حال کی تھی۔ ناروے پر ہندو کی جانب سے حملہ کرنے کو اپنے جنگی جہاز روانہ کر دیئے

اور جنگی کی طرف سے بڑا ڈوٹ نے ایک قوی فوج کے ساتھ یورش کی۔ لیکن ماروس
والوں نے ان خوفناک اور بے شمار افواج کا بڑی دلیری سے مقابلہ کیا لیکن کیا
ہو سکتا تھا۔ جلد مغلوب ہو گئے۔ اور متحدہ بادشاہوں نے اپنی خون بھری تلواروں
کو پونچھ پانچھ زخمی شکار کو بڑا ڈوٹ کے حوالے کیا۔ برطانیہ کے پارلیمنٹ میں اس
جابرانہ فعل پر بڑی مخالفت اور شور و شہ پید ا ہوئی اور بہ آواز کہا گیا کہ برطانیہ کے
داسن پر تمامی وحتوں میں یہ و متنبہ سب گہرا تھا۔ لیکن پارلیمنٹ میں ٹوری (محمّد)
فریق کا ایسا غلبہ تھا کہ کسی آزاد خیال ممبر کی کچھ نہ چلی۔ اور یہ واقعہ عرصہ کی ستمبر اکتوبر
اور نومبر میں پیش آیا۔

اسی طرح حقوق جمہوری سے بے پروا ہو کر متحدہ بادشاہوں نے ان ریاستوں
کی گوش مالی پر کر باندھی جنہوں نے خود سر بادشاہی کی اطاعت سے انکار کرنا چاہا تھا
عالی خیال سیکسن (محمّد) لوگوں کو اطاعت کی شراب و لت کا ایسا پتال
پلایا گیا کہ لچھٹ تک پینا پڑی۔ اور ان کی سلطنت کا ایک بڑا حصہ پرویشیا کے حوالے
کیا گیا۔ اور بلوشر (محمّد) نے اپنے خونی رسالوں سے شکماتی ہوئی آناؤی
کی شمع کو گل کر دیا۔ وارسا (محمّد) کی گرانڈ ڈچی کو جو پولینڈ کا حصہ تھا۔ اور پولین
نے جس کو آزاد حکومت عنایت کی تھی پھر روس کے حوالے کیا گیا۔ اور بے چارے
مطلو موں پر یا تو روس کا تازیانہ پڑتا تھا یا سید سے جلا وطن کر کے سنبھرا (محمّد)
کو روانہ کر دیتے جاتے تھے۔ اور آخر کار ڈر سے سب خاموش ہو گئے۔ بلان میں بھی
چندر وز سے آزاد گورنمنٹ تھی اور برکات سے بہرہ مند ہو چلی تھی۔ لیکن اس کو بھی
آسٹریا نے ہڑپ کر لیا۔ اور برطانیہ کے پارلیمنٹ میں یہ سچ کہا گیا کہ یہ قعدی
سیسیریا۔ براعظم ایشیا کا شمالی حصہ جو روس کے قبضہ میں ایک سرد اور دیوان ملک
ہے۔ اور جہاں روس کے مجرم جلاوطن کر کے بھیجے جاتے تھے۔ ۱۲ مترجم

اور فارت گری تو ان الزاموں پر بھی سبقت لے گئی ہے جو نپولین سے ذیاب کے لئے ہیں۔
 سر آرچی بالڈا کی سن (معدنہ معدنہ معدنہ) جو امرائے انگلینڈ کے فصیح
 حامی ہیں ان افعال کی حسب ذیل نفلوں میں معذرت کرتے ہیں:-
 ”یہ ریاستیں جن میں سے بعض کا وائٹا کی کانگریس نے ان کی خلاف مرضی تعلق
 کر دیا ایسی تھیں کہ متحدہ بادشاہوں کے خلاف جنگ کر رہی تھیں۔ یا تو یہ فرانسیسی
 سلطنت کا ایک جزو تھیں یا فرانسیسی سلطنت کی ماتحت تھیں۔ اور اگر فاتح بادشاہوں
 نے ان کو باہم تقسیم کر لیا تو یہ بات جنگ کے سخت آئین کے خلاف نہ تھی۔ یعنی آغا
 دنیا سے مفتوح کے ساتھ ہی ہوتا چلا آیا ہے۔“

چونکہ صرف ایک نپولین ان کا حامی اور مددگار تھا۔ پس جب نپولین کا زوال ہوا
 ان ریاستوں کا زوال بھی ہونا لازمی تھا۔ اور چونکہ متحدہ بادشاہوں نے انھی
 طرح دیکھ لیا تھا کہ ایک نپولین ہی کی وجہ سے آزادی کا خیال بکھلتا جاتا تھا۔ لہذا انھوں
 نے نپولین ہی کے خلاف ایک کیا کیا۔ اب وہ لوگ جو نپولین پر اس بات کا الزام لگاتے
 ہیں کہ اُس نے ان ریاستوں میں جمہوری حکومت کیوں قائم نہ کر دی خود ہی جواب
 دیں کہ نپولین کے زوال پر ان لوگوں نے جمہوری حکومت کو کیوں قائم نہ کر لیا۔
 سیکسنی کے بد قسمت بادشاہ فریڈرک آگسٹس کی حالت پر سب فیاضوں
 لوگوں کو ہم زور دی پیدا ہوتی ہے۔ جمہوری حقوق کا وہ بڑا شریف الخیال حامی تھا
 اور اسی وجہ سے اُس کو سب سے زیادہ سخت سزا دی گئی۔ چند عرصہ تک تو وہ نظر بند
 رکھا گیا اور جب تک اُس کے بیچ اُس کی قسمت کا فیصلہ کرنے میں مصروف رہے
 وہ فریڈرکس فیلڈ کے قلعہ میں قید رہا اور آخری یہ حکم سنا دیا گیا کہ اُس کی ریت
 کا ایک ٹلٹ پر ہشتیا کو عنایت کیا گیا اور متحدہ بادشاہوں نے اپنے نوٹے
 میں اُس کو کم زور و زباں پار کرنے اور اُس کی رعایا میں سے میں لاکھ کی مردم شماری

گٹھا دینے کے بعد اُس کو اُس کے خستہ تخت پر بیٹھنے کی پھر اجازت دی۔ اس پر تمام یورپ میں جمہور کے درمیان سخت نارضا مندی پھیل گئی۔ اور مختصر آں کہ جمہور کے حقوق پامال ہو گئے اور خود سفر فرماں روائی کا راج ہو گیا۔

نپولین ایلیا میں بیٹھا ہوا یورپ کے اخبار بڑے غور سے پڑھتا تھا اور اُن توہینوں پر جو متحدہ بادشاہ یا اُن کے شرکار اُس کی کر رہے تھے کچھ توجہ نہ کرتا تھا

ایک دن جب کہ جنرل برٹ رینڈ (محکمہ صحت) فرانسیسی اخبار نپولین کے پاس لایا۔ نپولین نے کہا: "جنرل آج بھی ہماری خبر لی گئی ہے یا نہیں؟"

جنرل نے جواب دیا: "نہیں۔ جہاں پناہ۔ آج تو آپ پر کوئی حملہ نہیں ہے۔" نپولین نے کہا: "خیر آج نہ سہی کل سہی۔ یہ بھی تجارتی اور باری کا بھلا ہے۔"

۱۰۔ ڈو لوک آف روہوسی کو (محکمہ صحت) نے سب

ذیل ریمارک دیا ہے اور اُس کی صداقت کی سب داد دیں گے: "باوجود دشمنوں کے

حملوں کے شاہنشاہ نپولین کا عہد حکومت ایسا تاباں و درخشاں ہے کہ خود سب حملوں کا تھما

جو اس کے سب کارنامے نمایاں اُس کی ذکاوت کا نتیجہ تھے۔ اُس کے لافانی کام ایسے ہیں

کہ اُن سب سے بہت دنوں تک لوگ تشبیہ کا کام لیں گے۔ اور جو لوگ اُن کو نمونہ بنا کر اُن کی نقل

آئنا بنا رہے ہیں گے تو اس کام کو بہت دشوار پائیں گے۔ اور فرانسیسی۔ شاہنشاہ نپولین کے

کارناموں پر اپنی تاریخ میں بڑے بڑے فخر کریں گے۔ اور انتقام لینے کی غرض سے جو لوگ

شاہنشاہ پر حملہ کریں گے یہ ہی کام اُن کو دندان شکن جواب دے رہے ہیں گے۔ اور چوں کہ قوت

ایسی چیز ہے کہ رفتہ رفتہ ہر شے کی تجزی کر کے کھرا کھوٹا الگ الگ کر دیتا ہے تو جب لوگوں کے

ہاتھ سے غصہ کی تلوار چھوٹ جائے گی اور غصہ کی آگ فرو ہو چکے گی خود زمانہ کوتاہی کرنے

بے لگی کہ ماں بے شک نپولین جمہور کا جاں مرد حامی اور آزاں فادہ گاہوں کا سہ ماہی تھا۔

اور بنی نوع انسان کو ترقی دینے میں نپولین نے جیسی جیسی کی ہے۔ اُس کے متعلق اُس کو اسی وقت

جیسا موسم گرما بڑھتا گیا شاہنشاہ کو مصارف کی طرف سے دشواری پیش
آنے لگی۔ جو روپیہ وہ اپنے ہمراہ لایا تھا صرف ہو گیا اور خان ٹن بلو کے عہد نامہ کے
خلاف۔ بڑی شرم کی بات ہے۔ بوربون بادشاہ نے نپولین کو زیر سالانہ نہ بھیجا جس سے
متحدہ بادشاہ تک بھی ناخوش ہوئے بھلا یہ کہاں کے انصاف کی بات تھی نپولین
کے لئے ممکن تھا کہ عہد نامہ نہ کرتا اور جنگ کو جاری رکھے کے بوربون بادشاہ کا بہت کچھ
صرف کرا دیتا۔ اور اطمینان جاں فرید براں ہوتا۔ پس زیر سالانہ ادا کرنے سے انکار کرنا
سخت فریب کی بات تھی۔ بوربون گورنمنٹ کے اس طرز عمل سے گورنمنٹ برطانیہ
کو بہت شرم آئی اور لارڈ کاسل رے نے بوربون گورنمنٹ کو اس معاملہ میں لکھا۔
لیکن کچھ نتیجہ نہ ہوا۔

یہ دیکھ کر کہ زیر سالانہ نہ دیا گیا نپولین نے اپنی عادت کے موافق تمامی عمارت
کی تعمیر کو ملتوی کر کے سخت جزیری شروع کر دی۔ موسم سرما آنے پر نپولین اپنے کمرہ
میں بیٹھ کر کتب بینی کرنے اور اپنی قلم سے کام لینے میں مصروف ہو گیا۔ اور بڑے بڑے
نامور آدمیوں سے جو اُس کی ملاقات کو کثرت سے ایلا آتے تھے ملاقاتیں اور باتیں
انصاف کے ساتھ داد دی جائے گی۔ اور اُسی وقت اس بات کا بھی صحیح صحیح اندازہ کیا جائے گا
کہ نپولین کے ساتھ کس شدت سے مخالفت کی گئی تھی۔ اور اُسی وقت پورے پورے خود مختارانہ
طریقے سے حکومت کرنے کی ضرورت اور قوانین و آئین کو ملحوظ رکھ کر فرماں روائی کرنے کے درمیان
اقتیازی خط کیچنا جاسکے گا۔ اور نیز یہ دیکھا جاسکے گا کہ وقت کی کیا نازک حالت تھی اور کس
قسم کی مستقل اور باقاعدہ فرماں روائی فرانس میں قائم کرنا نپولین کا مدعا تھا اور آخر میں یہ تسلیم کرنا پڑے گا
کہ فرانس کو مرنہ الحال بنانے کی لیاقت جیسی نپولین میں تھی کسی دوسرے کو نصیب نہ ہوئی۔ اور فرانس
ضرور بالضرورت ترقی کے اعلیٰ معراج پر پہنچتا۔ اگر دشمن نپولین کو جنگ و بدل پر مجبور کر کے اُس کی
کوششوں کی راہ میں موانع مائل نہ کر دیتے۔

کرتا تھا۔ اور بڑی صفائی اور بے تکلفی سے اپنے خیالات کا اظہار کرتا تھا اگرچہ اُس کو جو معلوم تھا کہ یورپ میں یہ سب خیالات منتشر ہو چکے تھے۔

۶۔ دسمبر ۱۸۳۷ء کی غیب میں لارڈ ایب رنگ ٹن (Larby Abingdon) کی نیپولین سے ایک دل چسپ ملاقات ہوئی جس کا مال لارڈ موصوف نے حسب ذیل لکھا ہے :-

نیپولین۔ اچھا صاف صاف فرمائیے کہ فرانسیسی پورے وطن میں یا نہیں؟
لارڈ ایب رنگ ٹن۔ ہاں۔ ہاں۔

نیپولین۔ ”ہرگز نہیں۔ فرانسیسی قوم کو بہت ذلیل کیا اور اُس پر بادشاہ جبر یہ مقرر کیا گیا ہے۔ اور پھر یہ بادشاہ کیسا۔ جس کو انگریزوں نے قائم کیا ہے۔“
اس کے بعد نیپولین نے اُن رسالوں کا حوالہ دیا جو فرانسیس میں شائع ہوئے تھے۔ اور خود اُس سے متعلق تھے۔

اور نیپولین نے کہا۔ ”ان میں سے بعض رسالوں میں مجھے تک حرام اور بُر ذل لکھا ہے۔ لیکن مجھے بُرا معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ بُرا تو اُسی بات سے معلوم ہوتا ہے جو سچی ہو۔ فرانسیسیوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ نہ میں تک حرام ہوں نہ بُر ذل ہوں۔ میرے متعلق یورپوں کے لئے یہی مناسب تھا کہ وہی چلن اختیار کرتے جو میں نے اُن کے متعلق اختیار کیا تھا۔ یعنی یورپوں میرا اور میرے خاندان کا تذکرہ نہ کرتے اور نہ کسی دوسرے کو اچھا یا بُرا کہنے کی اجازت دیتے۔“
لارڈ ایب رنگ ٹن نے پوچھا۔ ”روس کے شاہنشاہ کی بات آپ کیا خیال ہے؟“
نیپولین۔ ”وہ قطعی یونانی ہے۔ اُس پر ذرا بھی اعتماد نہیں ہو سکتا۔ تاہم اُس کو تعلیم دی گئی ہے۔ اور اُس میں چند آزادانہ خیال ہیں۔ جو اپنے اُستاد لارڈ ایب رنگ ٹن کے اُس نے سیکھے ہیں۔ لیکن پھر وہ بڑا چالبا

اور چند سال لڑتا رہتا۔ لیکن جب تاملی یورپ میرے خلاف آمادہ جنگ تھا تو میرا یہ اسید کرنا کہ انجام کار میں مستح پاؤں کا محض خیال باطل تھا۔ چنانچہ میں نے فوراً اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لیا کہ فرانس کو غارتگی سے بچانا چاہیے۔ اور اب میں اپنے تئیں مروتہ خیال کرتا ہوں۔ کیونکہ یہاں رہنا اور مرنا ایک ہی بات ہے۔“

لارڈ ایب رنگ ٹن نے پوچھا: ”کیا آپ کو اس بات تعجب نہیں ہو کہ پورٹو کا جس شخص نے سب سے زیادہ اور پہلے خیر مقدم کیا وہ برتھیر (منہ بولہ) تھا؟“ نیپولین نے مسکرا کر جواب دیا: ”ہاں مجھے اطلاع دی گئی تھی کہ برتھیر نے کوئی اس قسم کی حماقت کی ہے۔ لیکن برتھیر کو خدا نے مضبوط دماغ عطا نہیں فرمایا ہے۔ میں نے اُس کو اُس کی لیاقت سے بڑھ کر اس لئے ترقی دے دی تھی کہ تحریر کے کام میں وہ مفید تھا۔ لیکن با این ہمہ وہ ایسا دانشمند شخص ہے اور اُس نتیجہ پر جو میرا ہوا اپنے کیے پر سب سے پہلے رو کر افسوس کرنے والا شخص برتھیر ہی ہے۔“

نیپولین نے پھر کہا: ”مجھے برتھیر سے کسی قسم کا انتقام لینے کی آرزو نہیں ہے۔ صرف اسی قدر کافی ہے کہ بتانوں کی سی وردی اپنے کوئی کی اردلی میں دوڑتا ہو؟“ نیپولین نے بہت سچ کہا ہے۔ ”کہ میں نے تمام عمر میں کسی سے اپنے ذاتی نقصان کی وجہ سے انتقام نہیں لیا ہے۔“

پھر نیپولین لارڈ ایب رنگ ٹن سے پوچھا: ”اچھا یہ تو بتاؤ کہ اگر میں انگلستان چلا جاؤں تو بھلا میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ میرا تو خیال ہے کہ مجھ کو شکار کر دیں گے۔“

لارڈ ایب رنگ ٹن نے جواب دیا: ”میرا خیال تو یہ ہے کہ آپ کو کسی قسم کا گزند نہ پہونچے گا۔ کیونکہ جب سے ہماری جنگ موقوف ہوئی ہے خیالوں کے جوش آپ کی طرف سے ٹکھٹے جاتے ہیں۔“

نپولین نے تبسم کر کے کہا: ”مکن ہے کہ ایسا ہو۔ لیکن یہ تو یقینی ہے کہ لندن کے عوام تو کسی طرح مجھ کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔“

نپولین نے اس کے بعد لارڈ کارن والس کی بڑی تعریف کی اور کہا: ”اگرچہ وہ نہایت فائق لیاقتوں کا شخص نہ تھا تاہم وہ ایسا نیک نہاد اور ایمان دار تھا کہ اپنے ملک کا فخر تھا۔ اور انگلستان کے بہترین امراء کا وہ اعلیٰ نمونہ تھا۔“

سیری تنہا تھی کہ اسی وضع کے کچھ لوگ فرانس میں موجود ہوئے۔ مجھے انگلستان کے دربار کے بھیجے ہوئے سفیروں سے ہمیشہ صلح کی گفتگو کے دوران میں معلوم ہو جایا کرتا تھا کہ واقعی انگلستان کا دربار ول سے صلح چاہتا تھا یا نہ چاہتا تھا۔

اور مجھے یقین تھا کہ اگر مسٹر فاکس زندہ رہتا تو انگلستان سے فرانس کی ضرور صلح ہو جاتی۔ کیونکہ جس پر توپرائس نے ٹیلیگرامڈ سے خط و کتابت شروع کی اس سے ظاہر ہو گیا تھا کہ وہ واقعی صلح کرنا چاہتا تھا۔ تم ذرا وہ قاتل ہی والا معاملہ یاد کرو کہ مسٹر فاکس نے اُس موقع پر کیسا شرافت کا اور صداقت کا ثبوت دیا تھا۔

لیکن مسٹر فاکس کے دوسرے شرکار دربار میں صلح کے خواہاں نہ تھے۔“

لارڈ ایلزنگ ٹن نے جواب دیا: ”آپ کی حُب جاہ اور ملک گیری سے

ہمارے بہت سے مشیران سلطنت جن میں ایک لارڈ گرین وائل بھی تھے ایسے

خائف تھے کہ صلح نہ کر سکتے تھے۔“

نپولین نے جواب دیا: ”یہی تو تمہاری غلطی تھی۔ میری صرف یہ خواہش تھی

کہ تم انصاف سے کام کرو۔ میں انگریزوں کے چال چلن کی عزت کرتا ہوں۔ لیکن

میں یہ چاہتا تھا کہ بحری تجارت آزادی کے ساتھ ہو۔ واقعات نے ایسی صورت

اختیار کی کہ جنگ کرنا پڑی اور میری سلطنت میں انصاف ہو گیا۔ لیکن میں نے ان

صوبہ بات کی طرف سے غفلت نہیں کی۔ مجھے چند سال مہلت کی حاجت تھی

کہ اُن باتوں کو جو فرانس کے لئے میں نے تجویز کی تھیں بُجھ کر دیتا۔ لارڈ گرین وائل سے کتنا کہ وہ اگر مجھ سے ایسا میں نے۔ مجھے یقین ہے کہ تم اٹھکستان میں مجھے مجسم شیطان خیال کرتے ہو گے۔ لیکن اب تو تم نے مجھے اور فرانس کو دیکھ لیا ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ تم تسلیم کر لو گے کہ تم غلطی پر تھے۔“

لارڈ ایب رنگ ٹن کتا ہے۔ ”سچ میں نے شاہنشاہ پر یہ اعتراض کیا کہ آپ نے انگریزی ستیاعوں کو کیوں قید کر لیا تھا؟ اُس نے جواب دیا کہ اٹھکستان نے اعلان جنگ سے قبل فرانسیسی مال کو سمندر میں گرفتار کر لیا تھا۔ پس میں اپنے نہیں حق بجانب خیال کرتا ہوں۔ کیونکہ میں نے صرف انتقام لیا تھا۔ اس پر میں نے کہا: ”ہاں یہاں تو قدیم سے یہ دستور چلا آتا ہے۔“ نہولین نے جواب دیا: ”ہاں تمہارے لئے۔ کیوں کہ تم فتح اٹھاتے ہو یہ دستور قدیم اور قابل احترام ہو گا۔ لیکن اُن قوموں کے لئے جن کا نقصان ہوتا ہے یہ دستور قدیم نہیں ہو سکتا۔ پس یہی حالت میں جب کہ تم جدید قوانین کا دوسری قوموں کے ساتھ عمل و سادہ کرنے کے مجاز تھے تو کیا وجہ تھی کہ میں بھی اپنے تئیں مجاز نہ سمجھتا۔ مجھے خوب یقین ہے کہ تم لوگ دلوں میں تو اچھی طرح جانتے ہو۔ کہ میں حق بہ جانب تھا۔ کیوں کہ میں نے اپنی اس انتقام کی کارروائی میں بڑے عزم و محنت سے کام لیا تھا۔ اور اصل تو یہ ہے کہ تمہاری اور میری دونوں کی کارروائیوں میں اس خاص معاملہ کے متعلق کسی قدر فزالتی اور غارت گری آمیز تھی۔“

لارڈ ایب رنگ ٹن کو نہولین کے استقلال پر جس سے اُس نے اپنی ہزیمت اور اُس کے نتائج کو برداشت کیا حیرت ہو گئی۔ شاہنشاہ نے کہا: ”اس معاملہ میں جتنی دنیا کو حیرت ہے اتنی مجھے نہیں ہے۔ آدمیوں کی طرف سے میری رائے بہت اچھی نہیں ہے۔ اور سادہ تہ بخت پر مجھے کبھی بھروسہ نہ ہوا۔ کیوں کہ میرے

ہمایوں کو بادشاہت میں مجھ سے زیادہ لطف آیا۔ انھوں نے قراں روالی کا نو پایا لیکن میرے حصہ میں رات و نعت کرنا اور ٹھکانا آیا۔

اب فرانسیسیوں کی روز بہ روز یہ حالت ہوتی جاتی تھی کہ ایلیا کی طرف نہیں اٹھ رہے تھے۔ بوربون بادشاہ کے تخت کے گرد فریاد و شکایت کی آواز بلند ہو رہی تھی۔ لوئی فیچدیم اور اس کے رفقاء کو پریشانی تھی۔ فریق شاہی کے طرفداروں کو یہ ضروری معلوم ہوا کہ نپولین کو ایلہا سے ہٹا کر کسی دور و بعید مقام پر بلا وطن کر دیا جائے کیوں کہ اس کی ہر دل خیزی یورپ کی امن و عافیت میں خلل انداز تھی۔ اقل تو نپولین کے قتل کر دینے کی بہت سی مخفی تجویزیں ہوئیں لیکن نپولین کے دوستوں نے اس کو اسکا گھر کر دیا۔ نپولین واقعی ایک غیر محفوظ حالت میں تھا اور قاتل کا خنجر اس کے بھر کے بار ہو جانے کو ہر وقت موجود تھا۔ انگلستان کو ہرگز پسند نہ تھا کہ نپولین ایلیا ہیچے جسٹری میں جو یورپ سے ملحق تھا اسیر رکھا جائے۔ اور اسٹیلٹ انڈیا کمپنی کے سینٹ پیٹریک کے سے کورنٹ انگلستان خط و کتابت کر رہی تھی۔ کہ جزیرہ سینٹ ہلینا (سینٹ ہلینا) انگلستان کو دے دیا جائے۔ یہ بات بھی مشہور ہوئی تھی کہ ڈیوک آف ولنگٹن نے اس جزیرہ کو ہندوستان آتے اور جاتے وقت خود دیکھا تھا۔ اور یہ کہا تھا کہ نپولین کو بلا وطن کرنے کے لئے یہ مقام نہایت محفوظ و مستحکم تھا۔ کیوں کہ ڈیوک آف ولنگٹن کو نپولین سے عداوت و نفرت تھی۔ اور جاہل باخبر شہر کو تھی کہ متحدہ بادشاہ نپولین کہ سینٹ ہلینا بھیج دینے کو ہیں۔

۱۔ ایسٹ انڈیا کمپنی۔ یہ انگریزی سوداگروں کی کمپنی انگلستان میں مشہور ہے اور ایلیز جھ کے بعد میں ہندوستان سے تجارت کرنے کو قائم ہوئی تھی جس نے رفتہ رفتہ ہندوستان کو فتح کر لیا اور غدر عہد کے بعد اس کمپنی کا خاتمہ ہوا اور ہندوستان کی حکومت کو لایا۔ غلہ آشیاں نے اپنے ہاتھ میں لے لی۔ ۱۲۔ مترجم۔

لارڈ ہالینڈ کہتے ہیں کہ جب شاہنشاہ ایلیا کو چلا گیا۔ تو لیڈی ہالینڈ نے انگریزی اخباروں کا ایک پلندہ شاہنشاہ کو بھیجا کیوں کہ وہ جانتی تھی کہ شاہنشاہ کو ان اخباروں کے پڑھنے کا اشتیاق تھا۔ اور تعجب کی بات ہے کہ ان اخباروں میں سے ایک میں لکھا ہوا تھا کہ متحدہ بادشاہوں کے باہم پیشورہ ہے کہ نپولین کو سینٹ ہلینا میں قید کرنا چاہئے۔ اور اصل تو یوں ہے کہ اس خیال کے متعلق کہ نپولین کو سینٹ ہلینا بھیجا جائے غیرت اور نیک نیتی کے خلاف نپولین کے ایلیا آنے سے پہلے ہی مباحثہ چمکا تھا۔ او میں نے ہوس آف لارڈس میں جنرل بونا پارت کے متعلق اس بحث کو چھیڑا اور سیری ٹر ویدنہ کی گئی۔ اور حقیقت یہ بات میں نے ایک سچے انگریز سے جو وائیا کی کانٹھولس میں شریک تھا نپولین کے پیرس واپس آنے کے بعد لیکن وائیر لو کی جنگ سے پہلے سنی تھی۔ پس اگر کسی معقول وجہ سے نپولین کو یہ شبہ ہو گیا ہو کہ وہ سینٹ ہلینا بھیجا جائے گا تو وہ کسی طرح اس عذمانہ کا پابند نہیں رہ سکتا تھا جو خان ٹن بلو میں ہوا اور جس کی رو سے نپولین نے اپنی سلطنت سے دست برداری کی تھی اور اگر اس نے اپنی سلطنت پر بحیرہ قبضہ کرنے کا قصد کیا جو مال میں اس کے ہاتھ سے نکالی گئی تھی تو نپولین حق بہ جانب تھا۔

نپولین کی حیرت انگیز لیاقت اور طاقت اسی معاملہ میں سب سے زیادہ قوی ثابت ہوئی۔ ایلیا میں وہ تنہا اور غیر مسلح تھا اور اس کے پاس روپیہ بھی نہ تھا۔ اور خاموش اپنے کمرہ میں بیٹھا یا تو کتب بینی کرتا تھا یا ان لوگوں سے جو اس کی ملاقات کو آتے تھے باتیں کرتا تھا اور ایلیا کے تھوڑے سے باشندوں کی بہبودی کا اس کو خیال تھا لیکن تاہم اس کے نام کی وہ ہمیت تھی اور یورپ کے جمہور کو اس سے ایسی ہم دردی تھی کہ یورپ کے تاج دار اپنی مسلح فوجوں کے درمیان اس کے خوف کا نپ رہے تھے۔ چونکہ خان ٹن بلو کے عذمانے سے قطعی بے حیائی کے ساتھ انحراف کیا گیا تھا۔

لند انہولین اب اس عہد نامہ کا پابند نہ تھا اور یہ ظاہر کوئی نازک وقت قریب
 آپہنچا تھا۔ فرانس میں کوئی دوسرا انقلاب ہونے والا تھا۔ قوم کو اپنے معزول
 شاہنشاہ نپولین کی متقاضی۔ نپولین بھی ان محسوس ملامتوں پر غور کر رہا تھا۔ وہ رسالوں
 اور اخباروں کو غور سے پڑھ رہا تھا۔ اور فرانس کی ناراضا سندی کی خبریں دوتلوں
 کے ذریعہ سے اس کے پاس چلی آ رہی تھیں۔ اس کو یہ بھی معلوم ہوتا تھا کہ خود اس کے
 خفیہ قتل کرے یا اس کو خفیہ کمرہ کسی تاریک مجلس میں قید کرنے کی تجویزیں ہو رہی تھیں۔
 رعایا اور بون خاندان سے قطعی ناخوش تھی۔ اس کو یہ بھی اطلاع دی جاتی تھی کہ فرانس
 کے باشندوں کو اس کی ویسی ہی یاد ہے اور اس کی واپسی کی تمناؤں کر رہے تھے۔
 اور فروری ۱۸۱۵ء قریب ختم کے تھا۔ ایلیا میں نپولین کو دس مہینے ہو چکے تھے
 اس کو سخت خطرہ تھا۔ مگر تھا کہ کسی وقت موقع پا کر قاتل خبر سے اس کا کام تمام کر دے
 یا اس کو مخفی طور سے گرفتار کر کے کسی تنگ و تاریک قید خانہ میں اسیر کر دیا جائے۔ جو
 موت سے ہزار گونہ بدتر تھا۔ چنانچہ اس نے یہی غزم کیا کہ اسے فرانس واپس بلا جائے
 جہاں وہ رعایا کے سامنے اپنے نہیں پیش کرے۔ خواہ وہ اس کو سخت پریشان حال دے
 یا اسے گولی سے مار دے۔ یا جو اس کو بہتر معلوم ہو کرے۔

پالین۔ نپولین کی بہن یورپ میں آئی اور نپولین کے بڑے بڑے دوست
 اس کے پاس جمع ہوئے۔ اور پالین نے واپس اگر نپولین سے کہا کہ ”آپ کے
 فوجی سردار اور بون بادشاہ کے شریک ہونے پر افسوس کرتے ہیں اور بڑی
 التجائیں کرتے ہیں کہ آپ فرانس واپس تشریف لائیں اور سب کا اتفاق ہے کہ
 آپ کے واپس آتے ہی جمہور فوراً آپ کو شاہنشاہ بنالیں گے۔“

شرم فروری ۱۸۱۵ء میں نپولین کی مجلس شاہی کا ایک نوجوان رکن برٹن
 چابوی لن سمیں بدل کر نپولین کے پاس ایلیا میں آیا اور شاہنشاہ سے خلوت میں ملا

اور ملاقات کا حال حسب ذیل لکھا ہے۔

شاہنشاہ۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم ابھی فرانس سے آرہے ہو۔ فرماؤ۔
 کہ تو محل بیان کرو۔ میرے دوستوں کے کوئی خطوط لائے ہو؟۔

بیرن۔ جاں پناہ۔ نہیں۔

پولیٹین (بیرن کی بات کاٹ کر)۔ افسوس۔ معلوم ہوتا ہے کہ۔ ان لوگوں
 نے بھی مجھے بھلا دیا۔

بیرن۔ جان پناہ۔ یہ کیوں کر ممکن ہے کہ آپ فرانس میں فراموش کر دئے
 جائیں۔ سچے فرانسیسی تو جاں پناہ کے فدائی اور جاں نثار ہیں۔

پولیٹین۔ تم غلطی کر رہے ہو۔ فرانسیسیوں کا بادشاہ تو اب دوسرا شخص ہے
 فرانسیسیوں کی بہبودی اسی میں ہے اور ان کا فرض یہی ہے کہ مجھے بھول جائیں۔

پیرس میں میرے خلاف خوب ب الزام اور قہقہے اسیاد کیے جاتے ہیں۔ اور یہ بھی
 کہا جاتا ہے کہ مجھے مائٹا یا سینیٹ ہلینا کو روانہ کیا جائے گا۔ انھیں ایسا خیال کرنے

دو۔ میرے پاس چھ ماہ کی خوراک۔ تو ہیں اور اپنی حفاظت کے لئے بہادر سپاہی
 موجود ہیں۔ اور اگر میرے خلاف کچھ کیا تو مزہ بھی چکھا دوں گا لیکن میرا خیال ہے

کہ مجھ تنہا کے مقابلہ میں یورپ آمادہ جنگ ہو کر اب اپنے تئیں بدنام اور ذلیل نہ
 کرے گا۔ کیوں کہ اب نہ میری خواہش ہے اور نہ رجحان ہے کہ دوسروں کو چھیڑ

یا گزند پہنچاؤں۔ شاہنشاہ اسکندر کو آنے والی نسلوں کی اسے کابست خیال
 ہے اور وہ اس جرم میں اعانت نہ کرے گا یورپ کے بادشاہوں نے بڑے بڑے جہالات

عہد نامے کے ذریعے سے مجھے ایلیا کی حکومت دی ہے۔ لندائین ایلیا میں اپنے
 گھر کے اندر رہوں۔ اور جب تک میں اپنے گھر سے باہر جا کر کسی کو پریشان نہ کروں۔
 کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ آئے اور مجھ کو چھیڑے۔ خیر۔ اب یہ تو بتاؤ کہ فرانس

و اسے پوربون کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں؟

بیرن۔ جہاں پناہ۔ فرانسیسیوں کے خیال۔ جو ان کو پوربون کی طرف سے تھے، غلط تھے۔ اور ناراض لوگوں کی تعداد یومیہ بڑھتی چلی جاتی ہے۔

نپولین (تیزی کے ساتھ) یہ تو بڑی بڑی بات ہے۔ لیکن۔ ”زید“ نے مجھے کوئی خط کیوں نہیں بھیجا؟

بیرن۔ ”زید“ کو یہ اندیشہ تھا کہ مبادا اُس کی تحریر کو مجھ سے رستہ میں کوئی چھین لے۔ لیکن اُس نے مجھ سے چند ایسی باتیں کہہ دی ہیں جو سوائے اُس کے اور جہاں پناہ کے کسی دوسرے کو معلوم نہیں تھیں۔ اور وہ باتیں میں جہاں پناہ سے بیان کرتا ہوں کہ میرا ازدوار ہونا ثابت ہو جائے۔

نپولین۔ اچھا۔ بیان تو کرو۔

بیرن چاچو بی لن کتا ہے کہ میں نے وہ باتیں شروع کیں لیکن ہنوز ختم نہ کر پاتا تھا کہ شاہنشاہ نے کہا۔ ”بس کافی ہیں۔ تم نے یہ واقعہ پہلے ہی مجھ سے کیوں نہ بیان کر دیا۔ افسوس۔ آدھا گھنٹہ ضائع ہو گیا۔“ شاہنشاہ کی اس تیزی سے میں گھبراؤ اور شاہنشاہ نے تاڑ لیا کہ میں گھبرا گیا ہوں۔ چنانچہ نہایت نرم کجہ سے بولا۔ ”گھبراؤ مت۔ اور اب بیرن وٹن بیاں کرو کہ تم سے ”زید“ نے کیا کہا ہے؟“

”میں نے تفصیل شروع کی۔ لیکن اوریسیان میں شاہنشاہ میری بات اکثر کاٹ کاٹ کر دیا تھا اور خود تقریر کرتا جاتا تھا۔ اور آخر میں میری بات کو کاٹ کر بولا۔ ”اپنی دست کشی کے وقت میں نے خیال کیا تھا کہ جلاوطنی اور مصیبت نے

پوربون کو پوری نصیبت کر دی ہوگی اور دوبارہ وہ ایسی غلطیاں نہ کریں گے۔ جو مسئلہ میں اُن کی مصیبت کا سبب ہوئی تھیں مجھے اس قدر سختی کہ یہ بادشاہ تم کو ہر اچھے آدمی کی طرح حکومت کرنے کا۔ اور تم اس بات کو بھول جاؤ گے کہ پوربون

کے دوسرے بادشاہوں نے یہ بادشاہ تم پر جبر یہ مقرر کیا ہے۔ لیکن معلوم ہو گیا کہ جبکہ بوربون بادشاہ واپس ہوا ہے فاشن اٹلیاں کرنا چلاتا ہے۔ اُن کے ۲۳۔ اپریل کے عہد نامے سے مجھے سخت تنفر پیدا ہو گیا ہے۔ مینی قلم کے ایک شوٹے سے فرانس۔ بلجیم (مملکت متحدہ) اور اُن تمام مقبوضات سے محروم کر دیا گیا جو ان کے زمانہ سے اب تک حاصل کئے گئے تھے۔ متحدہ بادشاہوں نے فرانسیسیوں کے جہاز سازی کے مقامات سلحہ خانے۔ جہازوں کے بیڑے۔ توپ خانے۔ تلوں اور بندرگاہوں کے بے انتہا ذخائر جو خلافت کی غرض سے میں نے جمع کئے تھے چھین لئے۔ اس سب کا باعث ٹیلیہ انڈس ہے۔ اُس نے ضرور رشوت کھائی ہے۔ ان شرائط پر تو صلح بڑی آسان چیر ہے۔ اگر میں ان شرائط کو قبول کر کے فرانس کو برباد ہو جانے دیتا تو آج بوربون بادشاہ میری جگہ فرانس کے تخت پر ہرگز نہ ہوتا۔ لیکن مجھ کو اپنا داہنا ہاتھ کٹوا دینا منظور تھا اور یہ ذلت پسند تھی۔ دیکھو میں نے تاج و تخت سے کنارہ کشی کر لی لیکن اپنی شہرت اور فرانس کی شان و شوکت پر اپنے سامنے داغ نہ آنے دیا۔ اور سچ ہے کہ دلیل تخت ایسا باا ہے جو غیر قابل برداشت ہے

” میرے دشمنوں نے ہر جگہ شہور کیا کہ میں ضد سے صلح نہیں کرتا۔ انھوں نے محکوم دیوانہ شہور کیا۔ اور مجھ کو خون کا پیاسا کہا۔ اور ان قسموں سے اُن کا مذاق اُڑا ہوا۔ قاعدہ ہے کہ جب تم اپنے گتے کو پھانسی دیتے ہو تو پہلے ہی شہور کرتے ہو کہ وہ بُورا نا ہو گیا ہے۔ لیکن یورپ پر حقیقت کھل جائے گی۔ میں یورپ کو ہر ایک بات سے جو پیشی لن (مملکت متحدہ) میں کی اور کئی تھی آگاہ کر دوں گا۔ میں۔ انگریزوں۔ روسیوں۔ اور آسٹریا والوں کا زبردست ہاتھ سے پردہ کھول دوں گا۔ اور یورپ ہمارے باہم انصاف کر دے گا۔ اور یورپ اعلان

کر دے گا کہ میں تمہارا اور خون کا پیاسا تھا یا یہ لوگ تھے۔ میرے لئے تو ممکن تھا کہ اپنی افواج کو لیکر دریائے لو ایر کے دوسری جانب کو ہستان میں چلا جاتا اور وہاں جی کھول کر اڑتا۔ لیکن میں نے تو یہ نہ کیا۔ لوگوں کے اٹلاف جاں کو دیکھتے دیکھتے میں تھک گیا تھا۔

”پیرس داخل ہو جانے پر بھی میرے دشمن میرے نام اور میرے وفادار بہادر ساتھیوں کے نام سے کانپ رہے تھے۔ انہوں نے میری بہت کشتی کے معاوضہ میں میرے سامنے اٹلی کی بادشاہت کو پیش کیا۔ لیکن میں نے انکار کر دیا۔ جب ایک شخص نے فرانس پر حکومت کر لی تو اُسے دوسری جگہ حکومت کرنا زیبائے نہیں۔ میں نے جزیرہ ایلیا کو منتخب کیا۔ اور انہوں نے یہ خوشی یہ جزیرہ مجھے دیدیا۔ یہ حالت میرے حسبِ حال ہے۔ کیوں کہ میں فرانس اور یورپ پر غور کر سکتا ہوں۔ میں نے جو کچھ کیا فرانس کے لئے کیا۔ اور بہت اعلیٰ میں اگر فرانس کو میں نے اول درجہ کا ملک کر دینا چاہا تو یہ فرانس ہی کے لیے چاہا۔ اپنے واسطے نہ چاہا۔ میری شان و عظمت مستحکم ہے۔ اگر مجھ کو صرف اپنی ہی ذات کا خیال ہوتا تو میں خانگی زندگی اختیار کر لیتا۔ لیکن میرا یہ فرض تھا کہ شاہی خطاب اپنے بیٹے اور خاندان کے لئے باقی رکھوں۔ فرانس کے بعد دنیا میں سب سے عزیز مجھ کو اپنا بیٹا۔ گفتگو کے دوران میں شاہ ہنشاه تیزی سے کمرے میں ٹھٹھاتا تھا۔ اور جوش میں بھر گیا تھا۔ ایک لمحہ سکوت کرنے کے بعد اُس نے پھر کہا: —

تارکان وطن کو خوب معلوم ہے کہ میں یہاں ہوں۔ روزانہ نئی نئی سازشوں کی بجگو خبریں ملتی ہیں۔ ان لوگوں نے جارجیز کی ہمراہی میں ایک قاتل کو کورسیکا تک بھیجا۔ اور یہ ایسا حرام زادہ ہے کہ انگریزی اخباروں تک نے لکھ دیا کہ وہ خون کا پیاسا قاتل ہے۔ اور اگر اُس نے مجھ کو قتل نہ کیا بھی تو بھی میں اُس کو نہ چھوڑ سکتا۔

اور اپنے گراں دین بھیج کر اس کو گولی سے آزادوں کا کہ دو سروں کاں ہو جائیں۔
پھر ایک لمحہ کی خاموشی کے بعد شاہنشاہ نے کہا:۔

”کیا میرے جنرل دربار میں جایا کرتے ہیں بڑی سخت اُٹھنا پڑتی ہوگی۔“
بیرن نے جواب دیا:۔ ”جہاں پناہ۔ جنرل جاتے ہیں۔ لیکن سخت ہی ناراض
رہتے ہیں۔ کیوں کہ تارکانِ وطن پر جنموں نے گہمی توپ کی آواز بھی نہیں سنی ہے
وہ ناگوں بڑی بڑی نوازشیں ہوتی ہیں۔“

نپولین نے کہا:۔ ”ان تارکانِ وطن پر ذرا اثر نہ ہوگا۔ نہ ان کی حالت بدلے گی
اور میں نے بڑی غلطی کی تھی کہ ان دو غلے فرانسیسیوں کو فرانس میں واپس آنے کی
اجازت دے دی تھی۔ اگر میں ان کو واپس نہ بلا لیتا تو جلا وطنی میں پڑے پڑے
فاقوں سے مر جاتے۔ لیکن ان کے واپس بلانے میں میں نے یہ مصلحت سوچی
تھی کہ ہمارا یورپ سے میل ہو جائے اور انقلاب کا خاتمہ ہو۔ اب یہ بتلاؤ کہ
میرے سپاہی کیا کہتے ہیں؟“

بیرن چابوئی لہن نے جواب دیا:۔ ”جہاں پناہ سپاہ کا حال کیا پوچھتے ہیں
جہاں پناہ کا نام عزت اور ادب لیا جاتا ہے اور سپاہ کو بڑا غم ہے۔“
نپولین:۔ ”قسم کر کے۔“ تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہنگوڑ سپاہ کو
مجھ سے الفت ہے۔“

بیرن:۔ ”جہاں پناہ۔ نہیں۔ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ ہمیشہ کے مقابلہ میں
سپاہ کو اب آپ سے بہت زیادہ محبت ہے۔ سپاہی ہماری مصائب کو
دغا بازی اور نمک حرامی سے منسوب کر کے کہتے ہیں کہ لگہجہ سے دغا اور نمک حرامی
نہ کی جاتی تو دشمن کی کیا جان تھی کہ ہم پرستخ پا جاتا۔“

نپولین:۔ ”بے شک سپاہی سچ کہتے ہیں۔ بخود خوشی ہے کہ سپاہ کو ابھی

لکھا اپنی برتری پر بھروسہ ہے۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ فرانس کی موجودہ حالت کا جو کچھ میں نے اندازہ کیا تھا وہ ٹھیک ہے۔ بوربون فرماں روا کی کرنے کے لائق نہیں ہیں۔ ان کی فرماں روائی پر اپنی وضع کی بیگیاں چادریوں اور اُمر اکو سپند چوسکتی ہو۔ لیکن نئی روشنی والی نئی نسل کو تو ہرگز پسند نہیں ہے۔ انقلاب نے جمہور کو تعلیم کر دی ہے کہ حکومت میں ان کے کیا کیا حقوق ہیں۔ اور اب وہ اس بات پر کبھی راضی نہ ہوں گے کہ اُسی طرح معدوم سمجھے جائیں جیسے پہلے معدوم خیال کیے جاتے تھے۔ رہی سپاہ۔ تو۔ بوربون سے وہ کسی طرح مانوس نہیں ہو سکتی۔ اور ہماری فتومات اور ہماری مصائب میرے اویسپاہ کے درمیان الفت کا وہ رشتہ قائم کر دیا ہے کہ اب قطع نہیں ہو سکتا۔ بوربون سے نہ سپاہ کو محبت ہے اور نہ وہ بوربون سے ڈرتی ہے۔ اور موجودہ گورنمنٹ تباہی کے رستہ پر جا رہی ہے اور اُس کے شریک یا ہم در و جو کچھ ہیں وہ پاوری یا تارکان وطن ہی ہیں۔ اور ہر ایک محبت وطن اور سمجھ دار شخص اس گورنمنٹ کا دشمن ہے۔ لیکن آخر ان سب باتوں کا نتیجہ کیا ہو گا۔ کیا یہ خیال ہے کہ پھر سے غداروں اور انقلاب ہو گا۔؟

بیرن۔ جاں پناہ۔ نارضامندی اور غصہ کا یہ حال ہو رہا ہے کہ ذرا سی چپڑ پر ضرور بالضرور غدر ہو جائے گا۔ اور اگر یہ غدر کل ہی ہو جائے تو کوئی تعجب کا مقام نہیں بنو لیں۔ لیکن مان لو کہ اگر تم بوربون کو بحال ہی دو تو کیا تم جمہوری حکومت قائم کر لو گے؟

بیرن۔ جان پناہ۔ جمہوری حکومت کا نام کیوں لیتے ہیں۔ جمہوری حکومت تو کسی کو دھم و خیال بھی نہیں ہے۔ شاید کوئی کو نسل مقرر کی جاوے گی۔ بنو لیں۔ جو مثال درموج ہے۔ آیں۔ کونسل۔ چہ معنی دار و کیا میں مجاہدوں

بیرن۔ لیکن جہاں پناہ تو فرانس کے اندر موجود.....
 پنولین۔ فوراً بیرن کی بات کاٹ کر۔ میرے موجود ہونے یا موجود نہ ہونے
 سے کیا ہوتا ہے۔ اگر قوم بھگو بلاتے تو دو دن میں میں فرانس کے اندر موجود ہوتا ہوں
 بیرن۔ تمہاری رائے میں سیرانو ٹنا کیسا ہو گا؟

بیرن۔ جہاں پناہ۔ ایسے سوال کے جواب کی مجھ اکیلے میں طاقت نہیں لیکن
 پنولین۔ بے تابی سے۔ بیرن کی بات کاٹ کر۔ نہیں۔ میں یہ نہیں پوچھتا۔
 یہ جواب دو۔ ”ہاں“ یا ”نہیں“

بیرن۔ تو پھر اس کا پوچھنا ہی کیا ہے۔ ”ہاں“۔ بے شک ”ہاں“
 پنولین۔ فوراً منموم لہجہ سے۔ بیرن۔ کیا واقعی تمہارا ایسا ہی خیال ہے؟
 بیرن۔ جہاں پناہ۔ لا کلام۔ اور یہی خیال ”زید“ اور دوسروں کا ہے۔
 کہ جمہور اور سپاہ آپ کو رہائی دینے والا یقین کریں گے اور بڑی خوشی اور جوش
 سے آپ کے شریک ہو جائیں گے۔ ”زید“ کو معلوم تھا کہ اس معاملہ میں آپ بہت
 سوال کریں گے اور اب میں اس کے جواب کو حرف بہ حرف دوہراتا ہوں۔ تم
 شاہنشاہ سے میری طرف سے کننا کو۔ ایسے اہم مسئلہ کو میں تنہا طے کرنے کی
 جرأت نہیں رکھتا۔ لیکن شاہنشاہ کو میں پورا یقین دلاتا ہوں کہ موجودہ گورنمنٹ
 پر رعایا اور سپاہ کو قطعی بھروسہ نہیں۔ اور ناراضماندی حد سے فزوں ہو گئی
 ہے۔ اور ایسی ناراضماندی کی حالت میں گورنمنٹ کسی طرح قائم نہیں رہ سکتی
 اور تم شاہنشاہ سے یہ بھی کننا کہ رعایا کو آپ کا بڑا صدمہ ہے اور آپ ہی کی ذمہ
 سے اس کی امیدیں وابستہ ہیں۔ اور شاہنشاہ بڑا زیرک و دانا ہے۔ وہ خود فیصلہ
 کرنے کا اگر ایسی حالت میں کیا ہونا چاہیے۔

پنولین کے چہرے سے سخت ترقو و کے آثار بھوید اہوئے اور اس نے اپنی

دورانِ دیشی سے اُن ہتم بالشان تیجوں کو اپنے سامنے گویا کھلا ہوا دیکھ لیا جو سر پہ
آپہونچے تھے۔ بہت دیر تک وہ فرش پر ٹھلٹارہا۔ اور خیال میں ڈوبا ہوا تھا پھر
کہنے لگا:۔۔۔

”اچھا۔ میں غور کروں گا۔ کل گیارہ بجے آؤ“

مقررہ وقت پر دوسرے دن چابوی لن۔ شاہنشاہ کی خدمت میں حاضر
ہوا۔ امداد ایک طولانی تقریر کے بعد جس کا خلاصہ مدعا وہی تھا جو اوپر بیان
ہوا۔ نیولین نے کہا:۔۔۔

”میں فرانس کو ضرور آؤں گا۔ اگرچہ یہ کارروائی بہت عظیم الشان۔ دشوار
اور پرخطر ہے۔ لیکن میری طاقت سے باہر نہیں ہے۔ اور ایسے اہم معرکوں میں
قسمت نے ہمیشہ میری مساعدت کی ہے۔ میں روانہ ہوں گا۔ لیکن تنہا
نہیں۔ کچھ پکڑیں اور قتل کروں۔ میں مسلح ہو کر تیرے اپنے پولینڈ کے بہادروں
اور سپاہیوں کے جاؤں گا۔ تمامی فرانس میری طرف ہے۔ اور بڑی خوشی
سے میں فرانس پر اپنا آرام اور اپنی جان قربان کروں گا۔ ابھی تاخیر تجویز
نہیں کرتا کہ کب جاؤں گا۔ تاریخ ملتوی کرنے سے یہ تو فائدہ ہے کہ وائیا کی
کانگریس ختم ہو جائے گی اور نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔ مگر تاریخ ملتوی کرنے سے ایک
خداشہ بھی سچا۔ یعنی اگر متحدہ بادشاہوں میں باہم نہ بنی اور جنگ چھڑ گئی تو بوربون
اور انگریزوں کے جازوں سے میں گھر کر بیس قیدیہ جاؤں گا۔ اور آثار سے
معلوم ہوتا ہے کہ ان متحدہ بادشاہوں میں ضرور چلے گی۔ اچھا بیرن چابوی لن
اب تم رخصت ہو اور زید سے جا کر کہو کہ تم مجھ سے ملے اور میرا عزم بالجموع ہے
کہ فرانس کی تمنا کو پورا کرنے کے لئے اور اس کو بوربون خاندان سے رہائی دینے
کو تمامی خطرات کا مقابلہ کروں گا۔ اور یہ بھی کہہ دینا کہ میں اپنے گارڈ کے ہمراہ کیمپل

یا اس سے بھی پہلے روانہ ہو جاؤں گا۔

ڈیوک آف رومی کو اپنی کتاب میں لکھتا ہے:-

”دائینا کی کانگریس میں ٹیلیگراف نے اسی بات کی کوشش کی کہ ”ایلیاس

نپولین کسی دور و بعید مقام پر اڑا دیا جائے۔“ وہ کہتا تھا: ”نپولین فرانس

پر بھاری ہے اور فساد میں لوگ اب بھی اُسیدوں کی نگاہ سے اُس کی طرف دیکھ

رہے ہیں۔“ اور اس معاملہ میں ٹیلیگراف نے اُسے صحیح تھی۔ فرانس کے تمام فریقوں

کی توجہ نپولین کی طرف لگی ہوئی تھی۔ اور جتنی زیادہ توجہ اُن معاملات کی طرف کی

جاتی تھی جہاں کے زوال کا باعث ہوئے تھے اُسی قدر نپولین کی جانب کشش بڑھتی

جاتی تھی۔ ٹیلیگراف تو دیکھ چکا تھا کہ نپولین مصر سے واپس آگیا تھا۔ اور اُس کو خوف

تھا کہ وہ ایلیاس سے نہ لوٹ آئے۔ چونکہ بار بار یہ کہا گیا تھا کہ فرانس ہی کی وجہ سے

یورپ میں امن چین نہ تھا۔ لہذا یہ بات آسانی سے سمجھ میں آتی تھی کہ نپولین کے

اڑانے جانے سے یورپ میں ضرور ٹھنڈک پڑ جائے گی۔ اور ٹیلیگراف

اپنی کوشش میں کامیاب ہوا۔ صرف اپنی کسر باقی رہ گئی تھی کہ روس کے

شاہنشاہ کو اس معاملہ میں ذرا پس و پیش تھا۔ لیکن آخر میں اس نے بھی

خوشی سے اجازت دے دی۔

ٹیلیگراف اس معاملہ میں بڑی جلدی کر رہا تھا کہ حتی المقدور نپولین ایلیاس

نہال کر دور قید کیا جائے اور اس زمانہ میں یہ بات کسی جاتی تھی کہ یہ خدمت سرسٹ

نے اہمیت کے سپرد کی گئی تھی کیوں کہ یہ انگریزی امیر البحر بحر روم میں ملک بربر کی

طرف ایک مہم پر جا رہا تھا۔ مجھے یہ بات یوں معلوم ہوئی کہ پیرس میں اس کا عام جری

تھا۔ جہاں لندن سے قسم قسم کے خطوط آتے تھے اور ان میں دغا کی کانگریس

کی تفصیلی کیفیت لکھی ہوتی تھی اور لوگ بڑے اشتیاق سے ان خطوں کو پڑھتے تھے

انگریزی اخباروں میں بھی یہ لکھا گیا تھا۔ کہ نپولین سینٹ ہلینا بھیجا جائے گا۔ اور پھر اس کی جرمنی کے اخباروں میں نقل ہوئی۔ اور یہ اخبار شاہنشاہ کے پاس ایلینا میں برابر باقاعدہ جاتے تھے۔ اور کوئی شک باقی نہ رہا تھا کہ نپولین ضرور سینٹ ہلینا بھیجا جائے گا۔

”چنانچہ ایسی حالت میں شاہنشاہ نے پہلے کی طرح فرانس واپس آنے کا قصد کر لیا۔ کوئی چارہ کاری ہی سوائے لوٹنے کے شاہنشاہ کے پاس نہ تھا۔ اُس کو معلوم ہو گیا تھا کہ فان ٹن بلو کے عہد نامہ سے انحراف کیا جائے گا۔ اور ایلینا میں مداخلت بے جا کی جائے گی جہاں حفاظت کا کوئی سامان نہ تھا اور ایلینا میں اب زیادہ رہنا اس لئے اور بھی ممکن نہ تھا کہ زریسا لائے اُس کو نہ دیا گیا تھا۔



باب شصت و چہارم ایلیا سے واپسی

(۴۹۷)

روانگی کی طیاریاں۔ جہاز میں سوار ہونا۔ عام اطلاع۔ اعلانوں کا لکھوانا۔
دشمنوں کے پاس سے گزرنا۔ سپاہ سے پہلی ملاقات۔ گریز بل (گریز بل) میں داخل ہونا۔ بوربون کی پریشانی۔ شاہنشاہ کی مالی حوصلگی۔

۲۶۔ فروری ۱۸۱۵ء کی صبح کو شاہزادہ پالائین نے فوج کے انیسویں
سفرز باہر کے لوگوں اور ایلیا کے خاص خاص باشندوں کو دعوت دی۔ پولین
نے اپنی عادت کے موافق بڑی بے تکلفی اور خوشی سے ہمانوں سے باتیں کیں۔ بہت
سے انگریز بھی بڑے اشتیاق سے ایلیا کو آئے تھے۔ پولین نے ان سے بڑی
سترت اور بے تکلفی سے گفتگو کی۔ مگر شاہنشاہ کی تجویزوں کا حال کسی کو معلوم نہ تھا
اور یہ راز اسی کے سینے میں محفوظ تھا۔ اُس نے کوئی سازش نہ کی تھی۔ بلکہ صرف
اپنی ذاتی لیاقت پر بھروسہ کر کے وہ فرانس کو فتح کرنے چلا تھا۔ شام کے بعد
جنرل برٹ رینڈ اور جنرل ڈروٹ (مصرعہ مستحکم) کو اپنے ہمراہ لے کر وہ ایوان
میں گیا اور ان سے خلوت میں کہا۔

” ہم کل جزیرہ سے روانہ ہوں گے۔ بندرگاہ میں جتنے جہاز موجود ہوں آج شب میں لے لو۔ اور گارڈ کو صبح ہوتے ہی سوار کر دو۔ لیکن جب تک ہم خود سوار نہ ہو جائیں کوئی جہاز بندرگاہ سے باہر نہ جائے پائے۔ لیکن خبردار یہ بات کسی کو معلوم نہ ہونے پائے۔“

رات میں دونوں جنرل احکام کی تعمیل کرتے رہے۔ اور صبح کو ایک ہزار سپاہی اور افسر نیپولین کے چھوٹے جہاز ان کانٹینٹ میں (موجود تھے) اور تین تجارتی جہازوں میں سوار ہو گئے۔ یہ سب ایسے فضاں بردار تھے کہ بلا دریافتِ حال جہازوں میں سوار ہو گئے اور کسی کو یہ بات معلوم نہ تھی کہاں کی ملیا جی وہ پیر کو توپ کی سلامتی دہی اور شاہنشاہ بھی جہاز میں سوار ہو گیا۔ اور چھوٹے بیڑے نے جس میں صرف چار جہاز تھے لنگر اٹھایا۔ اور موافق ہوا کے رخ پڑنے کے ساحل کی طرف روانہ ہوئے۔ دُحوپ نہایت صاف تھی۔ اور سمندر میں موسم بہار کی ہوا سے جانوں میں تازگی آرہی تھی۔ اور بینڈ باجہ بج رہا تھا۔ نیپولین کا چہرہ خوشی اور یقین سے کندن کی طسج دکھ رہا تھا۔ اور جب فرانس کے ساحل کی طرف جہاز بڑھے اور ایلیا کی پہاڑیاں نظروں سے غائب ہونے لگیں تو نیپولین نے کہا۔ ”ہرچہ باد اباد“ ان وفادار ہمرائیوں کے چھوٹے سے گروہ کے ساتھ عجب قول خود نیپولین کے ساحل پر اترنے کے وقت بھی اُس کی خفاقت کو کافی نہ تھے یہ جواں مرد شاہنشاہ ایسے فرانس کو فتح کرنے چلا جس پر تمام یورپ کے مانج داروں کی حمایت میں بوربون خاندان راج کر رہا تھا۔

نیپولین کے تمامی کارنامے میں یہ واقعہ صحت کے زیادہ حیرت انگیز اور عجیب و غریب ہے۔ لیکن باوجود اس کے جب غور کیا جاتا ہے تو نیپولین نے یہ کام جتنا سوچ سمجھ کر اختیار کیا تھا۔ کچھ حالات ہی ایسے واقع ہوئے تھے کہ نیپولین ایلیا

پھر ملنے پر مجبور ہوا تھا۔ کیوں کہ ایلیا میں رہنا جان سے ہاتھ دھونا تھا۔ متحدہ بادشاہوں نے اپنے عہد و بیان کو توڑ دیا تھا۔ اُن کے قول و قسم کا کیا اعتبار تھا۔ اس لئے کہ فرقہ وارانہ کی طرح وہ پولین کو کڑا لینے کے منصوبے کر رہے تھے۔ پولین اگر ہمیں بدل کر بھی بھاگتا تو اُن کے ہاتھ سے بچ کر کہاں جاتا۔ کیوں کہ تمام پردہ زنیں پر یہ لوگ اُس کا پیچھا کرتے پھرتے۔ پس اگر کوئی تدبیر تھی تو یہی تھی کہ پولین پھر انھیں فرانسیسی مہمور کے درمیان چلا آتا۔ جو اُس کے لئے جینے مرنے کو ہر طرح سے موجود تھے۔ اور پولین کا یہ عزم نہایت شریفانہ تھا۔ جب ایلیا کی پہاڑیاں نظر سے اوجھل ہو گئیں پولین نے جہاز کے طریشہ پر کھڑے ہو کر تمام جہاز والوں کو جو تعداد میں چار سو تھے اپنے سامنے بلایا اور اُن سے کہا:۔

”اے احباب۔ ہم فرانس کو جاتے ہیں۔ ہم پیرس کو چلتے ہیں۔“

یہ پہلی عام اطلاع تھی۔ سپاہیوں نے ”فرانس باقی مانا“۔ ”شاہازندہ مانا“۔ ”کے نعرے مارے۔ اُن کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اور فوراً اس خیال سے کہ اپنے وطن میں صاف ستھرے پونچھیں ان سپاہیوں نے اپنے اسلحہ صاف کرنا اور درویشوں کو ٹھیک کرنا شروع کر دیا۔ پولین ان گروہوں میں پھرتا تھا اور پیار کی باتیں کرتا تھا۔ رات ہوئی اور شاہنشاہ اپنے جہاز کے کمرے میں آیا اور چند کاتبوں کو سامنے بلا کر بٹھلا اور کہا:۔ ”میں جو کچھ بولتا ہوں اُس کو لکھو۔“ پھر کچھ اشارے سے کرتا ہوا ٹلنے لگا اور سب ذیل لکھوانا شروع کر دیا:۔

(۴۹)

فوج کے نام؛

(اعلان)

”بہادر سپاہیو۔ ہم پر کسی نے فتح نہیں پائی۔ خود ہماری فوج کے دشمنوں نے

ہماری فتوحات کو خاک میں ملا دیا اور اپنے ملک - شاہنشاہ اور اپنے محسن تے ملک اسی اور وفا کی - کیا تم کو ار کر سکتے ہو کہ وہی لوگ جو پچیس سال تک تمام یورپ میں پھرتے اور ہمارے دشمنوں کو ہمارے خلاف برا بھلا کرتے رہے اور وہی لوگ جو دشمن کی سپاہ میں شامل ہو کر ہمارے خوب صورت فرانس کو پال اور برباد کرنے کی کوششیں کرتے رہے - ہمارے عقابی جھنڈوں پر جھوٹا قبضہ کرنے کا دعوے کریں؟ یہ لوگ وہی ہیں کہ ہمارے جھنڈوں کے ساتھ کبھی نہ ٹھہر سکے - کیا ہم برداشت کر سکتے ہیں اور کیا ہم سے دیکھا جائے گا کہ ہماری فتوحات سے یہ لوگ فائدے اٹھائیں اور ہماری عالی شان تختوں کے نہالوں کے ثمر یہ لوگ کھائیں اور ہماری عزتوں اور ہماری ریاستوں کو یہ لوگ چھین لیں اور پھرائیں ہیں پچیس لکھائیں - اور ہماری فتوحات کو بے نام کریں؟ اگر انھیں لوگوں کا دور دورہ رہا تو ہمارے عظیم الشان کارنامے اور ان کی یادگاریں سب خاک میں جاسوئیں گی - چوٹی دیوانوں کی طرح یہ لوگ ہماری فیروز مندیوں کو بُرے معنوں سے تعبیر کرتے اور اسی چیز کو جسے دُنیا اچھا کہتی ہے بُرا کہتے ہیں - اور اگر اب ہماری ناموری اور آبرو کے بچانے والے کوئی افراد باقی ہیں تو وہ انھیں دشمنوں کے درمیان ملیں گے جن کو میدان جنگ میں ہم ہر ہمت دے چکے ہیں -

سپاہیو! اپنی جلا وطنی میں میں تمہاری آواز سُنتا تھا - اور اب کسی خطرے اور روک کی پروا نہ کر کے تمہارے پاس آیا ہوں - تمہارا جنرل جس کو جمہور نے تخت پر بٹھایا اور جس کو تمہاری سپہروں نے سر بلند کیا تمہارے درمیان پھر آگیا - چلو اور اُس کے شریک ہو - اور ان جھنڈوں کو اپنے ہاتھ سے پھینک دو جن پر قوم معترف ہے - یہ وہی یورپوں کے جھنڈے ہیں جنہوں نے پچیس سال تک فرانس کے دشمنوں کو اپنے گرد جمع کیا ہے - اپنا وہی تین رنگ کا جھنڈا

بلند کر دے جو تجارتی فتوحات میں تھامے پاس رہا ہے۔ ہم کو یہ بات فراموش کر دینا چاہئے کہ ہم دوسری قوموں کے آثار سے ہیں۔ لیکن ان قوموں کو یہ اجازت ہرگز نہ دو کہ وہ ہمارے معاملات میں خلل ہوں۔ یہ دعوے کہ وہ ہمارا آقا ہے کون کر سکتا ہے۔ یہ کس کی مجال ہے؟ انھیں جھنڈوں کو بلند کر دین کے نیچے ہم نے دشمنوں کو الم۔ (Mun)۔ آسٹریلیا (Australasia)۔ جینا۔ (Jana)۔ ویکٹریم۔ (Vikram)۔ فریڈلینڈ (Friedland)۔ ٹیڈویلا۔ (Tudavila)۔ ایلا (Ella)۔ اگمل۔ (Agmal)۔ ایس لنگ (Aisling)۔ اسمو لنگ (Amlung)۔ ماسکو (Moscow)۔ لٹ زن۔ (Lithuan)۔ ورجن (Virgin)۔ اورمانٹ سیریل (Mauritius) میں ہزیمتیں دی ہیں۔ کیا تم خیال کر سکتے ہو کہ پچھلی بھر سفر و فرانیسی این جھنڈوں کے سامنے قدم جاسکتے ہیں۔؟

”اس بربون خاندان کو وہیں واپس جانا چاہئے جہاں سے وہ آیا ہے اور ان لوگوں کا جی چاہے تو وہیں حکومت بھی کریں جیسا کہ اب جھوٹا دعوے کرتے ہیں کہ پچھلے آئیس سال انھوں نے حکومت کی ہے۔ تمہارے دل۔ رتبہ۔ شان و شوکت اور تھلہری اولاد کے مال۔ رتبہ اور شان و شوکت کا ایسا کوئی دشمن نہیں ہے جیسے یہ بربون ہیں جن کو غیر بادشاہوں نے تم پر زبردستی حاکم بنایا ہے۔ ہماری ناموری اور شہرت کے ہی دشمن ہیں۔ کیوں کہ یہ لوگ ہمارے انھیں کارناموں اور فتوحات کو بُرا کہتے ہیں جو ان کی خود سر حکومت کے دفع کرنے میں ہمارے ہاتھوں سے عمل میں آئی ہیں۔

ملہ لونی ہیوڈیم کو جب متحدہ بادشاہوں نے تخت پر بٹالا اور نپولین ایلیا چلا گیا تو لونی ہیوڈیم نے اپنے سنہ بلوس کو بیسواں سنہ بلوس مشہر کیا جس سے یہ منشاء تھا کہ پچھلے آئیس سال فرانس چس قسم کی حکومت ہوئی وہ ناجائز اور غاصبانہ تھی اور گویا ان آئیس سال بھی لونی ہیوڈیم ہی جائز فرماں روا تھا فقط۔ مترجم۔ ۳۳۔

” دشمنوں نے میری فوج غلیبہ کے جہاں دیدہ اور آرمودہ سپاہیوں کو بہن کے کارہائے نمایاں کے دریاے سیمیری - دریاے میوز - دریاے رین اور خود مصر کے میدانوں پر جھنڈے گرے ہیں ذلیل و خوار کر دیا ہے۔ اور اُن کے قابلِ غرت زخموں کو بدنام کیا جاتا ہے۔ اُن کی فتوحات کو برائم کہا جاتا ہے۔ یہ بوربوں اپنے تئیں جائز بادشاہ بتاتے اور ہم کو باغی کہتے ہیں۔ اور جتنے زمانہ ملک یہ دشمنوں کی فوجوں میں پناہ گیر رہے۔ ہماری جملہ کارروائیوں اور کامیابیوں کو باغیانہ افعال سمجھتے رہے اور یہ بوربوں انھیں لوگوں کو عزت اور صلے دے رہے ہیں اور انھیں لوگوں کی حمایت کر رہے ہیں جو ہمارے اور ہمارے ملک کے خلاف رہ چکے اور لڑ چکے ہیں۔

” سپاہیو! اپنے سردار کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جاؤ۔ تمہاری اور اُس کی جان کا ساتھ ہے۔ اُس کے حقوق وہی ہیں جو خود تمہارے اور جمہور کے ہیں۔ اُس کے مقاصد غرت اور ناموری کی جان تمہیں ہو۔ فتح تمہاری رکابوں کو بوسے دے گی۔ ہمارے قومی جھنڈے کا عقاب پر داز کر کے ایک برج سے دوسرے بین پر پہنچے گا حتیٰ کہ وہ نوٹری ڈیم کے گرجا کے مینار پر جا اترے گا اور یہی وہ وقت ہو گا کہ تم اپنے دشمنوں کو مغز کے ساتھ دیکھاؤ گے۔ تم اپنے نمایاں کاموں پر ناز کرو گے و تمہیں اپنے ملک کے آزاد کرنے والے ہو گے۔

” جب تم بوڑھے ہو جاؤ گے تو شہری بڑے ذوق و شوق سے تمہارے گرد اوجھے جمع ہوں گے اور تمہاری فتوحات کی داستانیں سنیں گے اور تم فخریہ کہو گے۔

” ہاں ایک میں بھی ہوں کہ اُس فوج غلیبہ میں شامل ہونے کا افتخار حاصل ہے جو مکرر داناکی شہر نیا ہوں میں درآئی تھی۔ روم - برلن - میڈن - ڈ - اور ماسکو جیسے عظیم الشان

دانا - ملک آسٹریا کا دار الحکومت - تریم - روم - ملک اٹلی کا دار الحکومت - تریم - برلن - ملک پروشیا کا دار الحکومت - تریم - میڈن - ڈ - ملک اسپین کا دار الحکومت - تریم - ماسکو - ملک روس کا دار الحکومت - تریم -

دار السلطنتوں میں فیروز مندی کے ساتھ داخل ہوئی تھی اور خود پیرس کو تک حرامی اور دشمن کی موجودگی کی گندگی سے پاک کیا تھا؛ آفریں ہے۔ اور صد ہزار آفریں ہے اُن شیر مرد سپاہیوں کو جو اپنے وطن فرانس کی رونق اور عزت ہیں۔ اور زونف ہے اور قف ہے اُن نااہل فرانسیسیوں پر۔ چاہے کسی رتبہ کے وہ کیوں نہ ہوں۔ جو پوئے پچیس سال سے دشمنوں کی فوجوں کے شریک ہو کر اپنے ہم وطن فرانسیسیوں کے جگر شکاف کرتے رہے ہیں۔“

نیولین

دوسرا اعلان جمہور کے نام

”اے فرانس کے باشندو۔ ڈیوک آف ایش ٹیک لین () نے بغیر مقابلہ اور حفاظت کے ہوئے شہر لیاں () دشمنوں کے حوالے کر دیا۔ میں نے اُس کو نہایت اچھی اور کافی فوج دی تھی جو اپنی بہادری اور حب الوطنی سے آسٹریا کی فوج کے ٹکڑے اڑا دیتی اور پھر دشمن کے چند اول کے بائیں بازو پر جا پڑتی جو پیرس پر یورش کر رہا تھا۔“

آ۔ اٹا سپویر ()	۲۔ انت سیریل ()	۳۔ ()
چانو تھیری ()	۴۔ و اجیپ ()	۵۔ مورمانس ()
۶۔ مانٹرو ()	۷۔ کرے وٹن ()	۸۔ ()
ریس ()	۹۔ آرکس سرآبی ()	۱۰۔ اور ۱۰۔ سینٹ
ڈی زیری ()	۱۱۔ کی فتوحات اور ۱۱۔ لورین ()	۱۲۔ شیم پین ()
()	۱۳۔ ایل سیس ()	۱۴۔ فراچی کوئی ()
()	۱۵۔ برگنڈی ()	۱۶۔ کے بہادر کسانوں ()

کی بغاوت اور میری مورچہ بندیوں سے جو دشمن کے صوبے میں سے قائم کر کے اُس کو ہر قسم کے سامانِ حرب و رسد اور محفوظ افواج کی ملک سے محروم کر دیا تھا دشمن کی سقیم حالت ہو گئی تھی۔ اور قریب تھا کہ فرانسیسیوں کی طاقت بہت زیادہ بڑھ جائے۔ دشمن کی بہترین افواج کے پاس امداد کا کوئی ذریعہ باقی نہ تھا اور انہیں وسیع اضلاع میں وہ کمپ باتیں جن کو ان افواج نے تاخت و تاراج کیا تھا۔ اگر ایسے اہم موقع پر بڑی نمک حرامی کر کے ڈیوک آف رگیو ساد مار موٹ ہمارے دار الحکومت پیرس کو دشمن کے حوالے نہ کر دیتا اور ہماری فوج کو لیجا کر دشمن کے ہاتھ میں نہ دے دیتا۔ متذکرہ بالا دونوں خبروں نے وہ نمک حرامی کی جس کی کسی طرح توقع نہ تھی۔ اور ایک دم سے اپنے ملک۔ اپنے بادشاہ اور اپنے دشمن کا کام تمام کر دیا۔ اور جنگ کی حالت کو بدل دیا۔ دشمن کی ایسی حالت تھی کہ اُس واقعہ کے بعد جو پیرس کے سامنے پیش آیا تھا۔ نہ اُس کے پاس گولہ بارود رہا تھا نہ اُس کے محفوظ حربی ذخائر سے اُس کا کوئی تعلق باقی رہا تھا۔

”ان غیر متوقعہ حادثات سے یہ سچ ہے کہ میرا دل پاش پاش ہو گیا۔ لیکن میری لافتح رُوح کو کچھ بھی کس کی مجال تھی کہ جنبش دے سکتا۔ میں نے اُس موقع پر صرف فرانس کے مقاصد کا خیال کیا اور اپنے تنیں ایک جزیرہ میں جلا وطن کرالیا۔ لیکن میں نے یقین کر لیا تھا کہ میرا زندہ رہنا تمہارے لئے ہر صورت سے مفید تھا۔ اور میری تقدیر میں لکھا ہے کہ میں تم کو فائدہ پہونچاتا رہوں گا۔ بہت سے نامی اور بڑے بڑے شہری چاہتے تھے کہ جلا وطنی میں میرے ساتھ ایلیا کو واپس لیں۔ لیکن میں نے کسی کو ہمراہ نہ لیا۔ کیوں کہ مجھ کو یقین تھا کہ ان کا فرانس ہی میں رہنا فرانس کے لئے مفید تھا۔ اور میں نے صرف چند بہادر سپاہی جو میری حفاظت کو کافی تھے اپنے ہمراہ لئے۔

”چوں کہ خود تم نے مجھ کو تخت نشین کیا تھا۔ پس جو کام تمہاری مرضی کے بغیر ہو گا وہ ناجائز ہے۔ پچھلے پچیس سال میں فرانس نے نئے نئے مقامات فتح کئے۔ نئے قوانین مقرر کئے۔ اور نئی شہرت حاصل کی۔ اور ان سب باتوں کا جب ہی قیام و دوام ہو سکتا ہے جب کہ قومی گورنمنٹ ہو۔ اور وہی خاندان حکمران ہو جس کو ان نئے حالات نے پیدا کیا ہو۔ اگر تم پر ایسا بادشاہ حکومت کرے گا جس کو تخت پر انھیں افواج نے بٹھالا ہے جنھوں نے ہمارے ملک کو برباد کیا ہے تو جمہور کی ادا دے اس کا حکومت کرنا محال ہے یہ بادشاہ تو صرف چند اشخاص کو جو جمہور کے دشمن ہیں اور پچیس سال سے برابر جمہور پر ان کی حکومت ان کی مجالس اور جلسہ کار و ملائیم پر الزام دھرتے رہے ہیں فائدہ پہنچائے گا۔ اور نہ وطن میں تم کو امن و آرام ملے گا نہ باہر تمہاری عزت ہوگی۔

”فرانسیسیو! میں نے اپنی جلا وطنی میں تمہاری خواہشوں اور فریادوں کو سنا۔ تم کو یہ دعوے تھے کہ تم اپنی مرضی کے موافق حکومت قائم کر دے گے اور وقتی یہی حکومت جائز بھی ہو سکتی ہے۔ تم مجھ پر یہ الزام لگاتے ہو کہ میں حد سے زیادہ غافل بیٹھا رہا۔ اور تم نے مجھ پر یہ الزام لگایا کہ میں نے اپنے آرام کے مقابلے میں قوم کے بڑے بڑے مقاصد کا خیال نہ کیا۔ لو۔ میں نے طمع طمع کے خطرے کے باوجود سمندر عبور کیا اور اپنے حقوق اور فرائض اختیار کرنے کو میں تمہارے درمیان آیا ہوں۔ میرے وہی حقوق ہیں جو خود تمہارے ہیں۔ جاؤ پیرس لینے کے وقت سے اب تک جو کچھ کیا گیا۔ کہا گیا یا لکھا گیا میں سب فراموش کرتا ہوں اور۔ میں سب کی کچھلی خدمات کی ویسی ہی وقعت کروں گا جیسی ہمیشہ کرتا تھا۔ اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ بعض وقت ایسے حالات اور ایسی مشکلات انسان کو پیش آتی ہیں کہ اس کا اپنے اوپر اختیار نہیں رہتا اور وہ سخت ناچار ہو جاتا ہے۔

”فرانسیسیدو ایکسی ہی چھوٹی قوم ہو لیکن اُس کو یہ حق حاصل ہے کہ اُس بادشاہ کو جو جبریا اُس پر مسلط کیا گیا ہو علیحدہ کر کے اپنے تئیں دولت سے بچائے۔ جب چارلس ہفتم پیرس میں در آیا اور اپنے تخت پر بیٹھا تو اُس نے کہا تھا کہ ”میں اپنے بہادر سپاہیوں کی مدد سے تخت پر بیٹھتا ہوں اور ہنری ششم کے تخت کو الٹا ہوں۔ یہ تخت مجھ کو انگلستان کے مقرر کئے ہوئے دارالہمام نے نہیں دیا ہے۔“ پس اسے فرانسیسیدو! یہی حال میرا ہے کہ جو کچھ ہے سب تمہاری اور بہادر سپاہ کی بدولت ہے۔“

نیپولین

اس کے بعد نیپولین نے اُن ملاحوں اور سپاہیوں سے جو کلفٹا جانتے تھے ان اعلانوں کی نقلیں کرانا شروع کیں ورسینکڑوں قلم کام میں مصروف ہو گئے تاکہ کنارہ پر اترتے ہی ان اعلانوں کی ہزاروں نقلیں تقسیم ہو جائیں۔ دوسرے دن ملہ۔ ہنری ششم۔ انگلستان کے بادشاہ نے ۱۷۹۲ء سے ۱۷۹۳ء تک حکومت کی۔ اس زمانہ میں انگلستان اور فرانس کے درمیان اُس جنگ کا پھر سلسلہ شروع ہوا جو تاریخ میں ”جنگ صد سالہ“ کے نام سے مشہور ہے۔ چونکہ انگلستان نے فرانس کو ہنری پنجم بادشاہ انگلستان کے زمانہ میں بہت کچھ زیر کر لیا تھا حتیٰ کہ پیرس کو بھی لے لیا تھا۔ اور فرانس کا بادشاہ خود شہر ہو گیا تھا۔ لہذا جب ہنری پنجم کا انتقال ہوا تو اُس کی جگہ ہنری ششم انگلستان کا بادشاہ ہوا۔ اور فرانس کا تاج بھی اُس کو ملا لیکن تخت نشینی کے وقت ہنری ششم شیعہ خرابیچہ تھا۔ اس وجہ سے فرانس میں ڈیوک آف بلیٹ۔ فرڈ دارالہمام مقرر ہوا۔ لیکن صرف شمالی فرانس انگریزوں کے قبضہ میں تھا۔ اور جنوبی فرانس ہنوز ولی عہد چارلس ہفتم کے قبضہ میں تھا۔ فریقین میں پھر جنگ شروع ہوئی اور فرانسیسیوں کو ایک دہقان کی بیٹی کی ماتحتی میں جس کو تاریخ میں جین آت آرک۔ یا۔ میڈ آت آرینس۔ کہتے ہیں بڑی بڑی فتوحات نصیب ہوئیں۔ آخر کار انگریز فرانس سے قطعی کمال دیے گئے اور چارلس ہفتم فرانس کا مستقل بادشاہ ہو گیا اور یہ واقعہ ۱۷۹۳ء کا ہے۔۔ مترجم ۱۲

ہوا کے گر جانے سے جہاز یوں کو بڑی تکلیف ہوئی۔ اس لئے کہ جہازوں کی رفتار بہت
 سُست ہو گئی تھی۔ شام کے قریب ایک فرانس کا جنگی جہاز جس کا نام زلیفایر
 () تھا کچھ فاصلہ پر سمندر میں نظر آیا اور نپولین کے بیڑے کی طرف چلا۔ نپولین
 نے حکم دیا کہ سب سپاہی نیچے چھپ جائیں کہ شبہ نہ پیدا ہو۔ چھپے چھپے کے قریب جہاز آنا
 قریب آ گیا کہ جہل کے ذریعہ سے بات کی جاسکتی تھی۔ دونوں جہازوں کے کپتان جہازوں
 کے عشرت پر کھڑے ہوئے اور جہل سے چند سوال و جواب کر کے بعد ”زیفایر“ کے
 کپتان نے پوچھا نپولین کیسا ہے؟ نپولین نے اپنے کپتان کے ہاتھ سے جہل لے کر خود
 جواب دیا۔ ”نپولین نہایت اچھا ہے“

دوسری صبح کو ایک اور چوتھروپوں والا جہاز نپولین کے جہازوں کی طرف آتا ہوا
 معلوم ہوا۔ اور ایک گھنٹہ تک سخت تر دوڑ رہا۔ کیوں کہ اتنے بڑے جہاز کا مقابلہ نہ ہوتا
 تھا۔ لیکن اس جہاز نے نپولین کے جہازوں کی طرف کچھ توجہ نہ کی اور اپنے رستہ چلا گیا
 کیوں کہ اُس کو یہ معلوم نہ تھا کہ ان تجارتی جہازوں میں نپولین جیسی سونے کی چڑیا
 تھی۔ اور جب یہ جہاز نظروں سے بالکل غائب ہو گیا نپولین نے اپنے جنرلوں کو بلا کر کہا:۔
 ”میرے جنرلو! میں تو اعلان لکھوا چکا۔ لیکن اب جنرلوں کے نام تم خود اپنی طرف
 سے اعلان لکھواؤ۔ کیوں کہ تم اور وہ برابر مرتبہ والے اور ایک ہی فوج میں جنرل رہو
 ہوئے لوگ ہو۔ برٹ رینڈ۔ آؤ۔ قلم لو۔ اور خود اپنا اپیل لکھو

گر انڈا مارشل برٹ رینڈ نے عذر کیا کہ ”جہاں پناہ ایسے مہتمم بالشان موقعہ کے
 واسطے میری قلم میں یہ زور نہیں ہے کہ مضمون لکھ سکوں۔“

نپولین نے کہا ”بہت اچھا۔ آؤ۔ میں بولتا ہوں اور تم لکھو۔ اور پہلے فوج کے
 گارڈ کے نام لکھو انام شروع کیا:۔

”سپاہیو!۔ مسلح ہونے کے واسطے بلبل بج رہے ہیں۔ اور ہم کوچ کر رہے ہیں

آؤ۔ ہمارے شریک ہو جاؤ۔ آؤ۔ ہمارے شاہنشاہ کے جھنڈوں کے نیچے چلے آؤ۔ اگر یہی لوگ جو اب کبر و نخوت سے بھر گئے ہیں۔ لیکن اس سے پہلے وہ ہمارے سامنے سے ہمیشہ بھاگتے رہے ہیں۔ اب ہم سے مقابلے کی جرات کریں گے تو اس سے اچھا موقع ہم کو اپنی جانیں دینے اور فتح کے نغے گانے کا اور کہاں ملے گا۔

”اے ساتویں۔ آٹھویں۔ اور اُنیسویں ڈیوٹرین کے سپاہیو!۔ اے ٹولون۔ مارسیس۔ اور این ٹائیز۔ صلیحہ صلیحہ کے قلعوں کے بہادر و!۔ اے برخاست شدہ افسرو! اور اے پُرانے آزمودہ کار جواں مردو! تم طلب کئے جاتے ہو کہ آؤ اور پہلی مثال دکھاؤ۔ ہمارے ساتھ پیرس کا تخت دشمنوں سے چھین لینے کو چلو کہ اسی پر ہمارے حقوق کی حفاظت کا دار و مدار ہے۔ اور ہماری اولاد و نعرے کہا کرے گی دوسرے ملک کے بادشاہ کو غیر بادشاہوں نے نمک حراموں کی مدد سے فرانس کے تخت پر جبر یہ بٹھال دیا تھا اور ہمارے بہادر مورث اُسٹے اور اُن کے سامنے سے جمہور اور سپاہ کے دشمن کا فور ہو گئے۔“

یہ اعلان بھی جلد جلد کثرت سے نقل کیا گیا تاکہ ہر ایک سپاہی کے پاس تقسیم کرنے کو بہت سی نقلیں موجود ہوں۔ شام کے قریب فرانس کے پہاڑ نظر آنے لگے جو اُفق میں ڈوبتے ہوئے سورج کی روشنی میں اچھی طرح دکھائی دیتے تھے۔ جہاز یوں کو اس سے بڑی مسرت ہوئی۔ اور نعرے مارنے اور اپنی ٹوپیاں ہوا میں اُچھالنے لگے۔

شاہنشاہ نے کہا: ”تین رنگ کا جھنڈا بلند کر دو کہ ہم کو جمہور شناخت کر لیں۔ فوراً تمہیل کی گئی اور اس کے ساتھ ہی سمجھوں نے اپنی ٹوپوں سے ایلا والا طرہ نوح کر بھینک دیا اور اپنی تین رنگ کی کلنیاں جو تیرک کی طرح اُن کے پاس محفوظ تھیں اپنی ٹوپوں پر لگالیں۔ فوراً مسرت اور جوش سے رات میں کسی کو نیند

(۵۰۰)

نہ آئی۔ اور صبح صادق ہوتے ہوتے جہاز آہستہ آہستہ طلوع ہو گیا۔ (مصدقہ) میں اٹھ گیا ہونا شروع ہوئے اور یہ دُوبی طلوع تھا جس میں نپولین مصر سے واپس آنے پر داخل ہوا۔ اچانک شاہ کی پہلی تیاری تھی۔ اور پانچ بجے صبح کو نپولین۔ کینس۔ (Monsieur) کے قریب کنارہ پر اتر آ اور اپنی حملہ آور فوج کو تھوڑے فاصلہ پر سمندر کے کنارہ زیتون کے باغ میں قیام کرنے کا حکم دیا۔ اور زیتون کے پتہ کی طرف اشارہ کر کے کہا: ”یہ صلح کی نشانی ہے۔ شکون اچھا ہوا۔ اور صلح مائل ہوگی۔“

چند کسان۔ ان لوگوں کو آسیبوں کی طرح متیم ہوتے ہوئے دیکھ کر متعجب ہوئے اور ڈرتے ڈرتے قریب آئے۔ ان میں سے ایک کسان نپولین کی ماتحتی میں نوکری کر چکا تھا۔ اور اُس نے اپنے پُرانے جنرل کو پہچان لیا۔ اور اصرار کیا کہ ٹیٹن کے جبر میں اُس کا نام درج کر لیا جائے۔ نپولین نے گراڈ مارشل کی طرف دیکھا اور ”سکر کر کہا“ لیجئے سپاہی تو بھرتی ہونا شروع ہو گئے۔“

چند گھنٹے میں نپولین کے چہ تلو سپاہی اور دو تین چھوٹی توپیں خیریت سے کنارہ پر اتر آئیں اور زیتون کے باغ میں کھانا پکنا اور محلے کی طیاری شروع ہو گئی۔ اِس فوج کو تین کروڑ باشندوں کے ملک میں ساٹ سو میل جانا اور پیرس پر جو یورپ کا سب سے زیادہ مستحکم دار الحکومت تھا۔ قبضہ کرنا تھا۔ اور رستے میں بوربون بادشاہ کی مدد لاکھ فوج عسیر الفتح، کمالات اور قلعات میں موجود تھی۔ اور متحدہ بادشاہوں کی بیس لاکھ فوج کے ہاتھوں میں نیگینیں جھللا رہی تھیں۔ اور سبوں کا یہی قول تھا کہ فرانس کے تخت پر بوربون بادشاہ حکومت کرے گا۔ جیسی ہم اس وقت درمیش تھی کہ یہی جھوٹے افسانے اور قصے میں بھی تو ایسی خوف ناک مہم کا پتہ نہیں لگتا۔ تاہم نپولین نے معاملہ کو خوب سوچ لیا تھا۔ اور بڑی دُور اندیشی اور غلطندی سے کارروائی کر رہا تھا۔ فرانس میں لاکھوں ایسے آدمی تھے جو نپولین سے بہت زیادہ محبت رکھتے تھے۔

نپولین اس بات کو خوب جانتا تھا۔ اور اُس کو معلوم تھا کہ وہ اس محبت کا مستحق تھا۔ نپولین کو یہ بھی علم تھا کہ کامیابی کے سامان اُس کے مفید طلب ہر طرف موج تھے اور اُس کا خیال صحیح تھا۔ نپولین اپنے سپاہیوں میں پھر رہا تھا اور بے غلٹی سے باتیں کرتا جاتا تھا۔ وہ کہنے لگا: "میں یہاں سے دیکھ رہا ہوں کہ بوربون پر میرا کیا خوف چھا جائے گا۔ اور وہ کیسے بدحواس ہو جائیں گے۔ اور یہی حال اُن لوگوں کا ہو گا جو ہم سے پھر گئے ہیں" اور پھر اپنی تحالیف اور اپنے خطرات بھول کر اُس کو یکایک اپنے شریکوں کا خیال ہوا جو پیرس میں تھے اور اُس نے کہا: "میرے ہونچنے سے قبل دیکھئے تمہاں وطن کا کیا حال کیا جاتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ قتل کر دیے جائیں۔ لیکن اگر ایسا ہوا تو بوربون کے شرکار کا میں بھی بُرا حال کر دوں گا۔ کسی کو امان نہ دوں گا۔"

گیا "رہ بجے شب کو یہ چھٹاگر وہ آگے روانہ ہونے کے لائق ہوا۔ آسمان صاف تھا۔ چاندنی نے خوب کھیت کیا تھا۔ پولینڈ کے گارڈ کے جوان ایلہا سے اپنے گھوڑے نہ لاسکے تھے۔ صرف کاتھیاں لائے تھے۔ اس وقت ان کاتھیوں کو اپنی بیٹی پر لاد کے بچکے ہوئے فرب میں چلے جاتے تھے۔ رستہ میں جو گھوڑا ایلہا شاہنشاہ خرید لیتا اور رہر ایک سپاہی کو دیتا جاتا۔

نپولین نے بڑے شہروں کو جہاں بوربون حکام بہت قوی تھے قصد اچھوڑ دیا اور کوہستان کے واسن واسن روانہ ہوا۔ اور تمام دن اور تمام رات تیزی سے چل کر وہ ساحل سے پچاس میل پر پہنچا مگر میسی (Messe) پہنچا۔ رات میں یہاں قیام کیا۔ شاہنشاہ کے واپس آنے کی خبر بہت جلد پھیل گئی جس سے لوگوں کو تعجب بھی ہوا اور خوشی بھی ہوئی۔ کسان لوگ کثرت سے جمع ہوئے اور ہمراہ چلنے کی اجازت مانجنے لگے۔ بعد کو نپولین نے کہا ہے: "اگر اس موقعہ پر میں چاہتا تو بیس لاکھ ایسے کسان ہمراہ پیرس کو لے جاسکتا تھا" لیکن نپولین کی یہ خواہش نہ تھی کہ زور اور طاقت کے

نور سے منع مائل کرتا۔ اُس کے پاس تو یہی ایک کافی ذریعہ منع موجود تھا کہ فرانس کے
جمہور کو اُس سے اُلفت تھی۔ ۳۔ اور ۴۔ مارچ کو نپولین ساٹھ میل اور بڑھ کر ڈواہن (۱۰ میل)
میں پہنچا۔ اور پھر دوسرے دن اور تیس میل چل کر سب ”گینپ“ (۱۰ میل) میں
پہنچے۔ اب نپولین سے اس قدر محبت اور ہم دردی کا اظہار ہونے لگا کہ اُس کو بوربون
کی پولیس کی طرف سے کوئی خدشہ نہ رہا۔ جمہور کا وہ ہجوم تھا کہ بوربون کی پولیس دم
نہ مار سکتی تھی۔

نپولین جوش اور تیزی میں صرف چھ سو ار اور چالیس گرانڈیلون کے ہمراہ سب سے
اگے گینپ میں جا پہنچا اور یہاں جمہور کے جوش اور محبت کا بڑا اظہار ہوا۔ اور اس کثرت
سے مرد عورتیں بچتے اپنے شاہنشاہ کے گرد جمع ہو گئے کہ بوربون بادشاہ کے
افسر بستی چھوڑ کر بھاگ گئے۔

نپولین نے کہا: ”اے شہر یو تمھاری محبت کا مجھ پر بڑا اثر ہے اور تم جو میری
تعلیم کرتے ہو وہ درست ہے اس لیے کہ میں بھی صرف فرانس کی یہودی کا خواہاں ہوں
اب میری داپسی سے تمھاری فکریں دُور ہو جائیں گی۔ سب کے مال کی حفاظت کی جائے گی
اور سب درجہ کے لوگوں کے حقوق مساوی ہو جائیں گے۔ چوتھو جو پچیس سال سے
تم کو مائل تھے اور جن کے لیے تمھارے والدین نے بڑی بڑی ہمتیں اٹھائی تھیں۔
اب تمھاری حیات کا ایک جزو ہیں۔“

یہاں نپولین کے وہ اعلان جو سمندر پر جازوں کے درمیان لکھے گئے تھے چھاپے
گئے۔ اور بڑی تیزی سے جا بجا تقسیم ہوئے۔ اور اُن کو پڑھتے ہی تمام جمہور جوش و خروش
سے بھر گئے۔ اور ہزار ہا بلکہ لکھوں آدمیوں نے شاہنشاہ کی سپاہ میں بھرتی ہونے اور
اُس کی خدمت کا ہراول بننے کی خواہشیں ظاہر کیں۔ دو بجے سپہر کو شاہنشاہ نے پھر کو
کیا اور اُس کے ہمراہ بہت بڑی جماعت تھی جو خوشی سے نرے مار رہی تھی۔ جوش و خروش

کامیاب نہیں ہو سکتا۔ رستہ میں اس خوف سے کہ بوربون بادشاہ کی زبردست فوج پولین کی باقاعدہ چھوٹی فوج کو مغلوب نہ کر لے جمہور نے اعلان خطوط کے گھنٹے بجا کر شروع کر دیے۔ اور اس ذریعہ سے ایک بہت بڑی مسلح جماعت قائم کر کے شاہنشاہ کی مخالفت کا پورا انتظام کر لیا۔ لیکن پولین نے ان سے کہا: ”اس کی کوئی حاجت نہیں ہے۔“ پولین نے کہا: ”تمہارے اہلکار محبت و وفاداری سے مصافحہ ثابت ہو گیا کہ میرا خیال صحیح تھا اور میں نے غلطی نہیں کی ہے۔ اور تمہاری وفاداری اور محبت سے مجھے کافی ثبوت مل گیا ہے کہ میری سپاہ کو بھی میرے ساتھ اسی طرح محبت ہے۔ جو سپاہی مجھے ملتے جاتے گئے میرے ہمراہ ہوتے جائیں گے۔ اور جس قدر ان کی تعداد زیادہ ہوگی اسی قدر میری کامیابی یقینی ہے۔ پس تم کو میرے ہمراہ چلنے کی کیا ضرورت ہے۔ تم صین سے اپنے گھروں میں بیٹھے اپنا کام کرو۔“

پولین اب گرینوبل (Grenoble) کے قریب پہنچ گیا تھا۔ اور اس مقام کا فوجی افسر جنرل مارچنڈ (Marchand) چھ ہزار فوج لے کر پولین کے مقابلہ کو نکلا۔ اور اپنی فوج کو ایک گھاری میں مورچہ بند کیا جس کے ایک طرف پہاڑ اور دوسری طرف ایک جمیل تھی۔ یہ مارچ کی صبح کا واقعہ ہے۔ چنانچہ اب وہ موقع آ پہنچا جس سے آئندہ قسمت کا فیصلہ ہونے والا تھا۔ لیکن پولین اس نازک موقع پر بھی رہ جانے والا نہ تھا۔ اُس نے اپنی سپاہ کو حکم دیا کہ ٹھہر جاؤ۔ اور خود گھوڑے پر سوار آہستہ آہستہ تنہا مخالف فوج کی سمت بڑھا۔ اور تاحی کسانوں نے جو تماشہ دیکھنے کو اُس وقت کثرت سے جمع تھے۔ ”شاہم زندہ مانا“ کا بڑے زور سے نعرہ مارا۔

پولین اسی طرح بہ استقلال بڑھا چلا گیا۔ حتیٰ کہ دشمن کی صفوں سے جو سنگینیں چڑھ دیوار کی طرح سامنے کھڑی تھیں۔ صرف شوق قدم کا فاصلہ رہ گیا۔ اس کے بعد وہ گھوڑے سے اُترا اور باگ ایک پولکینڈ کے جوان کے ہاتھ میں دے دی جو ہمراہ تھا۔ اور اپنے

ہاتھ سینہ پر باندھ کر قطعی تمنا اور غیر محفوظ پیدائش کے بڑھا۔ امداد دشمن کی فوج سے
دش قدم کا فاصلہ رہ گیا۔ اور یہاں وہ بندوق کے نشانہ پر ٹھہرا۔ وہ سادہ لباس پہنے تھا
جسے ہر ایک فراموشی پہچانتا تھا۔ ٹوپی پر مڑ لگا تھا۔ کوٹ کا رنگ بھورا تھا۔ اور اونچے
نوجوبی ٹوٹ تھے۔ کانیر نے فوج کو حکم دیا۔ کہ فیر کرو۔ اور ایسا معلوم ہوا کہ اُس کے حکم کی
تعمیل کو وہ آمادہ ہوئے۔ اور بندوقیں نپولین کی طرف سیدھی کر کے شست باندھی۔ لیکن
اگر ایک سپاہی بھی اس جماعت میں ایسا ہوتا کہ واقعی نپولین کی جان لینے پر دل سے
آمادہ ہوتا تو اب نپولین کے مار لینے میں کیا شبہ باقی تھا۔ اور بوربون بادشاہ کی سرکار
سے اُسے کیا کیا انعام کی توقع نہ ہو سکتی تھی۔ اور صرف ایک بندوق کا فیسہ فرانس
کی قسمت کا فیصلہ کر دیتا۔

لیکن نپولین کے چہرے پر ذرا بھی ہراس نہ تھا اور پھر اُسی طرح بڑھ کر وہ بندوقوں
کے پاس جا پہنچا اور ٹھہر کر اپنے سینے کو بہہ نہ کیا اور بہ آواز بلند کہا۔
”سپاہیو! اگر تم میں ایک بھی ایسا سپاہی ہے جو اپنے شاہنشاہ کو قتل کرنے
کی تمنا رکھتا ہے تو اس کا شاہنشاہ سامنے موجود ہے۔“

یہ سن کر تھوڑی دیر تک سناٹا رہا۔ اور پھر ایک بندوق جھکی۔ پھر دوسری
جھکی اور انجام کار سب بندوقوں کے منہ زمین کی طرف جھک گئے۔ اور سپاہیوں
کے رخساروں پر آنسو بہنے لگے اور فرط جوش سے لغزش کی آواز کے ساتھ ایک
سپاہی نے شاہم زندہ ماناؤ کا نعرہ مارا۔ یہ نعرہ کیا تھا۔ گویا طوفان جوش محبت
آبل پڑا اور سپاہیوں اور کسانوں نے بل کر ایسے نعرے مارے کہ آسمان تک آوازیں
پہنچ گئیں۔ گرنیوبل (کے کیا سپاہی۔ کیا کسان اب تو سبھی ڈوڈر پڑے
اور شاہنشاہ کے قدموں سے آبل پڑے اور شاہنشاہ نے سب کے ساتھ اہل محبت کیا۔
یہ دیکھ کر بوربون کمانڈر ایسا گھبراہٹا کہ اپنے گھوڑے کو ہمیز کر کے سرپٹ بھاگا اور

غائب ہو گیا۔ جب لوگوں کے جوش سسرت میں ذرا کمی ہوئی۔ تو ایک سپاہی کی چھٹیوں پر پکڑ کر شاہنشاہ نے اُس سے مذاقیہ لے لیا۔ کیوں۔ اے۔ تیرے دل نے کیوں کر گوارا کیا۔ کہ اپنے لٹل کارپوٹیل کی طرف اپنی بندوق کو چھپاتے۔
 ٹوڑے سپاہی کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اپنا گز بندوق میں ڈال کر شاہنشاہ کو یہ دیکھا کہ اُس کی بندوق خالی تھی اور عرض کیا:۔
 ” جہاں پناہ۔ انصاف فرمائیں۔ کیا اسی بندوق سے جہاں پناہ پر فریر کیا جاتا۔ کیا اسی سے جہاں پناہ کو گزند پہنچتا۔ اور صرف یہی ایک بندوق خالی نہیں ہے۔ ہم سب کی بندوقیں خالی ہیں۔“

نپولین نے تمام سپاہیوں اور کاشت کاروں کو اپنے گروہ حلقہ میں جمع کیا اور کہنا میں اپنے ہمراہ بہت تھوڑے بہادر سپاہی صرف اس لئے لایا ہوں کہ مجھے تم سب پر پورا بھروسہ ہے۔ بوربون بادشاہ کا تخت پر بیٹھا اور فرانس پر حکومت کرنا ناجائز فعل ہے۔ قوم کی رائے سے یہ بادشاہ تخت پر نہیں بیٹھا ہے۔ بلکہ اُس کی فرماں روائی کرنا قوم کی رائے کے قطعی خلاف ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جمہور کے حقوق کا کچھ لحاظ نہیں کیا جاتا اور یہ حکومت چند امراء کے خاندانوں کو فائدہ پہنچا رہی ہے اپنے بڑوں اور بزرگوں سے یہ بات پوچھو اور تم کو مسائل کی تصدیق ہو جائے گی۔ اب کیا ہو رہا ہے۔ صرف یہ ہو رہا ہے کہ تمہاری پیداوار اور آمدنی کا دسواں حصہ تم سے مانگا جا رہا ہے۔ امراء کے قدیمی حقوق بحال کئے جا رہے ہیں۔ اور وہ تمامی برائیاں پھر سے سامنے آرہی ہیں جن کے پھل سے تمہاری قومات نے تم کو رہا کیا تھا۔
 نپولین نے یہاں سے پھر کوچ کیا۔ اُس کے ہمراہ فرانسیسیوں کا بہت بڑا انبوا تھا جو قدم قدم پر بڑھتا چلا جاتا تھا اور سڑکوں پر چلنے کو جگہ نہ رہی تھی مگر نپولین کی آئی ہوئی سپاہ نپولین کی اصلی ایلیا کی فوج کا ہر اول بنی تھی جب شہر کے قریب

ہونچے تو نپولین کو ایک قاصد بلا اور اُس نے گناہ۔

”جاں پناہ! فوج کی کوئی حاجت نہیں۔ صرف جہاں پناہ کا چاہک تمامی مقابلہ کو فنا کرنے کے لئے کافی ہے۔ تمامی افواج جہاں پناہ کی دل سے مطیع اور فرماں بردار ہیں اور سب سپاہ جہاں پناہ کی ہے۔“

یہ گرنیوبل فرانس کا اوّل درجہ کا محکمہ شہر تھا۔ لیکن جب نپولین قریب پہونچا تو شہر کے باشندوں کی سسترت کا حال اعلیٰ بیان سے باہر تھا۔ جس ٹوپی پر دیکھتے تین رنگ کی کلنی لگی ہوئی تھی۔ شہر کے میناروں۔ وِمدروں اور دیرکچوں پر تین رنگ کے جھنڈے لہرا رہے تھے۔ سڑکوں پر شاہم زندہ ماناؤ کا شور مچا ہوا تھا۔ سپاہیوں کو دیکھو تو شہریوں کی طرح جوش سے بھرے ہوئے تھے اور ہر ادا نہ دوستی کے ساتھ کہتے تھے کہ ”تم اپنے شاہنشاہ کے سپاہیوں پر ہرگز ہاتھ نہ اٹھائیں گے۔“ بوربون بادشاہ کے مقررہ گئے ہوئے افسروں اور مجسٹریٹوں کی طاقت کے قلعی باہر تھا کہ اس سیلاب کو روک سکیں چنانچہ پچانگوں کو منتقل کر کے اور کنبیوں کو چھپا کر نہایت بدعاسی سے وہ سبکے سنبار ہو گئے۔ آدھی رات کو گرنیوبل کی فصیلوں سے لوگوں نے دیکھا کہ شہریوں کا ہجوم مشعلیں ہاتھوں میں لئے شاہنشاہ کو بڑی دُصوم سے شہر کی طرف لار رہا ہے۔ اور اس انہو سے ”شاہم زندہ ماناؤ“ کے نعروں کی برابر صدائیں اُٹھ رہی ہیں۔ شہریوں نے فرط جوش سے کواڑوں کو قلابوں سے اُگھیر دیا اور نپولین شہر کے اندر ایسی دُصوم سے در آیا کہ ایسی روشنی۔ دُصوم اور خوشی دُنیا میں کم ہوئی ہوگی۔ بے شمار پُر جوش شہریوں کا گرد و پھولین کو ہاتھوں ہاتھ اُس کے قیام گاہ تک لے گیا۔ اور دیرکچوں کے نیچے نعروں کا رات بھر شور برپا رہا۔ شہری اور سپاہی باہمی الفت کے ساتھ رات بھر نبل گیر ہوتے اور جشن مناتے رہے۔

نپولین نے کہا: ”سبکے ہو گیا۔ اور ہم گویا پیر میں داخل ہو گئے۔“

نپولین کے قیام کا یہیں فروکش ہونے سے تھوڑی ہی دیر بعد اس قدر شور برپا ہوا کہ نپولین کو سمجھتے پر آنا پڑا۔ دیکھتا کیسا ہے کہ یہ انبوه اُس کے حضور میں شہر کے چھانک کے گواڑ پیش کرنے کو لایا ہے کیوں کہ گنجیاں دست یاب نہ ہوئی تھیں۔

(۵۰۴)

نپولین کے ہمراہیوں کی چھوٹی جماعت پانچ دن کی متواتر منزلوں سے بہت تھک گئی تھی۔ اس لئے کہ خطرناک اور خراب رستوں پر چلنا پڑا تھا۔ اور نپولین نے اجازت دے دی کہ ایک شبانہ روز گرینوبل میں استراحت کی جائے۔

۹۔ بارچ کو نپولین شہر لیانس کی طرف روانہ ہوا۔

لیمرٹن صاحب لکھتے ہیں: ”گرینوبل سے نپولین اُسی طرح روانہ ہوا جس طرح وہ وائل ہوا تھا۔ یعنی ایلبا کے سپاہیوں کی جماعت اُس کے ساتھ تھی اور مخلوق سڑک پر اُس کے واسطے رستہ بتاتی ہوئی برابر چلی جاتی تھی۔“

رات میں نپولین ایک چھوٹے قصبے کے اندر مقیم ہوا جو گرینوبل اور لیانس کے وسط میں واقع ہے۔ تمام رات روشنی ہوتی رہی۔ اور تمام باشندے محبت اور خوشی کے طرح طرح سے ثبوت دیتے رہے۔

اب پیرس میں بھی یہ خبر پہنچ گئی تھی کہ نپولین۔ فرانس میں آگیا اور یہ تہ میں تمام جمہور اُس کے شریک ہیں اور خوشی کا اظہار ہو رہا ہے۔ بوربون اور اُن کے حامیوں کے چروں پر ہوائیاں چھوٹنے لگیں۔ اور اس خوف سے کہ مبادا پیرس میں بلوہ ہو جائے اُس خبر کو انھوں نے قطعی مخفی کر دیا۔ اور مخفی

۱۰۔ ۶۔ بارچ شہزادہ کے مافی ثیور اخبار میں بوربون بادشاہ نے حسب ذیل اعلان

چھپوایا۔ جس کو پڑھ کر فرانس کے لوگ خروہٹے ہوئے گئے۔

”بونا پارٹ نے متحدہ بادشاہانِ یورپ کے ممالک کو تاخت و تاراج کر ڈالا تھا۔ لیکن اُس کے انتقام میں متحدہ بادشاہوں نے بڑی فیاضی سے بونا پارٹ کو جزیرہ ایلبا کی حکومت عطا کی۔“

طور سے اُن بڑے بڑے لوگوں کی گرفتاری کی تجویزیں ہونے لگیں جن کی بابت یہ شبہ تھا کہ نپولین کے خیر خواہ ہیں۔ اور یورپین کو پولیس کا افسر مقرر کیا گیا۔ یہ وہی یورپین ہے جس نے بعد کو نپولین کا نہایت مذہم اور مکروہ وضع سے کارنامہ نکھلا ہے۔

لیمرٹن صاحب کہتے ہیں۔ "یورپین۔ نپولین کا پُرانا رازدار سرکاری تھا اور نپولین کے چال چلن اور مجیدوں سے نہایت اچھی طرح آگاہ تھا۔ لیکن نپولین نے اس کو تخت کی علت میں برخواست کر دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اُس کو نپولین سے سخت عداوت اور نفرت تھی۔ اور وہ بوربون خاندان کا طرف دار ہو گیا تھا۔"

شہر لیا نس کی دو لاکھ مردم شماری تھی۔ پیرس سے ۵۵ دس سو پچاس میل کے فاصلہ پر ہے۔ لوئی بیجیہم نے ۵ مارچ کو سنا تھا کہ نپولین۔ فرانسیس کے ساحل پر اتر اسے۔ اور اُس نے کوئٹ آرٹوائز (ما بعد چارلس وہم ہوا) کو لیا نس روانہ کیا کہ فرانس کی اُس قدر کی تھی۔ لیکن بوناپارٹ ایسا سے بھاگ گیا ہے۔ اس شخص نے اپنی دست کشی کے بعد بھی اپنی حبیبیام اور ہوس کو نہ چھوڑا۔ اس کی گردن پر لاکھوں آدمیوں کا خون ہے۔ اور ایک برس کے قریب یہ ظاہر ایلیا میں بے کار رہنے کے بعد وہ فرانس پھر آ گیا ہے کہ باوجود سلطنت غصب کرنے اور قتل عام کرنے کے پھر بائز فرانس کے بادشاہ سے جو مادل اور نیک ناداتے جھگڑا کرے۔ چند اعلیٰ اور پیڈمانٹ کے سپاہی اُس کے ہمراہ ہیں اور اُن کے ساتھ بوناپارٹ نے اُسی سرزمین پر قدم رکھنے کی جرأت کی ہے جہاں سے وہ ہمیشہ کے واسطے جلاوطن کیا گیا تھا۔ اُس کی خواہش ہے کہ اُن زخموں کو پھر پرا کرے جن کے اچھی طرح ابھی انگلی بھی نہیں بندے ہیں۔ یہ وہ زخم ہیں جو بوناپارٹ کے ہاتھوں سے لگے ہیں اور جن کو بوربون بادشاہ اپنے شفقت و رحم کے مَرہم سے چمکا کر رہا ہے۔ بوناپارٹ کے بنوئی مَرآت نے جو ایک دیوانہ آدمی ہے اُعلیٰ میں کچھ شوش پیدا کی تھی اور اسی سے خان ثن بلب کے نامزد جنرل بوناپارٹ کو جنون کا جوش ہوا ہے۔ اپنے خیال میں وہ ایک سوراکی موت فرما چاہتا ہے۔ لیکن وہ نمک حرام کی موت مارا جائے گا۔ فرانس نے اُس کو مر دود کر دیا مگر وہ واپس آ رہا ہے۔ فرانس اُس کو کھلے گا۔ مصنف ۱۲۔

افرن جتنی ممکن ہو سکیں لپانس میں نپولین کے مقابلہ کو جمع کرے۔ نپولین کے پہونچنے پہلے ہی گھنٹے پہلے کوئٹ آرٹوائز لپانس میں پہونچا۔ لپانس میں اُس وقت دو رجمنٹیں تھیں۔ ایک پیدل اور رسالے کی پلٹن موجود تھیں۔ اور دوسری پلٹنیں بلخا کر تھیں۔ چلی آرہی تھیں۔ مقامی قومی گارڈ نہایت اچھی طرح مسلح تھا اور اُس کی تعداد بیس ہزار تھی۔ اور یہ گارڈ پورا قواعد و ان تھا۔ لیکن جب کوئٹ آرٹوائز لپانس کے اندر داخل ہوا تو سپاہ اور شہریوں نے اُس کے ساتھ کچھ سرد مہری کا برتاؤ کیا۔ مولیٰ ہیجڈم کے نام سے سپاہیوں میں کثرت سے شراب تقسیم کی گئی۔ لیکن عجب لطف تھا۔ سپاہی شراب پیتے جاتے تھے اور ”لٹل کارپوریل زندہ ماناؤ“ کے نعرے مارتے جاتے تھے۔ کوئٹ کو یہ دیکھ کر سخت مایوسی ہوتی تھی۔ اُس نے فوج کا معائنہ کیا اور اُس میں گشت کر کے سپاہیوں کو نصیحت کی۔ اور ایک سپاہی سے جس کے بدن اور چہرے پر زخموں کے بہت نشان تھے کوئٹ نے کہا ”بوربون زندہ ماناؤ“ کا نعرہ مارو۔“

سپاہی نے کہا ”ہرگز نہیں۔ ہم میں ایک بھی ایسا نہیں ہے جو اپنے پدر مرہا سے جنگ کرے گا“ اور یکہ کر شاہم زندہ ماناؤ“ کا نعرہ بلند کیا۔

کوئٹ کے ہمراہ شرفار کا ایک گارڈ تھا جو اُس کے ذاتی دوست اور اُس کی حفاظت کے ضامن تھے۔ جب ان لوگوں نے دیکھا کہ سپاہیوں کی نپولین کے ساتھ یہ حالت ہے اور جس سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ بوربون بادشاہ کا کوئی شریک نہیں ہے تو ان لوگوں نے بھی کوئٹ کا ساتھ چھوڑ دیا اور اگر نپولین کے شریک ہو گئے۔

لہذا کوئٹ مجبور ہو کر صرف ایک ہمراہی کے ساتھ لپانس سے فرار ہوا اور اس موقع پر نپولین نے پھر اپنی جلی قدر دانی اور عالی خیالی کا ثبوت دیا یعنی۔ اُس نے اس فادار

سپاہی کو جس نے بوربون بادشاہ سے وفاداری کر کے کوئٹ آرٹوائز کا ساتھ نہ چھوڑا تھا لیکن آف آئر کا تمغہ بھیجا۔ اور یہ یفٹین کہلا بھیجیں۔

” میں کبھی شہرِ پناہ نہ خلل پر اشام دینے بغیر نہیں رہتا۔“

اور جب یہ دوسرے دفعا شہر لوگ جنہوں نے کونٹ کا ساتھ چھوڑ دیا تھا پولین کے سامنے آئے اور کہا ہم خدمت کو حاضر ہیں تو پولین نے اُن کو بڑی سختی نکال دیا اور کہا ” کونٹ آف آرڈر اُنز کا تم لوگوں نے ساتھ چھوڑ دیا۔ اس سے تمہارا اچال غلین ظاہر ہو گیا جب مجھ پر مصیبت ہوگی تم میرے ساتھ بھی یہی سلوک کر دے گے۔ میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تم اپنی خدمات پیش کرتے ہو۔ لیکن بہتر ہے کہ تم سید سے اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔“

بوربون بادشاہ کو قوم اور سپاہ پر دوسرے بادشاہوں نے جبریہ تسلط کیا تھا پس بوربون بادشاہ کو قوم یا سپاہ سے وفاداری کا کوئی دعوے نہ ہو سکتا تھا لیکن پرنس آرڈر اُنز کے ذاتی ہمراہی اُس کو مصیبت میں چھوڑ دینے سے ضرور نکلے گا۔ (مارشل لیفیور) پولین کے ہمراہ اُس کی دست کشی کے وقت تک فانٹن بلو) میں تھا۔ اس کے بعد وہ پیرس میں اسکندر کے سامنے پیش کیا گیا۔

اسکندر نے پوچھا ” اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ہم آئے تو تم پیرس کی شہرِ پناہ کے اندر نہ تھے۔“

لیفیور نے جواب دیا ” نہیں۔ جہاں پناہ۔ بد قسمتی سے ہم عین وقت تک پیرس نہ پہنچ سکے۔“

اسکندر نے کہا ” ہیں۔ یہ تم نے بد قسمتی کا لفظ کیسے کہا۔ تو اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم کو پیرس میں دیکھنے سے تم کو رنج ہے۔“

شریف النیال اور جوان مرد مارشل نے جواب دیا ” جہاں پناہ۔ اس کی تو میں ضرور تعریف کرتا ہوں کہ جوانی کے عالم میں ایک فاتح ہو کر آپ فتح کا زمی سے

استعمال کرتے ہیں۔ لیکن کوئی شبہ نہیں کہ اپنے ملک کے اندر آپ کو فساد
دیکھ کر مجھے انتہا کا بیخ ہے۔

شاہنشاہ اسکندر نے جواب دیا: ”مارشل! میں تمہارے خیالات کی
بڑی وقعت کرتا ہوں اس لئے کہ ان خیالات نے تمہاری عزت کو میرے
خیال میں اور بڑھا دیا ہے۔“

جب نپولین الیسا سے واپس آیا تو کیفیور جلدی سے اُس کی خدمت میں
حاضر ہوا اور اُس کا شریک ہو گیا۔



باب شصت و پنجم شادمانی کے ساتھ پیرس کو روانہ ہونا

سیکڈ انٹرنیشنل کانفرنس کا شریفاً پال ملن۔ لیا ناس میں استقبال۔ بیرن فریڈرک ڈیوڈسن سے ملاقات۔ مارشل نے آگ سیر (مریٹ ٹیمر) کے قریب پہنچا۔ شاہنشاہ کے قتل کا ارادہ۔ شاہنشاہ کا ترو دکھوں ریزی نہ ہو فان ٹن بلو (Fouquet) میں پہنچا۔ میلن (میریٹ ٹیمر) میں انوکھا منظر۔ ڈی لریز (Delaunay) میں داخل ہونا۔ فرانس کا جوش۔ ڈیجیزا اینگو لیم۔ لکسمبرگ (Luxembourg) میں رات (مریٹ ٹیمر) کا قتل۔

۱۰۔ مارچ۔ کو شام کے چار بجے نپولین دریا کے رون (Rhone) کے پل پر پہنچا۔ اُس کے ہمرا عجیب و غریب انبوہ سپاہیوں۔ کسانوں۔ عورتوں اور بچوں کا تھا یہ لوگ نعرے مارتے جاتے تھے۔ ہوا میں شاخیں ہلاتے اور خوشی اور فتح کے راگ گاتے جاتے تھے۔ نپولین کی دست کشی کے بعد سیکڈ انٹرنیشنل نے بوربون بادشاہ کی ملازمت اختیار کر کے نمک حلال اور وفادار رہنے کا حلف کر لیا تھا۔ اور اس وقت یہی سیکڈ انٹرنیشنل اپنی دو پٹنیں لئے ہوئے پل کی حفاظت پر مامور تھا۔ لیکن جس وقت نپولین سامنے آیا۔

میکڈانلڈ کے سپاہیوں نے ”شاہم زندہ مانا“ کا نعرہ مارا۔ اور سب کے سب میکڈانلڈ کو تنہا چھوڑ کر نپولین کی فوج سے جا ملے۔ میکڈانلڈ کو خود بھی نپولین سے انتہا درجہ کی محبت تھی اور اُس کو خوف ہوا کہ کہیں میری خود محبت مجھ پر غالب نہ آجائے اور میں اپنے حلف کے خلاف نپولین کے پاس چلا نہ جاؤں۔ لہذا اپنے گھوڑے کو خیر کیا اور نظروں سے غائب ہو گیا۔ شہر کے سب مرد و زن اور اطفال ایک سیلاب کی طرح کو چوں۔ سرکوں۔ اور چوکوں پر نخل پڑے اور اپنے محبوب شاہنشاہ کی آمد کی خوشی میں نجوش کی طرح سرت سے نعرے مارتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ نپولین کی ذات سے جیسا لیا نٹس کو فائدہ پہونچا تھا ویسا کسی اور شہر کو فرائٹس میں نہ پہونچا تھا۔ اور اس لیا نٹس کے باشندے نپولین کو بہت یاد کیا کرتے تھے۔ رات ہوتے ہی چراغاں سے شہر میں دین کا عالم ہو گیا۔ باشندے نپولین کو بڑی دھوم سے لیا نٹس کے آج بشپ کے محل میں لے گئے اور خود اُس کا پیرادیا۔ رات میں نپولین اُسی کمرے میں سویا جس میں سے کونت آف آرٹوائز فرار ہوا تھا۔

نوبے شب کو نپولین محل میں داخل ہوا تھا۔ اُسی وقت اُس نے بیرن فلیو کو بلایا جو پہلے اُس کا ایک سیکرٹری تھا اور اُس سے حسب ذیل باتیں شروع کیں: —
نپولین۔ بیرن! تم کو یہ توقع ہرگز نہ ہوگی کہ میں اس قدر جلد واپس آجاؤں گا۔ بیرن۔ جہاں پناہ! ہرگز نہیں۔ لیکن ایسے عجائبات تو آپ ہی دیکھا سکتے ہیں۔ دوسرے کی کیا ہستی ہے۔

نپولین۔ پیرس میں اب کیا چرچے ہیں۔ اور جمہور کی کیا رائے ہے؟

بیرن۔ جہاں پناہ کی مُراجعت پر سب کو خوشی ہے۔ قوم اور بوریوں کے باہی جھگڑے سے ہمارے حقوق ظاہر ہو گئے اور لوگوں میں آزاد خیالی پیدا ہو گئی۔

علامہ۔ آرج بشپ۔ بڑا۔ یعنی لاٹ پادری ۱۲ متر جسم۔

نپولین۔ میں جانتا ہوں کہ بوربون بادشاہ نے ایسی بحث چھیڑی ہے کہ جمہور کی نگاہ میں خود مختار انہ حکومت کی وقعت باقی نہیں رہی اور وہ حکومت کم زور ہو گئی ہے۔ ایک بڑی قوم کو آزاد اور خوش حال کرنے سے خوشی ہونا چاہیے۔ میں نے فرانس کی شان بڑھانے میں کبھی کوتاہی نہ کی اور میں اُس کی آزادی کو کم نہ کروں گا۔ میں اب زیادہ اختیارات نہیں چاہتا۔ صرف اُسی قدر اختیارات کافی ہیں کہ ملک کا انتظام قائم رہے۔ خود مختار انہ حکومت اور آزادی کا کوئی ساتھ نہیں ہے۔ خلاف اس کے جب نظم و نسق خوب قائم ہو جاتا ہے آزادی اُسی حال میں نکل ہو جاتی ہے۔ لیکن جب انتظام میں کم زوری ہوتی ہے آزادی کا اعتبار نہیں ہوتا۔ لیکن جب حکومت ظالم کے ہاتھ میں ہوتی ہے آزادی کی گردن پر چھری پھر جاتی ہے۔ مجھ کو معلوم ہے کہ فرانسیسیوں کے لئے کس بات کی ضرورت ہے لیکن عیاشی اور طوائف الملوک ہرگز نہ ہونی چاہئے۔ بیرن۔ اب یہ تو بتلاؤ۔ کہ میں یہاں تو جاتا ہوں۔ لیکن مجھ سے رستے میں جنگ ہو گی یا نہ ہو گی۔ اس کے متعلق کیا کیا خیالات ہیں۔ بیرن فلیوری۔ نہیں ہرگز جنگ کا خیال نہیں ہے۔ بوربون کو سپاہ پر کسی طرح کا اعتماد نہیں ہے اور نہ سپاہ کو بوربون پر بھروسہ ہے۔ بلکہ افسروں کو تو اس گورنمنٹ سے نفرت ہے۔ اور یقین جائے۔ جتنی افواج جاں نپاہ کے متعلق کو بھیجی جائیں گی وہ اگر لنگ کی طرح جاں نپاہ کی سپاہ میں اضافہ ہو جائیں گی۔

نپولین۔ ہاں۔ میرا بھی یہی خیال ہے۔ لیکن یہ تو کہو کہ ریشلوں کی کیا نیت ہے؟ بیرن۔ اُن کو اس بات کا ضرور خوف ہے کہ فائن ٹن بلو کے مقام پر انھوں نے جہاں نپاہ سے بے وفائی کی تھی۔ شاید یہ مناسب ہو گا کہ اُن لوگوں کا یہ خطرو دُور کر دیا جائے اور اُن کو یقین دلادیا جائے کہ وہ سب باتیں فراموش کر دی گئیں۔

نپولین۔ نہیں۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ میں اُن کو کسی قسم کی تحریر بھیجوں۔ پھر تو وہ مجھے اسیان بتلائیں گے۔ اور میں کسی کا احسان اٹھانا پسند نہیں کرتا۔ سپاہیوں کی نیت

بہت اچھی ہے۔ دوسرے افسر میرے حامی ہیں۔ اور اگر ریشلوں نے اُن کو روکنا چاہا تو اپنے تئیں درطہ ہلاکت میں ڈالیں گے۔ گارڈ کی طرف سے مجھ کو یقین ہے۔ اور جو جس کے جہی میں آئے کرے یہ سپاہی ایسے نہیں کہ ان کو کوئی رشوت دے سکے اور گمراہ کر دے مارشل نے کیا کر رہا ہے۔ بادشاہ کا اُس سے کیا بڑا واسعہ ہے؟

بیرن۔ میرے خیال میں وہ کسی فوج کا جنرل نہیں ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ اپنی بیوی کی وجہ سے اُس کو دربار کی طرف سے شکایت ہے۔

پنولین۔ بیشک۔ مارشل نے۔ کی بیوی عجب طرح کی عورت ہے۔ اُس نے دربار میں عالی شان خاتون بننا چاہا ہوگا۔ لیکن پرانی بیگمات نے اُس کا مذاق بنایا ہوگا میری دست کشی کے متعلق مجھ کو بڑے قصے بیان کیے جاتے ہیں۔ یہ کہا جاتا ہے کہ مارشل نے مجھ سے سخت بڑتاؤ کیا اور اپنے چٹنچہ کو میری منیر پر رکھ دیا۔ ایلیا میں میں نے ایک اخبار میں پڑھا کہ جب میں اگر دوسرے ملا تو اُس نے مجھے بڑا بھلا کہا۔ یہ بالکل غلط ہے۔ میرا کوئی ایسا افسر نہ تھا جو میرے سامنے آئے اور میرے مرتبے کا لحاظ نہ کرے۔ اُس کی کیا مجال تھی کہ میرے ساتھ گستاخی کر سکتا۔ اگر مجھ کو اگر دوسرے اعلان کا حال معلوم ہوتا تو میں اس کو اپنے سامنے نہ آنے دیتا۔ یہ تو بڑے دلوں کا کام ہے کہ مصیبت میں مصیبت زدہ کی توہین کریں۔ اُس کے اعلان کے متعلق جس کی بابت یہ خیال کیا گیا اور شہور کیا گیا ہے کہ میری جیب میں موجود تھا۔ مجھے تو ملاقات کے بعد یہ علم ہوا کہ ایسا اعلان دیا گیا ہے لیکن اب ان باتوں پر خاک ڈالو۔ اب یہ بتاؤ کہ ٹوی لرز میں کیا ہو رہا ہے۔ اور کیا کیا ہوا ہے۔

بیرن۔ جہاں پناہ۔ ٹوی لرز میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ جسے کہ جھنڈے تک علامتہ نہیں کئے گئے ہیں۔

پنولین۔ مسکرا کر۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میری تجویز وترتیب اُن کو پسند آئی ہوگی (۵۰۴)

اتحاد۔ بادشاہ کے چہرے کی کیا صورت ہے۔ سکتے ہیں وہ کیسا معلوم ہوتا ہے؟ کیا اُس کا رنگ خوب صورت ہے؟

بیرن۔ جیب سے ایک پتھریں فرانک کا رنگ نکال کر۔ اس کا اندازہ تو جہاں پناہ خود فرمالیں۔ اور بیرن فلیوری نے وہ رنگ نپولین کے ہاتھ میں دے دیا۔

نپولین۔ ارے۔ انھوں نے لوئی کا رنگ دوسری وضع کا نہ ڈھالا۔ صورت

تو خوب موٹی تازی ہے۔ لیکن۔ دیکھنا۔ سکتے سے میری عبارت۔ خدا فرانس کو اپنی حفاظت میں رکھئے۔ اُڑا دی ہے۔ اور اُس کے بجائے۔ خدا بادشاہ کو حفاظت میں

رکھئے۔ قائم کیا ہے۔ یہ تو وہی قدیم حالت ہے۔ یعنی جو کچھ ہے اپنی فکر ہے۔ فرانس کی کچھ پروا نہیں ہے۔ ہمارے فرانس۔ کرن خود غرضوں کے ہاتھ میں تو پھنس گیا ہے۔

کیا یہاں قرب و جوار میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو مجھ سے ذاتی قریبی تعلق رکھتے تھے۔ ہں۔ اُن سے بھی بہت سی باتیں پوچھنا چاہتا ہوں۔ کہ اہل معاملات کا زیادہ انکشاف ہو جائے۔ ہورٹنس کس شکل میں ہے؟

بیرن۔ اب بھی عقل و نفاست کے قدروان اُس کے یہاں جمع رہتے ہیں اور اگرچہ ملکہ ہورٹنس کے پاس تاج و تخت نہیں ہے تاہم تمام پیرس کے لوگ اُس کی عزت کرتے ہیں۔

نپولین۔ ہورٹنس نے ایک بڑی حماقت کی کہ بوربون کی سرکار سے ڈچیز

(نواب بیکم) کا خطاب لینا قبول کر لیا۔ اُس کو لازم تھا کہ اپنے تئیں میڈیم بونا پارٹ کتی رہتی۔ یہ نام پورا اور کافی تھا۔ اگر غریب جوزیفائین زندہ ہوتی تو ہورٹنس کو اچھی اور نیک صلاح دیتی۔ کیا جوزیفائین کے مرنے پر زیادہ رنج کیا گیا؟

بیرن۔ جہاں پناہ کو تو اچھی طرح معلوم ہے کہ تمام فرانس کو جوزیفائین سے جیسی محبت تھی اور اُس کی کس قدر عزت تھی۔

پولین۔ ہاں بیشک۔ جوزیفائین اس کی مستحق تھی۔ وہ بڑی نیکو صفات عاتون تھی وہ بڑی عاقلہ تھی۔ مجھے بھی اُس کا بڑا صدمہ ہوا جس دن میں نے اُس کے انتقال کا مل سنا۔ میں کیا بتاؤں کہ وہ دن کیسا تھا۔ مجھے تمام عمر میں ایسا صدمہ یاد نہیں ہے۔ کیا سرکاری طور سے جوزیفائین کا ماتم کیا گیا؟

بیرن۔ جہاں پناہ۔ نہیں۔ سرکاری طور سے ماتم نہیں کیا گیا۔ اور اگر شاہنشاہ اسکندر جوزیفائین کے بچوں کو اپنی خاص خطالت میں نہ لے لیتا تو مجھے خطرہ تھا کہ اُن کو سخت عذاب دیئے جاتے۔

پولین۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم کو اسکندر سے محبت ہے۔ لوگوں کا اس کے متعلق کیا خیال ہے۔ کہ میرے فرانس واپس آنے پر متحدہ بادشاہ کیا خیال کریں گے بیرن۔ جہاں پناہ۔ عام خیال ہے کہ آسٹریا کا شاہنشاہ تو آپ سے متفق اور متحد ہو جائے گا اور بوربون کے اخراج اور زلت پر روس کے شاہنشاہ کو کوئی افسوس نہ ہوگا۔ شاہنشاہ۔ یہ کیوں؟

بیرن۔ یہ خیال ہے کہ جب اسکندر پیرس میں تھا تو بوربون سے خوش نہ تھا اس لئے کہ بوربون کا سیلان خاطر انگلستان ہی کی طرف تھا اور لوئی ہیچر ہم یہ کہتا تھا کہ مجھے فرانس کا تاج انگلستان ہی کے بادشاہ نے دیا ہے۔ اور اس بات سے اسکندر ناراض ہو گیا۔ شاہنشاہ۔ بہت اچھا ہوا کہ یہ بات مجھے معلوم ہو گئی۔ اب یہ بتاؤ کہ اسکندر نے میرے بیٹے کو بھی دیکھا۔

بیرن۔ ہاں۔ جہاں پناہ دیکھا۔ پھر انہ شغقت سے اسکندر نے بچہ کو پیار کیا۔ اور کہا۔ ہے اسے! یہ تو نہایت ہی اچھا بچہ ہے۔ دیکھو۔ مجھے لوگوں نے اس بچے کے متعلق کیسا دھوکا دیا۔

پولین۔ اس بات کے کہنے سے اسکندر کی کیا مڑا دیتی؟

بیرن - اسکندر سے کہا گیا تھا کہ تجھے ناتوان اور ناکارہ ہے۔

نپولین - خدا ان بے ایمانوں کو فارت کیسے۔ میرا بچہ تو نہایت ہی تندہرست ہے اور بڑے کر سبست ہونا نہ ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اور اپنے وقت کا بڑا معزز اور نامور شخص ہو گا لیانس میں نپولین چار دن مقیم رہا۔ اور اس زمانے میں شہر کے اندر بڑے جشن اور خوشیاں تھیں۔ ملاقاتیوں سے نپولین بڑی بے تکلفی کے ساتھ گزشتہ غلطیوں اور پریشانیوں کا حال بیان کرتا تھا۔

اُس نے کہا: "فرانس کی مصائب کے متعلق یہ نہیں ہے کہ میں بھی قابل الزام نہیں ہوں لیکن کیا کرتا۔ حالات ہی کچھ ایسے آکر زبردست پڑے تھے کہ سلطنت کو وسیع کرنا لازمی تھا۔ لیکن اب یہ خیال میں نے قطعی ترک کر دیا ہے۔ فرانس کو دم لینے کی ضرورت ہے۔ جاہلی کی وجہ سے میں واپس نہیں آیا ہوں بلکہ حب وطن مجھے کو کھینچ کر لائی ہے۔ میں ایلہا میں بڑے آرام سے رہنا پسند کرتا اور آئندہ جھگڑوں میں نہ پڑتا۔ لیکن مجھ کو معلوم ہوا کہ فرانس صیبت میں ہے اور میرا محتاج ہے۔ میں اس لئے واپس آیا ہوں کہ انھیں قاصد اور اغراض کی مخالفت کروں جن کے حصول کے واسطے فرانس میں انقلاب عظیم ہوا تھا اور قوم کے ساتھ یک دل ہو کر کام کروں۔ اور اسی سے فرانسیسی قوم کی آزادی و حقوق کی مخالفت ہو سکتی ہے۔ اور میرا سب سے بڑا وعدہ عا یہی ہے کہ یہ فرانسیسی قوم خوش حال ہو جا جس کی اعانت سے خود مجھے سب کچھ حاصل ہوا۔"

لیکن یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ نپولین فرانس میں بے کار مقیم رہا۔ نپولین بڑے عزم و ثبات اور محنت سے برابر ان تجاویز کو پورا کر رہا تھا جن سے اُس کا جمہوری تخت مستحکم ہو۔ حکم بر حکم جاری ہو رہے تھے جن سے اُس کے دشمن پریشان اور بدحواس ہوتے تھے اور جمہور اُن کے دلوں میں تازہ جوش پیدا ہونا جاتا تھا۔ نپولین کے سخت ملک دشمن سوڈرن بھی اس بات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ یہ احکام جمہور کے نہایت ہی قابل

اور مفید تھے سلطنت کے مجسٹریٹ اپنے عہدوں پر بحال کئے گئے تھے۔ بوربون کے مجسٹریٹ کے بجائے شاہی عقاب دار مجسٹریٹ ہوا میں لہرائے لگاتھا۔ سوروٹی اور غاندانی دماوی اور خطابات فنا کر دیے گئے تھے۔ اور ریاستوں کے خریدار ریاستوں پر قابض کر دیے گئے تھے۔ بوربون کی مقرر کی ہوئی دو مجلسیں توڑ دی گئی تھیں۔ اور جمہور کو اطلاع دی گئی کہ نئی مجلس کے اراکین انتخاب کرنے کو جمع ہوں۔ اور یہ مجلس موجودہ دشواریوں پر غور کرے گی۔ ان احکام سے عام اطمینان ہو گیا۔ کیوں کہ ان احکام سے رعایا کے حقوق کا لحاظ کیا گیا تھا اور آمرانہ دماوی کی مخالفت کی گئی تھی۔ اور اب ہمیشہ کی طرح تمامی جمہور نیولین سے بڑی الفت اور محبت کے ساتھ متفق ہو گئے۔

اُس حکم کی تہیدی عبارت جس سے بوربون کی مجالس شکست کی گئی تھیں حسبِ ذیل تھی: ”بوربون بادشاہ کی مقرر کی ہوئی مجلس مراہیں بڑے بڑے نقص ہیں۔ یعنی اس کے بعض اراکین تو وہ لوگ ہیں جو اپنے ملک فرانس کے خلاف لڑے ہیں اور بعض اراکین ایسے ہیں جو قدیم آمرانی حقوق کو پھر سے قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اور مختلف درجہ کے جمہور کی سادات کو میٹ دینا پسند کرتے ہیں۔ اور قومی ریاستیں جو فروخت ہوئی ہیں ان کی بیع کو ناجائز کہتے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ جمہور کو ان حقوق سے محروم کرنا چاہتے ہیں جن کے واسطے جمہور اپنے قومی افتخار کے لئے دشمنوں سے برابر پچیس سال تک لڑے ہیں۔“

”مجلس قانون ساز کے ڈپٹیوں کے اختیارات ختم ہو گئے۔ اور مجلس جمہوری کی اب کوئی قومی وضع باقی نہیں کیوں کہ اس مجلس کے بہت سے اراکین نے اپنے تئیں ناقابلِ کردیا ہے اور قوم کو ان اراکین پر اس لئے اعتماد باقی نہیں رہا ہے کہ انہوں نے حقوقِ آمرانی کو قائم کرنے میں اپنی رضا مندی کا اظہار کیا ہے۔ اور یہ آمرانی حقوق وہی حقوق ہیں جو جمہوری حکومت نے فنا کر دیے تھے۔ اور فرانس کے جمہور کو وہ

قرضہ ادا کرنے پر مجبور کیا ہے۔ جو فرانس کے مخالفین سے جتنہ بندی کرنے کے لئے خط و کتابت میں یا ان افواج کو ایداد و زور دینے میں عائد ہوا ہے جو خود فرانس کے مقابلے میں لاکھ لاکھ اور ان اراکین نے بوربون بادشاہ کو جائز با و شاہ کا خطاب دیا اور فرانسیسی جمہور اور ان کی افواج کو باغی قرار دیا۔ اور ان تارکان وطن کو جو برابر پچیس سال تک فرانس کی رگ جان میں نشر مارتے اور اس کے اعضاء رئیسہ کو مجروح کرتے رہے انہیں فرانسیسی کہا۔ پس ثابت ہو گیا کہ جمہور کی ہر طرح سے حق تلفی کی گئی اور اس مکروہ اصول کو جائز اور واجبی قرار دے دیا کہ ”رعایا تحت کے واسطے بنی ہے۔ تخت رعایا کے واسطے نہیں بنا ہے۔ نظر برآں۔ مابعد دولت حسب ذیل حکم صادر فرماتے ہیں.....“

نپولین کے سلیطے اور ذکاوت کا ان احکام سے پورا پورا ثبوت ملتا ہے۔ کیوں کہ ان کے جاری ہوتے ہی اس پر اعتماد ہونے لگا۔ خطرات دفع ہو گئے۔ دینی مستحکم ہو گئی۔ اور جمہور اور سپاہ جوش سے بھر گئے۔ نپولین جمہوری حقوق اور مساوات کا پورا حامی بنا رہا۔

میرن فلپیری نے یہ تماشے سب اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے اور وہ لکھتا ہے ”اگرچہ میں نے جمہور کے جشن و اور خوشیاں بہت موقعوں پر دیکھی ہیں۔ لیکن لیاٹس کے باشندوں کی مسرت کا تو کچھ عالم ہی بڑا لگتا تھا۔ شاہنشاہ کے ایوان اور گھاٹوں کے علاوہ دُور دُور کوچوں۔ سڑکوں۔ اور محلوں پر خوشی کے نعروں سے ہوا گونجتی تھی۔ فرد دُور اور ان کے آقا۔ عام شہری اور خاص لوگ ایک دُوسرے کے گلے میں ہاتھ ڈالے شہر میں گاتے اور ناپتے پھرتے تھے۔ جن کی مسرت گویا جنون کے درجے کو پہنچ گئی تھی عجب بے خودی طاری تھی۔ بدصورتیکھے نیا انبساط کا سامان تھا۔ اجنبی لوگ جو ایک دُوسرے سے واقف نہ ہوتے ٹھہر جاتے۔ ہاتھ

ہلاتے اور شاہنشاہ کی واپسی پر مبارک بادیں دیتے۔ نیشنل گارڈ بھی منہ مسرت سے چور ہو رہا تھا۔ کیوں کہ پولین نے اُس پر ایسا اعتماد کیا تھا کہ پولین اس وقت اُسی کی حفاظت میں تھا۔ لیکن جس دن پولین شہر سے رخصت ہوا تو غم بھی اُسی طرح ظاہر کیا گیا جس طرح اُس کی آمد پر خوشی کا اظہار ہوا تھا۔

ادھر تو یہ تماشے ہو رہے تھے اُدھر بوریوں بادشاہ نے ”بدبخت قسمت آنا (پولین) اور اُس کے ہم درگروہ کے خلاف ایک فران جاری کیا جس میں اُس کو حفاظت قانونی سے خارج کیا اور اُس کے ”سسر“ کی قیمت مقرر کر دی اور اُس کے معادلوں کو باغی گردانا۔ جس وقت پولین شادمانی سے ”گرینول“ میں داخل ہوا تھا تو پیرس کے اخبار مانیٹیور میں اُس نے پڑھا۔ بوریوں بادشاہ کو ہر مقام پر کام یابی ہوئی۔ حملہ آور پولین کے سب رفیق اُس سے علیحدہ ہو گئے اور اب پولین پہاڑوں میں فراریوں کی طرح بھاگا بھاگا پھر رہا ہے۔ اور چند روزیں گرفتار ہوا چاہتا ہے بوریوں بادشاہ نے مارشل نے کو ایک درخواست بھیجی کہ فوراً اگر فوج کی سپلائی

کرے اور پولین کو روکے۔ مارشل نے اس زمانے میں اپنے مفصلات کے مکان میں آرام سے رہتا تھا۔ چون کہ بوریوں بادشاہ سے نمک حلائی کا اُس نے عہد پیمانہ کر لیا تھا وہ فوراً آیا۔ اور بیس کن () میں پہنچا۔ لیکن جب اُس نے فوج کا چارج لیا تو افسروں نے اُس سے کہا: ”آپ چارج تو لیتے ہیں لیکن سپاہ کو یہ ترغیب دینا کہ وہ پولین کے مقابلے میں جنگ کرے قطعی ناممکن ہے۔“ مارشل نے فوج کا معائنہ کرنے لگا۔ لیکن سپاہ نے ”پولین زندہ مانا“ کا ایسا نعروں مارا کہ مارشل نے بدحواس ہو گیا۔ یہ وہی نعروں تھا جو خود مارشل نے ہمیشہ سننا کرتا تھا۔ اور یہ وہی سپاہ تھی جس کا مارشل نے ایک عظیم الشان مارشل رہ چکا تھا۔ لمحہ بہ لمحہ اُس کے پاس خطبہ علی آتی تھیں کہ پولین بڑی شادمانی اور کام یابی سے آگے بڑھا چلا آ رہا ہے۔ اور شہر

اور قریہ جاں سے اُس کا گذر ہوتا جاتا ہے اُس کا شریک ہو رہا ہے۔ قوم اُس کا استقبال کر رہی ہے۔ اور بوربون کا فرانس میں ٹھہرنا بالکل ناممکن ہے۔ مارشل نے اپنی پریشانی سے ایک عذاب میں پڑ گیا تھا۔ اور بعد کو اُس نے کہا ہے ”اگر مجھے اُس موقع پر ہوت آجاتی تو بہتر ہوتا کہ اُس پریشانی اور فکر سے رہائی ہو جاتی“ چنانچہ اسی پریشانی میں اُس نے جنرلوں کو صحیح کر کے مشورہ کیا۔ اور کہا ”میں کیا کروں؟“ ”مجھ سے تو ممکن نہیں کہ سمندر کی موجوں کو اپنے ہاتھ کی پتیلی سے روک لوں“

تمامی جنرلوں نے یک زبان ہو کر مارشل نے کو یقین دلایا کہ نپولین کا مقابلہ کرنا عجب ہے۔ چنانچہ یہ موقع نفع اور لالچ کا ایسا تھا کہ معمولی نیکو کاری کا آدمی ثابت قدم نہ رہ سکتا تھا۔ تاریخ میں بڑے افسوس کے ساتھ لکھا ہے کہ ”مارشل نے غیرت سے ہاتھ دھو بیٹھا اور اُس نے اُس عہد و پیمان کا کچھ لحاظ نہ کیا جو بوربون بادشاہ کے ساتھ کیا تھا۔ اور اس سے مارشل نے کی شہرت اور نام وری کی پریشانی پر ایسا دھمکیاؤں کا ٹک کا ٹیکہ لگا کہ دھوئے نہ چھٹے گا۔ اور ہر ایک فیاض خیال شخص اُس کے نزول پر تاشف سے مخاہ کرے گا“ چوں کہ اب دنیا کا رجحان نپولین کے موافق تھا اُسی رجحان کے موافق مارشل نے سنے فوج میں حسب ذیل اعلان بھیجا۔

”سپاہیو!۔ بوربون خاندان کا اقبال ہمیشہ کے لئے جاتا رہا اور وہ خاندان جس کو قوم نے جائز قرار دیا ہے بہت جلد تخت نشین ہونے والا ہے۔ سلطنت کرنا ہمارے بادشاہ نپولین کا حق ہے۔ انجام کار آزادی غالب آئی۔ اور ہمارا عظیم الشان شاہنشاہ مغرب آزادی کو ہمیشہ کے لئے مستحکم کرنے والا ہے۔ سپاہیو!۔ میں وہی مارشل ہوں

۱۷۔ مارشل کے زوال سے اُس ہولناک واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب کہ نپولین سینٹ ہلینا بھیج دیا گیا تو مارشل نے پر بوربون نے تنگ حرامی کا الزام لگا کر اُس کو گولی سے مراد دیا۔ جس کی تفصیل آئندہ نائلس برین بائبل میں پڑھیں گے۔ ۱۲۔ مترجم۔

کہ ہمیشہ تمھاری سرداری کرتا اور مستحق پاتا رہا ہوں۔ چنانچہ اب میں تم کو اُس جبروتی فوج کا بازو بنانے والا ہوں جس کے ہم راہ شاہنشاہِ نپولین پیرس میں داخل ہونے والا ہے اور ہماری آرزوئیں چند روز میں برآئے والی ہیں۔ شاہم زندہ ماناؤ۔

سپاہ کی خوشی کو جس وقت یہ اعلان اُس کے سامنے پڑھا جا رہا تھا کوئی روکنے والا نہ تھا۔ تھوڑی دیر کے لئے سب ترتیب و انتظام جاتا رہا تھا۔ اور صفوں سے شاہم زندہ ماناؤ کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔

۱۳۔ مارچ۔ کو یہ اعلان شائع ہوا تھا۔ اور اسی تاریخ کو نپولین نے لیانس سے کوچ کیا اور پیرس کی طرف روانہ ہوا۔ اُس کی روانگی کے وقت لوگوں کا بہت بڑا ازدحام ہوا اور نپولین نے ایک بلند عہجے پر کھڑے ہو کر ان لوگوں کو خطاب کیا۔

”لیانس کے باشندو!۔ اب میں تمھارے شہر کو چھوڑتا اور پیرس کو جاتا ہوں۔ لیکن میں اپنے خیالات تم پر ظاہر کرتا ہوں جو تمھارے موجودہ طریق عمل سے میرے دل میں پیدا ہوئے ہیں۔ یاد رکھو کہ تم وہ لوگ ہو جن سے مجھے بڑی محبت ہے اور ہر حالت میں خواہ میں بادشاہ ہو یا جلا وطنی میں رہا تمھاری محبت میں فرق نہ آیا۔ تمھارے اس پاکیزہ اور شریفانہ چال چلن سے میں تمھاری بڑی عزت کرتا ہوں۔ تسلط ہو جانے پر میں لیانس میں پھر آؤں گا اور تمھاری دست کاری۔ جرات اور شہر کی ترقی پر زیادہ غور کروں گا۔ لیانس کے باشندو!۔ پھر سن لو۔ کہ مجھ کو تم سے بڑی محبت ہے۔“

ان سچی لفظوں سے لیانس کے باشندوں کے دلوں پر بڑا اثر ہوا۔ ہزاروں شخص روئے لگے اور اسی حالت میں کہ ہچکی بندھی ہوئی تھی۔ نپولین کو خدا حافظ کہا۔ اس رات میں پچیس میل چل کر نپولین۔ ولفرٹی (پونچا اور سورہا۔ دوسرے فوج کو پیچھے چھوڑ کر خود آگے نکل گیا۔ اور لیکن) کو پار کر کے ساٹھ میل چالونس) میں جا پونچا۔ یہ حصہ فرانس کا نہایت گھنا آباد ہے۔ سڑکوں

پہلوگوں کے یوم ہو جاتے تھے۔ دیہات کی سڑکوں پر فارسی مہرا میں قائم کی جاتی تھیں۔ تمام رستے میں اسی لہلہا محبت کے ساتھ نپولین کا خیر مقدم ہوا۔ جس وقت وہ چالوس میں داخل ہوا تو سخت بارش ہو رہی تھی۔ اور سرد ہوا کا طوفان برپا تھا۔ لیکن اس پر بھی قریب قریب سب ہی باشندے شہر کے باہر اس کے استقبال کو بھل آئے تھے۔ یہ دیکھ کر نپولین کو تعجب ہوا کہ سامنے سے توپیں اور حربی سامان کی گاڑیاں آ رہی تھیں۔ لیکن لوگوں نے اس سے کہا۔ "جہاں پناہ!۔ یہ وہ سامان ہے جو بوربون نے جہاں پناہ کے مقابلے کے لئے ہمارے شہر کو بھیجا تھا۔ لیکن ہم نے اس سامان کو چھین لیا اور حضور میں بہ طور نذر کے پیش کرنے کو لائے ہیں۔"

نپولین کو مبارک بادیاں دی جاتی تھیں اور وہ لوگوں سے باتیں کرتا جاتا تھا۔ اسی دوران میں اس نے کہا:۔

"کوئی شک نہیں کہ میرا دربار بڑا عالی شان تھا۔ اور میں شان و شوکت کا بڑا حامی تھا۔ لیکن اپنی ذات کے لئے نہیں۔ میرے لئے تو ایک سادہ سپاہیانہ کوٹ کافی تھا۔ شان و شوکت کو میں اس لئے پسند کرتا تھا کہ اس سے حرفت اور دست کاری کو ترقی ہوتی ہے۔ اگر یہ شان و شوکت نہ ہو تو دست کاری کی طرف کون متوجہ ہو۔ لیاٹس کے سور وئی امراء کو میں نے نیست کر دیا۔ امراء تو ایک وہم و خیال ہیں اب لوگ خوب سمجھدار ہو گئے ہیں اور ان کو یقین نہیں ہو سکتا کہ بعض ان میں ایسے ہیں جو ماورزا امیر پیدا ہوئے ہیں اور بعض بیچارے ماورزا امیر نہیں پیدا ہوئے ہیں۔ اب جو کچھ امتیاز باقی ہے وہ صرف یہی ہے کہ کون زیادہ لائق ہے اور ملک کی خدمات کس نے زیادہ کی ہیں۔"

۱۵۔ مارچ۔ کوپنلین۔ تیس میل آگے بڑھ کر آئن (میں جا پہنچا۔ اور

۱۶۔ مارچ کو ساٹھ میل کا دھاوا کر کے ایولین (میں داخل ہوا۔ ہر مقام پر

اُس کا برابر استقبال ہوتا جاتا تھا۔ کہیں پر اُس کا مقابلہ ایسا نہ کیا گیا کہ محسوس ہوتا تھا۔ مارچ کو ایک کھلی ہوئی گاڑی میں وہ آگے روانہ ہوا۔ اوپر پچیس میل چل کر اگسیر میں پہنچا۔ لوگوں کی طرف سے محبت کا ایسا اظہار ہوا کہ حیاتی حفاظت کی کوئی ضرورت خیال نہ کی گئی۔ سپاہ سے آگے آگے وہ گھوڑے پر سوار چلا جاتا تھا اور اُس کے ہمراہ چند احباب تھے۔ نہ کوئی گارڈ ساتھ تھا نہ ملازم تھے۔

اگسیر میں پہنچنے کے چند گھنٹے بعد نپولین کو مارشل نے بلا۔ نپولین کو لوگوں کی پاس غیرت کا بڑا خیال رہتا تھا۔ اور اُس نے یہ بات معلوم ہونے سے پہلے کہ مارشل نے بے بوربون بادشاہ کی جانب داری سے ہاتھ اٹھا لیا ہے اُس کو اپنے گشتی احکام بھیج دیے تھے۔ جو اُس نے لیا تنس سے جاری کیے تھے۔

لیٹرن صاحب لکھتے ہیں: "نپولین نے مارشل نے کو کوئی اور مراسلہ بھیجا۔ اور نہ اُس سے یہ بات چاہی کہ بوربون بادشاہ سے بے وفائی کرے۔ کیوں کہ نپولین خوب جانتا تھا کہ ایسی درخواست کرنا مارشل کی توہین تھی۔"

مارشل نے نپولین کے سامنے آیا تو۔ مگر سخت گھبراہٹ ہوا تھا۔ اُس کو یاد تھا۔ کہ خانِ سن بلوئیں نپولین کے ساتھ اُس نے وفائی تھی۔ چنانچہ مارشل نے کو اب سخت مصیبت کا سامنا تھا۔ وہ بوربون بادشاہ سے بھی نہک حرامی کر چکا تھا۔ جس کے ساتھ وفادار رہنے کا اُس نے حلف کیا تھا۔ اور تاہم اُس کو یہ خیال تھا کہ فرانس کے ساتھ میں نے بے وفائی نہیں کی ہے۔ اس زمانہ میں جیسی تبدیلیاں اور انقلاب ہو رہے تھے محتاج بیان نہیں۔ مارشل نے ہمدرد سپاہی تھا۔ لیکن اخلاقی خوبیوں کے اعتبار سے وہ قابلِ آدمی نہ تھا۔ تاہم یہ قدرتی بات ہے کہ اس موقع پر اُس کو بڑی کشمکش کا سامنا تھا۔ خانِ سن بلوئیں سے چلے جانے کی کچھ وجوہ وہ پیش کرنے لگا۔ لیکن نپولین نے سب باتوں کو فراموش کر کے اُس کا ہاتھ محبت سے پکڑ لیا اور کہا:

”مارشل نے!۔ ذرا گھم تو مل لو۔ تمہارے آبلنے سے مجھے بڑی خوشی ہوئی۔
 عذر و معذرت کی میرے سامنے کوئی حاجت نہیں۔ میں تو تمہارا دوستانہ دوست
 ہوں۔ اس لئے کہ میرے پاس تم سے زیادہ کوئی دوسرا شجاع نہیں ہے۔“
 مارشل نے۔ ”کہا۔“ جہاں پناہ اخباروں میں بہت جھوٹ لکھا گیا۔ میرا چل
 چلن ہمیشہ سچے اور خیر خواہ فرانسیسی اور سپاہی کی طرح رہا ہے اور سب فرانس کی خیریت
 کا معاملہ درمیان ہو تو جہاں پناہ مجھ پر ہمیشہ اعتماد کر سکتے ہیں۔ میں خون جو بہاتا ہوں
 تو صرف فرانس ہی کی خاطر بہاتا ہوں۔ جہاں پناہ مجھ کو آپ سے محبت ہے۔ لیکن
 فرانس سے سب سے زیادہ محبت ہے۔“

پولین نے جواب دیا۔ ”مجھے تمہاری محبت کا جو تم کو فرانس سے اور مجھ سے
 ہے یقین ہے۔ اور میں جو واپس آیا ہوں اسی لئے آیا ہوں کہ مجھ کو فرانس سے محبت
 ہے۔ مجھے معلوم ہو کہ فرانس کے جمہور کو تکلیف ہے اور میں اسی لئے آیا ہوں کہ بوریو
 اور تارکان وطن کو فرانس بدر کر دوں۔ ۲۰۔ مارچ۔ یا ۲۵۔ مارچ تک میں یقیناً پیرس
 پہنچ جاؤں گا۔ اور مارشل سے کیا تم کو یقین کے ساتھ معلوم ہے کہ بوریو بادشاہ
 اور اس کے حامی سیرا متقابلہ کریں گے؟“

مارشل نے۔ ”جواب دیا۔“ جہاں پناہ مجھے تو یقین آتا ہے کہ آپ متقابلہ کیا جائے
 پولین نے کہا۔ ”پیرس سے میرے پاس مراسلات آئے ہیں کہ متحبان وطن
 میرے سخت منتظر ہیں اور قریب ہے کہ فساد برپا ہو جائے۔ اور مجھے خطرہ ہو گیا ہے کہ
 متحبان وطن اور عامیان بوریو کے درمیان جنگ نہ ہو جائے۔ میں یہ بات ہرگز
 نہیں چاہتا کہ میری واپسی کے موقع پر خون کا ایک قطرہ بھی پے۔ لہذا تم اپنے
 دوستوں کو لکھ بیجو کہ میں آتا ہوں اور بندوق کے ایک فیئر کی بھی حاجت نہ کہو گی۔
 اور سب مل کر اس بات کی کوشش کریں کہ قلعی خوں ریزی نہ ہو۔ اور ہماری کامیابی

جی ویسی ہی بے دخل ہوئی چاہئے جیسا پاکیزہ ہمارا اندام ہے۔“

حامیانِ بوروبون نے نپولین کو قتل کر دینے کی بہت سی سازشیں کیں اور چاہا کہ نپولین کا رستے میں کام تمام کر دیا جائے۔ لیکن نپولین کے دوست نہایت ہوشیار رہتے تھے اور اُس کی حفاظت کرتے تھے۔ خود نپولین کو اپنی طرف سے کوئی فکر نہ تھی۔ (۱۵۰) اوہ بے وسواس لوگوں کے ہجوموں میں جو اُس کے پاس آیا کرتے تھے چلا جاتا تھا۔ ان سازشوں کے متعلق بیرن فلیوری لکھتا ہے کہ شاہنشاہ نے مجھ سے کہا:۔

” میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ لوگ جو غریب میرے ہاتھ اور اختیار میں آئے وہ کس طرح میرے قتل کی سازشیں کرتے اور میرے سر کی قیمت مقرر کرتے ہیں۔ اگر میں بھی یہی چاہتا کہ ان کو قتل کر کے اپنا چھپا چھٹاؤں تو اب تک مدت کے یہ لوگ خاک میں مل گئے ہوتے۔ انھیں کی طرح جارجیز برورٹ۔ مابرویل۔ جیسے قتل میں بھی متیا کر سکتا تھا۔ اگر میں چاہتا تو میں دفعہ بوروبون شاہ زادے مشکیں گئے ہوئے زندہ یا مقتول میرے سامنے لائے جابچکے ہوتے۔ لیکن ایسی مذموم سازشوں سے تو مجھے ہمیشہ سے نفرت ہے۔ لیکن میں جب یہ بات دیکھتا ہوں کہ ان شاہ زادوں نے ہمارے ہزاروں ساتھیوں کو بلا تحقیقاتِ خلافتِ قانونی سے خارجِ مشترک کر دیا ہے تو مجھ کو جوش آ جاتا ہے۔ کیا یہ بات سپاہ کو معلوم ہے؟۔ کیوں۔ بیرن فلیوری۔“

” اس پر میں نے شاہنشاہ کو جواب دیا۔ جہاں پناہ! بعض کوتاہ اندیشوں نے سپاہیوں سے یہ بات کہہ دی ہے کہ بھائی ہم لوگ تو خلافتِ قانونی سے خارج کر دیے گئے ہیں۔ اور بوروبون بادشاہ کی طرف سے شاہنشاہ کو قتل کرنے کے لیے اُس کے باڈی گارڈ کے جوان متعین ہوئے ہیں۔ اس پر سپاہیوں نے قسین کھالی ہیں بلکہ وہ ان بد معاشوں کو کسی طرح امان نہ دیں گے۔“

یہ سن کر شاہنشاہ نے کہا: یہ بڑی خراب بات ہوئی۔ میں اس بات کی

ہرگز اجازت نہ دوں گا۔ میری بڑی خواہش یہ ہے کہ کسی فرانسیسی کی جان ضائع نہ ہو۔ اور ایک توپ یا بندوق کا فیئر نہ ہو۔ لہذا ضروری ہے کہ میں سپاہیوں کو روکنے کی فکر کروں۔“

چنانچہ شاہنشاہ نے فوراً اپنے ہر اول کے جنرل جبریل کو لکھا: —
 ”مجھے خبر ملی ہے کہ تمہارے سپاہیوں کو اُن اعلانوں کے مضمون سے آگاہی ہو گئی ہے جو پیرس سے بوربون بادشاہ نے جاری کئے ہیں۔ اور انتقام لینے کی نیت سے سپاہ نے یہ عزم کر لیا ہے کہ ماسیان بوربون کو قتل کر ڈالیں گے۔ جنرل! دیکھو جس شخص سے تمہارا مقابلہ ہوگا۔ وہ تمہارا ہم وطن فرانسیسی ہوگا۔ جس تم کو سخت ممانعت کرتا ہوں کہ ایک بندوق بھی فیئر نہ ہو۔ اپنے سپاہیوں کے غصہ کو فرو کر۔ اور جن اخبار سے سپاہ کو اشتعال ہوا ہے اُن کی تردید کرو۔ اور اُن سے یہ بھی کہہ دو کہ اگر اُن کے اسلحہ فرانسیسی خون سے رنگے ہوں گے۔ تو میں پیرس میں قدم نہ رکھوں گا۔ اس کے بعد اُس نے جنرل کیسبرون کو لکھا: —

”جنرل! میں نے تمہارے سپردہ ہم کی ہے۔ جو میری تاملی مہمات میں ہے زیادہ اہم اور نامی ہے۔ سب فرانسیسی میرے انتظار میں بے قرار ہیں۔ تم کو ہر مقام پر دوست ملیں گے۔ دیکھو ایک بندوق بھی فیئر نہ ہونے پائے۔ اپنے تاج کے مول میں۔ میں فرانسیسی خون کا ایک قطرہ بھی بنانا نہیں چاہتا۔“

اگسیر سے فان ٹن بلو پچھتر میل ہے۔ ۱۹ مارچ۔ کوپولین اُدھر روانہ ہوا۔ کوپولین کھلی ہوئی گاڑی میں سفر کر رہا تھا۔ اور صرف دو گاڑیاں اور اُس کے ہمراہ تھیں۔ یعنی جنرل ڈروٹ کی گاڑی آگے تھی اور بیرن فلیوری کی گاڑی پیچھے تھی اور چند پولیڈ کے لائسنس سوار گاڑیوں کے ہمراہ تھے۔ فوج بہت پیچھے کئی گھنٹے کی مسافت پر آرہی تھی۔ کوپولین کو شاہی رجمنٹ کے سواروں کے پُرسے آتے ہوئے

ہلے۔ انہوں نے بوربون سرداروں کو چھوڑ دیا تھا اور تین رنگ کی کلخیاں ٹوپوں پر لگائے اور تین رنگ کا جھنڈا بلند کئے ”نپولین زندہ ملاد“ کے نعرے مار رہے تھے۔ تیزی سے اپنے جائز بادشاہ سے بل جانے کو بڑے پلے آرہے تھے۔ اُن کو دیکھ کر نپولین گاڑی سے اتر پڑا اور سچی شفقت سے اُن سے باتیں کرنے لگا اور اس توجہ سے ان سواروں کا جوش و خروش دوبا لا ہو گیا۔ پھر تمام رات سفر کرنے کے بعد چار بجے صبح کے قریب نپولین فان ٹن بلو ہونچا۔ اُس کو اطلاع دے سبے دی گئی تھی۔ کہ اس موقع پر بڑی احتیاط کرے کیوں کہ بوربون بادشاہ کی دو ہزار فوج جنگل میں شتین تھی۔ لیکن نپولین نے اس کا عجیب و غریب جواب دیا۔ یعنی اُس نے آسمان کی طرف اُنکلی اٹھا کر کہا ”جو کچھ ہونا ہے وہ تو پہلے سے لوح محفوظ میں لکھا جا چکا ہے“

نپولین خاموشی سے خیال میں ڈوبا ہوا بارغ میں برابر ٹٹلتا رہا۔ اس وقت رات کی اندھیری چھائی ہوئی تھی اور یہ وہی مقام تھا جہاں اس سے پہلے نپولین کے ساتھ بڑے بڑے رفیقوں نے غداری کی تھی۔ اور اُس کو ایسا رومانی صدمہ پہونچ چکا تھا۔ کہ گویا انسان کی طاقت اُس کو برداشت نہ کر سکتی تھی۔ اور وہ سلطنت سے دست کشی کرنے پر مجبور ہوا تھا۔ پھر وہ کتب خانے میں گیا جہاں برسوں جو زیفایں کے ہم راہ فرانس کی ترقی کی افکار میں مصروف رہ چکا تھا۔ اس کے بعد وہ اُس کمرے میں چلا گیا جہاں ایک سال قبل وہ سخت علیل ہوا تھا اور اُس کے زوال کے منظر پیش آئے تھے۔ پھر نپولین ایک پانگ پر لیٹ کر سو رہا۔

جس وقت نپولین فان ٹن بلو کے جنگل میں داخل ہو رہا تھا لوئی ہیچیم یہ دیکھ کر کہ نپولین کا بڑے جوش و خروش سے استقبال ہو رہا تھا نہایت سرگم اور پریشان ہو کر اپنی گاڑی میں سوار ہوا اور انھیں متحدہ بادشاہوں کی طرف فرار ہوا جن کی خون ٹپکتی ہوئی سنگینوں کی مدد سے وہ فرانس کے تخت پر چلا لایا تھا۔

ورائے نے پھر یورپ کے جابر بادشاہوں سے التجائی کہ اپنی فوجوں کا سیلاب فوجوں
برباد کرنے اور خون بہانے کو روانہ کریں۔ یورپ کے غارت گرد بادشاہوں نے اپنی فوجوں
ہمراہ کیا۔ اور آسٹریا کے تلج داروں کے لئے ٹوہ نہایت ہی مرغوب کام تھا۔ اور
ہنگری اور پولینڈ میں حقوق رعایا کو پامال کر کے انھیں اس کام میں خوب مشغول کر دیے تھے
لیکن جب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ”پارلیمنٹ والا آزادی پسند انگلستان بھی اپنے لہراء
کے دباؤ سے اس مذموم کام میں شریک ہوا تو ہر شخص کا غصے سے چہرہ سُرخ ہو جاتا ہے
دوسرے دن دو پہر کے قریب پولینڈ پھر گاڑی میں سوار ہوا۔ اور پیرس کو چلا۔
اور غالباً اس بے نظیر ہم کا سب سے زیادہ انوکھا منظر پیش آیا۔ میلن میں جو خانہ بنوا اور
پیرس کے وسط میں واقع ہے یورپوں کی طرف سے تجویز ہوا تھا۔ کہ آخری مقابلہ کیا جائے
اور ایک غیر مسلح شخص پولینڈ کو روکا جائے۔ چنانچہ میلن میں قومی کارڈ۔ والنٹیر اور دیگر
افواج جمع ہوئیں جن کی تعداد ایک لاکھ کے قریب تھی۔ شاہی افواج تین قطاروں
میں آراستہ کی گئی تھیں۔ اور خالی مقامات اور بازوؤں پر توپ خانے بجائے گئے
تھے۔ اور مرکز میں بڑی فوج پیرس کی سڑک کا رستہ بند کئے ہوئے تھی۔ اس فوج کا
سید سالار ڈیوک آف پیری تھا۔ خانہ بنو سے میلن آتے ہوئے آنے والا ایک
جنگل کوٹے کے ایک اونچی پہاڑی پر برآمد ہوتا ہے جہاں سے سامنے کا میدان صاف
نظر آتا ہے۔ لیکن نیچے والے لوگوں کو آنے والا معلوم نہیں ہوتا۔

پولینڈ ایک معمولی شہری کے لباس میں گاڑی پر سوار ہوا۔ کوئی سپاہ اُس نے
ساتھ نہ لی اور اس زبردست فوج کے مقابلے کو چلا۔ یورپوں بادشاہ کی فوج سکوت کے
عالم میں کھڑی تھی۔ لیکن بینڈ باجے بج رہے تھے اور پُرانی بادشاہت کے نئے جوش
ولائے کو بجائے جاتے تھے۔ آخر کار وہ پہرے کے قریب گھوڑوں کے ٹھوں کی مدد سے آواز
سنائی دی۔ اور چند سواروں کے پیچھے ایک کھلی ہوئی گاڑی نظر آئی۔ اور جنگل سے برآمد

ہرکہ پہاڑی کے نیچے جلد جلد اترنے لگی۔ اور سپاہیوں نے اپنے محبوب شاہنشاہ کو اُس کی کلخی دار ٹوپی اور سنبورے کوٹے پہچانا۔ اور شاہی فوج میں باس سرے سے اُس سرے تک ایک گہرا سناٹا ہو گیا۔ اور پھر ایک بھنبھناہٹ پیدا ہوئی۔ گاڑی جلد جلد قریب آتی جاتی تھی۔ نپولین گاڑی میں کھڑا ہو گیا۔ اُس کے ساتھ حفاظت کا کوئی سامان نہ تھا۔ وہ سانسے کو ہاتھ پھیلائے ہوئے تھا۔ گویا کہ وہ کسی کو بغل گیر کرنا چاہتا تھا۔ اب سپاہیوں کا رُک کا ہوا جوش ایک دم سے اُبل پڑا۔ اور ہر ایک صف سے ”شاہم زندہ ماناؤ“ کے نعرے پے درپے بلند ہونا شروع ہوئے۔ معلوم ہوتا تھا کہ بادل گرج رہے ہیں۔ اور آسمان پھٹا جاتا ہے۔ اسی حال میں شاہنشاہ کا کارڈ بھی پہاڑی پر نمودار ہوا۔ اور اُس نے اپنے پر جموں کو ہوا میں جلوہ دے کر شاہنشاہ نپولین کے آگے بڑھنے کا مینڈاجہ شروع کیا۔

بوربوں بادشاہ کی فوج میں ترتیب کا خاتمہ ہو گیا اور صفیں ٹوٹ کر نپولین کی طرف پروانہ دار دوڑیں۔ نپولین بھی گاڑی سے کود پڑا۔ اور اُن کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ طرفین کے سپاہی ایک دوسرے سے بجائیوں کی طرح بغل گیر ہوئے۔ اور نعرے مارنے اور روتے جلتے تھے۔ بوربوں کے افسر یہ تماشہ دیکھ کر بدحواس ہو گئے۔ اور شاہی خاندان سے تعلق رکھنے والے چند سواروں کو ہمراہ لے کر پریشانی سے فرار ہوئے۔ نپولین پیرس کی طرف روانہ ہوا۔ اور اُس کے ہمراہ سپاہیوں اور شہریوں کا ایسا ازدحام تھا کہ شمار نہ ہو سکتا تھا۔

تیزی سے مینڈاجوں کے آگے آئے ٹوٹ کر ہوا نپولین ٹوٹے شب کو پیرس میں داخل ہوا۔ اُس کے ہمراہ چند سوار ہاتھوں میں شعلیں لئے ہوئے تھے۔ سڑکوں پر مخلوق کا انہوہ تھا اور خوشی سے نعرے مار رہا تھا۔ کانگلڈ کے پُل کو عبور کر کے اور لٹائی ریز کے گھاٹ کو پار کر کے نپولین لاؤری کی غراب میں ہوتا ہوا ایلیون

کے صحن میں داخل ہوا۔ اور یہاں اپنے جاں نثار دوستوں کے گرد وہ کو جسبح پایا
بو خوشی سے دیوانے ہو رہے تھے۔

ایلی سن صاحب لکھتے ہیں۔۔۔ جس وقت نپولین کی گاڑی رکی تو اُن لوگوں نے
جو دروازے پر کھڑے تھے اُس کو ہاتھوں ہاتھ اٹھالیا۔ امدنخروں سے ہواگو بنجے
لگی۔ اور افسروں کی جماعت کے درمیان۔ سروں سے اونچا اٹھائے ہوئے بڑے
نیشے پر چڑھ گئے۔ اور دعوت کے کمرے میں اُس کو پہنچا دیا۔ جہاں دربار کی عالی مرتبہ
لیڈیاں زرق برق لباس پہنے اور پھولوں کے گلہ سے ہاتھوں میں لے اُس کی منتظر
تھیں اور اُس کو دیکھتے ہی خوشی سے باغ باغ ہو گئیں اور اُس کے رُخساروں۔
ہاتھوں۔ اور لباس کے بو سے لینے لگیں۔ کچھ عجب عالم سترت و شادمانی تھا
کہ تاریخ میں ویسا کینن مذکور نہیں ہے۔

یہیچے میں دن میں سات سو میل کی مسافت طے کر کے وسطِ فرانس میں
کو پکڑا ہوا نپولین بڑی کامیابی اور شادمانی سے پیمبر پیرس میں آ پہنچا اور اپنے
نوی لرنیک کے ایوان میں داخل ہو گیا۔ رستے میں کوئی شہر یا قریہ ایسا نہ تھا جہاں سپاہ
اور جمہور نے سترت کا اظہار نہ کیا ہو۔ اور بڑے جوش سے اُس کا استقبال نہ ہوا ہو
نپولین نے تنہا۔ غیر مسلح تین کروڑ باشندوں کی سلطنت پر حملہ کیا اور عجب جلتے تھا کہ وہ
کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہ بہا۔ اور اُس نے تمامی افواج کو جو اُس کے مقابلہ میں بھیجی
گئیں فتح کر لیا اور نپولین انوکھا شاہنشاہ تھا کہ رعایا کے جوشِ محبت نے بوبرہوں بادشاہ
کو ایسا حواس باختہ کیا کہ نپولین کا مقابلہ کرنا تو چہ معنی وہ نپولین کے پیرس پہنچنے سے
پہلے ہی فرار ہو گیا۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ کیا ایسے حملے اور ایسی فتح کی دنیا کی تاریخ میں
کوئی اور بھی مثال موجود ہے؟ اور کیا آئندہ توقع ہو سکتی ہے کہ ایسی نظیر پھر بھی پیش
آئے گی۔ پس نپولین کے جائز بادشاہ ہونے کی اس سے زیادہ روشن دلیل اور کیا

ہاتھوں سے چھپا کر ایسا رویا کھینچ لی گئی۔ پھلی باتیں اور پچھلے کارنامے اُس کو یاد آئے۔ اور بچوں کی طرح ہلکے ہلکے اور سسک سسک کر وہ زار زار رو یا۔ یہ حالت ایسی نہ تھی کہ دیکھنے والوں پر اثر نہ ہوتا۔ چنانچہ تہامی افسر بھی رونے لگے۔

متحدہ بادشاہوں نے ایسی دغا بازی سے کہ انھیں کی شان کے شایاں تھی بچا کر مرآت کو اُس تک حرامی کی جو اُس نے پولیس کے ساتھ کی تھی اجرت نہ دی۔ فرانس کے بوربون خاندان نے اس غرض سے کہ موروثی بادشاہت کا اصول بچتے ہو جائے۔ یہ عزم کیا کہ کچھ ہی ہو لیکن مرآت کو تخت سے اتار دیا جائے۔ اور پولیس میں پُرانا بوربون فرماں روا مقرر کیا جائے۔ رہے متحدہ بادشاہ تو انھوں نے جمہور سے کوئی عہد نامہ کبھی ایسا نہ کیا جس کو اپنے مطلب کے وقت جائز قرار دیا ہو۔ انھوں نے ان عہد ناموں کی کبھی پرواہ ہی نہ کی۔ چنانچہ مرآت کے متعلق یہ کہنا شروع کیا کہ مرآت تو اپنے مطلب سے ہمارا اشتراک ہوا تھا۔ اُس نے ہماری مدد ہی کیا کی۔ اور بوربون بادشاہ۔ انگلستان اور آسٹریا نے ایک مخفی کمیٹی کر کے یہ طے کر لیا کہ مرآت پولیس سے نکالا جائے اور لاہور فرڈی مینڈا در اُس کی بدنام ملکہ بھال کی بجائے۔ اس طرح فریب خوردہ احمق مرآت کو انھیں نے نظر سرج سے محروم کرنا چاہا۔

مرآت کو یہ خیال ہو ہی رہا تھا کہ طوفان ٹوٹنے والا ہے جبکہ ہم۔ مارچ ۱۸۵۷ء کو گجایک خبر ملی کہ پولیس کنیس (میں ایسا سے اگر جاز سے اُتر رہے۔ اس وقت اپنی ملکہ کے ملاقات کے کمرے میں مرآت اپنے جنرلوں اور افسروں کے

(۱۱۵)

درمیان تھا۔ اس خبر سے اُس کو ایسی خوشی ہوئی کہ چہرہ شگفتہ ہو گیا اور اُس کو از سرفرو اُمید پیدا ہوئی۔ اور بڑی کوتاہ اندیشی سے پولیس کا مشورہ لئے بغیر اُس نے متحدہ بادشاہوں پر حملہ کرنے کا قصد کیا۔ اُس کو اُمید تھی کہ اُس کے فوراً کارروائی کرنے سے اُس کی گزشتہ تقصیر کی تلافی ہو جائے گی۔ و در اُس نے اُس کو بہت سمجھایا۔

لیکن پھر بھی مرآت پر زور دیا گیا کہ متحدہ بادشاہوں کی دس لاکھ سپاہ کے سینے اُس کی پیش نہ چلے گی۔ لیکن اُس نے کچھ پروا نہ کی۔ اور افسوس۔ اگر مرآت فراتقل کرتا تو شاہنشاہِ نپولین کے مشورے اور مدد سے بڑے بڑے نتیجے نکل آتے لیکن اُس نے وقت سے پہلے یورش کر دی۔ اور دشمن کی کثیر الشعداد افواج سے شکست کھائی۔ اور اُس کی سب فوج کٹ گئی۔ مایوس ہو کر مرآت نے گولیوں کے طوفان میں گھس کر موت کو تلاش کیا لیکن موت نہ آئی۔ اور مجباً لڑا کہ وہ کہنے لگا۔ ”سیرے گولی نہیں لگتی۔ اور مجھ کو موت نہیں آتی“ آخر کار وہ بھاگ کر اپنے محل کو آیا اور اپنی ملکہ سے کہنے لگا۔ ”کیروا این۔ سب خاتمہ ہو گیا۔“

۱۱۔ کوہستان اپنی نامتوس۔ ملک الہی کے اندر پہاڑ کا ایک سلسلہ ہے۔ مترم ۱۲۔

لیکن یہ کیرولاین تو نپولین کی بہن تھی۔ کہنے لگی۔ ”نہیں سب ماتمہ نہیں ہو گیا۔ ہم اپنی آبرو کو بچائیں گے۔ مصیبت میں استقلال شرط ہے۔“

ادھر نپولین تو بڑی شاد کامی سے پیرس کی طرف بڑھا چلا آ رہا تھا لیکن مرات ایک ماہی گیر کے بھیس میں نیپلس سے بھاگ رہا تھا۔ اور وہ فرانس کو پہنچا۔ مگر چونکہ نپولین کو پھر دوبارہ بہت جلد زوال ہو گیا مرات کو متواتر بھاگنا پڑا اور اُس کا خود بارہا شاہوں نے ہر مقام پر تعاقب کیا۔ کئی ہفتے تک وہ بھیس بدلے ہوئے آوارہ پھرتا رہا۔ طرح طرح کی مصیبتیں اٹھیلیں۔ نپولین بھی سینٹ ہلینا جا رہا تھا۔ اور مرات نے نیپلس کے تخت پر قبضہ کرنے کی ایک اور بڑی دلیل انہ کو شیش کی لیکن کا صیاب نہ ہوا اور گرفتار کر لیا گیا۔ اُس سے کوئی جواب نہ لیا گیا۔ اور کورٹ مارشل ہوا۔ اور فوراً سنٹوٹ کا حکم دیا گیا۔ یہ حکم مرات نے بڑے استقلال سے سنا۔ اور بیٹھ کر اپنی بیوی کیرولاین کو حسب ذیل انارہ لکھا:۔

”پیاری کیرولاین۔ میرا اخیر وقت قریب آ پہنچا۔ اور چند لمحوں میں اس دارِ ناپائیدار سے میں کوچ کرتا ہوں۔ اور تم یہ وہ ہو جاؤ گی مجھے فراموش نہ کرنا۔ میرے دامن پر نا انصافی کا داغ نہیں ہے۔ میری پیاری کیرولاین! الوداع۔ میری پیاری خدا نما دُنیا کہ دکھنا دینا کہ تم میری بڑی لائق بیوی تھیں۔ دشمنوں سے تم محصور ہو اور میں تمہارے لئے کوئی ملک و دولت نہیں چھوڑتا۔ مستقل رہنا۔ مصیبت میں ثابت قدمی ہاتھ سے نہ جائے۔ یاد رکھنا کہ تم کیا ہو۔ اور تم کیا تھیں۔ اور خدا تمہارا اور مددگار ہے۔ مجھے یاد کر کے الزام نہ دینا۔ اور یقین جانا کہ مرتے وقت سب بڑا صدر مجھ کو ہی ہے کہ تم مجھ سے دُور ہو۔ میں تم کو دعا دیتا ہوں۔ بچوں کو میری طرف سے پیار کرو۔ اور مجھ کو نصیب کی یاد کو فراموش نہ کرنا۔“

اس لمحہ میں جب کہ مرآت کو دوار البقا کا سفر درپیش تھا۔ اُس نے مذہبی اہلاد کو ضروری سمجھا اور صابنہ کی رسوم ادا کرنے کے بعد اقرار کیا کہ وہ ایک سچا عیسائی متلاشی ہے پھر قتل کی طرف بڑے استعلا سے چلا۔ دو قطاروں میں سپاہیوں کی ایک کپنی بھری ہوئی بندوقیں لئے کھڑی تھی۔ مرآت نے اپنی آنکھوں پر پٹی بندھوئے سے قطعی انکار کیا۔ اور سسکا کر ان بندوقوں کو دیکھتا رہا۔ سچراپی بیوی اور بچوں کی تصویر کو جو ہمیشہ اُس کے نگلے میں آویزاں رہتی تھی اُس نے بوسہ دیا اور سپاہیوں کی طرف متحاطب ہو کر کہا: میرے چہرے کو بچا دینا۔ سینے پر گولیاں مارو۔ اور فوراً بندوقوں کی ایک بارٹھ چلی اور مرآت مژدہ ہو کر زمین پر گرا۔ اُس وقت مرآت کی اونچائیں اس کی عمر مرآت میں باوجود اسے درجے کی شجاعت کے جو تھوڑے درجے کو پہنچی ہوئی تھی بہت سی خوبیاں بھی تھیں۔ اُس نے اپنے لائق وزیر کونٹ مار برگ سے ایک تتر عجیب و غریب باتیں کیں۔ اُس نے کہا:۔

” میں سپاہی بھی رہا۔ جنرل بھی رہا۔ بادشاہ بھی رہا۔ لیکن اس سے مجھے بڑی خوشی ہے کہ کبھی میرے ہاتھ سے کوئی شخص نہ مارا گیا۔ یہ تو ممکن ہے کہ اپنے صدمہ ہاتھوں میں جب کہ اپنے رسالوں سے میں دشمن پر حملے کرتا تھا پستول کے فیر سے کوئی مجروح یا مقتول ہوا ہو۔ لیکن مجھے اس بات کا علم نہیں ہے کہ واقعی ایسا ہوا۔ اگر کوئی شخص میری آنکھوں کے سامنے خود میرے ہاتھ سے مارا جاتا تو میری طبیعت کچھ ایسی بنی ہے کہ اُس کی صورت مجھ کو کبھی نہ بھولتی بلکہ قریب سیرا تا قریب کرتی مرآت کا نام کبھی نہ مرے گا۔ اُس میں بہت عیب تھے۔ لیکن صفتیں بھی اتنی تھیں کہ لوگوں کو گرد و گرد لینے کو کافی تھیں چوں کہ وہ معمولی ذہن کا۔ بڑی محبت والا۔ تیز طبیعت شخص تھا اور اُس کے سامنے طرح طرح کے اغوا موجود تھے جو انسان کی روح کو مٹا کرنے کے لئے کافی تھے۔ تو کوئی تعجب کی بات

مرآت

نہیں کہ مرآت کے دُورِ زندگی میں کچھ بد نما وارغ ہوں۔ دُنیا کا دستور ہے کہ اغوا
 نفس کے سامان کی عدم موجودگی کو نیکو کاری شمار کرتی ہے۔ پس انسان کے
 جرم کو واقعی طور سے تو خدا ہی جان سکتا ہے اور اُسی عادلِ حقیقی کی عدالت میں
 اُن سب جنگ جو لوگوں کا انصاف ہوگا جنہوں نے یورپ میں خون کے دریا
 بہائے۔ اور وہی ایسا فیصلہ کرے گا جس کا کہیں مُرافعہ نہ ہوگا۔



باب شصت و ششم متحدہ بادشاہوں کی ظالمانہ مخالفت

لونی مسجد جم کا کرا۔ گورنمنٹ کا ترتیب دیا جانا۔ بنجمن کاسٹینٹا)

(۵۱۲)

کو نسل شاہی کا ایڈریس۔ ایکوین (کا مدرسہ۔ متحدہ
بادشاہوں میں جھگڑا۔ اُن کی پریشانی۔ ٹیلیگراف۔ ٹیلیگراف کی نصیحت۔ تقریر متحدہ
بادشاہوں کا فیصلہ۔ شاہنشاہ پولین کا حفاظت قانونی سے خارج کیا جانا۔ ولنگٹن
اور کاسلے کا توڑ جوڑ۔ برطانیہ کے ہوسٹس کامنس)
میں اختلاف۔ پولین کے ساتھ برطانیہ کے جمہور کی ہمدردی۔ متحدہ بادشاہوں
کے نام پولین کا خط۔ پولین کا یوروپ سے اپیل۔

ڈیوک آف بری کی سپاہ بوریوں جھنڈوں کو توڑ اور پامال کر کے اور اپنا جمہوری
نین رنگ کا جھنڈا اکٹرا کر کے خوشی سے نعرے مارتی ہوئی سپرین پہنچی۔ اور پولین کو
سلام کرنے کی استدعا کی۔ پولین گھوڑے پر سوار ہو کر صفوں کے ساتھ آیا اور
سپاہیوں کو اپنے گرد جمع کیا اور ہاتھ سے خاموش رہنے کا اشارہ کر کے اس طرح خطا کیا۔
سپاہیوں میں فرانس میں صرف چھ سو سپاہیوں کے ہم راہ آیا اور اس کی صرف

یہ وجہ تھی کہ مجھ کو تم پر اور مجبور پر بھروسہ تھا۔ اور وہی ہوا جس کی مجھے توقع تھی۔ اسے سپاہیوں میں تمہارا لشکر یہ ادا کرتا ہوں۔ ہمارے کازناموں کی جو کچھ شہرت ہوئی ہے وہ صرف تمہاری اور مجبور کی وجہ سے ہوئی۔ میری شان و شوکت کو صرف اسی قدر سبک کر میں تمہاری محبت کو جانتا ہوں اور اُس کی قدر کرتا ہوں۔

”سپاہیو! فرانس میں میرا ہی تخت قائم ہونے سے سب کے حقوق میں سناٹا ہو سکتی ہے۔ اب ہم کو چاہئے ہے کہ فرانس سے بوریوں کو اس لئے نکال دیں کہ وہ غیر بادشاہوں کے اور دے ہیں۔ قوم بھی ہمارے اس ارادے میں ہم کو مدد دے گی اور مجھ کو اور قوم کو صرف تمہیں پر بھروسہ ہے۔ ہماری یہ خواہش نہیں ہے کہ دوسرے ممالک کے معاملات میں دخل دیں۔ لیکن یہ بھی ہم سے گوارا نہ ہو سکے گا کہ دوسرے آئیں اور ہمارے معاملات میں مغل ہوں۔“

پیرس کے اُن کوچوں اور سڑکوں سے جو بہت دور تھے برابر نعروں کی صدا بلند تھی اور اسی حال میں نپولین کوئی لرزیکے زینہ پر چڑھ کر اپنے پڑائے کمرے میں گیا۔ لوئی ہیچدم ایسی بدحواسی سے فرار ہوا تھا کہ بہت سی مموریل جو اُس کے حضور میں پیش ہوئے تھے پیچھے چھوٹ گئے تھے۔ اُس کی آرام گاہی جس پر اپنے موٹاپے اور کم زوریوں کی وجہ سے لوئی ہیچدم بیٹھا رہتا تھا گوشے میں بہ دستور پڑی ہوئی تھی۔ اپنے مقوتے کو لوئی میز پر بھول گیا تھا جس میں اُس کے راز کے بہت سے مخفی کاغذات تھے۔ اب یہ کاغذ نپولین کے قبضے میں پہونچے۔ لیکن واہ رے حیا پرور اور نازک غیرت والے شاہنشاہ کہ اُس نے اپنے دشمنوں کے ان مخفی کاغذات کو پڑھنا گز پسنداور گوارا نہ کیا۔ اور حکم دیا کہ وہ غلافے میں فوراً سر بہ خمر کر دے اور لوئی ہیچدم کو بھیج دیے جائیں۔ ایک سردار نے نپولین کو خوش کرنے کی غرض سے لوئی اور بوریوں خاندان کے دوسرے اراکین کی چوبیہ تصویریں

نپولین کے سامنے رکھ دیں۔ نپولین نے غصہ ہو کر کہا: ”اِن کو میرے سامنے سے ہٹاؤ
میں اپنا ذلیل خیال اور کینہ نہیں ہوں۔ کہ اِن خفیف حرکتوں سے خوش ہوں“ کرتے
میں تھیں۔ صلیبیں اور پستش کی موتیں بھی تھیں۔ اِن سب کو بھی نپولین نے کمرے سے
علحدہ کر دیا اور کہا: ”فرانس کے شاہنشاہ کا کمرہ پاوریوں اور راہبوں کے صوحوں
سے مشابہ نہ ہونا چاہئے۔“

اُس نے میز پر فرانس کا نقشہ بچھلایا۔ اور یہ دیکھ کر کہ فرانس کا رقبہ خالصین نے
بہت کم کر دیا تھا اُس نے تاشکے ساتھ کہا: ”ہائے فرانس“ پھر کالن کو رٹ کی طرف
مخاطب ہوا: ”کالن کو رٹ!۔ اپنے کوچ کے دوران میں میں نے صلح کا اعلان کیا ہے
جہاں تک مجھ سے متعلق ہے میں وعدے کو پورا کروں گا۔ حالات بڑے سخت معلوم
ہوتے ہیں۔ پیرس کے عہد نامے پر میں قائم رہوں گا۔ میں اب وہ باتیں منظور کر سکتا
جو چینی کن میں قبول نہ کر سکا۔ کیونکہ اُس سے میری آبرو میں دُشمنہ لگاجاتا تھا۔ فرانس
نقصان اٹھانے پر مجبور کیا گیا۔ اور یہ فعل ہو چکا۔ لیکن اپنے بقائے تاج و تخت
کے لئے مجھے یہ زیا نہ تھا کہ فرانس کو تنگ کر دیتا۔ پس جیسا میں نے اب فرانس کو پایا
ہوئے ہی کام کروں گا۔ میں یہی چاہتا ہوں کہ اس قائم رہے۔ اور متحدہ بادشاہوں کی
بھی یہ صلیب ہے کہ شعلہ جنگ اب نہ بھڑکے۔ میں نے ملکہ کو لکھا ہے۔ اور وہ
اپنے باپ کو اس بات پر راضی کرنے لگی کہ اُس کو میرے پاس آنے کی اجازت دی جائے“
نپولین واقع میں صلح کا خواہش مند تھا۔ اور اب بھی وہ ممکن خیال کرتا تھا کہ متحدہ
بادشاہ فرانس کی خود مختاری کو تسلیم کر لیں گے۔ اگرچہ یہ ظاہر یہ بات قیاس میں آتی
تھی۔ اور اسی خیال سے نپولین کو اشد ضرورت پیش آئی۔ اگرچہ یہ بات نپولین کے
حق میں ملک تھی کہ اُس نے کسی قسم کی اپنی طرف سے جنگ کی طیارہ نہ کی۔ متحدہ
بادشاہوں کی اب بھی سیدان میں قاہرہ افواج موجود تھیں جو فرانس پر ہر وقت

مذہبی دَل کی طرح ٹوٹ سکتی تھیں۔ اس کے خلاف فرانس کی فوجیں بڑھ سکتی تھیں اور کسی قسم کے حربی سامان موجود نہ تھے۔ اگر پولینڈ نے ابھی افواج کی فراہمی کی طرف متوجہ ہوتا تو متحدہ بادشاہ تمام یورپ میں ڈیڑھی بیٹ دیتے کہ دیکھو خوں ریزی کرنے والے جاہ طلب پولینڈ نے پھر ملیاریاں شروع کر دی ہیں کہ یورپ میں خون کے دریا بہ جائیں اور اگرچہ پولینڈ کی عافیت اسی میں تھی کہ اپنی افواج کو قائم کرنا لیکن محض بدنامی کے ڈر سے وہ قطعی اس معاملے کی طرف متوجہ نہ ہوا اور اپنی صلح کی تجویز کے نتیجے کا انتظار کرتا رہا۔ اور بنگ کے لئے ملتا رہا۔ اور اگرچہ پولینڈ کے حق میں یہ بات ستم قاتل تھی لیکن وہ مجبور تھا۔ اور ایسی سخت پریشانیوں میں پڑ کر پولینڈ کو متحدہ بادشاہوں کے فیصلے کا انتظار کرنا پڑا۔ پولینڈ نے نئی گورنمنٹ کو بہت جلد ترتیب دیا اور قوم نے اُس کو پسند کیا۔ بشیر سلطنت بڑے لائق فائق شخص تھے۔ اُن کی شہرت اور حسن تدبیر اور جمہوری خیرو خواہی سے سب آگاہ تھے۔ ان شیروں نے قوم کی طرف سے ایک ایڈریس لیا کر کے شاہنشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ لکھا تھا: ”جہاں پناہ۔ شاہنشاہ کو قوم پھر اپنا فرمان روا بتاتی ہے اور اس سے قوم کے حقوق پھر قائم ہوتے ہیں۔ شاہنشاہ جائز فرمان روا ہے (۵۱۳) کہو کہ جس اصول سے وہ شاہنشاہ کیا گیا ہے وہ اصول جمہور کا قائم کیا ہوا جائز اصول ہے۔ اور گزشتہ پچیس سال سے اُس پر عمل درآمد ہوتا رہا ہے۔“

پولینڈ نے جواب میں کہا: ”بادشاہ سلطنت کے صرف اول درجہ کے شہری ہوتے ہیں۔ اور قوم کے اغراض و مقاصد کے موافق اُن کے اختیارات کم و بیش وسیع ہوتے ہیں۔ خود فرمان روائی جو موروثی کہلاتی ہے اُس کی وجہ یہی ہے کہ قوم کے مقاصد کو اُس کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس متذکرہ بالا اصول کے سوا مجھے اور کسی کو اجازت علم نہیں ہے۔“

بجین کاٹسٹینٹ بڑا لائق فرانسیسی تھا۔ اور جمہوری فرقہ میں نہ ویسا کوئی منشی تھا نہ ویسا فصیح و بلیغ مقرر تھا۔ جب قوم کی خواہش کے موافق پولینڈ نے وہ

اختیارات اپنے ہاتھ میں لے جن کے لئے بنیفرانس اپنی خود مختاری کو یورپ کے خود سر بادشاہوں کے مقابلہ میں قائم نہ کر سکتا تھا۔ تو یہ جیمز کانسٹیٹنٹینولین کا مخالف ہو گیا۔ لیکن جب معاملات کی حالت کو دیکھا تو اُس کو تجربہ ہوا اور اُس کی رائے پلٹ گئی۔ یعنی اُس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ خود سر فرماں روائی نے غلبہ پایا۔ دوسرے غیر بادشاہوں نے یورپوں بادشاہ کو فرانس کے تخت پر جبر یہ بٹھالا۔ اور پھر فرانسیزیوں نے غیظ آلود ہو کر یورپوں بادشاہ کو فرانس بدر کیا۔ چنانچہ جیمز کانسٹیٹنٹینولین کا شریک ہو گیا۔ نہولین نے اُس کی پُرانے دوست کی طرح خاطر کی۔ اور نہایت بے تکلفی اور صفائی سے کہا۔ جمہور کی غیر طبعی نے اُس کو اعلیٰ اختیارات اپنے ہاتھ میں لینے پر مجبور کیا تھا۔ اور یہ ایسا واقعہ تھا کہ ثبوت کا محملہ تو نہیں تھا کہ نہولین نے اس موقع پر اُس کو ثابت کیا۔

چنانچہ اُس نے کہا:۔ ”جب میں نے غنائ حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو میرے قدموں پر آگری۔ جو نکلے تم نے مخالفت کا قصد کیا تھا۔ تم کو یہ بات یاد ہو گی۔ اُس وقت تمہاری مدد کہاں تھی۔ اُس وقت تمہاری طاقت کہاں چلی گئی تھی۔ کہیں نہیں۔ جتنے اختیارات قوم مجھ کو دینا چاہتی تھی میں نے ان اختیارات سے کم لئے۔ جب میں ایلیا سے واپس آیا تو ہر مقام سے جمہور دوڑے۔ میرے پاس آئے۔ مجھے تلاش کیا۔ اور مجھے سلام کیا۔ کینس سے پیرس تک میں منہج کرتا ہوا نہ آیا۔ بلکہ ملک کا انتظام کرتا ہوا آیا۔ جیسا کہ رہے ہیں کہ میں صرف فوج ہی کا بادشاہ نہیں ہوں۔ بلکہ میں تو کسانوں اور عامی جمہور کا شاہنشاہ ہوں۔ اور ان کے میرے درمیان الفت و جھڑ رومی ہے۔ اُمراء کے ساتھ میرا یہ حال نہیں ہے۔ اُمراء نے میری خدمت کی ہے۔ اور وہ میرے ایوان میں ہجوم کے ہجوم جمع ہوئے ہیں۔ کوئی ایسا عہدہ نہیں جو انہوں نے قبول نہ کیا ہو۔ مانگا نہ ہوا اور اُس کی بابت التجانہ کی ہو۔ سب ہی مقام کے اُمراء کا یہ

حال رہا ہے۔ لیکن میرے اور اُن کے درمیان ہمدردی نہیں ہے۔ اس سرکش لکھوٹے نے اس لئے کام دیا کہ وہ تربیت یافتہ تھا لیکن ساتھ ہی اس کے میرے خوف سے وہ کانپتا بھی تھا لیکن جمہور آمد میں تو ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں میں کون ہوں؟ جمہور میں سے ہوں۔ میری بات اُن کے دلوں پر اثر کرتی ہے۔ میری اور جمہور کی طبیعت ایک واقع ہوئی ہے۔ وہ مجھ کو اپنا معین سمجھتے ہیں۔ اور اُمرا کی غلامی سے آزاد کرنے والا جانتے ہیں۔ مجھے صرف ایک اشارہ کرنا پڑتا ہے۔ یا اپنی جگہ بلبلی پڑتی ہے۔ اور اسی کے ساتھ اگر اشارہ کر دوں تو تمامی صوبہ جات میں اُمرا کا قتل عام ہو جائے۔ لیکن میں طوائف الملوک کی کامیوں کا باوخواہ ہونا پسند نہیں کرتا۔ معاملات پر عام طور سے مباحثے ہونا۔ آزاوی سے اراکین کا انتخاب ہونا۔ جواب وہ وزیر کی تقرری۔ مصلح کی آزاوی۔ غرض وہ کون سی ایسی بات ہے جس کو میں پسند نہیں کرتا۔ خصوصاً مصلح کی آزاوی تو میرا عین مدعا ہے۔ مصلح کا دم بند کرنا اور اس کی آزاوی کو روکنا حاکمت ہے۔ میں تو جمہور کا آور وہ ہوں۔ اور اپنی خوشی کا پل میں جمہور کی آزاوی کو براہ کرنا نہیں چاہتا۔ اب میری صرف ایک رسالت اور باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ فرانس کو کچھ سے اُبھاروں اور نہایت ہی پسندیدہ طرز حکومت اُس میں قائم کر دوں۔ میں مصلح اور امن چاہتا ہوں۔ لیکن فتوحات کے زور سے میں امن قائم کرنا نہیں چاہتا۔ کیوں کہ میں دیکھ رہا ہوں بڑا جھگڑا بڑھ جائے گا۔ اور بڑی طولانی جنگ ہوگی۔ اور اُس جنگ کو قائم رکھنے کی غرض سے قوم کو مجھے مدد دینا پڑے گی۔

۱۵۔ ابن سائکلو پیڈیا اریٹھا۔ میں پولین کے متعلق نہایت انصاف کے ساتھ ایک مضمون ہے اور غیر طرفدار شخص اُس کو پڑھ کر ضرور داد دے گا۔ مضمون سے ذرا سا اقتباس ذیل میں نقل کیا جا چکا ہے۔

”پولین کے متعلق ہماری رائے میں اب جو رائے قائم کی جاسکتی ہے وہ ذیل کی مدتیں قائم کی جاسکتی ہیں۔“

نپولین نے اب انتظامِ سلطنت کے متعلق پہلا کام ایسا کیا کہ اُس کے تمام کارکنوں میں انوکھا شمار کیا جاتا ہے یعنی اُس نے ہر ایک صوبے اور محکمے میں راسے دینے والوں کے علاقے قائم کئے اور عثمانِ حکومت ہاتھ میں لینے سے قبل اُن کی راسے طلب کی کہ آیا وہ شاہنشاہ ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اور اگرچہ اُس کی فرماں روائی کے متعلق مجلسِ سلطنت نے ایک گشتی حکم صوبہ ذیل جاری کر دیا تھا۔ اور نپولین کو قوم سے راسے لینے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن اُس نے راسے لینے پر سخت اصرار کیا۔ مجلس نے حکم جاری کیا تھا:۔

” ۲۵۔ مارچ ۱۸۰۷ء۔ مجلسِ سلطنت اپنا کام اپنے ہاتھ میں لینے سے پہلے اپنا فرض یہ سمجھتی ہے کہ اپنے اصولوں سے فرانس کو مطلع اور آگاہ کر دے۔“

” حکومتِ جمہور کی ہے۔ اور وہی جائز فرماں روا ہیں۔ ۲۹۔ ستمبر ۱۸۰۷ء میں قوم نے اپنے حقوق کو منسوخ کیا تھا۔ اور یہ وہ حقوق تھے جن پر فاضلوں نے ایک مدتِ مدید

آ۔ کیا وہ فاضل تھا۔ یہ فاضل ہونے کا الزام نپولین پر لیسے دو فریقوں نے لگایا ہے جن میں خود باہم بڑا اختلاف ہے۔ یعنی ایک فریق تو وہ ہے جو بورجوازی جیسے بادشاہوں کا جن کو تاج و تخت وراثتاً پہنچتا ہے حامی ہے اور یہ فریق نپولین کے عالی شان کارناموں کو جنرل منگ سے مشابہہ بتاتا ہے۔ گرامر کا میں خصوصاً ۱۸۰۷ء کے درمیان ہم کو اس معاملہ پر بحث کرنے کی حجت نہیں ہے۔ دوسرے فاضل ہونے کا الزام بعض جمہوریوں نے بھی لگایا ہے۔ لیکن یہ بات

ع۔ جنرل منگ۔ انگلستان کا بادشاہ چارلس اول۔ جب قتل کر دیا گیا تو ۱۸۰۷ء تک انگلستان میں کراہی اور اُس کے بیٹے نے ایک محافظہ سلطنت کی صورت میں حکومت کی۔ لیکن آخر میں رعایا بے چین ہوئی اور چارلس اول کے بیٹے کو جو جلا وطنی میں تھا واپس بلائے اور بادشاہ کرنے کی تجویز کی۔ اس زمانہ میں جنرل منگ اسکاٹ لینڈ کی افواج کا جنرل تھا۔ چنانچہ اسی نے خط و کتابت کر کے چارلس دوم کو جلا وطنی سے واپس بلایا اور ۱۸۰۷ء میں چارلس دوم۔ انگلستان کے تخت پر بیٹھا۔ ۱۲۔ مئی ۱۸۰۷ء۔

سے قبضہ کر رکھا تھا۔ اور اُن کا کچھ احترام نہ کیا تھا۔ قومی مجلس نے خود سر حکومت کا
 قلعہ کیا۔ اور ایسی حکومت قائم کی کہ جس میں جمہور کے دُکلاء کام کریں۔ اور جمہور
 بادشاہ نے جب جمہور کی خواہشوں کا مقابلہ کیا تو اُس کو زوال ہوا اور فرانس سے
 وہ نکل دیا گیا۔ کچھ ایک ہی دفعہ نہیں بلکہ قوم نے مکرر اپنے طریقے پر حکومت کی دفع
 قائم کی جس سے اُس کے دُکلاء انتظام کرتے ہیں۔ وہ حسب ذیل ہے:-

۱۔ ۱۷۹۹ء میں نپولین بونا پارٹ جس کو فتوحات بادشاہ بنا چکی تھیں قوم کی رے
 سے سردار بنایا گیا۔ اور اُس کو کانسٹنٹن کا خطاب دیا گیا۔

۲۔ ۲۰ اگست ۱۷۹۹ء کو سینٹ کی تجویز اور اُس کے گشتی اعلان کی رُو سے
 بونا پارٹ نپولین تمام عمر کے واسطے کانسٹنٹن مقرر کیا گیا۔

۳۔ ۱۸ مارچ ۱۸۰۴ء کو نپولین سینٹ کے اعلان کے بموجب شاہنشاہ بنایا گیا (۱۸۰۴ء)
 اور یہ پائاکہ اُس کی اولاد کو تخت وراثت پہنچے گا۔

ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں کہ جب تک نپولین نے غائب حکومت اپنے ہاتھ میں نہ لی تھی فرانس میں کوئی
 جمہوری حکومت قائم نہ ہونے پائی تھی۔ پس ہم کو اب یہی سوال کرنا باقی رہ جاتا ہے کہ آیا فرانس کا
 سیلان خاطر جمہوری حکومت کی طرف تھا یا نہ تھا اور اس صورت میں کہ نپولین کے نزدیک ایسی
 جمہوری حکومت فرانس میں استیصال کے ساتھ قائم ہو سکتی تھی اس کو مدد دینا چاہیے تھا یا
 نہ تھا۔ وضع حکومت جس شے کا نام ہے خواہ وہ کسی قسم کی جو قومی عادات و صفات اور حالات
 ملکی کے اعتبار سے جو مقدم امور میں ایک ذیلی اور تابع چیز ہے اور وضع حکومت قومی عادات
 و صفات اور ملکی خصوصیات کے ہمیشہ ماتحت ہے۔ چنانچہ نئے تمدنی رشتوں کے قیام و تبیل
 توجہ رکھنا نپولین کو ضروری تھا۔ پس اگر جمہوری حکومت انصاف۔ خالصتِ جان و مال۔
 اندرونی امن و چین یا قومی آزادی کا خون ہوتا تھا تو جمہوری حکومت کو ہرگز ترجیح نہ دینی چاہیے
 تھی۔ اور ہم کو یقین ہے کہ صاحب الزماں اور محمد دار آدمی اب ہرگز یہ نہیں کہہ سکتے کہ نپولین

(نپولین کی حکومت کا نتیجہ)

”متذکرہ بالائینوں اہم واقعات قوم کی متفقہ رائے سے عمل میں آئے۔ چالیس لاکھ آدمیوں کی رائے سے یہ بات منظور ہوئی۔ پس بائیس سال سے بوربون بادشاہ کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ اُن کو اُن کے معاصرین نے فراموش کر دیا۔ اُن کو ہمارے قوانین۔ افادہ گاہوں۔ عادات و خصائل۔ اور شان و شوکت سے خبر نہ رہی اور ہماری موجودہ نسل کو بوربون بادشاہ اسی وجہ سے یاد رہا کہ اُس نے غیر بادشاہوں کو فرانسیس کے مقابلے میں جنگ پر آمادہ کیا اور خود فرانسیس کے اندر بغاوت کی آگ بھڑکائی۔ اور غیر بادشاہوں نے اگر ایک مشروطہ گورنمنٹ قائم کی۔ چند اراکین سینیٹ میں جمع کئے اور اُن کے عہد و پیمان اور خواہش کے خلاف ہماری موجودہ طرز حکومت کو توڑ دیا اور ہمارے شاہنشاہی تخت کو کوٹ دیا۔ اور بوربون خاندان کو واپس بلالیا۔ شاہنشاہ نپولین کی دست کشی صرف اس وجہ سے عمل میں آئی کہ فرانسیس نازک حالت میں تھا۔ یہی حال شاہنشاہ کا تھا۔ چاروں طرف تک مراہوں کا زور تھا۔ اور پیرس و شمنوں کے حوالہ کر دیا گیا۔ دست کشی کا خاص مقصد یہ تھا کہ خانہ جنگی اور غول ریزی نہ ہو۔ چنانچہ وہ قانون جو جمہور نے منظور نہ کیا اور وہ فعل جو جمہور کی مرضی کے خلاف ہو اُس پاک معاہدہ کو جو قوم اور شاہنشاہ نپولین کے بائین ہو چکا ہے توڑ نہیں سکتا۔ اور یہ فرض محال اگر تینوں خود اپنی مرضی سے بھی دست کش ہو جاتا تو اُس کے بیٹے کے حقوق کسی طرح ضائع نہیں کئے اندرونی اور بیرونی تعلقات کو دیکھتے ہوئے اُس زمانے میں جمہوری حکومت اس کے لئے مناسب و موزوں تھی۔ اور اگرچہ ہم لوگ خود جمہوری قوانین کے پابند اور حامی ہیں لیکن باوجود اس کے ہم جانتے ہیں کہ انہوں نے جو دو بادش کے مالک اور اُن اسباب کے گمانے جو اُن کے گرد ہوتے ہیں حکومت کی وضع فرد مختلف قسم کی ہونی چاہئے۔ کچھ جمہوری حکومت ہی پر وضع حکومت ختم نہیں ہو گئی ہے۔ اور افسوس ہے کہ ایسی ہی سب سے بات کو ہزاروں آدمی اب بھی نہیں سمجھتے۔ ۱۱۔“

ہو سکتے کیونکہ قوم متفق ہو کر ملے کر چلی ہے کہ شاہنشاہ پولین کے بعد اس کا بیٹا شاہنشاہ ہو گا۔

” لوئی اسٹیفن لیس زیورڈ (یعنی لوئی ہجیدیم ہولٹ)

میں لیا اُس نے تخت پر قبضہ کر لیا۔ جمہور کو متحدہ بادشاہوں کا جو مع اپنی افواج کے موجود تھے خوف تھا اور وہ اپنی خواہش کا آزادی سے اور جائز طور سے اظہار نہ کر سکے۔ اور متحدہ

افواج کی مخالفت میں لوئی ہجیدیم تخت نشین ہوا۔ لیکن اپنے پہلے حکم پر اُس نے اپنے سنہ جلوس کا افسواں سال لکھا۔ جس سے ظاہر ہوا کہ پچھلے اُنیس سال کے طولانی زمانے

میں قوم نے جو کچھ کیا وہ محض بغاوت کا نتیجہ تھا۔ اس لئے ان ایام میں جب کہ لوئی ہجیدیم فرانس کے تخت پر متحدہ بادشاہوں کی مدد سے بیٹھا تھا جو کچھ کیا گیا قطعی ناجائز تھا اور

سراپا ظلم تھا۔ یہ تمامی کارروائیاں اس لئے اور بھی ناجائز اور کالعدم ہونا چاہیے کہ جمہور کی عزت۔ آزادی اور حقوق کا کچھ بھی پاس رکھا نہیں گیا ہے۔

” شاہنشاہ پولین اب دوبارہ اُسی تخت پر جلوس فرما ہوا ہے جس پر قوم نے اُس کو بٹھالا تھا اور اس لئے اُس کا تخت پر بیٹھنا گویا قوم کے پاکیزہ ترین حقوق کا از سر نو قائم

ہونا ہے۔ شاہنشاہ پولین اُسی اصول کے موافق حکومت کرنے کو واپس آیا ہے جس کو پچھیس سال سے قوم نے جائز قرار دیا ہے اور منظور کیا ہے اور تمامی افسران و حکام نے

بذریعہ حلف کے اپنے تئیں اُس اصول کا پابند کیا ہے اور قوم ہی اپنی خواہش اور مرضی سے اُن کو اس حلف سے سبک دوش کر سکتی ہے۔“

باوجودیکہ ایسا گشتی حکم جو ادب پر بیان ہوا جاری ہو چکا تھا لیکن پولین نے صرف اس خیال سے کہ غصب کا خیال بھی نہ پیدا ہو سکے اسی بات پر اصرار

کیا کہ اُس کی دوبارہ تخت نشینی کا سوال قوم کے سامنے پیش کیا جائے۔ فرانس میں اس وقت چار فریق تھے۔ بوربون کے طرف دار۔ آرلینٹس

کے طرف دار۔ جمہوری حکومت کے حامی اور پولین کے خیر خواہ۔ قوم سے رائے لی گئی

اور وٹس لاکھ راس کے غلبہ سے پولین فرانس کا فرماں بردار مقرر ہوا۔ اور تاہم اس کو متحدہ بادشاہوں نے معصیت کہا۔

نوی لریز کے کمروں میں ہر وقت ہجوم رہتے تھے۔ پولین سب کے ساتھ شفقت سے پیش آتا تھا۔ سینیت کے وہ اراکین جو پولین کو تخت سے اتار چکے تھے اب کانپتے ہوئے اور مخالف حالت سے پولین کے حضور میں حاضر ہوئے اور مبارک باد دی۔ پولین اُن کے ساتھ اخلاق سے پیش آیا اور کسی قسم کے غصے کا اظہار نہ کیا اور کہا۔ جو کچھ ہوا میں تاریخ کے حوالہ کرتا ہوں کہ اُس میں فیصلہ اور انصاف ہو جائے گا۔ اور خود سب باتوں پر پردہ فراموشی ڈالتا ہوں۔“

ایکوین) میں پولین نے ایسے شخصوں کی یتیم بیٹیوں کے لئے جن کو لیجن آف آئز کا اعزاز حاصل تھا ایک افادہ گاہ قائم کی تھی اور اس افادہ گاہ کے دیکھنے کو پولین گیا۔ یہ لڑکیاں جن پر پولین کی فیاضی سے بڑا احسان ہو رہا تھا پروانہ وار اُس کے گرد و حجب ہو کر اُس کے قدموں پر لوٹ گئیں اور اُس کے ہاتھوں کو بوسے دیئے اور دُعاؤں دیئے لگیں۔ اور ایسی محبت سے بھر گئی تھیں کہ رونے لگیں۔ پولین نے ایک چمچے سے اُن کے کھانے کو خود چکھا۔ اور یہ چمچ لڑکیوں نے تبرک سمجھ کر توڑ ڈالا اور اُس کے چھوٹے چھوٹے آویزے بنا کر اپنے گلوں میں پہن لئے۔ یہ لڑکیاں بالوں کے گند سے ہوئے چھلے پہنے تھیں اور ایک لڑکی نے ہمت کر کے ایک چھلا پولین کی اُٹھلی میں پنادیا۔ پھر کیا تھا اس مثال سے آدموں کو بھی جرأت ہوئی اور سب نے پولین کے ہاتھ پکڑ کر بالوں کے چھلے پولین کی اٹھلیوں میں پنادیئے۔ پولین نے کہا۔ ”لڑکیو؟۔ یہ بالوں کے چھلے نہ سمجھنا یہ میرے تاج کے جواہرات ہیں۔ اور اُن ہی کی طرح میں ان کو عزیز رکھوں گا۔“ جب شاہنشاہ گاڑی میں سوار ہونے لگا تو اب دیدہ ہو کر کہنے لگا۔

تخون نصیبی کی یہی سحران ہے میری زندگی کے یہ لمحے سب
زیادہ سسترت بخش ہیں ^{۱۱} ملہ

واینا کی کانگریس میں متحدہ بادشاہ مہینوں سے اس بات پر جھگڑ رہے تھے کہ یورپ کے مغتوبہ ممالک کو انہم کس طرح تقسیم کریں۔ دوسرے ممالک کے ایک لاکھ سے زیادہ نام ور اشخاص واینا میں یہ ناؤر تماشہ دیکھنے کو جمع ہوئے تھے۔ اور متحدہ بادشاہوں کی جلو میں اتنی ہزار آراستہ فوج موجود تھی۔ اور خود سر بادشاہوں کے جن کے قدم اب رعایا کی گردن پر تھے۔ سات سو سے زیادہ سفیر اس کانگریس میں فاخرانہ وضع سے حاضر تھے۔ اور تماشے ہو رہے تھے۔ اور نگی مباحث کی ٹھکانوں کے بعد طلبوں اور جشنوں۔ رقص و سرود اور دھوتوں سے تفریح کی جارہی تھی۔ اور میزبان کی حیثیت سے یہ بڑے مصارف آسٹریا کا بادشاہ اٹھایا تھا۔ اور شاہی سفر سے پر یوسہ ایک لاکھ پچیس ہزار فرانک کا اوسط خرچ تھا۔

(۱۱۵)

پولینڈ کی تقسیم پر پڑا جھگڑا تھا۔ یہی حال سیکنسی اور اٹلی کی تقسیم کا تھا۔ اور وہ وقت قریب آہو نچا تھا۔ کہ باجم تلوار مل جائے۔ یہی ہو رہا تھا کہ ایک قاصد نے اگر لارڈ کاسلر سے کو اطلاع دی کہ پولین ایلیا سے روانہ ہو گیا۔ ٹیلر انڈناج کے جلسے میں جانے کو بنگلہ کر رہا تھا اور یہ بنگلہ انھیں عیاش لوگوں کی وضع سے

ملہ۔ پپولین جیسے شاہنشاہ کے کارنامے میں یہ واقعات بہت خفیف وضع کے ہیں۔ لیکن مصنف ان کو لکھ لکھ کر ناظرین کو یہ دکھانا چاہتا ہے کہ یہ صفات جو شفقت اور رحم دلی کی زندہ تصویر ہیں خدا کبھی ظالم اور سفاک کو عطا نہیں کرتا۔ یہ صفات تو اسی سے ظاہر ہوا کرتی ہیں جن کے سینے میں جسم اور ہم دردی کے دریا موج زن ہوتے ہیں۔ اور ان سے ناظرین نتیجہ نکالیں کہ واقعی شاہنشاہ پولین کیسا تھا۔ ۱۲ مترجم

ہو رہا تھا جن کے درمیان ٹیلیز انڈسٹھا۔ اُس کے ہاتھ روغن سے تڑتے جو مشاطہ نے اُس کے ہاتھوں پر ڈالا تھا۔ دو حجام اُس کے بالوں میں پھٹے ڈال رہے اور انٹاں چُن رہے تھے۔ اتنے میں اُس کی بھتیجی یعنی نوجوان اور حسین شہزادی کو لئیڈ میٹرنک کا ایک رقعہ لے کر کمرے میں گھبرائی ہوئی آئی اور رقعہ کے لفافے پر لفظ ”جلدی اور معنی“ لکھے ہوئے تھے۔ ٹیلیز انڈسٹ نے بالوں میں پھٹے ڈالنے کے لوہے کے آلوں سے بنگاہ اوپر اٹھا کر دیکھا اور قاصدہ سے کہا: ”میرے ہاتھ تڑپ رہے ہیں۔ تم ہی اس لفافے کو کھول کر مضمون پڑھ دو۔“

اُس نے رقعہ پڑھا اور اُس کا چہرہ زرد ہو گیا اور کہنے لگی: ”پروردگار! یہ کیا غضب ہوا۔ پونا پارٹ۔ ایلیا سے پل دیا۔ ہاے میرے جلسے کا کیا ہو گا۔“

ٹیلیز انڈسٹ تو اس طبعیت ہی کا آدمی تھا کہ کیسے ہی تعجب کی بات ہو اُس کے چہرے پر اثر نہ پیدا کر سکتی تھی اور ایک ذرا توقف کرنے کے بعد اُس نے کہا: ”بیٹی! تم پریشان نہ ہو۔ اور تمہارا جلسہ تو ضرور ہو گا۔“

ٹیلیز انڈسٹ نے تو اپنی کُنہ شقی سے اپنے خوف کو چھپایا۔ لیکن بخت نصر کے جلسے دعوت کے دوسرے مجرمے نوشوں اور مخموروں کا یہ حال نہ تھا۔

ٹیلیز انڈسٹ خاموشی سے ہنگامہ کرتا رہا اور پھر لارڈ کاسل رے اور میٹرنک کے ساتھ کئی گھنٹے مشورہ کرنے کے بعد اُس نے کوئی ہیجڈیم کو لکھا کہ فرانس کے جمہور پر اعتبار نہ کرے۔ اور متحدہ بادشاہ سب باقی اُس کی مدد کریں گے۔

جلد بخت نصر زمانہ قدیم میں ایک عالم بادشاہ گذر رہا ہے جس نے بابل کو فتح کر کے لوگوں کو قید کر لیا۔ اُن قیدیوں میں وہانیال پنیہ بھی تھے۔ پھر اُس نسبت المقدس کو کوٹا اور سونے چاندی کے برتنوں میں جو نہ ہیئانیت متبرک خیال کئے جاتے تھے بخت نصر شراب پی۔ غرض اسی قسم کی دوسری نافرمانیوں کی وجہ سے اُس پر خدا قہر نازل ہوا اور اُس کو جنوں ہو گیا۔ سلطنت علیحدہ کر دیا گیا۔ جنگوں میں پھرتا تھا۔ اور گدیوں کی طرح لٹکتا تھا۔ ہتھکڑیاں

کسی کو یہ معلوم نہ تھا کہ نپولین کس طرف جائے گا۔ اور پانچ دن تک نہایت پریشانی اور تردد و اذیت کا سامنا رہا۔ اور نپولین کے متعلق کوئی ناخبر و موصول نہ ہوئی۔ جسے دیکھ کر اور خوشیاں یک لخت موقوف ہو گئیں۔ اور تہائی یورپ ایک ہی سوچ اور ایک ہی شخص کے خیال میں غرق ہو گیا۔ لیکن یہ ایک شخص عجیب شخص تھا جس نے ایسا جلا وطن کہ حفاظت قانونی سے خارج تھا۔ پاس ایک پیسہ نہ تھا۔ ہاتھ میں تلوار نہ تھی۔ بحر روم کی موجوں پر آوارہ تھا۔ لیکن نام میں وہ طلسم تھا کہ تہائی یورپ کے درباروں اور قہار افواج میں بدحواسی سے تامل مبر پا ہو گیا تھا۔ اس وقت کو یا یورپ میں دو طاقتیں تھیں۔ ایک تو نپولین بونا پارٹ تھا جو یکہ و تنہا تھا۔ اور دوسری طرف یورپ کے متحدہ بادشاہ اور سبھی دنیا کی ساری بڑی و بھری افواج تھیں۔

۵۔ مارچ کو متحدہ بادشاہوں کو خبر ملی کہ نپولین۔ فرانس کے ساحل پر جہاز سے اتر رہے اور جمہوری جوش کی موجیں اُس کو سپر کی طرف لئے جا رہی ہیں۔ اور کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ ہر ایک کے چہرے پر حیرت و پریشانی کی تصویر کھینچ گئی اور متحدہ بادشاہوں نے اپنے باہمی اختلاف سے دست کش ہو کر پہلے تو نپولین کی شان میں کچھ سخت و نست کلمات کہے اور پھر اپنے دشمن کے خلاف بل کر ایک ہو گئے۔ اور مشورہ کیا۔ اور چونکہ فرانس کے جمہور کو نپولین سے بے انداز محبت تھی اس لئے متحدہ بادشاہوں کو فرانس کے جمہور پر غصہ آگیا۔ ان متحدہ خود سر فرماں رواؤں نے بنی نوع انسان کے میلان و مہمان کا پاس و لحاظ نہ کر کے نپولین کو غاصب اور سفاک شہتر کیا۔ اور جمہور کی آزادی کو اپنے زور سے خاک میں ملایا تھا۔ لیکن جمہور کی اس الفت و محبت نے جو اس موقع پر ظاہر ہوئی تھی۔ جھوٹے اور کاؤب و جھوٹوں کو ایک لمحے کے لئے بند اور خاموش کر دیا۔

لیمرٹن صاحب۔ کہتے ہیں۔ ”بادشاہوں اور اُن کے وزراء کو نپولین سے

دوسری تھی لیکن اب یہ عداوت خاص فرانس کی طرف منتقل ہو گئی۔ جس نے اپنی تو
چشم پوشی یا غلامی کی وجہ سے پولین کا ساتھ دیا تھا۔ پس جب تک کہ جنگ و انقلاب کا
مرکز یعنی پولین باقی تھا صلح اور امن کا ہونا ممکن ہی نہ تھا۔ اور نہ تاج و دربار و شاہوں
ایکی خبر تھی۔ چنانچہ فرانس کے خلاف جس نے کوئی شان و شوہم کو قتل کیا اور پولین کو دوبار
تخت پر بٹھلا دیا۔ تمام یورپ کے درباروں سے ایسی جنگ کرنے کی صدا اٹھیں
انے لگیں کہ فرانس کا خاتمہ ہو جائے۔ اور یہ تجویز ہو کر فوراً فرانس کو فتح کر لینا چاہیے
اور اسے اتنی جہالت نہ دینا چاہیے کہ اپنی افواج قائم کر سکے اور اُس کے بعد ہم اُس
کو باہم تقسیم کر لیں۔ کہ اُس میں متفق ہو کر دنیا کا بوجھ اٹھائے کی قوت نہ رہے۔ اور یہ
تجویزیں معنی طور سے ہونا شروع ہو گئیں۔

بوربون بادشاہ کو فرانس کے تخت پر حیرت بٹھالنا اب نامناسب نظر آتا تھا اور
سب بادشاہوں کی یہی رائے ہوئی کہ پولینڈ کی طرح فرانس کو بھی پابند لینا چاہیے
یا کسی قابل شخص کو اپنے انتخاب سے فرماں روا کرنا چاہیے۔ اور بوربون بادشاہ کی
حمایت فضول و بے کار تھی۔

اسکندر نے کہا: میں تو جنگ سے تنگ آ گیا۔ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ اپنے
تمامی دور فرماں رواں میں اپنی تمامی افواج کو ایسے خاندان کے تخت نشین کرانے
میں مصروف ہوں کہ جس کو نہ حکومت کرنا آتا ہے نہ جنگ کرنا آتا ہے۔ اور اب
میں اس خاندان کی ہرگز مدد نہ کروں گا۔

تمامی کانگریس میں بوربون کا حامی ایک ٹیلیز انڈا باقی رہ گیا تھا جس کو صلح کی
اس خاندان سے توقع تھی۔ اور ٹیلیز انڈے نے سچ تو یوں ہے کہ حق و کالت بڑی قابلیت
سے ادا کیا۔ یعنی متواتر آٹھ واپس تک اُس نے تنہا بحث کی۔ اور یورپ کے تمام
دولتوں اُس کے خلاف ایک طرف تھے۔ اور بڑی فصاحت و قہر۔ اور ذکاوت کے

جس کی ٹیلی گرافی و شواہد اس نے برابر بحث کی اور آخر کار کامیاب ہوا۔ اور وہ ہاتھ پر ہاتھ لگاتے تھے۔ کہ آج نپولین ظاہر مقام تک گیا اور کل وہاں تھا اور جمہور یوں اور اس طرح سے اس کا خیر مقدم کر رہے ہیں۔ غضب ناک جنرل تلواروں کے قبضے ہاتھ میں پکڑتے اور درختیں کرتے تھے کہ ہم کو حملہ کرنے کی فوراً اجازت دی جائے۔ کہ ہم ایسے جمہور کو سزا دیں جو اپنا فرماں روائعہ مقرر کرنے کے حق کا دعوے کرتے ہیں۔ بادشاہ بھی جب دیکھتے تھے کہ نپولین نے فرانسیسیوں کے دلوں کو سسخر کر لیا ہے تو کہتے تھے کہ ضرور انتقام لینا چاہئے۔ لیکن ٹیلی گراف انڈاؤن کے غصے کی آگ کو ٹھنڈا کر کے اپنے مدعا کی طرف ان کو براہ راست لارہا تھا۔

۱۳۔ مارچ کی صبح ہوئی۔ اور قطعی فیصلے کی مستعدہ بادشاہوں نے یہی تاریخ مقرر کی تھی۔ صرف سوال یہ پیش تھا:۔

”کیا پولیسنڈ کی طرح فرانس بھی تقسیم کر لیا جائے۔ یا۔ ہم تخت پر ایسا بادشاہ (۱۴) بٹھالیں جو ہمارا رفیق اور حامی ہو جیسے براؤڈوٹ ہے۔ لیکن وہ باعزم و ہمت ہو۔ اور فرانس میں بوربون کی طرح غیر ہرول عزیز نہ ہو۔ یا۔ ہم بوربون بادشاہ کو پھر سے تخت نشین کر دیں؟“

لیکن یہ تو اشارہ بھی نہ کیا گیا کہ فرانس خود مختار ہے۔ اور اس کو اپنے بادشاہ کے انتخاب کرنے کا خود اختیار ہے۔ ۱۲۔ مارچ بمطالع کو تمام رات اس مہتمم بالشان دن کے مذاکرات کی طیاری میں ٹیلی گراف اندھکھڑا رہا۔ اور جب کانگریس کو پلنے لگا تو اپنے سکرٹری اور بھتیجی سے کہا:۔

”میں تم کو مایوس چھوڑتا ہوں۔ نویں آخری کوشش کرنے کو جانا ہوں۔ اگر میں ناکامیاب ہوا تو فرانس کا خاتمہ ہے۔ اور پھر مجھے اور بوربون کو اتنی جگہ بھی ملنا دشوار ہوگا۔“

کہ جلا وطنی میں اپنی زندگی گزار سکیں۔ میں جانتا ہوں کہ نتیجے کی طرف سے تم کو بڑی چٹپنی
 ہے گی۔ لیکن دن میں میں تم کو کوئی قاصد نہیں بھیج سکتا۔ کیونکہ مشورے کے
 کمرے سے کسی خبر کے باہر جانے کی سخت ممانعت ہے۔ لیکن تم میری گاڑی کی
 واپسی کے وقت دریچے میں بیٹھنا۔ اگر میں ناکام لوٹوں گا تو میری گاڑی بند ہوگی
 اور اگر کام یاب آؤں گا تو گاڑی کی کھڑکی سے ایک کانڈ پلاتا ہوا آؤں گا
 جس سے تم جان لینا کہ میری فتح ہو گئی۔“

صبح سے بحث شروع ہو کر شام کے قریب تک ہوتی رہی۔ ٹیلی انڈے
 نرم آواز سے استقلال کے ساتھ اور اس طرح جیسے باہم باتیں کرتے ہیں تاہم ایک
 جوش کے لمحے سے تقریر کی اور تاحی تقریروں میں یہ تقریر بڑی مؤثر مانی گئی ہے
 یہ موقع جہاں بڑے بڑے نام دار بادشاہ اور سفراء دول موجود تھے ایسا نہ تھا
 کہ ہاتھ پانچا کر اور ہل ہل کر اور چچ کر تقریر کی جاتی کیونکہ یہ طریقہ آداب مجلس کے
 قطعی خلاف تھا۔

ٹیلی انڈے نے کہا: ”اگر آپ فرانس کو اس طریقے سے منرا دینا چاہتے ہیں
 کہ فتح کرنے کے بعد اس کو تقسیم کر لیں تو میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ اس
 کی تقسیم پر آپ اتفاق کس طرح کریں گے۔ اور وہ کون سی طاقت ہے۔ جو
 ان اراکین کو جو زندہ موجود ہیں اور ہمیشہ آمادہ فساد اور ایک دوسرے کے
 شریک ہو جانے کو ملتا رہتے ہیں اپنے قابو میں رکھے گی۔؟ فرانس میں آپ
 کو کسی بات کا خوف نہیں ہے۔ ہے تو صرف جوش بغاوت و انقلاب کا
 خطرہ ہے۔ چنانچہ آپ کو ایک ہی وقت میں سیاسی دنیا کی دو قطعی نہ و بننے
 والی طاقتوں یعنی جوش انقلاب اور جوش آزادی سے مقابلہ کرنا اور
 اس کو روکنا پڑے گا۔ یہ دو ہر آتش فشاں پہاڑ خود آپ کے سروروشی

مقبوضات میں اپنے ذہانے کھولے گا۔ پولینڈ ہی کو دیکھئے کہ یہ جوش آزادی نہیں ہے تو کیسا ہے کہ وہاں ہمیشہ انقلابی خیال وجود رہتے ہیں۔ پس فرانس کی تقسیم بڑا عظیم یورپ کی تباہی ہے۔

”مگر سوال تو یہ زیر بحث ہے کہ فرانس برباد نہ کیا جائے۔ بلکہ ایسا کم زور کر دیا جائے کہ وہ دوسری قوموں کو ضرر نہ پہنچا سکے۔ یا اُس پر تھوڑے عرصے کے لئے قبضہ کر لیا جائے اور پھر وہ کسی طاقت و شخص کے حوالے کر دیا جائے۔ جو بوربون کی طرح غیر ہرول عزیز نہ ہو۔ مجھے اس پچھلے خیال پر سخت ہی تعجب ہے۔ یعنی اگر فرانس میں آپ روتی بادشاہ کا خیال نہ کریں گے تو یورپ میں آپ کے موروثی دعاوی کا کیا ہونا ہے۔ اور اس اصول کا بلکہ یوں سمجھئے وراثت کے مذہب کا کیا حشر ہو گا۔ جس کی ہم نے بیس سال کی فتوحات کے بعد اعلیٰوں اور بنگاوتوں کی عمارتیں منہدم کر کے از سر نو بنیاد رکھی ہے۔ مانا کہ بوربون خاندان میں فرماں روائی کی لیاقت کے اعتبار سے کم زور اور بودے اشخاص ہیں۔ لیکن یورپ پر ہمیشہ کے لئے ملعنہ زنی ہوتی رہے گی کہ یا تو بوربون بادشاہ کو تخت نشین کرنا چاہئے تھا یا ایسے موقع پر یورپ کے تاج داروں کو خود برباد ہو جانا لازم تھا۔ یعنی یورپ کے تاج داروں کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم شرعی بادشاہ ہیں۔ اور یہ لفظ شرعی بوربون خاندان کا مرادف ہے۔ فرانس کو تقسیم کر لیا تو قوموں کے مقابلے میں جرم ہے لیکن بوربون خاندان کو معزول کرنا تاج داروں کے مقابلے میں جرم ہے۔

”صرف ایک طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے جو عقل و انصاف دونوں پر مبنی ہے۔ اور وہ طریقہ یہ ہے کہ پونا پارٹ کا قضیہ فرانسیسی قوم کے معاملے سے جدا کر دیا جائے اور یہ اعلان کر دیا جائے کہ ہماری فرانسیسی قوم سے متعلق ہے۔ صرف پونا پارٹ سے ہماری جنگ ہے۔ اس طرح آپ پونا پارٹ کو کم زور کر دیں گے کیونکہ دنیا کو معلوم ہوگا

ہو جائے گا کہ قوموں کے درمیان جو شخص مسلح نہیں ہوئے وہ تیار و صرف پونا پارٹ ہے اور جب پونا پارٹ کا معاملہ قوم کے معاملے سے جدا کر دیا جائے گا فرانس خود ہتیار ڈال دے گا۔ اور پھر یہ اعلان کر دینا چاہئے کہ ہم کسی طرح سے سوائے بوربون خاندان کے دوسرے کو فرانس کا فرماں روا تسلیم ہی نہیں کرتے۔

اس تقریر سے متحدہ بادشاہوں کو اطمینان ہو گیا اور پھر انہوں نے دُنیا میں حسب ذیل مکروہ گشتی اعلان جاری کیا۔

” متحدہ بادشاہوں کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ پولین پونا پارٹ جزیرۃ الیبا سے بھاگ کر بہ زورِ مشیرِ فرانس میں داخل ہو گیا ہے۔ چنانچہ اپنی شان و شوکت اور اقوام کی خضاعت کے خیال سے اس موقع پر متحدہ بادشاہ اعلان کرتے ہیں کہ چون کہ محترم معاہدہ کو جس کی رُو سے پولین کو جزیرۃ الیبا غایت کیا گیا تھا پولین نے شکست کر دیا ہے۔ لہذا اُس نے اُس ضمانت نامے کو بر باد کر دیا جس کی وجہ سے اُس کی جان محفوظ تھی۔ اور چونکہ وہ فرانس میں از سرِ نو فتنہ و فساد برپا کرتے اور اُس کو تہہ بالا کرنے کی تیت سے دریائے۔ لہذا اعلان کیا جاتا ہے کہ اُس نے اپنے تئیں خضاعتِ قانونی سے محروم کر لیا اور دُنیا پر ظاہر کر دیا کہ اب اُس سے کسی قسم کی صلح نہیں ہو سکتی۔ پس دُنیا کو اطلاع دی جاتی ہے کہ پولین پونا پارٹ نے اپنے تئیں شائستہ جماعت کے تمامی علائق سے علحدہ کر دیا۔ اور چونکہ وہ دنیا کا تہہ بالا کرنے والا اور دشمن ہے وہ اس بات کا مستوجب ہے کہ تمام دُنیا اُس سے انتقام لے۔“

اس کے بعد متحدہ بادشاہوں نے باہم ہاتھ جوڑ کر عہد و پیمان کئے کہ سب مل کر جمہور کے انتخاب کئے ہوئے بادشاہ پولین پر حملہ کریں۔ متذکرہ بالا ظالمانہ اعلان پر آسٹریا۔ اسپین۔ فرانس۔ برطانیہ اعظم۔ پرتگال۔ روس۔ پروس۔ سیام۔ سویڈن۔

کے حکم کے مطابق اس نے دو سو سو لاکھ روپے اور اسی دن ایک اور نئی عہد نامہ ہو کر متحدہ
بادشاہ ایک ملک پولین کو ملے برباد کر دیں جب تک دست بردار نہ ہوں۔

یورپ کی متحدہ سلطنتوں اور فون کا بے نظیر تماشہ اب شروع ہوا جنہوں
نے ایک ایسے شخص کے مقابلے میں جبہ باندھا تھا۔ پولین کو صرف جمہور کی محبت و
جاں نثاری پر بھروسہ تھا جن کے حقوق کی حفاظت میں بڑی شرافت و مردانگی
سے اب تک اس نے کام کئے تھے۔ اور ان حقوق کو محفوظ رکھا تھا۔ اور متحدہ

بادشاہوں کو اپنی سنگینوں اور بارود پر اعما و تھا۔ اور لیجے انہوں نے پولین
کی پامالی کے واسطے اپنی بے شمار افواج کو صاف آرا کیا۔ پولین کی صرف تقصیر
تھی کہ وہ جمہور کے حقوق کی مساوات کا حامی تھا۔ آسٹریا نے تین لاکھ پچاس ہزار
اسکورٹین برک کی سرکردگی میں اور انگلستان اور پروس نے دو لاکھ پچاس
ہزار ویلیکن اور بلوشر کی ماتحتی میں فوج قائم کر دی اور دو لاکھ نیم جتنی سپاہیں

کا سموار اسکندرخو بننا۔ دوسری سعادوں فرماں رواؤں نے بھی سپاہ دی اور
سب کی مجموعی تعداد دس لاکھ ہو گئی۔ اس کے سوا انگلستان نے اپنے جہازوں سے (۱۷۱۵ء)

فرانس کے ساحل کو گھیر لیا کہ مظلوم پولین بھل کر باہر نہ جانے پائے۔ پس اسی ایف جی
اور یہ یہ طیاریاں ہونیں کہ جمہور کا محبوب جو صرف اکیلا پولین تھا برباد کر دیا
اس سے پہلے کوئی بشر ایسی ہولناک مصائب سے محصور نہ ہوا تھا۔ اور اس
موقعہ پر چھوڑا اندنے کیا خوب کہا ہے کہ اگر ایک لکڑی پولین کی ٹوپی اور کوٹ
پہنا کر بریٹیش () میں کھڑی کر دی جاتی تو سارا یورپ اس سرے

سے اس سرے تک شلح ہونے کو دوڑ پڑتا۔

اس ظالمانہ اعلان سے جو فرانس کی آزادی کے خلاف منتشر کیا گیا انگریزی

ملہ۔ بریٹش۔ فرانس کے شمالی و مغربی گوشے پر ایک بندرگاہ ہے۔ ۱۲۔ مترجم۔

سفیروں کو کچھ کم پریشانی نہ ہوئی۔ اگر جمہوری رٹاہ کے خلاف دنیا میں کوئی شخص ہو گا تو ڈیوک آف ولینگٹن اور لارڈ کاسل رے سے بڑھ کر نہ ہو گا۔ خلاف انگلستان کے آسٹریا۔ روس اور پروشیا ایسے خود سر تھے کہ رعایا کو تمامی علم سے محروم رکھ سکتے تھے یا اگر ان کے جمہور میں کسی قسم کی خفیف فریاد و شکایت ہوتی بھی تو بہ زور غمشیر اُس کو خاموش کر سکتے تھے۔ کیونکہ وہاں تو آسٹریا کی ملکہ کے مقولے پر عمل تھا کہ جس طرح ماہتاب گتوں کے بھونکنے پر توجہ نہیں کرتا اسی طرح تاج وادوں کو اپنی رعایا کے شور و فریاد پر توجہ کرنا نہ چاہیے۔

لیکن انگلستان میں یہ حال نہ تھا۔ وہاں تو آزا دانہ حکومت تھی۔ جمہور کی ایک مجلس تھی جس کو ”ہوس آف کامنسن“ کہتے ہیں۔ سلطج کو آزادی ہے اور رعایا ہر معاملے کی ٹول اور جستجو میں رہتی ہے۔ پس انگلستان کے امراء ایسے ملانیہ کام نہ کر سکتے تھے جیسے اُن کے دوسرے رفیق یورپ کے تاج دار کر سکتے تھے۔ پس اگرچہ یہ انگلستان امراء یورپ کے خود سر بادشاہوں کے اس ارادے میں بہ دل و جاں شریک تھے کہ فرانس کو اُس کے منتخب کئے ہوئے شاہنشاہ سے محروم کریں اور اُسی بوربون خاندان کو جسے فرانسیسیوں نے دو دفعہ مردود کیا تھا فرانس کے تخت پر جبر یہ بٹھال دیں لیکن انگلستان کے جمہور سے ان امراء نے اصل معاملے کو پوشیدہ کر کے اُن پر صرف اسی قدر ظاہر کیا کہ ہم اپنے مشترکہ دشمن پولین کے خلاف جتنے میں شریک ہوئے ہیں لیکن ہمارا یہ ارادہ نہیں ہے کہ فرانس کے اُن حقوق میں دست اندازی کریں جن سے اُن کو اپنے فرماں روا انتخاب کرنے کا مجاز ہے۔ اور یہ قول لیبرٹن صاحب کے ”اصل بات جمہور سے اس لئے چھپائی گئی تھی کہ پارلیمنٹ اختلاف نہ کرے۔“ اب غور کرنے کا مقام ہے کہ انگلستان کے امراء کی زبان پر تو یہ میرٹ غیظ

برطانوی حکام نے ایک سال کی جنگ کے لئے روپیہ انھوں نے کس قدر خرچ کیا۔
یعنی ۵۴ کروڑ فرانک بھری فوج پر۔ ۶۹ کروڑ ۵ لاکھ فرانک بڑی فوج پر اور وہیں
عامہ کو امداد میں ۲۴ کروڑ ۵ لاکھ فرانک۔ یعنی گورنمنٹ برطانیہ نے اپنے مصارف
سے میدان جنگ میں ساڑھے چھ لاکھ فوج بڑی اور اٹھاون کلاں جنگی جہاز قائم رکھے
تھے۔ چنانچہ اس سال کے مصارف کی میزان ایک بے نظیر بڑی رقم ہے یعنی:-

۵۰۰۰۰۰۰ ۲۷۵ فرانک (دو وار ب پچھتر کروڑ فرانک) ہے۔ پس جمہور
کے حامی نپولین کو زیر کرنے کے لئے ایسی بڑی بڑی ملیاریاں ہوئیں جو ادھر بیان
ہوئیں۔ اور ایسی بڑی رقم جو ادھر لکھی گئی یورپ میں خود سر حکومت قائم رکھنے
کی غرض سے انگلستان کے جمہور سے زبردستی چھینی گئی۔

انگلستان کے ہوسٹ کا سنس میں ایسے شریف الخیال اراکین کا ایک
گروہ تھا کہ وہ شدت کے ساتھ اس نا انصافانہ کارروائی کا مخالف تھا۔ اور اس
وقت بھی انگلستان میں اتنے لوگ موجود تھے جن کو نپولین سے ہمدردی تھی کہ
نپولین کے مخالفین پر یہ الزام لگایا جاتا تھا کہ تم صرف اس لئے مخالفت کرتے ہو کہ
گورنمنٹ میں ہرول عزیزی پیدا کرو۔

مخالفین تو بے جی سے جنگ کی ملیاریاں کر رہے تھے لیکن نپولین کو بھی
سودا تھا کہ صلح کی کوشش کر رہا تھا۔ اور باوجودیکہ دشمنوں کی فوجیں جرمنی
میں گونج کر رہی تھیں اور فرانس کی سرحد پر آ رہی تھیں۔ اور برطانیہ کے جہاز تہائی
مندرروں میں فرانس کے جہازوں کو گرفتار کر رہے تھے لیکن نپولین ان ٹھکانوں
کا رروائیوں پر کچھ توجہ نہ کرتا تھا اور اپنی صلح کی آمادگی سے اُس کو توقع تھی کہ
شاید یوں ہی معاملہ رہے اور ہول ناک جدال و قتال سے بچھڑا دینا
چاہے جوئی نہ کرنا پڑے۔ آسٹریا کا وزیر نپولین کے پیروں سے ہی پیرس آتے ہی پیرس سے چل دیا

اور نپولین کی گورنمنٹ سے کسی قسم کا تعلق رکھنے سے انکار کر دیا۔ نپولین میرا لویا سے کسی قسم کی خط و کتابت بھی نہ کر سکتا تھا۔ لیکن آسٹریا کے وزیر نے یہ اقرار کیا کہ میں میرا لویا کو خط پہنچا دوں گا۔ اور وہ ایک خط لے گیا۔ مگر یہ خط اُس نے آسٹریا کے شاہنشاہ کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور ملکہ کو یہ خط نہ پہنچا۔ بادشاہ فرانس کو یہ خط ہوا کہ مبادا میرا لویا۔ نپولین کے پاس پہنچ جائے۔ اس نے اُس نے میرا اور اُس کے بیٹے کو اپنے محل میں بھیج کر پھر کر دیا۔ اور پھر ملکہ کو نپولین سے قطعی جدا کر دینے کی نیت سے ملکہ سے یہ کہا گیا کہ نپولین نے بہت سی حسین آشنائیں جمع کر کے اپنے دل بھلا دے گا سامان کر لیا ہے۔ معلوم نہیں اس بُتھان کا ملکہ کے دل پر کہاں تک اثر ہوا۔ اس بات کو ہم نے ڈیوک آف رومانی کو کے بیان سے اپنی کتاب میں لیا ہے۔

نپولین کی صلح کی سب درخواستیں سختی کے ساتھ نامنظور کی گئیں۔ متحدہ بادشاہ اُس کے کسی سفیر یا قاصد کو اپنے پاس نہ آنے دیتے تھے۔ اسکندر کو ہورٹس کی لیاقت ڈھانت۔ اور نیکی بہت پسند تھی۔ اور نپولین نے ہورٹس کے ذریعے سے کوشش کی کہ اسکندر کے دل پر اثر پڑے۔ لیکن زار روس عہد ناموں کے ذریعے سے جتنی کی شرکت کا ایسا پابند تھا کہ خلاف ہونہ سکتا تھا۔ اور جوزیپھین کی غم زدہ بیٹی ہورٹس سے صاف کہا۔ ”نپولین کے ساتھ مستقل صلح تو کیا معنی خیر صلح کی بھی ہوگی۔“ اس کے بعد نپولین نے اپنے بھائی جوزیپھ کو جس کی یورپ کے سب بادشاہ عزت کرتے تھے۔ خفیہ سفارت پر بھیجا کہ وہ وائنا جا کر ہر ایک شریفانہ تجویز سے متحدہ بادشاہوں کو صلح پر راضی کرے۔ لیکن اس سے بھی کچھ نہ ہوا۔ کسی بادشاہ کو رحم نہ آیا۔ آخر مجبور ہو کر نپولین نے ہر ایک بادشاہ کو حسب ذیل اپیل لکھا۔

پیرس - ۳۰ اپریل ۱۸۵۷ء -

۰ ہرادرین - پچھلے مہینے میں آپ نے میرے سائل فرانس پر
پیرس میں داخل ہونے اور بوربون بادشاہ کے کنارہ کش ہو جانے کا حال
سنا ہے۔ اب آپ کو معاملات کی اصلیت بھی معلوم ہونا چاہئے۔ یہ جو
کچھ ہوا اس کی تہ میں ایک ایسی زبردست طاقت اور ایک بڑی قوم کا
ارادہ کام کر رہا ہے۔ کہ اُس کی روک محال ہے۔ قوم کو اپنا فرض اور
اپنے حقوق معلوم ہیں۔ اور بوربون خاندان جو اس قوم پر حیرت بادشاہ بنایا گیا
قوم کی مرضی کے خلاف ہے اور اُس کی خواہش کے موافق نہیں ہے۔ کیونکہ
بوربون اور فرانسیسیوں کے عادات و خیالات متضاد ہیں۔ اسی لئے فرانس نے
ناچار ہو کر بوربون سے علیحدگی اختیار کی۔ اور بوربون بادشاہ کے تخت نشین
ہونے اور یہی دست کشی سے کچھ نتیجہ نہ ہوا۔ فرانس کو ایک آزادی بخش
وائے کی حاجت تھی اور اُس نے مجھ کو آواز دی اور میں واپس آیا۔ اور ساحل سے
خاص دارالسلطنت پیرس تک فرانسیسی مجھ کو بڑی محبت سے لائے۔

میری پہلی خواہش یہ ہے کہ فرانسیسی قوم کے اس جوش محبت کا بدلہ دے
جو اگر اُس کو صلح اور امن نصیب ہوتے۔ اور یہ بات عزت کے ساتھ حاصل
ہوتی۔ فرانس کی خوش حالی کے لئے شاہنشاہی تخت کا قائم ہونا ضروری تھا۔ اور
اسی کے ساتھ میری دلی آرزو یہ ہے کہ یہ تخت قائم ہو تو صلح کا ایک ذریعہ ہو
اور اب یہ بات متعلق بیاں نہیں کہ باری باری سے سب قوموں کو شان و
شکوہ حاصل ہو جائے اور تقدیر کی ضروریات سے فتومات اور ہزیمتیں بھی
موجب خوب ہو جائیں۔ اور اب تاملی بادشاہوں کے لئے اس سے بھی زیادہ
موجب ہو جائے گا۔ اور وہ یہ ہے کہ ہم دنیا کے کسی بھی ملک پر اپنی

کے لٹے دکھانچے پس اب سنا ہے کہ ضلع اور اس کی برکتیں پھیلانے میں ہم ایک دوسرے کی ہم سہری کریں جس سے اقوام کے بہترین مقابلہ و جدوجہد میں ہیں۔ اور اس کام میں سب سے پہلے شریک ہونے کو میں موجود ہوں۔

”اپنی خواہشوں کے اس عالی شان انجام کے عام طور سے مشہور کرنے میں فرانس کو غرض ہے۔ چنانچہ فرانس کو اپنی آزادی کا بہت بڑا خیال ہے ضرور ہے کہ اپنی حکمت عملی میں دوسری قوموں کی آزادی کا اُس کو پاس و لحاظ ہے گا اور جیسی جگہ کو توقع ہے۔ اگر جہاں پناہ کے بھی یہی ذاتی خیالات ہیں تو عرصہ دراز تک صلح قائم رہے گی۔ اور ہماری سرحدوں پر انصاف بیٹھا ہو اُن کی حفاظت کرتا رہے گا۔“

راقم
:- نپولین :-

لیگن بہرہ ور ہوں پر اسی سخت ہنگرانی تھی کہ نپولین کی طرف سے کسی قسم کا پناہ راہ نہ پاتا تھا چنانچہ نپولین کا یہ مراسلہ کسی بادشاہ کے پاس نہ پہنچا۔ اور کالین کوٹ وزیر خارجہ نے مجبور ہو کر نپولین کو حسب ذیل رپورٹ بھیجی :-

”جہاں پناہ! ہر چار سو خوف ناک علامات ظاہر ہو رہی ہیں۔ متحدہ بادشاہ کچھ ایسا انتظام کر رہے ہیں کہ بیان نہیں ہو سکتا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنگ کی وجہ بھی اُن کی طرف سے بیان نہ ہوں گی اور وہ اُس قوم پر حملہ کر دیں گے۔ جس پر یورپ کرنے کا انھوں نے غزم کر لیا ہے۔ تاریخ نے یہ بات شاید اسی زمانے کے لئے اُسٹریا کوئی تھی کہ یورپ کے تاج دار ایک جگہ میں شامل ہو کر فرانس جیسی بڑی سلطنت سے تمام بڑا دراندہ تعلقات قطع کر دیں۔ حتیٰ کہ صلح کے مراسلات تک بھی اپنی خدمت میں نہ پہنچنے دیں۔ مختلف اُستانتوں کو جتنے قاصد روانہ کئے گئے تھے اُن میں سے ایک بھی منبرل مقصود تک نہ پہنچا۔ اسٹریس برگ

کے دوسری طرف ایک ساگر نہ ہوا۔ دوسرا جو اٹلی کو بھیجا گیا تھا یورپی میں روک لیا گیا۔ اور تیسرا قاصد جو برلن اور ملک شمال کی طرف جا رہا تھا بے افس (میں گرفتار کر لیا گیا جہاں پر روسیہ کے فوجی افسر نے اُس

سے ہدسلو کی کر کے تمامی مراسلات چھین لئے۔ پس جب فرانس کی وزارت اور اُس کے وکلاء خارجہ اور جہاں پناہ کے دربار اور دوسرے بادشاہوں کے درمیان ایسی بے گزر روک مائل ہے تو دوسری فرماں روائیوں کے ان علانیہ افعال سے جہاں پناہ کی وزارت کو اُن کے ارادوں کی مداخلت معلوم ہو رہا ہے۔

” اٹھلستان میں بری اور بحری افواج کے بڑھانے کا حکم جاری ہو گیا۔ پس فرانسیسی قوم کو اپنی مخالفت کا چاروں طرف سے انتظام کرنا چاہئے۔ خشکی کی طرف سے بھی یورپ ہونے کا خطرہ ہے اور ممکن ہے کہ سمندر کی جانب سے ہمارے ساحل پر فوجیں آتاری جاویں۔ آسٹریا۔ روس۔ پروشیا اور جرمنی اور اٹلی کے ہر حصے میں فوجی ملیا ریاں ہو رہی ہیں۔ یورپ کی ہر سمت سے ایک وقت میں فوجیں ملیا ری کر رہی ہیں۔ سہل ہو رہی ہیں۔ اور روانہ ہو رہی ہیں۔“

فرانس کے لئے یہ خبریں بڑی ڈراؤنی تھیں۔ متواتر طولانی لڑائیوں کی وجہ سے جو متحدہ بادشاہ ایک تھے فرانس میں سکنت باقی نہ تھی۔ اور اُس خوفناک جنگ کے واسطے جواب ہونے والی تھی وہ طیارہ تھا۔ دس لاکھ دشمن اُس کی پہاڑیوں اور وادیوں کو آتش و دھواں ریزی سے برباد کرنے کو بڑے چلے آ رہے تھے۔ اور ہمارے ہمارے فرانسیسی خوف سے کانپ رہے تھے۔ غنیمت ایسا قوی تھا کہ مایوسی چھا گئی تھی۔ متحدہ بادشاہوں کے اس گستاخانہ اعلان سے کہ ہماری صرف نیولین سے جنگ ہے۔ ہزاروں فرانسیسیوں کو صدمہ تھا کہ ہمارے ہم کو اپنا محبوب شاہنشاہ پھر ہاتھ سے دینا ہو گا۔ اور ظاہر تھا کہ اگر نیولین کو اپنے

درمیان باقی رکھنے کی کوشش کی جاتی تو نہایت سخت جدال و قتال کے ایسے ایسے ہوں تاکہ منظر پیش آئے کہ کسی قوم نے نہ دیکھے ہوں گے۔ جب والدین اپنے چھوٹے سے گھر اور اپنے بچوں کو دیکھتے تھے اور اُن کو گھیر دیم بندھتا تھا کہ ذمہ داری آتی ہوں گی تو میں گریں گی۔ رسالے دھاوے کریں گے۔ بٹکے بچل ہوں گے۔ اور ہم سب مایوسی سے چھین مارتے ہوں گے تو جوت سے اُن کے چہرے زرد ہو ہو جاتے تھے۔ لیکن اس حالت میں بھی اپنے محبوب شاہنشاہ کو غبت سے چھپے ہوئے تھے۔ ماؤں نے رور و کر اپنے لڑکوں کو جنگ کے لئے تیار کیا۔ اور بوڑھوں نے گرجوں میں جا کر دعا مانگی کہ ”خداوند اے تو خوب جانتا ہے کہ ہم ناحق پر نہیں ہیں۔ تو ہی ہماری مدد کر اور فریادکن“

اگرچہ قرن قیاس نہیں معلوم ہوتا لیکن یہ سچ ہے کہ متحدہ بادشاہوں کے قبضے میں یورپ کے سب مطاع اور اخبار تھے اور سب سے ایک صدا آتی تھی کہ نو ناپارٹ ایسا جاہ طلب اور خوں خوار ہے کہ یورپ کی اقوام سے کسی طرح پر صلح کرنا نہیں چاہتا اور اس لئے دنیا کی امن و فحظت کے لئے لاپرواہی ہے نہ ہونا چاہیے گا ورنہ وہوں کی طرح تعاقب کیا جائے۔ اٹھلے پڑھلے کے ٹورسی اور اسے جن دنوں اور وسیلے بے انتہا تھے کتابوں اور رسالوں کے ذریعے سے یہ مذہب باتیں تمام ممالک میں مشہور کیں۔ اور جن جن خوف ناک صورتوں اور حالتوں میں کتابوں اور رسالوں کے درمیان پولین و گھمایا گیا اُن کا بیان ہونا غیر ممکن ہے۔ اٹھلے پڑھلے میں خاص کر اس جنگ کے لئے سیف ہی کی طرح قلم کی ضرورت تھی۔ اگرچہ پولین کی شہرت پر بہتان کی قلم سے گہرے گہرے حرف آ رہے تھے لیکن وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ آخر میں میری شرکت کا آفتاب بچے گا اور میرے ساتھ تاریخ میں انصاف ہو گا۔ پولین نے انجام کاریہ دیکھ کر کہ صلح کی کوشش میں کسی طرح کامیابی

نہ پہلی اس آئے والی نہ پہلی کی طیاری شروع کی چونکہ اُس کو اپنی پہلی
 شہرت اور تالیخ کے آئندہ فیصلے کا بڑا خیال تھا۔ اُس نے نہایت تہا اور واقعی
 حالات کا اعلان شائع کیا کہ متحدہ بادشاہوں نے فانٹن بلو کے عہد نامے کو توڑا
 اور اس وجہ سے وہ ایلیا چھوڑنے پر مجبور ہوا۔ اور فرانسیسی قوم کی رائے سے
 اُس نے فرانس کی شاہنشاہی کو دوبارہ قبول کر لیا۔ نپولین کے اس اپیل کا
 معقول وجہ سے جواب دیا جانا تو محال ہی تھا اور اگر کچھ جواب ہو سکتا تھا تو
 وہ حیوانی زور سے دیا جاسکتا تھا۔ اور لیجئے صرف یہی جواب متحدہ بادشاہوں
 کی طرف سے دیا بھی گیا۔ نپولین کو اس خیال سے کہ پھر خون کے دھارے بہنے
 والے تھے اور مصائب کے طوفان میں یورپ پھر غلٹاں و پچاں ہو گا بڑا
 ہی صدمہ تھا۔ لیکن متحدہ بادشاہوں کو خوں ریزی سے کوئی رنج نہ تھا۔ نہ ان
 کو آتش زدگی اور انسانوں کی مصائب کا کچھ غم تھا۔ اُن کا تو یہ قصد تھا کہ کچھ
 ہی کیوں نہ ہو جائے مگر آزادی جمہور کو نہ ملنے پائے۔

نپولین نے کہا کہ اگر ہمت کر کے آسٹریا کا بادشاہ میرا شریک ہو جا
 تو ہم دونوں مل کر دنیا کو روس سے بچا سکتے تھے مگر آسٹریا پر تو روس کی پہلے
 سے حکومت ہے۔ اور روس کا بادشاہ اسکندر یورپ کا فرماں روا ہے
 میں صرف اُس کو زیر کر سکتا تھا۔ اور جب تک مجھ کو برباد نہ کر لیں گے۔ میری
 قدر اُن کو معلوم نہ ہو گی۔ لیکن میں بھی اپنی جان منگی بیچوں گا۔ ان کا بس چلتا تو
 بڑی خوشی سے مجھ کو آہنی قفس میں بند کر کے ایک درندے کی طرح دُنیا کو
 دکھاتے پھرتے۔ لیکن ابھی تک تو اُن کا قابو چلا نہیں ہے۔ میں اُن کو شیر کے
 چھیڑنے کا مزہ چکھاؤں گا۔ میری طاقت کی طرف سے اُن کو شبہ نہیں ہے اگر ۱۷۹۳ء کی طرح
 حالہ جب فرانس میں انقلاب عظیم واقع ہوا تو ہر یون کے خلاف انقلاب برپا کرنے والے

کافی اپنی ٹوپی پر میں کلنگاں تو ایسا انقلابِ عظیم برپا ہو کہ ان سب کا مزہ چھوٹ گیا۔ لیکن اس مقولے میں سر جو محوٹ نہ تھا۔ اگر وہ اخواے نفس میں جا لیا اور انقلاب کا اشارہ کر دیا تو تمامی یورپ کی وہی حالت ہو جاتی جو دؤرِ پرنسپل میں فرانس کی ہوئی تھی کہ خون کے دریا بہ گئے تھے۔ اور فرانس کے ہر ایک خود سیر کا سر زمین پر لوٹتا ہوتا۔ اور انقلاب کی موجیں یورپ میں لہریں لینے لگتیں مگر یہ بڑا آدمی نہایت استقلال کے ساتھ قانون اور جمہور کے حقوق کا حامی رہا۔ وہ خود سرفراں روائی اور طوائف الملوک کی درمیان ایک دیوار واقع ہوا تھا۔ وہ جیسا خود سرفراں روائی کے خلاف تھا ویسا ہی وہ دؤرِ پرنسپل اور طوائف الملوک کی کو ناپسند کرتا تھا۔ نہ وہ یہ چاہتا تھا کہ اُمراء تمامی حقوق پر قبضہ کر کے جمہور کو محروم کر دیں۔ نہ وہ اس بات کو روا رکھتا تھا کہ طوائف الملوک کی عامی عوام کے غارت گر گرد و مظلوموں کو ٹوٹیں اور ان کے گلے کاٹیں۔ بوربون کی حکومت سے اُسے اس لئے نفرت تھی کہ اُمراء تمامی حقوق کے مالک ہو چکا اور طوائف الملوک کے سرخناؤں میں (اور مارٹ) سے اُس کو اس لئے عداوت تھی کہ کسی کے جان و مال کی اُن کے دؤر میں خیریت نہ تھی۔ اُس کو یہ یقین تھا کہ خدا نے مجھے ترتیب و انتظام قانون و آئین اور جمہور کے حقوق کو انقلاب کے ہیولے سے قائم کرنے کو بھیجا ہے۔ اور کوئی لالچ یا اخواہ نفس اُس کو اپنے اس ارادے سے منحرف نہ کر سکتے تھے۔ اور اگرچہ بڑے بڑے طوفان آتے اور اُس کی کشتی کو ڈانوا ڈول کر کے دوسری طرف لے چلا جاتے مگر نچولیں ہمیشہ یہی جد و جہد کرتا رہا کہ سید سے رستے پر چل کر اپنی منزل مقصود پر جا پہنچے۔

اور طوائف الملوک کے مایوں نے اپنی ٹوپوں پر شیشی کافی لگائی تھی۔ ۱۲۔ مترجم

نہایت دلچسپ

نپولین کی یہ خواہش تھی کہ اب دوبارہ تخت پر بیٹھے تو انہیں رسوم و عہد
 کی رسم کے ساتھ بیٹھے جو ایسے موقع کے لئے ضابطے سے ضروری ہوتے ہیں۔ چنانچہ
 اس جشن کے واسطے کیمپ ڈی مارس (کیمپ ڈی مارس) کا مقام اور ایوان
 کی تعمیر تیار مقرر ہوئی۔ اور شہریوں اور سپاہ کا لاقعد اور وہ اس دنیا کی بے نظیر
 قواعد کا کیمپ ڈی مارس میں جمع ہوا۔ آرج چینیہ نے اس کے کاغذات
 کا نتیجہ سنایا اور اعلان کیا گیا کہ دس لاکھ رایوں سے بھی زیادہ رایوں کے غلبے سے
 نپولین شاہنشاہ منتخب ہوا۔

شاہی لباس پہن کر نپولین اونچے تخت نما چوڑے پر چڑھا جہاں ہر شخص
 اُس کو دیکھ رہا تھا۔ چوڑے پر ایک قرباں گاہ اور صلیب قائم کی گئی۔ اور
 رُؤ آ (کے آرج بشپ نے مذہبی رسوم کے ساتھ عقاب جھنڈے
 کو کھڑا کر کے دعا مانگی کہ خدایا جس فریق کا یہ جھنڈا ہے وہ حق پر ہے اور تو اپنے
 فضل سے اُس کو نصرت و فتح نصیب کر۔ اس کے بعد پیرس کے انتخاب کرنے
 والوں کی طرف سے حسب ذیل ایڈریس پڑھا گیا:۔

” جہاں پناہ! فرانسیسیوں نے آپ کو تاج پناہ یا تاج لیکن اُن کی مرضی کے
 بغیر آپ نے اُس تاج سے دست برداری کی تھی۔ اب پھر دوبارہ وہی قوم اس
 فرض کو آپ کے سپرد کرتی ہے۔ متحدہ بادشاہوں کے جتنے کی کیا خواہش ہے؟
 ہم نے کون سا ایسا کام کیا ہے۔ کہ جس کی وجہ سے وہ ہم پر یورش کرتے ہیں؟
 ہم صرف اُس بادشاہ کو تسلیم نہیں کرتے جو فرانس کے تخت پر جبر یہ بٹھالا گیا تھا۔
 بلکہ ہم اپنا شاہنشاہ اُس شخص کو بناتے ہیں جس کو متحدہ بادشاہ تسلیم نہیں کرتے۔
 اب ہم کو یورش کی دہلی دی جاتی ہے۔ جہاں پناہ! اپنی عزت و آبرو اور خود مختاری
 کی مخالفت میں ہم کوئی بات اٹھانہ رکھیں گے۔ اور ہر طرح سے اس بات کی

سچی کریں گے کہ بوربون کو اپنا فرماں رو اسلیمہ کریں جس سے ہماری دولت ہے
جہاں پناہ! متحدہ بادشاہوں کا تعمیر کیا ہوا تخت کجہاں پناہ کے سلسلے ایک لمحے
میں پاش پاش ہو گیا کیوں کہ اپنی عزت سے جہاں پناہ ہمارے لئے اصلی خوشحالی
کی اُسیدیں لائے ہیں۔ اور سچی شان و شوکت کا رستہ ہمارے سلسلے نکھول دیا ہے۔
نپولین اپنی حکمت سے اُسٹھا اور حاضرین نے نعرہ مارا۔ اور دیکھنے والوں کا بیان
ہے کہ اس زور سے نعرہ مارا گیا تھا کہ خوف طاری ہو گیا تھا۔ اور جب خاموشی
ہوئی تو نپولین نے حسب موقعہ جواب دیا جو ذیل کی نغظوں سے شروع ہوا تھا۔
” سپاہی۔ کانسل۔ اور شاہنشاہ کی حیثیت سے میں جو کچھ ہوں۔ جمہور کے
سبب سے ہوں۔ خوش مالی مصیبت۔ میدان جنگ۔ مشورے کی کونسل تخت
اور جلا وطنی۔ غرض جہاں اور جس حالت میں ہوا میں نے فرانس ہی کا خیال کیا اور
فرانس ہی کے واسطے کام کیا۔“

اس کے بعد نپولین نے شاہی لباس کو اتار ڈالا اور وہی روزمرہ کے کپڑے
پہن لئے جو ہمیشہ پہنتا تھا۔ اور پھر ایسا خوشی کا نعرہ مارا گیا کہ انسان نے شاذ سنا
ہوگا۔ اور اسی حال میں سپاہیوں کی طرف مخاطب ہو کر نپولین نے کہا:۔
” بڑی اور بحری افواج کے شیر و!۔ لو۔ فرانس کے جھنڈے میں تم کو
سوپتا ہوں۔ اور قومی اور شاہی پرچم تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ بس قسم کھا لو کہ
اپنے ملک کے دشمنوں کے مقابلے میں تم اپنے خون بہا دو گے۔ لیکن
اپنے جھنڈوں کی حفاظت کرو گے۔“

گہرا۔ پرجوش اور طولانی شور رسالوں اور پلیٹنوں میں برپا ہو گیا۔ اور یہی
آواز آتی تھی ” ہم قسم کھاتے ہیں۔“ ” ہم قسم کھاتے ہیں۔“ ” چوتھے کے وسط
میں نہایت بلند تخت اقامت کیا گیا تھا۔ نپولین اس تخت پر چڑھ گیا۔ ہر شخص

کی نگاہ اُسی پر پڑی ہوئی تھی۔ اور نپولین نے یہ عظیم الشان نظارہ جو اُس کے چاروں طرف موجود تھا دیکھا۔ تمامی فوجی باجے تخت کے گرد جمع تھے اور ان کی گونج سے سارے ہو ابھر گئی تھی۔ اس کے بعد نپولین نے تخت سے اتر کر ہر ایک جسمیٹ کو اپنے ہاتھ سے جھنڈے غنایت کئے۔ اور ہر ایک سے چند کلمات ایسے کہتا گیا کہ اُن کی رگ رگ میں جوشِ حمیت بھر گیا۔

”شاہم زندہ ماناؤ“ کے نعروں سے ہوا گونج رہی تھی۔ اور اس موقعہ پر دیکھنے والوں کے دلوں پر ایسا اثر ہوا کہ پھر کبھی فراموش نہ ہوا۔ سیویرے لکھتا ہے: ”ہر شخص کی زبان پر یہ کلمے تھے کہ اللہ اللہ اپنے ملک اور اپنی خود مختاری کی حفاظت میں تو ایام انقلاب میں کبھی ایسا جوش ظاہر نہ ہوا جیسا آج ظاہر کیا جا رہا ہے۔“ نپولین۔ کیمپ ڈی مارس سے رخصت ہوا اور اُس کو یقین تھا کہ فرانسیسی ہر طرح سے اپنے ملک کی حفاظت پر آمادہ تھے۔ اس کے بعد سے پھر نپولین نے اُس ملک کے مقابلے کی تیاریاں شروع کیں جو بلجیم میں جمع ہو رہا تھا۔

وقت تھوڑا تھا اور ہر کام کیا جاتے کو تھا۔ فرانس پر جنگ کا مُسب طوفان ٹوٹنے والا تھا۔ ایسے نظم و نسق کی مہلت نہ تھی جو مخصوص سلطنت کی ضروریات کو پورا کر سکتا۔ نپولین نے اپنی کونسل کے مشورے سے برائے چندے سلطنت کی مجالس کے ساتھ ایک ایجنٹ اور اضافہ کر دیا جس کی دفعات نہایت

لطف۔ شاہنشاہ کا مکتوب اس موقعہ پر بھی اُسی شان و شوکت کا تھا جیسا

پہلے بڑے بڑے بلوسوں کے وقت ہوا کرتا تھا۔ اس بڑے گروہ میں سے جب نپولین گذرنا تو خوشی سے سب نے نعرے مارے اور یہ یقینی بات ہے کہ اگر جنگ نہ واقع ہو جاتی جس نے سب اُمیدوں کا خاتمہ کر دیا تو وہی خوش مالی نصیب ہوتی جن کی اس ستر شاہینز جشن سے توقع تھی۔ ماخوذ۔ ان۔ تذکرۃ دیوک آف۔ روہی کو۔ جلد۔ ۴۔ صفحہ۔ ۳۴۔

ایک اعضاء تھیں اور اگرچہ قوم کے بعض افراد نے اس پر اجماع کیا تاہم جمہور نے بڑی خوشی سے اس کو منظور کر لیا۔ اس ایکٹ کے پندرہ لاکھ مائیں موافق اور پانچ ہزار سے کم مخالف تھیں۔ حتیٰ کہ سید ایم ڈی اسٹیل نے بھی اس کو بہت پسند کیا اور ایک دوست کو لکھا: "اب جو دفعات اضافہ کی گئی ہیں ہم کو فرانز کے لئے انہیں کی حاجت تھی۔ بس نہ ان سے زیادہ کی ضرورت تھی اور نہ ان سے کم کی۔ شاہنشاہ کا واپس تشریف لانا بھی بڑا عظیم الشان اور قیاس کی حد خارج واقعہ ہے" (نہایت مشہور مورخ اور

جمہوری اصول کا سرگرم حامی تھا۔ اس نے ان دفعات کی بڑی تعریف لکھی۔ فرانسیسی قوم کو اپنی قومی خود مختاری کی حفاظت کے لئے شاہنشاہ کے گرد جھبھو جانے پر آمادہ کیا۔ انجمن کانسٹیٹوٹ نے جو جمہوری حکومت کا حامی اور اپنے زمانے کا نہایت پر زور فصیح مقرر تھا اس ایکٹ کی تدوین میں مدد دی تھی اور اپنی زبان و قلم سے اس کی تائید کی تھی۔ اس شخص کے متعلق ایلی سن صاحب لکھتے ہیں: "بظاہر بہت سی برکات ذہنی کے جو خالق نے اس حیرت انگیز شخص کو عطا کی تھیں ایک بڑی انوکھی برکت یہ تھی کہ اس میں لوگوں کے دلوں کو قابو میں لینے کی طاقت تھی۔ وہ لوگوں کے خیالات کی تہ کو پہنچ جاتا تھا۔ اور لوگوں کی رائے کو چاہے جیسے وہ اپنی رائے پر جمے ہوئے ہوں صرف اپنی جادو بھری دل فریب تقریر سے پلٹ دیا کرتا تھا۔"

مستعد بادشاہوں کے مذموم اعلان کے جواب میں جس کے ذریعے سے مستعد بادشاہوں نے پولین کو حفاظت قانونی سے خارج کر کے اس کا خون ہر کر دیا تھا۔ پولین کی طرف سے بھی ایک لاجواب اعلان شائع ہوا۔ یہ اعلان مجالس کے پریسیڈنٹ نے طیار کر کے پولین کے حق کو دکھایا تھا۔ خلاصہ اعلان

ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

” متحدہ بادشاہوں نے حسب ذیل وجوہ سے فان شن بلوکے عہد نامے کو شکست دیا ہے :-

۱۔ عہد نامے کی رُو سے ملکہ اور اُس کے بیٹے کو پروانہ راہ داری اور حفاظت کے لئے ہم راہی میں جانے کو ایک کارڈ تجویز ہوا تھا۔ لیکن بجائے اس عہد کے پورا کرنے کے بیوی کو اُس کے شوہر سے اور بچے کو اُس کے باپ سے جبریہ علیحدہ کیا گیا۔ اور یہ فعل ایسی بے گسی کے وقت میں کیا گیا جب کہ قوی سے قوی دل شخص کو ضرورت ہوتی ہے کہ اُس کی بیوی اور اُس کا بچہ اُس کی تسکین کا باعث ہوں۔

۲۔ چونکہ اُس کے خاندان والوں کی جان کی حفاظت کا عہد کیا گیا تھا۔ لیکن ایسا نہ کیا گیا۔ بوروبون بادشاہ کی آنکھوں کے سامنے ببولین۔ اُس کے بھائیوں اور اُن کی بیویوں کو قتل کر دینے کی غرض سے قابلوں کے گروہ قائم کئے گئے۔

۳۔ پارماڈ اور پلے سینٹیاڈ (کی ریاستیں ملکہ اور اُس کے بیٹے کو دینا تجویز ہوا تھا۔ لیت و لعل کے بعد قطعی انکار ہوا اور وہ ریاستیں باہم تقسیم کر لی گئیں۔

۴۔ فرانس سے باہر یو چین کے لئے ایک مستقل ریاست ٹھہری تھی لیکن وہ ریاست

۵۔ فان شن بلوکے عہد نامے کی چودھویں شرط میں یہ لکھا تھا کہ تمامی ضروری سامان ہر جمعی شاہنشاہ ببولین۔ ملکہ۔ شاہ زادوں۔ شاہ زادیوں۔ و دیگر ہم راہیان کے بہ حفاظت تام سفر کرنے کے واسطے متعلقہ جائیں گے۔ خواہ یہ ہم راہی شاہنشاہ کے ساتھ جانا چاہیں خواہ فرانس سے باہر کسی مقام پر رہیں۔ اور اسی طرح جملہ ساز و سامان۔ گھوڑوں اور دوسرے اسباب کو حفاظت سے پہنچانے کا انتظام کیا جائے گا۔ چنانچہ متحدہ بادشاہوں کا یہ فرض ہوگا کہ کارڈ کے طور پر افسر اور سپاہی ہم راہ بھیجیں گے۔

ہرگز نہ دی گئی۔

۵۔ شاہنشاہ کے بہادر سپاہیوں کی تختا ہیں غلاب سحابہ و روک لگی گئیں اور قطعی ادا نہ کی گئیں۔

۶۔ شاہنشاہ کے خاندان کی منقولہ اور غیر منقولہ جائداد محفوظ رکھنے کی شرط تھی۔ لیکن سب غصب کر لی گئی۔

۷۔ حبشہ، انطاکیہ، عہد نامہ یہ طے پایا تھا کہ شاہنشاہ کو پچیس لاکھ فرانک اور اُس کے خاندان کو پچیس لاکھ فرانک سالانہ ادا کئے جائیں گے۔ لیکن بوربون شاہ نے یہ رقم ادا نہ کی اور عہد نامے کی شرط کو شکست کیا۔ پس شاہنشاہ نپولین ایسی حالت میں اپنے وفادار گارڈ کو ضرور برخواست کر دینے پر مجبور ہو جانا۔ اگر جتوڑا (اور اہلی کے) سا ہو کار اُس کو چھپ کر ورنہ گرفتار دینے پر آمادہ نہ ہو جائے۔

۸۔ جزیرہ ایلبار پر نپولین کو مالکانہ قبضہ دیا گیا تھا لیکن نپولین کو اس جزیرے سے محروم کرنے کے لئے وائیا کی کانگریس میں رزلویشن پاس کیا گیا۔ اور اگر خدا کا فضل شامل حال نہ ہوتا تو یورپ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا کہ نپولین قید کر کے سینٹ ہلینا بھیج دیا گیا اور اُس کو اُس کے خاندان اور دوستوں سے علیحدہ کر دیا گیا۔

(۵۲۱)

”جب متحدہ بادشاہوں نے اپنی شان کے خلاف ایک واجب الاحترام عہد نامے کو شکست کر دیا اور جب نپولین اور اُس کے خاندان نے دیکھ لیا کہ اُن کی جان کا خطرہ ہے۔ اُن کا مال لوٹ لیا گیا۔ اور اُن میں باہم جدائی کا خوف ہے اور جب کہ شاہزادوں کی حیثیت سے اُن کے حقوق عہد نامے کے خلاف تلف کئے گئے اور اُن کا ایسا بھی لحاظ نہ کیا گیا جیسا کہ معمولی شہریوں کا قانون کی رُو سے ہونا چاہیے تھا۔ تو ایسی حالتوں میں نپولین کو کیا کرنا واجب تھا؟ کیا اُس کو لازم تھا کہ توہینوں اور ناراضائیوں کو برداشت کرنے کے باوجود وہ عہد نامہ

کو قلعہ شکست جوتے دیکھ کر بھی خاموش رہتا اور متحد بادشاہوں کے ہاتھوں سے اپنی وہ نوبت پہنچو الیاحیں کی طیاریاں ہو رہی تھیں۔ اور اپنی بیوی۔ بیٹے اپنے رشتہ داروں اور اپنے جان نثار ملازموں کی خرابی بلوالیتا۔

” ایسا ارادہ کر لیا اور یوں جان پر کھیل جانا انسان کا کام نہیں ہو سکتا۔ تاہم نپولین نے سلطنت سے دست کشی کر کے دکھایا کہ ہاں وہ ایسا انسان تھا۔ کہ ایسا ارادہ کر سکتا اور جان پر کھیل جا سکتا تھا کہ شاید اسی سے فرانس کو خوش حالی نصیب ہو۔ وہ فرانس پر اپنی جان بھرنے لگا کہ اسے کیونکہ وہ علانیہ کہتا ہے۔ کہ اُس کو جو کچھ شان و عظمت نصیب ہوئی وہ فرانس ہی کی یہ دولت ہوئی۔ وہ ہر شے کو فرانس سے منسوب کرتا ہے۔ اپنے افعال کے متعلق وہ صرف فرانس کے سامنے جواب دہ ہے اور اُس پر اپنی جان کو نثار کرتا ہے۔ فرانس ہی کی خاطر وہ فرانس کو غلام جنگی سے بچانے کی خاطر شاہنشاہ نے تخت و تاج سے دست کشی کی تھی۔ اُس نے وہ حقوق جو فرانس سے حاصل کئے تھے فرانس ہی کو واپس کئے۔ اُس نے فرانس کو اجازت دے دی کہ اپنا نیا فرماں ردِ انتخاب کرے۔ اور ایسی حکومت قائم کرے جس سے اُس کی بیہودہی اور فلاح ہو۔ اُس کو اُسید تھی کہ پچیس سال کی نام اور جنگ سے فرانس نے جو کچھ حاصل کیا تھا باقی رہے گا۔ اور جمہور کو اپنے فرماں روا کے انتخاب کرنے کا اختیار ہو گا۔ اور جمہور ہی کی مقررگی ہوئی شرائط سے حکومت کی جائے گی۔ اُس کو اُسید تھی کہ یورپوں کی نئی حکومت سے فوجوں کی شان قائم رہے گی۔ بہادروں کے حقوق قائم رہیں گے اور نئے مقاصد جو قوم کی حاجتوں۔ عادتوں۔ اور طور و طریق کے پچھلے پچیس سال سے مطابق و موافق چلے آتے ہیں بجائے خود موجود رہیں گے۔

” لیکن افسوس جمہور کی حکومت کا کچھ بھی لچا نہ کیا گیا۔ اور تاریخ انقلاب سے

جو قوانین وضع ہوئے تھے سبک سب ناجائز قرار دیے گئے۔ اور فرانس سے یہ
 سلوک ہوا کہ وہ باغی ملک تھا اور گویا اُس کو اُس کے قدیم آقاؤں نے پھر سے
 فتح کیا۔ اور خود مسرفراں روائی اُس پر پھر سے قائم کی گئی ہے۔ اُس کی حکومت
 کی اس طرح ترتیب دی گئی کہ نہ قوم سے مشورہ کیا گیا اور نہ اُس کی فریاد پر توجہ
 کی گئی۔ اور قومی وکلاء یا قائم مقاموں کا ایک عالی نام رہ گیا۔ اور فرانس کے جمہور
 کے لئے بوربون بادشاہ کے وزیر اسے جو کچھ کیا۔ یا کرنا چاہا وہ یہ ہے کہ افواج کو
 منتشر کیا۔ اور فوجی افسروں کو علیحدہ علیحدہ کر کے جلا وطن کیا۔ سپاہیوں کو ذلیل و خوار
 کیا۔ اُن عظیموں کو موقوف کر دیا جو اُن کو ملتے تھے۔ تنخواہیں اور پیشینیں بند کر دیں۔
 خود مسرفراں روائی کے زمانے کے تنخواوں کو فوقیت دی۔ شہریوں کو درجہ سوم
 پر قرار دے کر اُن کی توہین کی۔ قومی جائیدادوں کے خریداروں سے جائیدادیں
 چھین لیں۔ اُمراء کو سب دستور قدیم حقوق۔ برتری۔ اور خطابات عطا ہوئے۔ خود
 فرماں روائی کے اصول قائم کئے۔ اگر چاہیے آزادی روک دی۔ پوپ صاحب سے
 قومی شہادے کو ناجائز قرار دے دیا۔ ایک مخصوص قسم کی نماز مقرر کی اور فرانسیسی
 قوم پر جس کو اب حقوق میں مساوات کی عادت ہو گئی تھی چند اُمراء کی فوقیت
 کو قائم کیا۔ اور عشر لینا پھر شروع کر دیا۔

”چنانچہ جب یہ یہ نوبت پہنچ گئی تو شاہنشاہ ہنولین نے جزیرہ برابلیا کو چھوڑا
 اور ان ہی وجوہ سے نہ کسی ذاتی غرض سے وہ فرانس کو واپس آیا۔ کیونکہ قومی
 مقاصد کے مقابلے میں ذاتی مقاصد کی شاہنشاہ کچھ وقعت نہیں سمجھتا۔ اور
 ان ہی قومی مقاصد پر اُس نے اپنی زندگی کو وقف کر دیا ہے۔ فرانس میں اس
 اگر وہ اپنے ہمراہ جنگ و جمل کو نہیں لایا۔ برخلاف اس کے اُس نے اُس ملک
 کو مسدود کر دیا جو قومی اہلک کے خریداروں سے تمام فرانس میں پیش رفتی والی

جی کیونکہ ان دینداروں کی تعداد فرانس میں فی صدی آٹھ تھی ہے۔ اور ضرور
تھا کہ یہ جنگ امراء اور زمینداروں میں پیش آتی کیونکہ امراء نے یہ اہلک چینلی
تھیں۔ اور یہ جنگ وہ ہوتی جو فرقہ پرستوں کے عیسائی۔ اور یہودی یا مختلف فرقہ
فرقوں کے لوگ اپنے ستانے والوں سے لڑا کرتے ہیں۔

”شاہنشاہ۔ فرانس کو رہائی دینے کو آیا اور قوم نے یہی سمجھ کر گرم جوشی سے اس
کا استقبال کیا۔ سات سو میل کی مسافت میں اس کا کسی نے مقابلہ نہ کیا۔ نہ کوئی
جنگ ہوئی۔ اور پیرس اگر جایا کی راے سے وہ فرانس کے تخت پر بیٹھ گیا۔ تو
اس تخت کو چھوڑ کر فرار ہو گئے تھے اور بوریون اس قابل نہ ہوئے کہ تمامی افواج۔
اپنے خاندان۔ قومی کارڈ۔ یا فرانس کے جمہور میں سے ایک شخص کو بھی کھڑا کر سکتے۔
جو شاہنشاہ کا مقابلہ کرتا۔ اور بوریون کو ان کے تخت پر قائم کرنے کی کوشش کرتا۔ ہاں
جمہور کا پولین سر دار ہے۔ تین دفعہ ان جمہور نے اس کو اپنا سردار منتخب کیا۔ اور
اب چوتھی دفعہ پھر اس کو اپنا فرماں روا بنایا ہے۔ چنانچہ وہ قوم کا شاہنشاہ ہو گیا
اور قوم ہی کے فیصلے کے لئے وہ فرماں روائی کرتا ہے۔

”پولین اور فرانس کی کیا خواہش ہے؟۔ ان کی صرف یہ خواہش ہے کہ
فرانس خود مختار رہے۔ ملک کے اندر اور دوسری طاقتوں سے اس کی صلح رہے
اور پیرس کے واجب الاحترام معاہدے پر جو ۱۷۹۳ء میں آجیا ہے
کا رہنمائی ہو۔ پس یورپ کی آئندہ اسیدوں۔ اور صلح واسن کی اسیدوں میں
کوں ہی تبدیلی ہوئی؟۔ کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ بہ بشرطہ کہ متحدہ بادشاہ فرانس
کی مادی کا خیال کر کے اس کے وجود کو تسلیم کر لیں۔ نہ وہ فاتح ہو اور نہ مفتوح
ہو۔ نہ کسی کو ماتحت بنائے نہ خود کسی کا ماتحت بنے کہ یہ بات بڑی طاقتوں میں
ساوات قائم کرنے اور چھوٹی فرماں روائیوں کی حفاظت کے لئے ضروری ہے

(۵۴۶)

کسی چیز میں تبدیلی نہیں ہوئی ہے بہ شریک کہ فرانس کو یورپوں خاندان کی فرماں برداری کرنے اور انھیں بیرونیوں کے پہننے پر مجبور نہ کیا جائے جو اُس نے اُتار کر پھینکی ہیں۔ کسی چیز میں تبدیلی نہیں ہوئی ہے بہ شریک کہ متحدہ بادشاہ فرانس میں اپنے قوانین جاری نہ کریں۔ اُس کے اندرونی معاملات میں دست انداز نہ ہوں۔ اُس پر خاں قسم کی جبریہ حکومت نہ قائم کریں۔ اور اُس پر ایسا بادشاہ نہ مقرر کریں جو فرانس کے ہم سایہ ملک کے جذبات اور مقاصد کے موزوں ہو۔ کسی چیز میں تبدیلی نہیں ہے بلکہ فرانس اپنے صلح واس کے خیالات کو جنگ کی طیارہ بنی کر کے لئے نیچوڑنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ کیونکہ فرانس کے شاہنشاہ اور اُس کے جمہور کو ایسی حکومت اور ایسے آئین کے مستقل کرنے کا خیال ہے جس سے فرانس کی فلاح ہو اور جمہوری حکومت اور حقوق میں مساوات کو نتج حاصل ہو۔ کیونکہ تمام یورپ میں اب یہی خیالات ہیں اور کسی کے روئے زمین پر گئے۔ اور آخر میں یہ کہا جاتا ہے کہ کسی چیز میں تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ اگر ناطق پسند بادشاہوں کا جتہ ۱۷۹۲ء کی طرح اپنے اُرادے۔ اپنے حقوق۔ اپنی آزادی۔ اور اپنے منتخب کئے ہوئے شاہنشاہ کو بچانے پر فرانس کو مجبور نہ کرے گا۔ کیونکہ فرانس تمام یورپ کے ساتھ صلح قائم رکھنا چاہتا ہے۔



باب شصت و ہفتم واٹرلو

(۵۲۲)

جنگ کی طیاریاں۔ ٹوٹی لریز سے شاہنشاہ کا روانہ ہونا۔ ولینگٹن اور بلوشر کا فوجی مقام۔ شاہنشاہ کی تجویز۔ بورمانٹ کی فڈاری۔ چار لروئی۔ کوٹر براس کا حادثہ۔ ولینگٹن۔ بروسیلیس میں۔ واٹرلو۔ شب میں، رگھاٹ لینا۔ ٹوٹان۔ جنگ۔ ولینگٹن کی مایوسانہ حالت۔ بلوشر کا آنا۔ فرانسیسی سپاہ کا مغلوب ہونا۔ پھلین کا پیرس واپس آنا۔

جنگ کی طیاریاں کرنے میں اب ایک لمحہ ضائع کرنا مناسب نہ تھا۔ اور نپولین نے ایسی جلد و جہد سے کہ یقین نہ آئے گا دو لاکھ آشتی ہزار فوج قائم کر لینے میں کامیابی حاصل کی۔ لیکن غنیم کی دس لاکھ فوج کے دغیہ کو جس کا سیلاب فرانس کی سرحدوں پر چڑھا چلا آ رہا تھا نپولین اپنے ہم راہ صرف ایک لاکھ بیس ہزار سپاہ لے جاسکا۔ غنیم کی فوجیں ہر طرف سے پیرس پر پورش کرنے کو آ رہی تھیں۔ اسکو ارٹزن برگ کے ہم راہ دریائے رین کی واوی بالا میں دو لاکھ ساٹھ ہزار فوج تھی۔ ولینگٹن اور بلوشر کے ساتھ بروسیلیس کے قریب ایک ایک لاکھ فوج تھی۔ روسی فوج جس کی تعداد دو لاکھ ستر تھی یٹا کر تھی ہوئی جرمنی میں آ رہی تھی۔ اوسکو ہستان آپس کے

داس میں فرانس پر جو بے جا کہنے کو آسٹریا کی ملک لائٹ فوج جس کی تعداد ساٹھ ہزار تھی روانہ ہو گئی تھی۔ اس کے ساتھ بادشاہوں نے سویڈن لٹویا کو مجبور کر کے اپنی ملک کو تیس ہزار فوج جبریہ حاصل کی تھی۔ اور برطانیہ کے زبردست جنگی جہازیں کا اس زمانے میں پردہ زمین پر جواب نہ تھا فرانس کے ساحلوں کو گولباری سے برباد کر رہے تھے۔ ٹوٹ رہے تھے اور متحدہ افواج کو سامان ہم پہنچاتے تھے۔ اور یہ تمام فوجیں صرف ایک پولین کے مقابلے میں جتنہ بازہ کر عظیم الشان لیاریاں کر رہے تھے۔

اصل تو یوں ہے کہ یہ موقع نہایت ہی نازک اور صعب تھا۔ لیکن پولین نے بھی ایسی شجاعت اور ایسے عزم و ثبات سے مقابلہ کیا کہ دنیا ہمیشہ حیرت کے ساتھ اس کی تعریف کرتی رہے گی۔ ظاہر ہے کہ اس کا تعلق دینے والا اب کوئی موجود نہ تھا۔ جو دیغاں کا اشتعال ہو چکا تھا۔ میرا لویا اور اس کا پیار ا بیٹا آسٹریا کے ایوان میں نظر بند تھے۔ یو جین تخت سے اتار دیا گیا تھا اور بادشاہ یویریا کے دربار میں پھنسا ہوا تھا جو اس کا خستہ۔ مرآت فراری کی حالت میں تھا۔ اور اس کو ہر وقت گولی سے مار دیے جانے کا خطرہ لگا ہوا تھا۔ لائن۔ بے سے ریچ۔ ڈیوراک۔ مرچکے تھے۔ برقیہ کو اب اپنے آقا پولین کے حضور میں حاضر ہونے سے شرم و اسن گیر تھی۔ اور وہ بوربون کا شریک تھا۔ آرمونٹ کی نمک حرامی تو معلوم ہی ہے اور وہ اس وقت کینٹ میں تھا۔ اوڈی ناٹ اور میکڈانلڈ بڑے صاحب غیرت تھے۔ اور چونکہ بوربون بادشاہ کے سامنے اطاعت کا حلف کر چکے تھے وہ اپنے حلف پر قائم تھے۔ مدشل نے اپنے دلی جوش سے مجبور ہو کر اپنے حلف سے جو بوربون بادشاہ سے کیا تھا۔ انحراف کیا تھا۔ مگر اس بے غیرتی کے خیال سے بے ول ہو کر اپنے عزم و ہمت کو دے دیے تھے۔

صرف دو تجویزی نہیں جن میں سے پہلین ایک اختیار کرتا تھا۔ ایک تو یہی کہ اپنی چھٹی فوج کو پیرس کے گرد جمع کر کے متحدہ افواج کو یہ اجازت دے دیتا کہ فرانس کو غارت کرتی ہوئی پیرس کے قریب آئیں اور پھر پہلین پیرس کے گرد ایک ہولناک جنگ میں قسمت آزمائی کرے۔ اور معاملہ طے ہو جائے۔ اور دوسری تجویز یہ تھی کہ فرانس کی سرحد کو پار کر کے غنیم کی فوج پر کوچ کی حالت میں اپنا ملک حملہ آور ہو۔ اور پہلے ایک گروہ سے جنگ کرے اور پھر دوسرے سے۔ اور انجام کار اُن کی یورش کو روک دے۔ اور وہ مسلح کی خط و کتابت کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ اگرچہ تجویزیں تھیں تو دونوں ایسی کہ ناسیدی تھی مگر آخری تجویز میں کم مائیوسی تھی۔ چنانچہ پہلین نے فوراً لچیم پر دھاوا کرنے کا عزم کر لیا تاکہ ویلنگٹن اور بلوشر کی فوجیں باہم ایکٹ ہونے پائیں۔ اور اُن پر اپنا ملک بیکے بعد دیگرے حملہ کر دیا جائے۔ اور دونوں کو شکست دے کر جتنے کے اس بڑے جزو کو براہ کر دیا جائے اور اُس کے بعد دوسری افواج پر حملہ کر کے جتنے کا سنہ پھیر دیا جائے۔

۱۱۔ جون ۱۸۱۵ء کی تمام شب پہلین اجلاس کے کمرے میں فوجی افسروں کے نام بے شمار احکام لکھواتا اور وزراء کو مخفی ہدایتیں کرتا رہا۔ اور وزراء اسے نصیحت ہوتے وقت اُن سے کہا: "آج رات کو میں جاتا ہوں۔ آپ اپنے فرائض پر مستعد رہیں میں اور میری سپاہ اپنے فرائض انجام دیں گے۔ میں نصیحت کرتا ہوں کہ آپ اتحاد۔ سرگرمی اور عزم و ثبات سے کام کریں۔ اسے شرفاء۔ ذرا اتنی بات دیکھتے رہنا کہ آواہی کے بجائے طوائف الملوکی اور انتظام کے بجائے بد نظمی نہ ہونے پائے یا دوسرے کہ ہماری کامیابی کا دار و مدار اتحاد پر ہے۔"

۱۲۔ جون۔ کو صبح کے تین بجے نوی کرز کے زمین سے پہلین نیچے اُترا کہ اپنی آخری حربی ٹیم میں سپاہ کا جا کر شریک ہو۔ اور کالن کورٹ کی طرف افسوس لکھیں

استقلال سے ہاتھ بڑھا کر کہا: کالن کورٹ! خدا حافظ ہے۔ الوداع۔ جاتے ہیں۔ یا تو فتح کریں گے۔ یا مارے جائیں گے۔ زینے کی آخری سیڑھی پر پہنچ کر شاہنشاہ ایک لمے کو ٹھہر گیا اور اُس ایوان کو جس میں اب دوبارہ آنا قسمت میں نہ تھا اُداسی کی نظر سے دیکھا اور پھر بڑھ کر گاڑی میں سوار ہو گیا۔ تمام دن اور تمام رات بڑی تیزی سے کوچ کر کے ۱۳۔ جون کی صبح کو ایولینس (پونچا۔ جو پیرس سے ڈیڑھ سو

میل ہے۔ اس مقام کے قریب جو فرانس کی انتہائی حد پر واقع ہے۔ نیولین کی اُس قدر افواج جو لیٹا کر کے اُس کے پاس پہنچ سکتی تھیں آگئی تھیں۔ نیولین کی فتح اسی بات پر منحصر تھی کہ بے حد جلد کام کیا جائے کیونکہ چند ہی گھنٹوں کے وقفے میں دشمن کی فوجیں باہم ایک ہو کر اپنی بڑی تعداد سے نیولین کو شکست دے سکتی تھیں۔ نیولین کو دیکھ کر فوج نے ایسی خوشی سے نعرے مارے کہ دوسرے سوار نے کبھی سنے بھی نہ ہوں گے۔ نیولین کے ہنر اور ذکی سپاہیوں کو اچھی طرح معلوم تھا کہ بڑی زبردست اور بڑی دل فوجوں سے اُن کو مقابلہ کرنا تھا۔ انھوں نے فخر سے نعرے مار کر کہا۔

(۵۶۱)

”ہم تمامی جتھے کا مقابلہ کریں گے“ اور جنگ با یوسانہ کے لئے اپنے تئیں آمادہ اور طیار کر لیا۔ نیولین سے صرف پچاس میل کے فاصلے پر شمال میں دو بڑی فوجیں ایک دوسری سے شامل ہو جانے کو موجود تھیں۔ ولینگٹن۔ بروسیس میں تھا۔ اور اُس کے پاس ایک لاکھ سے زیادہ فوج تھی۔ اور اُس سے چند فرسنگ پر ایک لاکھ تیس ہزار پر ویشیا کی فوج کے ساتھ بلوشر تھا۔ ان دونوں فوجوں کو ملے کا خیال تو کیا معنی یہ ظہر بھی نہ تھا کہ نیولین پیرس سے روانہ ہوا ہے۔ اور بڑے اطمینان سے روسی افواج کی آمد کا انتظار کر رہی تھیں۔ کیونکہ دو لاکھ روسی فوج دھاوا کرتی ہوئی چلی آتی تھی۔

نیولین کے پہنچنے ہی اُس کی فوج بڑے جوش سے اُس کے گرد جمع ہو گئی۔ اور نیولین نے اُس سے چند جوش دلانے والے کلمے کہہ کر اُس کو فوق العادت جوش سے بھر دیا۔

اور سپاہی اُس کی طرف بڑی سسترت سے بڑھے۔ اپنی ٹوپیاں انھوں نے سنگینوں پر چڑھائی تھیں اور نعرے مارتے تھے اور ہر طرح سے آمادہ ہو گئے کہ اُن کا سردار کسی سہم گئی مہم پر اُن کو اپنے ہم راہ لے جائے۔

نپولین کے پونچھے ہی تمام فوج کا کوچ شروع ہو گیا شاہنشاہ نے مختلف رستوں پر جانے والی سپاہ کو تفصیلی ہدایتیں کیں کہ سترہ مقام پر ایک وقت میں جا کر جمع ہوں اور یہ مقام چار روئی (۱) اے ویس نس (۲)

سے ۳۵ میل تھا جنرل بورمانٹ فوج کے ایک دستے کا کمانیر تھا۔ شروع زمانے میں وہ بوربون کا سرگرم حامی تھا۔ اور جب نپولین ایلبا سے واپس آیا۔ تو اُس وقت وہ بوربون بادشاہ کی فوج میں افسر تھا۔ چونکہ فرانس کے جمہور نے نپولین کا بڑی سہ گری سے استقبال کیا تھا۔ بورمانٹ بھی جمہور سے متفق ہو گیا اور شاہی فوج میں افسری کی درخواست دی۔ نپولین کو اُس پر اعتماد نہ تھا۔ مگر مارشل نے کے اصرار سے وہ مجبور ہو گیا۔ اب بورمانٹ نے یہ دیکھ کر کہ نپولین کو فتح نہ ہوگی غداری کی اور سرخ زوئی حاصل کرنے کو غنیمت سے جا کر نپولین کی تجویزوں کا حال بیان کر دیا نپولین کو تو اپنے اوپر پورا اختیار تھا اور اس غداری کی خبر کو اُس نے بڑے ضبط کے ساتھ سنا۔ بلکہ شرف بورمانٹ کی بڑی خاطر کی۔ اور بوربون نے اُس پر بڑی عنایتوں کا اظہار کیا۔ مگر اب نپولین کو یہ ضرورت ہوئی کہ اپنے بعض احکام میں تاخیر و تبدل کرے تاکہ دشمن قریب میں آجائے۔

نپولین کی دست کشی پر مارشل سولٹ بوربون بادشاہ کا شریک ہو گیا تھا۔ لیکن نپولین کے واپس آتے ہی وہ فوراً آیا اور نپولین کا شریک ہو گیا۔ اُس کی ایسی ستون مزاحی سے فوج کا جی اُس سے بیزار ہو گیا۔ مگر باوجود مارشل ڈے وسٹ کے منہ کرنے کے نپولین نے سولٹ کو نائب سپہ سالار کر دیا۔ مگر اس شائبہ مارشل

سے اختیارات لئے گئے تھے اور شک ہو رہا تھا کہ وہ بھی دغا کرے گا۔ لیکن سولٹ کی جانب سے پولین کو کسی قسم کا شک نہ تھا۔ بوربون نے بھی سولٹ پر الزام لگایا تھا کہ اُس نے ہمارے ساتھ دغا کیا۔ اور یہ دھکی دھکی تھی کہ سولٹ کا کورٹ مارشل کیا جائیگا۔ اس الزام کے متعلق پولین نے کہا:۔

”سولٹ بے گناہ ہے۔ اُس نے مجھ سے یہ اقرار کیا کہ ہاں میں بوربون بادشاہ کو واقعی پسند کرتا تھا۔ اور اُس بادشاہ کی ماتحتی میں مجھے جو اختیارات تھے اُن کو میرے (پولین کے) وزراء کے اختیارات سے کوئی نسبت نہ تھی۔ یہ اختیارات بڑے دل فریب تھے۔ اور میں بوربون کا دم بھرتا تھا۔“

۱۴۔ جون کی شام کو پولین۔ چارلروئی پہنچا۔ یہاں پروشیا کی فوج سورجہ بند تھی۔ اصل فوج کا یہ ہر اول تھا اور اس کی تعداد دس ہزار تھی۔ ۱۵۔ جون۔ کی صبح کو پولین کی فوج نے دشمن پر حملہ کیا اور بڑی خوں ریزی سے شکست دے کر اُس کو شہر سے نکال دیا۔ چھ بجے فرانسیسی فوج فتح مندی سے دریائے سامبری (

کے پل کو عبور کر کے شہر میں داخل ہوئی۔ اور چارلروئی پر قبضہ کر لیا۔ پروشیا کی فوج میں دو ہزار کام آئے تھے اور باقی فوج بھاگ کر اصلی بڑی فوج سے مل جانے کو چلی گئی۔

بروسیلز اور چارلروئی میں تیس میل کا فاصلہ ہے۔ چارلروئی سے دس میل ایک چھوٹا سا مزرعہ واقع ہے جس کا نام۔ کوٹلبراس (

اس لئے نام ہے کہ یہاں دو سڑکیں باہم کٹتی اور ایک چوڑا ہا بناتی ہیں۔ پولین نے مارشل نے کو حکم دیا کہ چالیس ہزار فوج لے جا کر فوراً کوٹلبراس پر قبضہ کر لے۔ کیونکہ یہ مقام نہایت کارآمد تھا۔

پولین نے کہا:۔ ”اپنی تمام فوج کو اس مقام پر پوری سورجہ بندیاں کر کے جمع کر لیا۔ اور ایسی تیزی سے جاؤ کہ اسی رات سے پہلے پہلے وہ تمھارے قبضے میں

ایسا مستحکم اور لافح ہو جائے کہ دشمن کیسا ہی حکم کیوں نہ کرے تم سے چھین نہ سکے۔
 بلوچستان کی اپنی بڑی فوج کے نامموز (اور میوز) کے اتصال پر واقع
 تھا اور دریائے سامبری (اور میوز) کے اتصال پر واقع
 تھا۔ گواٹر براس پر قبضہ کر لینے کا یہ نتیجہ ہوتا کہ ولنگٹن کی ایک لاکھ سپاہ بلوچوں کی ایک
 لاکھ تیس ہزار فوج سے قطعی علیحدہ ہو جاتی۔ پولین کی یہ تجویز تھی کہ مورچوں کے پیچھے
 اپنی تھوڑی سی فوج چھوڑ کر کہ وہ پریشیا کی فوج کو آگے نہ بڑھنے دے پہلے جا کر
 وہ بروسیس میں ولنگٹن کی فوج کو شکست دے اور وہاں سے گھوم کر بلوچوں
 کی سپاہ کا ایک دم میں خاتمہ کر دے۔ اور بلوچوں والے جو دراصل پولین کے شریک
 تھے متحدہ افواج سے نجات پا کر فرانسیسیوں کے اُپر طرف دار ہو جائیں۔ اور واقعی
 پولین کی اس کامیابی پر آزادی کے حامیوں کی تمام یورپ میں اُسیدیں ہری
 ہو جاتیں۔ پیرسین، اٹلی، ہنگری، پولینڈ سب اُٹھ کھڑے ہوتے۔ اور یورپ
 کے خود سرتاج وار۔ ان قوموں کے سامنے سے جو بے چاری صدیوں غلامی کر چکی
 تھیں فنا ہو جاتے۔ ۱۵۔ جون۔ کی شام تک پولین کی سب تجویزوں میں کامیابی
 ہوئی تھی۔ اور اُس کو اپنی فتح کی پوری اُسید تھی۔ اُس کی قسمت یاوری پر تھی۔ اور خود
 تاج داروں کا ستارہ گردش میں تھا۔

جب پولین کے پاس مارشل نے۔ نے یہ خبر بھیج دی کہ گواٹر براس پر اُس
 نے قبضہ کر لیا۔ تو پولین دوسرے رستے سے لگتی (کی طرف چلا
 لگتی۔ گواٹر براس اور نامموز کے درمیان واقع ہے۔ یہاں بلوچوں سے اُس کا
 اچانک مقابلہ ہوا جو اُٹھ ہی ہزار سپاہ لے ہوئے ولنگٹن سے جا ملنے کو جا رہا تھا۔ یہ خبر
 کہ پولین سر پر آپہنچا ہے بلوچوں کو بورمانٹ غدار نے پہنچائی۔ پولین کے ساتھ
 اس وقت ساٹھ ہزار آدمی کا فوج تھی۔ اور اب ایسی ہولناک جنگ شروع

(۵۲۵) ہوئی کہ تاریخ میں بڑی نامی جنگ شمار ہوتی ہے۔ تمام دن ہنگامہ محشر برپا رہا۔ اور شام سے قبل نپولین نے ہر مقام پر فتح پائی۔ اور پر ویشیا کی فوج دس ہزار اسیارہ میں ہزار مقتول و مجروح چھوڑ کر اسی طرح بدحواسی سے فرار ہوئی جیسے ہمیشہ وہ نپولین کے سامنے سے بھاگنے کی عادی تھی۔ اور حبشیا نپولین نے تجویز کیا تھا۔ اگر مارشل نے اپنی فوج سے پر ویشیا کی فوج کے فرکے کھتے کو بند کر دیتا تو پر ویشیا کی فوج سے ایک ستنفس بھی جان سلامت نہ لے جاتا۔ اور وائٹلو کی جنگ پیش ہی آتی اب لگ نی کے میدان میں نپولین کو فاتح چھوڑ کر ہم مارشل نے کا حال لکھتے ہیں۔ ۱۵۔ جون۔ کی شام کو اس سے پیشتر کہ مارشل نے۔ سڑکوں کے چور اچھے پر کو اثر براس میں پونچھے رات ہو گئی۔ بڑی تاریکی چھائی۔ طوفان باد کے ساتھ نو سلاہار بارش شروع ہو گئی۔ چونکہ متواتر دو دن سے سپاہ کو کھج کرتی چلی آتی تھی۔ اور موسم خراب رہا تھا۔ سپاہی بہت زیادہ تھک گئے تھے۔ جب کوکٹر براس چند میل رہ گیا اور کسی دشمن کی شکل بھی نظر نہ آئی اور سوار بھیج کر یہ بھی معلوم کر لیا گیا کہ کوکٹر براس میں غنیم کی کوئی فوج نہیں ہے تو مارشل نے کوکٹر پر یقین ہو گیا کہ صبح ہوتے ہی بلا مزاحمت کوکٹر براس پر قبضہ کر لیا جائے گا۔ چنانچہ اُس نے خیال کیا کہ کوکٹر براس پر اُس کا قبضہ ہو گیا اور اُس نے ایک قاصد شاہنشاہ کے پاس بھیج کر اُس کو مطلع کر دیا کہ کوکٹر براس پر قبضہ ہو گیا۔

سپاہی ماندگی سے نیم جاں تو ہو ہی رہے تھے بھیگی زمین پر لٹیٹے ہی بے خبر سو گئے اُن کو کیا معلوم تھا کہ اُن کا یہ چند ساتھوں کا آرام وہ ٹہلک آرام تھا کہ نپولین کے تخت کو سر نہجوں کر دے گا۔ فرانس کی سلطنت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور یورپ کی آزادی خاک میں مل جائے گی۔

جس وقت یہ فرانسیسی سوار کوکٹر براس کے سامنے زمین پر پڑے ہوئے

سب خبر سوس رہے تھے۔ ولنگٹن ڈچیز آف ریج منڈ کے جلسے کے درمیان بروسیس میں بیٹھا طع اُڑا رہا تھا۔ اسی حال میں کہ ولنگٹن ایک دیچی میں بیٹھا ڈیوک آف برنس وک سے باتیں کر رہا تھا۔ ایک قاصد نے اگر اُس کو اطلاع دی کہ نپولین فرانس کی سرحد سے عبور کر کے بروسیس سے دس میل کے فاصلے پر آ پہنچا ہے۔ اس خبر نے ولنگٹن ایسا بدحواس ہوا کہ اُس کا چہرہ زرد ہو گیا۔ اور ڈیوک آف برنس وک اپنی کُرسی سے ایسا گھبرا کر اُٹھا کہ اُس کو یاد نہ رہا کہ اُس کی گود میں ایک بچہ سو رہا تھا اور بچہ زمین پر گر پڑا۔ تمام جلسے میں یہ خبر فوراً منتشر ہو گئی۔ ولنگٹن اور دوسرے افسر علیہ چھوڑ کر فوراً اُٹھ گئے۔ اور ڈیوک آف ولنگٹن نے بڑی تڑپ سے کام شروع کیا۔ بگل اور ڈھول بجے اور سپاہ جمع ہونے لگی۔ اور ساری فوج کیا سوار کیا پیدل کیا توپ خانے ایک دم میں بروسیس کی تاریک سڑکوں پر روانہ ہو گئے۔

رات واقعی بڑی طوفانی اور تاریک تھی۔ کیونکہ تین رات ۱۱ ورتین دن سے برابر بارش ہو رہی تھی۔ سڑکوں پر سیلاب تھا اور رستوں میں کثرت سے کچھڑ تھی۔ تمام رات جنگ کا سامان حرکت میں رہا۔ جن کا شور طوفان کے شور سے آمیز ہو گیا تھا۔ کوارٹر براس۔ بروسیس سے پندرہ میل تھا۔ اور ولنگٹن کو نپولین کی طرح خوب معلوم تھا کہ یہ کوارٹر براس بڑا ضروری مقام تھا صبح ہوتے ہی یہ معلوم ہونے سے کہ کوارٹر براس پر ولنگٹن کا قبضہ ہے۔ مارشل نے۔ کے ہوش گم ہو گئے۔ اور اب سخت سے سخت حملہ کرنے سے بھی کوارٹر براس کا پھین لینا ایک مشتبہ امر تھا۔

اتنے ہی میں اُس کے پاس شاہنشاہ کا ایک اور پیغام پہنچا جس سے مارشل نے کے رہے سے حواس اور بھی جاتے رہے۔ وہ پیغام یہ تھا کہ مارشل نے

لی اطلاع کے موافق شاہنشاہ کو یہ تو یقین ہی تھا کہ کو اٹر براس پر فرانسیسی فوج قابض ہے۔ چنانچہ شاہنشاہ نے لکھا تھا کہ "مارشل نے۔ تم تھوڑی سی فوج اپنی سوچہ بندیوں کے پیچھے ولینگٹن کو روکنے کے لئے چھوڑ دو اور خود سح تمامی رسالوں اور توپ خانوں کے جلد بڑھ کر بھاگتے ہوئے بلوشر کا رستہ پیچھے سے فوراً روک لو" اور اسی پیغام کے ساتھ شاہنشاہ نے یہ فقرہ اور لکھا تھا "مارشل نے فرانس کی قسمت کا فیصلہ بس تمہارے ہاتھ میں ہے"

اگر مارشل نے۔ کو اٹر براس پر قابض ہو گیا ہوتا تو بلوشر کی فوج کی کسی طرح خیر نہ تھی۔ پھر دوسرے دن نپولین فاتح و فیروز اپنی تمامی فوج سے ولینگٹن پر حملہ آور ہوتا اور نتیجے میں کس کو شک ہو سکتا ہے۔ نپولین ہی کو فتح ہوتی مینور اور بلجیم کی تمامی سپاہ نپولین کی دل سے جانب دار تھی۔ اور نہایت مجبور کی حالت میں اس وقت اس کے مقابلے میں جنگ کرتی تھی۔ یہ سب فوجیں نپولین سے آملتیں۔ اور یورپ کی تاج کی روکار بدل جاتی۔ لیکن دیکھئے۔ بڑے بڑے انقلاب ایک ذرا اسی بات سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ کو اٹر براس پر مارشل نے کا قابض نہ ہونا۔ ستم ڈھا گیا۔

لیکن بجائے اس کے کہ مارشل نے۔ بلوشر کی بھاگتی ہوئی فوج کا رستہ بند کر سکتا۔ وہ تمام دن کو اٹر براس ہی کے چھیننے میں سخت خواہ ریز جنگ کرنے پر مجبور رہا۔ لیکن کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ ولینگٹن کو خوب معلوم تھا کہ سارا جنگ کا دار و مدار کو اٹر براس ہی پر تھانہایت کثرت سے وہ اپنی افواج اسی مقام پر جمع کرتا رہا۔

ولینگٹن کہتا تھا "ایک دوسرے کا انتظار کرت کرو۔ ایک ہی ایک پلٹن۔ ایک ہی ایک رسالہ۔ بلکہ ایک ہی ایک گپنی کو اٹر براس پر جمع ہوتی جائے۔ اور ایسے ڈوڑ کر ہونچو کہ گویا آگ لگی ہوئی ہے۔ اور ہم کو ایسا مقابلہ کرنا چاہیے کہ نام کر دیں۔ یا سب کا جائیں

اور تم میں سے جو سب سے زیادہ قریب پہونچ جائیگا وہی سب سے زیادہ شہل کا کام دیکھا۔
پس کو اٹھ براس پر برابر فوجوں کی لگ چلی آرہی تھی۔ اور وہ ہر لمحہ لافح ہوتی
جاتی تھیں۔ مارشل نے۔ اپنی تقصیر کو جس کی اب تلافی نہ ہو سکتی تھی دیکھ رہا تھا۔ اور
غم و فکر سے اُس کے کلیجے کا کام ہوا جاتا تھا۔ وہ لے بے ڈور (

سے کہنے لگا۔ ”دیکھتے ہو۔ انگریزوں کی باٹریوں سے گولے آتے ہیں۔ اور ہمارے جنس
اُڑ رہی ہیں۔ پروردگار! یہ سب گولے میرے ہی کیوں نہیں گتے۔“ پھر گھوڑا خیز کر کے
وہ کلرین کے پاس گیا۔ اور کہنے لگا۔ ”میرے پیارے جنرل! ایک دھاوا کر لو۔ انگریزی
فون کے قلب میں ور آؤ۔ اور کچھ ہی ہو اُس کو توڑ دو۔ میں تمہاری لگ کو حاضر ہوں
اب تمہاری ہی حاجت ہے۔“

اس پر کلرین نے اپنے بکتر توپ کو لیا۔ اور انگریزی فون کے قلب میں دوایا
لیکن وہ ٹو فائز آتش برپا ہوا کہ سوار و پیدل خاک و خون میں لوٹنے لگے۔ اور
باقی دھاوا کرنے والوں کو موت کی آندھی کے سامنے سے پس پا ہونا پڑا۔

اس نازک مہم میں نیولین کو اپنے افسروں کی غلطیوں سے ہر چار سو نقصان
ہی نقصان اٹھانا پڑے۔ بورمانٹ کی غداری سے تو یہ غضب ہوا کہ دشمن نیولین
کے اچانک حملے سے بچ گئے۔ ورنہ اُن کی تباہی میں کیا شک رہا تھا۔ مارشل نے یہ
مخلت کر بیٹھا کہ کو اٹھ براس پر قبضہ نہ کیا۔ اور نیولین کو تھوٹی خبر بھیج دی کہ فرانسیسی
(۵۲۵) افواج کا کو اٹھ براس پر قبضہ ہو گیا۔ اور اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ قطعی فتح نیولین کے ہاتھ سے
چھین گئی۔ لیکن باوجود اس کے اس بڑے شخص نے تقدیر کا گلہ کر کے کوئی غصے کا کلمہ
منہ سے نہ بھالا۔ وہ جانتا تھا کہ مارشل نے کی یہ نیت نہ تھی کہ نقصان پہونچائے۔ اور
اسی وجہ سے نیولین نے پچھتانے اور افسوس کرنے میں وقت ضائع نہ کیا۔ اُس نے
مارشل نے کو ایک دوستانہ مراسلہ بھیجا۔ اور ایسی حالت میں کہ قسمت کی بازی کا پانسہ

اٹھاپڑ چکا تھا۔ اُس نے وہی کام کیا جو بشری طاقت سے ہونا ممکن تھا۔
 رات ہوئی۔ طوفان کا وہی حال تھا۔ یہ ۱۶ جون کی رات تھی۔ سپاہی ہینہ
 میں شرابور تھکے۔ نیم جاں۔ اور بھوکے تھے۔ اور بے رحم آسمان کے نیچے لیٹے۔ مگر
 کسی طرح نیند نہ آئی۔ کواٹر براس سے صرف دس میل کے فاصلے پر نپولین لگ فی
 میں فاتح تھا۔ لیکن مارشل نے کواٹر براس میں ہر موقع پر ہزیمت ہوئی تھی۔ رات
 میں اپنی بقیہ ہزیمت خوردہ فوج کے ساتھ بلوشر۔ دس ورسی (کی طرف
 کوچ کرتا رہا۔ اور اُس کو کوئی روکنے والا نہ تھا۔ ویلینگٹن یہ معلوم کر کے کہ بلوشر دس
 ورسی کی طرف ہٹا جا رہا ہے۔ واٹر لو کو ہٹ گیا کہ اُس کی فوج کو اپنی فوج سے
 دلائے۔ نپولین نے مارشل گروچی کو تیس ہزار فوج دے کر تاکید کی کہ برابر اس سختی
 سے بلوشر کا تعاقب کرے کہ ویلینگٹن کی فوج سے اُس کی فوج ملنے نہ پائے۔
 ۱۷ جون کی سحوس اور خوف ناک صبح نمودار ہوئی۔ طوفان اور بارش میں
 کوئی کمی نہ تھی۔ اب دوسری تازہ مصیبت یہ پیش آئی کہ مارشل گروچی کے سپاہی
 لگا تار فوق العادہ محنت سے جو کئی دن سے متواتر وہ کر رہے تھے۔ ایسے پست
 ہو گئے تھے کہ پر ویشیا کی تیز کوچ کرتی ہوئی سپاہ کو نہ پکڑ سکے۔ لیکن پھر بھی بڑی
 جاں فشانی سے برابر آگے بڑھتے چلے گئے۔ سڑکوں کا حال متواتر بارش سے
 ناقابل بیان ہو رہا تھا۔ اب گروچی کو اُدھر بھیج کر نپولین فوراً کواٹر براس اس غرض
 سے جا پہنچا کہ مارشل نے کی فوج سے اپنی فوج کو بلا دے اور چو کہ ویلینگٹن کواٹر
 براس سے ہٹ رہا تھا۔ اور واٹر لو کی طرف بلوشر کی فوج سے جا ملنے کو جاتا تھا۔
 ویلینگٹن کا تعاقب کرے۔ چنانچہ نپولین اور مارشل نے کی متحدہ فوج کی تعداد ستر
 ہزار ہوئی۔ اور یہی فوج لے کر نپولین۔ ویلینگٹن کے تعاقب میں چلا
 دن میں ویلینگٹن برسلیس کی طرف کوچ کر کے واٹر لو کے میدان میں برسلیس کے ٹوپیل کا پیر مقیم ہوا

اور بڑی دانائی سے مورچہ بندیاں کر کے بلوشر کا سخت انتظار کرنے لگا جبکہ پاس نہایت ناگیدی مراسلات و بھیج چکا تھا۔ بلوشر دے دے میں چند گھنٹوں کے راستے پرواڑ لو سے قریب آپہنچا تھا اور اُس کے ہمراہ ستر ہزار سپاہ تھی۔ جب یہ فوج بھی دلیگن سے اٹھی تو اُس کی فوج پنولین کی فوج سے تعداد میں بہت غالب ہو جاتی۔ یعنی کم سے کم اُس کے پاس ڈیڑھ لاکھ سپاہ ہو جاتی۔ پھر پنولین کی ستر ہزار کی اُس کے سامنے کیا حقیقت تھی۔ شام کے قریب پنولین کی بھی فستہ اور ماندہ فوج اس ٹھلک سیدلن میں پہنچی چونکہ موسم کی حالت سخت خراب تھی۔ رستے بے حد بُرے تھے اور بارش کے ساتھ زمین اور سیدلن سے بھی بوجھت نہ تھی۔ پنولین کی فوج کے مختلف دستے بڑی دشواری سے یکے بعد دیگرے پہنچے۔ اور پنولین کو اس سے سخت پریشانی ہوئی۔ اور جب دن کی روشنی زائل ہونے لگی۔ پنولین نے بادلوں میں چھپے ہوئے آفتاب کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا:-

”کاش مجھ میں بھی مجھڑے کی طاقت ہوتی اور آفتاب کو غروب ہونے سے روک کھٹے بھی روک سکتا تو اس کھسکاؤ میں سب کچھ دے دیتا“

پنولین نے فہم کی روشنی کی ہوئی آگ سے جان لیا کہ نہایت اچھے موقع سے وہ مورچہ بند تھا اور جنگ کرنے کی نیت تھی۔ چنانچہ خود پیدل اندھیرے میں گیا اور زمین کا نشیب و فراز دیکھا اور ہر قسم کا مار گھاٹ لیا۔ اور اپنے فوجی ہستوں کو جیسے وہ آتے جاتے تھے مختلف مقامات پر تقسیم کرتا گیا۔ اور مارشل گروچی کو فوراً ایک مراسلہ روانہ کر کے لکھا:- ”دیکھو روشنی کی فوج کا سختی سے تعاقب کرتے رہنا۔ اور اس کے ساتھ سیری لک کو پہنچنے کا بھی انتظام رہے۔“ پنولین نے اٹھارہ گھنٹے سے کچھ بھی نہ کھایا تھا نہ کسی قسم کا آرام کیا تھا اور سر سے ہاتھ مینہ میں شرابور تھا۔ لیکن بائیں ہاتھ اُس کو اپنے آرام یا بدن گرم کرنے کا کچھ بھی خیال نہ تھا کہ اُس آگ کے سامنے جسکے گرد اُنکے

سپاہی کانپ رہے تھے وہ خود بھی ذرا تپ لیتا۔ تمام رات بینہ پرستار ہا اور ساری رات شاہنشاہ انتظام کرتا رہا۔ اور جنگ کی طیاری ہوتی رہی۔

ولینگٹن کی فوج کا ۲۰ ہزار سے لیکر ۹۰ ہزار تک اندازہ کیا گیا ہے۔ ایکٹھی کے کنارے کناوے جس کا طول ڈیڑھ میل تھا اُس نے اپنی فوج کو نہایت خوبی کیساتھ سوچہ بند کیا تھا۔ عقب میں جدھر کو ڈھال تھا ایک گھنا جھگل واقع تھا جس نے تمامی فوج کو نظر سے پوشیدہ کر لیا تھا اور صرف وہی حصہ فوج کا نظر آتا تھا جو بلندی کے کنارے پر تھا۔ پولین کی فوج کا ۶۵ ہزار سے لیکر ۷۵ ہزار تک تخمینہ کیا گیا ہے۔ اُنہ نے ایک گولے کی زد پر اپنے سپاہیوں کو سوچہ بند کیا۔ یہ فوج بھی سلسلے کی بلندی پر قائم کی گئی۔

خوف ناک رات آخر کا ختم ہو گئی اور ۱۸ جون کی صبح نمودار ہوئی۔ موسم کی پریشانی اور سیاہ بادلوں کا وہی حال تھا۔ سینچر کا دن تھا۔ واٹر لو کا میدان بویا ہوا تھا اور چونکہ کثرت سے بارش ہو چکی تھی اور نوپوں کے پتوں سے وہ کٹ گیا تھا باکل ڈل ہو رہا تھا۔ اور ٹخنوں تک گھوڑوں کے پاؤں اُس میں دھس جاتے تھے۔ توپوں کے پھیتوں میں کثرت سے مٹی بھر گئی تھی اور چلنے میں دھیری تک پھیتہ زمین میں غرق ہو جاتا تھا۔ ایسی دشوار حالت میں فرانسیسیوں کو اپنی زمین کے ڈھال سے اتر کر بیچ کا میدان طے کر کے پھر دشمن کی زمین کے ڈھال پر چڑھ کر حملہ کرنا پڑتا تھا۔ اور وہ دشمن کی گھلی ہوئی صاف زد میں رہتے تھے۔ ولینگٹن کو سوائے اپنی جگہ پر کھڑے رہنے کے کوئی کام نہ تھا۔ اور اُس کو صرف اتنی دیر تک اپنے مورچوں کے بچاتے رہنے کی ضرورت تھی جب تک بلوشر آجائے۔

آٹھ بجے صبح کو بادل بھٹ کر صاف ہو گئے اور واٹر لو کے میدان پر آفتاب بڑی آب و تاب سے روشن ہو گیا۔ بارش ختم ہو گئی اور مطلع ایسا صاف ہوا کہ معلوم ہوتا

کہ پروردگار عالم نے اپنے فرشتوں کو بنی نوع انسان کی باہمی بے رحمی کا تماشا دیکھنے کی اجازت دے دی تھی۔

نپولین نے اپنے سب ارشلوں اور جنرلوں کو آخری حکم سنانے کے لئے اپنے گرد جمع کیا۔ اُس نے کہا: ”قیم کی فوج ہماری سپاہ سے بقدر ایک چارم کے زیادہ ہے۔ لیکن باوجود اس کے ۹۰ درجہ اتفاق ہمارے موافق ہے۔ اور صرف ۱۰ درجہ اتفاقات ہمارے خلاف ہیں“

ارشل نے۔ اس وقت آگیا تھا اور وہ کہنے لگا: ”جہاں پناہ کا فرمانا درست ہے۔ بہتر ہے کہ ڈلوک آف ولینگٹن ایسا احمق ہو کہ جہاں پناہ کے حلوں کا کھڑا انتظار کرے۔ لیکن میں جہاں پناہ کو یہ اطلاع دیتے آیا ہوں کہ اُس کی فوج جلد جلد پیچھے ہٹ رہی اور سوگنیز کے جنگل میں غائب ہو رہی ہے۔“

شاہنشاہ نے آہستہ سے جواب دیا: ”تم نے صحیح طور سے نہیں دیکھا۔ اب حد سے زیادہ دیر ہو چکی ہے۔ ولینگٹن ہرگز ایسا نہ کرے گا۔ کیوں کہ ایسا کرنے میں اُس کو بربادی یقینی ہے۔ وہ جنگ کا عزم کر چکا ہے اور ضرور ہم سے لڑے گا۔“

ساڑھے دس بجے ہر قسم کی طیاری ہو چکی اور جنگ شروع ہونے میں اب کسی بات کی دیر نہ تھی۔ اب تک فوجوں کے دستے خاموشی سے اپنے اپنے مقامات پر قائم ہو رہے تھے اور کسی قسم کا شور نہ تھا۔ فوج کے عقب میں اسپتال قائم ہو گئے اور ڈاکٹروں نے اپنے سامانوں کو طیار کر لیا۔ نشتر چھریاں۔ آریاں۔ پٹیاں۔ پیمہ کراپے اندوہ ناک فرائض کے انجام کے لئے اپنی آستینیں بھی چڑھالیں۔ نپولین اپنی جہاں تیار سپاہ کے سامنے سے گھوڑے پر بٹلا۔ ہر شخص کی اُسی پر نگاہ تھی اور ہر ایک کے دل سے یہی دعا نکلتی تھی کہ ”خداوند! شاہنشاہ پر اپنا فضل کرنا۔“

لیمرن صاحب لکھتے ہیں: ”وہ دل نہ تھے بلکہ شاہنشاہ اور اُس کی سپاہ

کے سینوں میں صرف ایک دل دھڑک رہا تھا۔ ایسی حالت میں سب کی رُوح ایک تھی۔ سب کا معاملہ واحد تھا۔ خونِ نپولین تھی۔ کبھی نپولین ہر دل میں ایسا پیوستہ ہوا تھا جیسا اس وقت پیوست ہو گیا تھا۔ نپولین اس وقت انسان سے بڑھ کر اور شاہنشاہ سے فائق تر تھا۔ ماضی۔ حال۔ مستقبل اپنی جانِ بخاری کے سامنے سپاہ نے ایک کر دیا تھا۔ فتح اور شکست دونوں کا خیر مقدم کرنے کو وہ تیار تھی۔ اور اپنے شاہنشاہ کے ساتھ فرماں روائی کرنے یا مر جانے کو آمادہ تھی۔ سپاہ نے غم کر لیا تھا کہ اُس کی سلطنت قائم رکھنے میں اپنی جان پر ایسی کھیل جائے کہ ایک بھی زندہ نہ رہے۔ اور اگر خدا نہ خواستہ اُس کو شکست ہی ہو اور اُس کو زوال ہی ہو تو اس آخری کارنامے کا صفحاتِ تاریخ میں جواب نہ ملے۔ فوج میں ایسے خیالات پیدا کرنا نپولین ہی جیسے عظیم الشان انسان کا حصہ تھا۔ اور فوج کی جانِ بخاری کا حالتِ خونِ ملک پہنچ جانا صرف نپولین ہی کی فوج کا کام تھا۔ ”ناظرین انصاف کر سکتے ہیں کہ نپولین کے کاذب کاذب اور زہریلے سے زہریلے تاریخ بیکار مجبور ہو کر ایسے ایسے اقرار کرتے ہیں اگرچہ اُس کے ساتھ بدظنیتی سے دُجھتے بھی ڈالتے جاتے ہیں۔

اب ستر ہزار فوج نے جس کا دل۔ محبت والفت۔ اُسید اور رُوح ایک ہو رہی تھی ایسے فخرے مارے کہ تمام وارٹلو کا میدان گونج اٹھا اور انتظار کرتے ہوئے دشمن کا کلیجہ ذہل گیا۔

سے نود (اور بلجیم کی فوج کو حقیقت نپولین سے بڑی ہم درجی

تھی۔ یہ فوجیں متحدہ بادشاہوں کا ساتھ دینے پر مجبور کی گئی تھیں۔ چنانچہ ڈیوک آف ویلنگٹن کو بڑا خطرہ تھا کہ کہیں وہ نپولین سے نہ جا ملیں۔ کیوں کہ وہ جمہور کا بڑا حامی تھا۔ ان فوجوں کے متعلق سروالٹراسکاٹ کہتے ہیں۔ ”چونکہ بہت سی وجوہ سے ان فوجوں کی طرف سے شبہ تھا لہذا ان کی امداد پر اُسی قدر کم اعتماد

کیا گیا جس قدر ممکن تھا۔“

۱۱۔ سب سے خونریزی کا بازار گرم ہوا۔ اور فریقین کی طرف سے شجاعت اور عزم و ہمت کی وہ وہ داد دی گئی جو بشری طاقت سے ہو سکتی تھی۔ فرانسیسی و شاہیہ زندہ ماناؤں کے نعرے مار مار کر بار بار چلا کرتے تھے اور انگریزی توپوں کے وہ بانوں تک چڑھ چڑھ جاتے تھے اور ان توپوں کے فیروں سے خاک میں مل جاتے تھے۔ خوں ریزی کا شیطان جشن سنار ہاتھا۔ باٹریوں کے ہر ایک فیرے جوتین بیوہ اور بچے یتیم ہو رہے تھے اور اس کا بدیہی نتیجہ ہو کہ بہت سے خوش و خوشم نکلاؤں سے صدائے وادیا بلند ہوئی۔ مائیں اور بیویاں روتے روتے اندھی ہو گئیں اور ماتم کی صفیں بچھ گئیں۔

کئی گھنٹے میدان جنگ پر گولوں۔ گولیوں اور گراں کا طوفان برپا رہا۔ اور رسالوں کے ذریعہ نے مجروحوں اور مقتولوں کو پامال کرنے کے کیمچر میں خمیر کر دیا۔ چالیس ہزار جنگ جو سپاہیوں کے قریب خون میں شرابور پڑے تھے اور میدان ان سے چھپ گیا تھا۔ توپوں کی دھم۔ اور کانوں کو بہرہ کر دینے والی گرج۔ مجروحوں کی جگہ وز جینیں اور کراہیں۔ دھولیں کی کالی گھٹائیں جس نے تمام میدان پر پھیل کر آدمی رات کی سی اندھیری کر دی تھی۔ اور حملہ آوروں کی بھونانہ چٹخیں جو موت کے منہ میں گھستے تھے اور گولوں اور گولیوں کی سنناہٹ۔ فراریوں کا بدحواسی سے بھاگنا جن کے گروہ بے ترتیبی سے پراگندہ ہو جاتے تھے۔ اور سواروں کا ان کے تعاقب میں جانا اور ان کو تیرہ شیخ کرنا۔ جنگ کا نہایت ہی مکروہ منظر تھا۔ اور ہشیا نہ خوں ریزی کے بڑے بھاری خرم کی پوری مثال تھی۔ اور معلوم نہیں آج کی خوں ریزی کا پروردگار کے حضور میں کیوں جواب وہ ٹھہرے گا۔

سہ پہر کے قریب جبکہ وٹیکشن کی صفیں ٹوٹ ٹوٹ کر برسلیں کو بھاگی اور

شکست کی خبر ملے جا رہی تھیں اور نپولین کو اپنی فتح کا یقین ہو گیا تھا۔ نپولین نے اپنے واسطے ہاتھ کی طرف بڑے فاصلہ پر دیکھا کہ جنگ سے ایک زبردست فوج جس کی تعداد تیس ہزار سے زیادہ تھی برآمد ہوئی۔ اور تیزی سے میدان جنگ کی طرف بڑھی۔ پہلے تو نپولین کو پورا یقین ہوا کہ یہ مارشل گروچی ہے۔ اور اب فتح میں کسی قسم کا شک باقی نہ تھا۔ لیکن ذرا سی دیر میں کیا دیکھا کہ اس فوج سے فرانسیسی سپاہ پر گولہ باری ہونے لگی اور نپولین کو معلوم ہوا کہ یہ بلوشر کی فوج کے ہراول کا سردار ہو لو تھا اور ویلنگٹن کی ملک کو آ رہا تھا۔

اس ملک کے بل جانے سے ویلنگٹن کی سپاہ کی تعداد بہت زیادہ ہو جاتی یعنی نپولین کے پاس اب ساٹھ ہزار سے بھی کم فوج باقی تھی اور ویلنگٹن کی سپاہ کی اس نئی ملک سے ایک لاکھ تعداد ہو جاتی۔ لیکن اس سے نپولین کچھ پریشان نہ ہوا۔ بلکہ مارشل سوپرٹ کی طرف مخاطب ہو کر نہایت استقلال سے کہنے لگا۔ ”صبح کو منجملہ تیرے نوے اتفاقات ہمارے موافق تھے۔ لیکن بیولو کے آجانے سے تیس اتفاقات ہمارے ہاتھ سے جاتے رہے ہیں۔ پس اب بھی ساتھ اتفاق ہمارے موافق اور چالیس مخالف ہیں۔ اور اگر گروچی اپنی فوج جلد لے آئے تو ہماری فتح اور زیادہ قطعی ہوگی اس لئے کہ اس حالت میں بیولو کی فوج قطعی برباد ہو جائیگی۔ اب نپولین مجبور ہو کر اپنی سپاہ کو کم زور کر کے جو ویلنگٹن کی بغیر میں آئی فوج پر براہِ رملے کر رہی تھی۔ یعنی اب نپولین کو اپنی فوج میں سے دس ہزار سپاہ اس لئے علیحدہ کرنا پڑی کہ بیولو کی تیس ہزار فوج کو مار کر بھگا دے۔ پُر جوش فرانسیسی جو حق پر تھے بیولو کی فوج پر چھپے اور اس کو پیچھے ہٹا دیا۔ اور بیولو کی فوج جنگ میں جا گئی۔ نپولین اپنی کمٹی ہوئی فوج سے ویلنگٹن پر براہِ رملے کئے جاتا تھا۔ اور افق کو برابر دیکھ رہا تھا کیوں کہ اس کو گروچی کے آئے کا انتظار تھا۔ گروچی وائرلو کے

سیدان کی توپوں کی گرج متواتر سن رہا تھا۔ لیکن باوجود اپنے سرداروں کے ہزار بار کے اُس نے سیدان جنگ پر آنے اور نپولین کی مدد کو پہنچنے سے انکار کیا۔ گروچی پر بغاوت کا الزام لگا یا گیا ہے۔ لیکن نپولین کی شرافت اور عالی ظرفی قابل تحسین ہے۔ یعنی اُس نے کہا ہے۔ ”نہیں گروچی باغی نہ تھا۔ یہ صرف اُس کی تجویز کی غلطی تھی کہ وہ سیری مدد کو نہ آیا۔ صبح کو میں نے جو قاصد اُس کے پاس بھیجے تھے یا تو ان کو دشمن نے گرفتار کر لیا یا وہ ناکام ہو گئے۔ پس ایسی حالت میں دوسرے تو یہی کہیں گے کہ گروچی کو سیری مدد کے واسطے آنا چاہئے تھا اور اُس کا صاف گھلا ہوا یہی فرض تھا۔ لیکن یہ بھی ضرور ہے کہ گروچی کو سبھی ہی خیال ہوا ہوا۔“

جنرل ایکس مین (مارشل گروچی کے پاس گیا اور کہنے لگا۔ ”شاہنشاہ نپولین انگریزی فوج کے مقابلے میں جنگ کر رہا ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ چونکہ بڑی شدت سے توپیں گرج رہی ہیں۔ یہ کوئی معمولی شٹ بھیڑ نہیں ہو سکتی۔ ہم کو لازم ہے کہ سیدان جنگ کی طرف روانہ ہوں۔ میں اٹلی کی فوج کا پُرانا سپاہی ہوں۔ اور جنرل بونا پارٹ کے اصولوں کو ستو مرتبہ دیکھ چکا ہوں۔ اگر ہم بائیں ہاتھ کو گھومیں تو دو گھنٹے میں سیدان جنگ میں پہنچ جائیں گے۔ اسی بات پر کونٹ جزار ڈنٹے زور دیا۔ اگر مارشل گروچی ان لوگوں کا شعور مان لیتا اور اپنی تیس ہزار سپاہ سے شاہنشاہ کی کمک کو جانچتا تو شاید انگریزی اور پرتگیزی سپاہ سے ایک آدمی بھی نپولین سے جان سلامت نہ لے جاتا اور اگرچہ گروچی کی نگاہ سے بلوشر فائبر ہو چکا تھا تاہم گروچی یہی کتنا رہا کہ جبکہ تو بلوشر کے تعاقب کا حکم ہے۔۔۔ روہ اپنی جگہ سے ہل کر نپولین کی کمک کو نہ آیا۔

جب فرانسیسی سپاہ نے دیکھا کہ یولو جبل میں فرار ہو گیا۔ اور نپولین نے اپنے اولڈ کارڈ سے دشمن پر حملہ کرنے کی طیاری کی اور اولڈ گارڈ کے محلے کے سامنے

آج تک کوئی نہ ٹھہرا تھا۔ تو اُس کو فتح کا یقین ہو گیا۔ اور جھٹ سے ”شاہم
زندہ ماناؤ“ کا ایسا شور مچا ہوا کہ توپوں کی گرج پر سبقت لے گیا۔ اور دشمن کے سپاہیوں
نے اُس کو سنا۔ اور ویلنگٹن کی سپاہیں بدحواسی پھیلی۔ بہت سے جرنیل تو اب خالی ڈھانچے
رہ گئے تھے۔ اور بہت سے بے ترتیب ہو گئے تھے اور میدان سے اچھے خاصے فراریوں
کی طرح فرار ہو رہے تھے۔ انگریزی فوج کے پچھلے حصے میں تو ایسی اتھری پھیلی اور وہ
بدحواسی پیدا ہوئی کہ ویلنگٹن اور بریسیس کے درمیان جدھر نظر جاتی تھی فراریوں
کے بدحواس گردہ کے گردہ نظر آتے تھے۔

ویلنگٹن ایک بلندی پر کھڑا بڑے ترودے بلوشر کا انتظار کر رہا تھا۔ اُس کو
معلوم تھا کہ اب بہت تھوڑی دیر تک وہ اپنی جگہ پر قائم رہ سکتا تھا۔ اور اپنی کشتی ہوئی
فوج کو دیکھ کر وہ بار بار اپنی گھڑی کو دیکھتا اور فاصلہ کی پاڑیوں پر فوراً بجھا ڈالتا تھا
اور اُس پسینے کو جو روحانی صدمے سے اُس کی پیشانی پر آتا تھا پوچھ پوچھ کر حسرت
سے کہتا تھا۔ ”خدا یا۔ یا تو بلوشر آجائے یا رات ہو جائے۔“

لیکن ٹھیک اُس وقت جب کہ نپولین اپنے گارڈ اور فوج کے متحدہ حملے
کی تجویز کر رہا تھا وہ کیا دیکھتا ہے کہ بلوشر اور بیولو کی ساٹھ ہزار فوج جو تینا نپولین
کی ساری فوج کی برابر تھی پاڑیوں سے نمودار ہو کر نعرے مارتی بھل بجاتی بڑے
زور و شور سے میدان میں سیلاب کی طرح اتر آئی۔ اور نپولین کے ایک بازو پر
آسیب کی طرح آٹوٹی۔ واقعی بڑا معشر خیر لمحہ تھا اور تقدیر نے یہ ایک بھلی گرائی تھی۔
(جنرل جونز)

کاشریک ہو گیا تھا اور اب اسکندر کا صاحب تھا کہتا ہے۔ کہ ”اس میں
کوئی شک و شبہ نہیں کہ اگر پریشیا کی ۶۵ ہزار سپاہ نپولین کے عقب میں آ نہ
پہنچتی تو وائٹ لوکی جنگ میں اُسی کی فتح ہوتی۔“

نپولین کی سپاہ جو تعداد میں بہت گھٹ چکی تھی اب نہایت پست اور سادہ ہو گئی تھی۔ کیوں کہ دنیا کی واٹر لو جیسی ہولناک جنگ میں وہ برابر آٹھ گھنٹے سے سخت محنت کر رہی تھی۔ بیس ہزار فرانسیسی مجروح و مقتول ہو چکے تھے۔ اور اب نپولین کے پاس ڈیڑھ لاکھ دشمن کے مقابلے میں صرف پچاس ہزار تنگی ہوئی فوج تھی۔ نہیں بلکہ پچاس ہزار سے بھی کم تھی۔ ویلنگٹن نے دن میں اپنے پیچھے سے کچھ اور فوجیں بھی اپنی تنگی کو بمالیا تھیں اور اب ایک فرانسیسی کے مقابلے میں تین دشمن کے سپاہی تھے۔

فرانس کے ذکی سپاہیوں کو اپنی خطر اور مایوسانہ حالت معلوم ہو گئی۔ لیکن بے ہراس وہ ایک جگہ پر جمے ہوئے اپنے شاہنشاہ کے حکم کے منتظر کھڑے رہے۔ متحدہ فوج کو ایک نظر میں اپنی فوقیت معلوم ہو گئی۔ اور اُس نے مسرت سے نعرے مازا شروع کیا۔ نپولین نے اتنی استقلال سے جو ہمیشہ اُس سے ظاہر ہوتا رہا اگلے کے حکم کو واپس لے لیا۔ اور ایسی طلسماتی صفائی اور تیزی سے اپنی فوج کو پے در پے پلٹے دیے کہ بلوشر کو جو بازو پر آ رہا تھا اور نیز ویلنگٹن کو اپنے سامنے لے لیا۔

اب جو کچھ اسید باقی تھی وہ یہی تھی کہ شاہی گارڈ ایک تیز و تند جاں بازی کے ساتھ حملہ کرے کہ پر ویشیا کی فوج کو اتنی حملت نہ ملے کہ فرانسیسیوں کو پامال کر کے انگریزی فوج سے جا ملے۔ چنانچہ اس لافتح گارڈ کے آگے ہو کر نپولین انگریزی فوج پر بڑھا اور معلوم ہوا کہ گارڈ کی سپہ لاری اس وقت شاہنشاہ خود کرنا چاہتا تھا لیکن اُس کے اسٹاف کے افسروں نے بڑھ کر اُس کو روکا اور عرض کیا کہ فرانس کی سلامتی خود اُس کی سلامتی سے وابستہ تھی اور اس قدر اصرار کیا کہ مجبور ہو کر اُس نے مارشل نے گارڈ کا افسر علی کر دیا۔

اب وہ منظر پیش آیا کہ تاریخ حرب میں اپنی مثال آپ ہے۔ امپیریل گارڈ نے اب تک اپنے حملوں میں ہمیشہ فتح پائی تھی۔ جس وقت دو بڑے کالموں میں یہ گارڈ

ایک بلندی سے اتر کر دوسری پر حملہ کرنے کو چڑھا اور اُس کا سینہ دشمن کی توپوں کے
ساتھ تھا جن میں منہ تک گرا ب بھرا ہوا تھا تو ایک لمحہ کے واسطے طرفین میں قلعی
سناٹا مہو گیا۔ اور دونوں فوجیں اس منظر کو بغور دیکھنے لگیں۔ اسی ایک لمحہ پر نپولین
فرانس اور یورپ کی قسمت کا فیصلہ تھا۔ نہیں بلکہ دنیا کا فیصلہ اور مر یا اُدھر ہوا تھا
تھا۔ تھکا کا طلبور وغیرہ کچھ نہ بجا گیا۔ کسی گچس کی آواز سے جوش دلانے کی ضرورت
نہ تھی۔ ان جواں مردوں میں سے کسی نے نعرہ نہ مارا۔ خاموشی۔ دلیری اور ہڈری
سے یہ گھوڑے بڑھائے چلے گئے یہاں تک کہ توپوں اور سنگینوں سے جو ذگی و ٹنگٹن
نے اُن کے مقابلے کے لئے قائم کی تھیں چند گزوں کا فاصلہ رہ گیا۔ اب انگریزی فوج
کی صفوں سے ایک غیر معمولی ضیا کے ساتھ یکایک بجلی کو ندی۔ گولیوں۔ گرا ب
گولوں اور سیل کی وہ ہولناک تڑال باری ہوئی کہ گارڈ کے اگلے پڑے زمین پر چھ
گئے اور پیچھے سے آتے ہوئے گارڈ کے دل نے اُن کو پا پا کر کے خاک میں ملا دیا۔ لیکن
موت کے خوف سے قلعی بے پرواہی جواں مرد اپنی خالی صفوں کو پورا کر کے برابر آگے
بڑھتے چلے گئے اور انگریزی فوج کی صفوں میں گھس گئے۔ لیکن ہر ایک توپ باندھ
جو کام میں لانی جاسکی ہڈر فرانسیسیوں پر غالی کر دی گئی۔ چند ہی ساعتوں کے درمیان
مارشل نے کے نیچے پانچ گھوڑے مارے گئے۔ آخر کار برہنہ شمشیر ہاتھ میں لئے ہوئے
وہ اپنے بہادر گروہ کے آگے ہوا۔ نپولین بہادر گارڈ کو جیسے وہ آگے بڑھتا جاتا تھا
غور سے دیکھتا تھا۔ جتنی کہ دُھوئیں کے باؤل نے اُس کو نظروں سے پوشیدہ کر دیا۔
اسی حالت میں اُدھر پر دشمن کی پیادہ۔ سوار اور توپ خانوں سے مسلح سپاہ
سیدال پر آپہنچی اور نپولین کی باقی ماندہ ٹھکی ہوئی تھوڑی سی فوج کو جس نے پر ویشا
کی فوج کا مقابلہ کیا مغلوب کر لیا۔ ہوا کے جھوکے سے دُھواں صاف ہو گیا۔
اور نپولین نے غور سے دیکھا تو گارڈ غائب ہو چکا تھا۔ یعنی اُس میں کا قریب قریب

ہر ایک شخص خون میں نہا چکا تھا۔ نپولین کے خساروں پر زردی چھا گئی۔ فرانسیسی سپاہ نے بھی دیکھ لیا کہ گارڈر باد ہو گیا اور ہر شخص پر بدحواسی نے قبضہ کر لیا۔ اب بلوشر اور ویلنگٹن کی فوج میں متحد ہو کر خوشی کے نعرے مارتی ہوئی سیدان پر جھپٹ پڑیں اور وہ ہنگامہ حشر برپا ہوا کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ خود سر پر پوشیا اور نجاتی انگلستان کے پرچم شادمانی کے ساتھ ایک دوسرے سے مل گئے۔ اور وائرلوتے خوں ریز سیدان پر جہاں یورپ کی آزاد می خاک میں مل گئی ایک دوسرے سے ہم آغوش ہو گئے۔ اور بلوشر اور ویلنگٹن جن کی تلواروں سے لمو ٹپک رہا تھا۔ مبارک باد کہتے ہوئے باہم بخل گیر ہوئے۔ ہر ایک کو ان میں سے دعوے اٹھا کہ فتح میں نے پائی ہے۔ دونوں نے مل کر فتح پائی تھی۔ ویلنگٹن کی فوج ایسی تھک گئی تھی کہ ہر میت خوردہ فوج کا تعاقب نہ کر سکی۔

بلوشر نے کہا: ”تعاقب کا کام میرے حوالے کیجئے۔ میں اپنی سپاہ کا ایک ایک پیدل اور سوار تعاقب میں روانہ کرتا ہوں“ چنانچہ اس عیاش اور غل خوار گھوڑے کے سوار بلوشر نے اپنے وعدے کو بڑی بے رحمی سے پورا کیا۔ کسی کو امان نہ دی گئی۔ غیر مسلح لوگوں کو قتل کیا اور یہاں تک کہ اسیران جنگ کو تلوار کے گھاٹ اُتار دیا۔ معمول کے موافق انگریزی سپاہ نے اپنی فتح ہندی کی حالت میں رحم کا اظہار کیا کھانے لے کر وہ سیدان میں پھیل گئے۔ اور صرف اپنے ہی مجروحوں کو نہیں بلکہ فرانسیسی مجروحوں کو بھی دیئے۔

نپولین نے اپنی سپاہ کا ایک چھوٹا سا مرجع بنالیا جو محفوظ فوج کی طرح اُس کے پاس باقی تھا اور اُس کو دشمن پر بڑھایا۔ اُس کی خاص نیت تھی کہ اپنے گارڈ کے ساتھ آج خود بھی مارا جائے۔ اس مرجع کے کمانیر کیمبرون نے نپولین کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ اور بڑی التجا سے کہا: ”جہاں پناہ۔ موت کو آپ سے

نقیر سے۔ لیکن یہ نتیجہ ضرور ہو گا کہ دشمن آپ کو اسیر کرے گا۔ یہ پولین نے سر ہاراکرا اٹھار گیا۔ گھر زیادہ اصرار پر اس کی سمجھ میں آ گیا کہ واقعی اس طرح دیدہ و دانستہ اپنی جان دے دینے کے یہی معنی ہیں کہ گویا خود کشی کر لی۔ وہ آنکھوں میں آنسو سمجھ لایا۔ چہرے پر غم سے مُردنی چھائی ہوئی تھی اور آخر کار اُس نے ان سُور ماؤں کا جو اپنی جانیں قربان کرنے کو آمادہ تھے۔ کننا مان لیا۔ کوئی شبہ نہیں کہ یہ گروہ اپنی آخری سانس تک پولین کا جاں نثار تھا۔ اور جب اُن کو یقین ہو گیا کہ شاہنشاہ نے کننا مان لیا تو ایک غم آلود آواز سے ”شام زندہ ماناؤ“ کا نعرہ مارا۔ اُن کی یہ آخری اور الوداعی آواز تھی۔ پھر پولین نے ریخ اور خاموشی سے گھوڑے کو ہمیں کیا اور خوں ریز میدان سے غائب ہو گیا۔ یہی پولین کے سینٹ ہلینا جانے کا آغاز تھا۔

یہی ایک مریج جس میں صرف دو پلٹنیں تھیں بھاگتی ہوئی فرانسیسی فوج کا چند اول کی طرح محافظ تھا۔ پر ویشیا اور انگلستان کی فوج نے اس کو تین طرف سے داب رکھا تھا۔ اور اُس پر گولے برسائے جاتے تھے۔ رسالے جھپٹ جھپٹ کر اُس پر حملہ کرتے تھے لیکن اس مریج میں جنبش نہ آتی تھی۔ اس کے بعد دھاوا کرنے والی گھوڑ چڑھی تو پس لائی گئیں۔ اور اس سُور ماگر وہ میں گولوں کی مار مار سے برباد ہو پھیلادی۔ لیکن یہ سُور ماریج جو اولڈ گارڈ کا باقی ماندہ ایک جزو تھا پولین کا بنایا

۱۵۔ ڈبلو۔ ایچ۔ آئر لینڈ اسکوائر۔ بلو مشر کی ایک تحریر سے حسبِ ایل قبا س کرتے ہیں ”انگریزی فوج کی صفیں درہم برہم ہو گئی تھیں۔ نہایت کثرت سے فوج قتل ہو چکی تھی۔ حتیٰ کہ محفوظ فوج بھی اگر سپاہ میں مل گئی تھی۔ اور ڈیوک آف ویلنگٹن کی حالت نہایت نازک ہو گئی تھی انگریزی فوج کے پچھلے حصے میں اس سے بھی زیادہ اہتر حالت تھی۔ سو وگ نیز (

کے جنگ کی سڑکوں پر نہایت کثرت سے گاڑیاں۔ تو پس اور دو سراسمان پھیلا پڑا تھا۔ جس کو گاڑی والے چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اور فراریوں کے بے شمار گروہوں نے تمام بر و سلیس و

ہوا تھا۔ جب صفوں سے جوان زمین پر گرتے یہ سپاہی پھر سمٹ کر اپنا مرتع قائم کر لیتے اور بڑے استقلال سے اپنی آگے جاتی ہوئی فوج کی سپہر بنے بڑے چلے جاتے تھے۔ جنرل کیمبرن کے چہرہ زخم آچکے تھے۔ اور اب اُس کے گرد دستہ و مجروح بہت ہی تھوڑے سپاہی رہ گئے تھے۔ انگریز اور پریشیا والے اس فوق العادت بہادری سے متحیر تھے اور آخر اُنھوں نے گولہ باری بند کر کے ایک صلح کا جھنڈہ دے کر قاصد بھیجا اور کہلا بھیجا کہ ”ہتیار ڈال دو اور اطاعت قبول کر لو“ لیکن جنرل کیمبرن نے لا فانی جواب یہ دیا۔ ”گارڈمر جایا کرتا ہے۔ گارڈ اطاعت نہیں کرتا ہے“ چنانچہ چند گولوں اور گولیوں کی بارشیں اور مار دی گئیں اور گارڈ کے بقیہ جوان وہیں کھیت رہے۔ اور ٹیپے۔ نیپولین کا اولاد گارڈ آج واٹرلو کے میدان میں سب کا سب ختم ہو گیا۔ یہ گارڈ نیپولین نے اپنی ذکاوت سے قائم کیا تھا۔ اُس میں خود اپنی جیسی رُوح پرست کر دی تھی۔ اور صد آفریں ہے۔ اور مر جاتا ہے اس گارڈ پر کہ نیپولین کے زوال کے بعد یہ گارڈ بھی اپنی بقا سے متنفر ہو کر ملک عدم کا راہی ہوا اور دُنیا فانی سے منہ موڑ لیا۔ اب رات ہو گئی تھی۔ جنگ کا ہول ناک شور و غل۔ بندو قوں کے دناکے۔ توپوں کی گرج۔ تعاقب کرنے والی پریشیا کی فوج کی غصہ آلود آوازیں۔ مجروحوں کی جگر و دہچنچیں جیسے کہ وہ سنگینوں سے چمیدے اور تلواروں سے کاٹے جاتے تھے شیطانی جنگ کا ایسا پُر ہول اور کردہ نظارہ تھا کہ خیال کرتے ہوئے بھی جی کا نپا جاتا ہی واٹرلو کے خون ریز میدان میں پالیس ہزار مقتول و مجروح پڑے ہوئے تھے۔ چوں کہ ڈیوک قرب و جوار میں خوف اور پریشانی پھیلا دی تھی۔ اگر فرانسیسیوں کی مین کام بائی کے وقت بیولو کے آجائے سے مداخلت نہ ہو جاتی۔ باگرہ جی میا نیپولین کا خیال تھا پریشیا کی فوج کے تعاقب میں نگار ہنا تو فرانسیسیوں کو واٹرلو میں ایسی نامی نعت ہوتی کہ لا جواب ہوتی اور میا کہ تسلیم کیا جاتا ہے ڈیوک آف ولینگٹن کی سپاہ سے ایک ششقی بھی سلامت نہ جاسکتا۔“

آف ویٹکن کو اپنی کامیابی سے پوری خوشی تھی اُس نے اپنی سپاہ کو آرام کرنے کی اجازت دی اور تعاقب کا کام پر ویشیا کی فوج کے حوالہ کیا۔ بے رحم بلوشر تمام شب خوں ریزی کرتا رہا۔ فرانسیسی فوج ہر سمت منتشر ہو گئی تھی اور پنولین کو اب سوائے اس کے کچھ کام باقی نہ رہا تھا کہ حتی المقدور بہت جلد پیرس کو واپس جائے۔ کہ نئی فوج کٹری کر کے دشمن کے حلقے کو روکے۔ متحدہ بادشاہوں کی خوں ریزی کا یہ اور ایسا فعل تھا جو اوپر مذکور ہوا جن کے ذریعے سے اُنھوں نے یورپ کی آزادی کو خاک میں ملا کر رکھا۔ پر ویشیا اور آسٹریا کی خود سری کو از سر نو قائم کیا۔ اور اس کام میں انگلستان کا مدد کرنا انگلستان کے واسن بہت پر ایسا داغ ہے کہ دھوئے نہ چھپے گا۔

پنولین فوراً پیرس کی طرف روانہ ہوا۔ ایک بجے شب کو وہ کو اٹلر براس پہونچا اور مراحبت کے متعلق کچھ ہدایتیں کرنے کو بیاں ایک گھنٹہ ٹھہرا۔ اُس نے وہ مقام بھی تجویز کر دیا جہاں بھاگی ہوئی فوج کے متفرق گروہ اگر جمع ہوں۔ اور وہاں اُن کی کمک کو وہ بڑی تیزی کے ساتھ نئی فوج بھیج سکے۔ یہاں سے پنولین بڑی سرعت کے ساتھ چار کروٹی پہونچا۔ رات بہ وجہ موسم گرم ہونے کے بڑی سُہانی تھی۔ چاندنی چمکی ہوئی تھی۔ پنولین مع چند ہم راہیوں کے خاموشی اور آوازی سے تمام شب مارا مار چلا گیا اور توپوں کی گرج بڑی ہولناکی سے ہوا میں گونج رہی تھی۔

۱۔ بیرن جو تھی لکھتا ہے۔ پنولین نے۔ آرکولار (ایلا)

رے ٹس بن (اور نیز و اٹلر لو میں ثابت کر دیا کہ اُسے گولیوں کی طرف سے کوئی خطرہ نہ تھا۔ اور اگر اُس کو فرانس کے داخلہ فریعوں پر بھروسہ نہ ہوتا تو اپنی بقیہ فوج کی سرداری کر کے وہ مارا جانا قبول کر لیتا۔ اُس نے فوج کو اس لئے چھوڑ دیا تھا اور آپ آگے چل دیا تھا کہ اُس کے چند اول میں ہر ایک جنرل اس قابلیت کا موجود تھا کہ فوج کو لاؤن

یہاں نپولین صبح صادق کے قریب پہنچا۔ اور چونکہ جہانی اور دماغی تھکان کی کوئی انتہا باقی نہ تھی وہ ذرا آرام کرنے کو لیٹ گیا۔ لیکن یجوم افکار و مصائب نے اُسے سوئے نہ دیا۔ اُس کے چند ہمراہی اور بھی آئے۔ جن کی آنکھیں سوج گئی تھیں۔ بہروں پر مُردنی چھائی ہوئی تھی اور کپڑے خاک و خون میں آلودہ تھے۔ جب نپولین نے اس غم ناک واقعہ کا خیال کیا اور اُس بڑی مصیبت پر غور کیا جو فرانس کے سامنے تھی تو چند لمحوں کے واسطے جی چھوٹ گیا اور بہت ٹوٹ گئی۔ اُس نے اپنے دوست بیرن فلیوری کا غاموشی سے ہاتھ پکڑ لیا اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے جس سے اُس کے دل کی کیفیت صاف ظاہر ہو گئی۔

وہ پھر گھوڑے پر سوار ہو کر لاؤن (کوروانہ ہوا۔ اور وہاں چار بجے شام کو پہنچا۔ یہاں سے اُس نے چند احکام جاری کئے۔ اور بے تکلف۔ سچے حالات کا سرکاری مُراسلہ پیرس کو روانہ کر کے اس عظیم الشان مصیبت کا ذرا سا بھی حال مخفی نہ کیا۔ اور جنرل ڈوروث (سے کہا۔ ”لو۔ واٹر لو کی یہ سرکاری رپورٹ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اس کو پڑھو اگر سُن لو۔ اور اگر میں کوئی بات بھول گیا ہوں تو تم مجھے یاد دلا دو۔ میرا یہ ارادہ نہیں ہے کہ میں کوئی بات مخفی کروں۔ اب بھی اُسی طرح جیسے ماسکو کے حادثہ کے بعد ہوا تھا۔ فرانس کو مفصل اور سچا واقعہ معلوم ہونا چاہیے۔ واٹر لو کی ہزیمیت کا الزام میں مارشل نے پر لگا سکتا ہوں۔ لیکن کیا فائدہ۔ نقصان تو ہو ہی چکا۔ اب زیادہ کہنے کی حاجت نہیں۔“

چند گھنٹے کی پریشان اور اُچاٹ فیند کے بعد نپولین گاڑی میں سوار ہوا۔

(کو پہنچا سکتا تھا۔ لیکن معاملات ملکی کے جواز کی ناخذانی کر کے کو نپولین کی جگہ

قائم مقامی کے ذریعے سے کوئی دوسرا قابل آدمی موجود نہ تھا اور یہ جواز اس وقت ٹوٹی لیز میں تھا۔ فوجی صدر مقام میں نہ تھا۔

اور چند ہزار بیویوں کے ساتھ تمام دن اور نصف شب چل کر وہ ۲۱۔ جون کی آدھی رات کو پیرس پہنچا۔ عجیب سناٹا اور اُداسی تھی۔ سڑکوں کی لائٹیں گل جھونکے قریب تھیں۔ بجائے ٹوی لرز کے ایوان کے جو بہت زیادہ شان دار تھا۔ وہ ایلاسی کے ایوان کو گیا۔ بچاٹک پر شعلیں لے ہوئے چند ملازم موجود تھے۔ کالٹن کو رٹ نے زمین تک آکر اُس کا استقبال کیا۔ ماندگی اور تھکائی سے پولین نہایت خستہ ہو رہا تھا۔ خیرا زرد تھے اور سفر کی وجہ سے لباس بے ترتیب تھا۔ اُس سے آگے کو قدم نہ اٹھتا تھا اور سر گر اجاتا تھا۔ پلنگ پر لیٹ کر اُس نے اپنا ہاتھ سینے پر رکھا اور کہا: ”میں یہاں مبتلائے آلام ہوں۔ فوج نے تو وہ کر کے دکھا دیا جو رستم سے بھی نہ ہوتا اور باوجود اس کے ہم کو فتح نہ ہوئی۔ صد ہزار افسوس۔ مگر میری بڑی سے بڑی فتح کی یہ دولت خیرا سے افواج کو وہ عزت حاصل نہیں ہو سکتی جو وائٹ لو کی شکست سے اُن کو نصیب ہوئی۔ میری فوج کو شکست نہیں ہوئی۔ اُس کو تو دشمن کی غالب تعداد نے ذبح کر ڈالا۔ میرے کمارٹ نے اپنے ٹکڑے کر لئے لیکن پناہ نہ مانگی۔ اور مجھ سے کہا۔ ”آپ جائیں۔ آپ جائیں۔ آپ دیکھئے کہ موت نے یہ عزم کر لیا ہے کہ آپ کو نہ آئے گی۔“ اور میرے گرانڈ ٹیلوں نے مجھ کو اپنے حلقے میں لے کر میرے گرد اپنا ایک پُشتہ باندھ دیا۔ ہائے افسوس۔ ایسے سوراؤں کا کمارٹ تو مقتول ہوا اور مجھے موت نہ آئی۔“ اس کے بعد آہ سرد بھر کر وہ کہنے لگا: ”اچھا اب سب چلے جائیں۔ میں تنہائی چاہتا ہوں۔“ اور وہ اپنی خلوت میں تنہا بند ہو گیا۔

بابت شصت و ہشتم سلطنت سے دوبارہ دست کشی کرنا

شاہشاہ کی روحانی تعلیم، فرانس کی خطرناک حالت، کونسل کا منعقد ہونا۔
کونسلیوں میں طوفانی حالت، فوسٹے کی نمک حامی، ایلا سے سی میں ہنگامہ
سلطنت سے دست کشی، پیولین کا مائیسین کو چلا جانا، فوج کا جویشن شاہشاہ
کی عالی حوصلہ درخواست، اُس کی پریشانی۔ بلوشر کی سخت بے رحمی۔

خلوت میں کچھ دیر تک غور و غوض کے بعد شاہشاہ نے غسل کیا اور پھر آرام
کرنے کو لیٹ گیا۔ لیکن ایسے بڑے بڑے مقاصد بازی پر چڑھے ہوئے تھے اور ایسا
خطرناک وقت تھا کہ نیند آنا محال تھا۔ چنانچہ وہ بہت جلد اُٹھ بیٹھا۔ اور کالن کو رٹ کو
بلا یا۔ اور بڑے استعجال سے جس کا بیان نہیں ہو سکتا لیکن منہم لہجے سے اُس نے کالن
کو رٹ سے اُس بڑی مصیبت کا بیان کیا جو فرانس کو پیش آنے والی تھی۔ اُس کے
نہ ساروں کی زردی اور ڈھیلی ہوئی آنکھوں سے معلوم ہوتا تھا کہ اُس کو کتنی درد مانی صدمہ
شاہشاہ نے مکھی ہوئی آواز سے کہا۔ مجھ کو محسوس ہوتا ہے کہ یہ زخم میرے ایسا
لگسے کہ میری جان بے کر رہے گا۔ واٹر لوں مجھے جان کا ہمدرد ہو چکا۔ وہیں کی
فوج میری فوج سے چار چاند تھی۔ لیکن میں نے بڑی جاں بازی سے فوج کو بلایا کہ

میں پریشاں اور انگلستان کی فوجیں مل نہ جائیں۔ کم نجات بورمانٹ کی غداری کی وجہ سے جگہ اپنی تاجی تجویزیں بدلنا پڑیں۔ کالین کورٹ! ہائے مسخرتو کرو کہ صبح کو تو جنگ ہونے والی ہو اور رات میں بورمانٹ دشمن سے جا ملے۔ نہایت ہی ذہنی اور مذہب موم فعل ہے فرانسیسیوں کا خون اُسی کی گرون پر ہے فرانس اُس کو ہمیشہ کو سیدھا اور بددعا میں رہتا رہے گا کالین کورٹ نے کہا۔ ”جہاں پناہ نے تو پہلے اُس کو نکال دیا اور مردود کو دیا تھا۔ اور کبھی بد قسمتی کی بات ہے کہ جہاں پناہ نے اپنی تجویز پر عمل نہ کیا۔“

پنولین نے بڑے بچ سے کہا۔ ”کالین کورٹ! ایسی ذمات کا تو کسی کو یقین ہی نہ ہو سکتا تھا۔“ فرانسیسی حربی تاریخ میں تو ایسی مذہب موم مثال کی نظیر ہی موجود نہیں ہے۔ جو سنی () نے بھی غداری کی تھی لیکن وہ فرانسیسی نہ تھا۔ بورمانٹ کی غداری سے تو نہایت ہی ہول ناک نتیجے پیدا ہوئے ہیں۔ اس سے تو اب کاسیائی کی کوئی اُسید ہی باقی نہ رہی۔ گروچی نے اتنی دیر کر دی کہ جتنی اُسے نہ کرنی چاہئے تھی مارشل نے اپنی سرگرمی اور اپنے جوش سے کام بگاڑ دیا۔ لیکن باوجود ان سب باتوں کے ہماری فوج نے شجاعت کے معجزے دکھائے، مگر کیا ہو سکتا تھا۔ ہم پھر بھی لڑائی مار گئے۔ کیا جنرل اور کیا مارشل سبوں نے شجاعت کی وہ داد دی ہے کہ نام باقی رہے گا۔ ایک لمحہ ٹھہر جانے کے بعد شاہنشاہ نے پھر کہا۔ ”اب اس بات کی ضرورت معلوم ہوتی ہے وہ دونوں کونسلوں کو ایک کر کے شاہی مجلس کر دیا جائے۔ میں ابراہیم کے سامنے فوج کی مصیبت اور تباہی کا مفصل حال بیان کروں گا۔ اور ان سے اپیل کروں گا کہ ممکنہ کو بچانے کی صورت نکالیں۔ اور اُس کے بعد میں پھر جنگی صدر مقام کو چلا جاؤں گا۔“

پنولین کا تو یہ ارادہ تھا جو اوپر بیان ہوا لیکن پیرس میں بڑا سخت جوش پھیل گیا تھا۔ اس لئے کہ غیر مسلح شہر یوں لاکھ غنیم کی فوج ہر چار طرف سے یورپلش کرتی ہوئی چلی آرہی تھی۔ بلوشر اور ویلنگٹن کی متحدہ فوجیں آٹھ دن میں پیرس پہنچ

سکتی تھیں۔ اس بدو اسی سے نپولین کے مخالفین نے فائدہ اٹھایا۔ اور انھوں نے اعلان کے ساتھ کہنا شروع کیا کہ ”اگر دشمن کی افواج کا مقابلہ کیا گیا تو یقینی طور کے دریا بہ جائیں گے۔ متحدہ بادشاہوں کی تو صرف نپولین سے جنگ ہے۔ اگر ہم نپولین کو ان کے حوالے کر دیں تو ابھی سب ملے ہو جاتا ہے اور جنگ کے سطل پر پانی پڑ جائیگا۔ ان کا اطمینان ہو جائیگا۔ فرانس یورش کی مصیبت سے محفوظ ہو جائیگا۔ اور اس کے بعد ہم جمہوری حکومت قائم کر لیں گے یا اپنی مرضی کے موافق دو ہزار بادشاہ منتخب کر لیں گے۔“

واقعی ایسے وقت میں یہ دلائل نہایت مقبول ہوئی پاسے تھیں۔ بوربون شاہ کے حامیوں کو توقع تھی کہ نپولین کے زوال پر متحدہ بادشاہوں کی مدد سے بوربون خاندان پھر حکم ران ہو جائے گا۔ رہے جمہوری حکومت کے حامی انکو بھی جمہوری حکومت قائم کر لینے کی قوی امید تھی۔ اور لافیت جیسے متوسط الحال اور سنجہ دار آدمی یقین کرتے تھے کہ ایک معقول و قوانین کی پابند جمہوری حکومت کا اب فرانس میں قائم ہونا ممکن تھا۔ طوائف الملوک کے حامی خدا سے چاہتے تھے کہ کسی قسم کا انقلاب ہو اور انہو عوام کے ہاتھ میں حکومت پہنچے کہ بدعقلی کا دور شروع ہو جائے و چنانچہ ان تاحی و لغویں نے کونس میں شاہنشاہ کی سخت مخالفت کی۔ خطرات ایسے برسرِ سیدہ تھے اور مخالفت کرنے والے غیر کی فوجیں پیرس سے روز بروز قریب تر آتی جاتی تھیں کہ معقول اور مل بحث نہ کی جاسکتی تھی۔ مجالس میں گویا ایک طوفانی حالت تھی۔ بدعقلی سی جو رہی تھی اور ملک کی جاتی تھی۔ نیک حرام فوٹے نے دشمنوں سے خط و کتابت بھی شروع کر دی تھی اور بڑی ریاکاری اور بیکاری کے ساتھ سازش میں شریک ہو گیا تھا کہ بوربون خاندان تخت پر بحال کر دیا جائے۔ وہ جانتا تھا کہ اگر بوربون خاندان کام یاب ہو گیا تو مجھے بڑا پورا صلہ ملے گا۔ چیمبر آف پیرز (اور چیمبر آف ڈیپوٹیز) (کہ انھوں نے)

کے ہوس آف لارڈس اور ہوس آف کانٹ کے مشابہتیں اب منعقد ہوئیں۔ ڈپٹیوں کی تعداد پانسو تھی جن میں سے ہتکے جو شیلے، نا تجربہ کار مختلف صوبوں کے آئے ہوئے اور کبھی اس سے پیشتر مجلس قانون ساز میں شریک نہ ہوئے تھے۔ چنانچہ شاق تجربہ کار سرغناؤں نے جو ہر ایک مجلس کا رنگ ڈھنگ دیکھے ہوئے تھے ان کو ہموار کر کے دھوکا دیکر اپنے قابو میں کر لیا اور بددلی اور بے تربیتی میں جو پیش آئی پیریں () تو نظر سے اوجھل ہو گئے اور کثیر التعداد ڈپٹیوں کے ہاتھ میں زمام اختیار و اقتدار آگئی۔

یوشین اور جوزیف کو جب پولین کے آنے کی خبر ملی تو دونوں ایلا سے سی کے ایوان میں اُس کے پاس گئے۔ اس کے بعد ہی ایوان کے کمروں میں مختلف صنیوں کے اراکین بھی آکر جمع ہو گئے۔ بعض کچھہ رائے دیتے تھے اور بعض کچھہ رائے دیتے تھے۔ ساٹ بجے صبح کو پولین نے شاہی کونسل کو جمع کیا۔ اُس کو معلوم تھا کہ ہوقع ایسا نازک تھا کہ معمولی سستی کے مباحثوں کا وقت نہ تھا۔ اُس کو یہ بھی معلوم تھا کہ فرانس کی گلو خلاصی اور نجات اسی میں تھی کہ اُس کو نہایت قطعی اور خود مختار اختیارات دیئے جائیں اور فوراً نہایت قطعی تجویز سے قوم کو رہائی ہو سکتی تھی۔ لیکن اُس نے یہ عزم کر لیا تھا کہ یہ اختیارات اُس وقت تک عمل میں نہ لائے جب تک دونوں مجلسیں یہ اختیارات اُس کو خود نہ دیں۔

کونسل کے سامنے وائرلو کا سہلیں سرکاری مراسلہ جو پولین نے خود بھیجا تھا۔ پڑھا گیا اور اُس کے بعد پولین نے بڑی ستانت اور خجیدگی سے حسب ذیل تقریر کی۔
”فوج کی شان و عظمت کی کوئی انجانئیں۔ ہماری سپاہ کی دلیرانہ کوششوں میں صرف اس وجہ سے کام یابی نہ ہوئی کہ فدا رگی کی گئی۔ باہمی بخشش کا اظہار ہوا۔ اور فوج

غلطیاں ہوں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ ہم کو بڑی ہزیمت ہوئی۔ لیکن اگر سیری سی میں آپ لوگ بھی سیری مدد کریں گے تو سب باتوں کی تلافی ممکن ہے۔ میں پیرس کو اس سٹیڈ آیا ہوں کہ آپ لوگوں میں شریفانہ تحریک پیدا کروں۔ اگر فرانسیسی قوم آٹھ کھڑی ہوگی دشمن مغلوب ہو جائے گا۔ اگر فوری تدبیر نہ کی گئی اور غیر معمولی قربانیاں نہ کی گئیں اور بے فائدہ طولانی مباحثوں میں وقت ضائع کیا گیا تو سب کھیل بگڑ جائے گا۔ دشمن فرانس کے اندر داخل ہو گئے ہیں۔ آٹھ دن کے اندر وہ پیرس کے پچانک پر آپہنچیں گے ملک کو بچانے کی غرض سے اس کی ضرورت ہے کہ آپ مجھے بہت بڑے اختیار دے دیں اور زیادہ مناسب اور زیادہ اتحاد قومی کی یہ بات ہوگی کہ یہ اختیارات جگہ دو نوں مجلسیں عطا کریں۔“

اس تقریر کے ختم ہو جانے پر کارنٹ () نے کھڑے ہو کر کہا۔
 ”میں بہ اعلان کتا ہوں کہ وقت کی نازک حالت دیکھتے ہوئے میں نہایت ضروری سمجھتا ہوں کہ شاہنشاہ کو اختیارات کئی دیدینا چاہیے۔“
 اس کے بعد اور بہت سے لوگوں نے بڑے جوش کے ساتھ اس رائے کی تائید کی جتنی کہ بیکار فوشے نے بھی جو اب ڈیوک آف ویلنگٹن کا گمشدہ تھا اور اس سے خط و کتابت کر رہا تھا۔ یہ جرات نہ کی بہ اعلان اس رائے سے مخالفت کرتا۔ مگر بڑی احتیاط کے ساتھ یہ اشارہ کیا گیا کہ مجالس میں شاہنشاہ سے نہایت زبردست مخالفت پیدا ہوئی ہے اس لئے یہ بات غالباً غیر ممکن معلوم ہوتی ہے کہ شاہنشاہ کو خود مختارانہ اختیارات کے متعلق کام یابی ہو۔

نچولین نے کہا۔ ”آخر اس سہم اشارے سے کیا مطلب ہے۔ صاف بات کیوں نہیں کہی جاتی۔ کیا یہ خواہش ہے کہ میں فرماں روائی سے دست کش ہو جاؤں؟ ریمونٹ () نے تاسف کے ساتھ کہا۔ ”ہاں پناہ مجھے خوف ہے“

کہ یہی ہنشا ہے۔ اور اگرچہ دل آزار سچ بات کہتے ہوئے میرا بی وکتا ہے تاہم یہ
 بھی نہیں چوسکتا کہ اُس کو پوشیدہ کر دوں۔ یعنی اگر جہاں پناہ خوشی کے ساتھ
 دست کش نہ ہوں گے تو ڈپٹیوں کی مجلس دست کشی کی جہاں پناہ درخواست کر لیں
 اس اعلان پر جس کے متعلق سچ ہونے کا سب کو خیال تھا دوسرے اراکین نے
 جواب دیا کہ اگر فرانس کے بچائے میں ڈپٹی لوگ شاہنشاہ کے شریک نہ ہوں گے
 تو کچھ پروا کی بات نہیں۔ شاہنشاہ اپنی تنہا کوشش سے ملک کو بچانے کی سعی
 کرے گا۔ اپنے مختار مطلق ہونے کا وہ اعلان کر دیگا۔ وہ صاف حکم دیدیگا کہ تمام
 فرانس محاصرہ کی حالت میں ہے اور وہ ایسے فرانسیسیوں کو جو اپنے فرانسیسی اور
 ملک کے فداائی میں سلع کر دیگا۔

شاہنشاہ نے کہا اور اُس کا لہجہ ہر جگہ کے پار ہو گیا۔ ”قوم نے ان ڈپٹیوں کو
 اس لئے اور اس دن کے لئے اپنا کسب وکار منتخب نہ کیا تھا کہ وہ بجو فرماں برداری
 سے معزول کریں۔ بلکہ اس غرض سے ان کو منتخب کیا تھا کہ میری مدد کریں۔ اور
 لعنت ہے ایسی حب الوطنی اور ایسی ہمت و غیرت پر کہ دشمن تو حدود فرانس کے
 اندر آگئے اور ان لوگوں کو ذرا بھی پاس عزت و محبت نہیں۔ یہ اراکین چاہے جو
 روش اختیار کریں جمہور اور میری سپاہ میری مدد کرے گی۔ ڈپٹیوں کی مجلس کا
 وجود اور اُس کی قیمت میری مرضی پر منحصر ہے۔ اگر میں حکم دے دوں کہ ان کی گردن
 مار دی جائے تو ابھی تعمیل ہو جائے گی۔ مجھ سے چال بازیاں کرتے ہیں۔ کوئی پروا کی
 بات نہیں مجھے کمر و بیا سے چارہ جوئی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جمہور مجھے
 وطن ہیں۔ بوربون کے وہ دشمن ہیں۔ ان کو مجھ سے محبت ہے۔ پس یہ ذریعہ میرے
 لئے کافی ہیں مگر میں ان سے فائدہ اٹھانا چاہوں تو اٹھا سکتا ہوں۔“

اس کے بعد شاہنشاہ نے اپنی حیرت انگیز مختصر اور جامع دلیل سے وائٹلوکی

ہزیمت کی تلافی کی انوکھی تجویز قائم کر لی۔ اُس نے تجویز کی ذرا اور اسی تفصیل کا نقشہ اپنے دل میں قائم کر لیا۔ اور اُس کے رخسار خوشی سے چمکنے لگے۔ اُس کی آواز سے معلوم ہوتا تھا کہ اُس کو پوری اُمید اپنی کامیابی کی پیدا ہو گئی تھی۔ ہر شخص اُسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ہر شخص اُسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا کہ آخر شاہنشاہ نے اپنی حیرت انگیز ذکاوت سے کونسی تجویز نکالی ہے کیوں کہ یہ تو سب پر ثابت ہی تھا کہ سخت سے سخت ہنگام میں وہ ایسی کامیابی کی تجویزیں نکال لیا کرتا تھا کہ دوسرے کو وہ ہرگز نہ سوچتی تھیں۔ شاہنشاہ نے ایسی مکمل۔ پختہ۔ اور تعمیلی اور سبک زیادہ عاقلانہ تجویز یہ وضاحت بیان کی کہ بقول کالن کورٹ کے مختصر لفظوں میں اس شخص جو اُس موقع پر موجود تھے اور اختلاف کا اُن پر رنگ چڑھ چکا تھا آخر کار متفق رائے ہو گئے اور شاہنشاہ کی تجویزوں کو پسند کیا۔

یہی ہو رہا تھا کہ ڈپٹیوں کی مجلس سے ایک ایلچی آیا اور چند روز لیوشن جو اُس مجلس نے پاس کئے تھے پیش کئے۔ جن سے ظاہر ہوا کہ ڈپٹیوں کو شاہنشاہ سے مخالفت تھی۔ یہ روز لیوشن لاقیٹ نے پیش کئے اور اپنے ذاتی اثر سے ڈپٹیوں کی مجلس میں پاس کرائے گئے۔ یہ لاقیٹ وہی تھا جس کو نپولین نے اولمٹزر () کے قید خانے سے رہا کیا اور اُس کو مع اُس کے خاندان کے آزادی غایت کی تھی۔ اس میں کلام نہیں کہ لاقیٹ کی نیت تو نیک تھی لیکن رائے میں اُس نے افسوس ناک غلطی کی تھی۔ اور لاقیٹ اتنا زندہ رہا کہ اپنی غلطی کا اُس کو یقین ہوا اور کٹ افسوس حسرت کے ساتھ ملنا پڑے۔

چونکہ لاقیٹ سچا اور سرگرم محب وطن تھا اور اُس کے خیالات بھی فیاضانہ تھے اُس نے خیال کیا کہ فرانس کو بوربون خاندان سے جیسی سخت نفرت تھی وہ دنیا پر ثابت ہو چکی تھی۔ پس اگر نپولین سلطنت سے دست کش ہو جائیگا تو متحدہ بادشاہ

مخالفت اور جنگ سے دست بردار ہو کر تلوار کو غلاف کر دیں گے اور فرانس کو جمہوری حکومت قائم کرنے کی اجادت دے دیں گے۔ اسی خیال پر مجم کروہ جمہوری فریق کا سرگروہ بن گیا۔ لیکن لائیٹ جیسے سمجھ دار آدمی کے لئے ایسے سو ہو م خیال پر کاربند ہونا سخت تعجب معلوم ہوتا ہے۔ تمامی فریق جو حریف تھے پولین کو حکومت سے علیحدہ کر دینے پر آمادہ ہو گئے۔ اور ہر فریق کو اس آمادگی سے یہ توقع پیدا ہو گئی کہ وہ ہی اپنی مراد اور شاہ میں کام یاب ہو گا۔ جب شاہنشاہ کے حامیوں نے اسی زیربوت مخالفت دیکھی تو وہ بھی مخالفین کے گروہ میں جا ملے۔ اور دس لاکھ فیم فوج کی آمد آمد پر ان کے دل چھوٹ گئے اور طوفان نے ان کو مغلوب کر لیا۔

۲۳ ستمبر ۱۸۴۷ء کو لائیٹ کی مالک متحدہ امریکامیں جب کہ وہ بڑی شادمانی سے دورہ کر رہا تھا جوزیف بونا پارٹ سے نیوجرسی) میں بمقام پوائنٹ بریزر) اُس کے ایوان میں ملاقات ہوئی۔ پولین کی

نش اس زمانے میں سینٹ ہلینا کے اندر قبر میں مدفون تھی۔ اور بوربون بادشاہ کے جبر و ظلم نے جمہور کے حقوق کو خاک میں ملا رکھا تھا۔ اور اسی سختی و تنگی کی ملاقات میں لائیٹ نے تسلیم کیا کہ ”بیشک پولین کو فرماں روائی سے علیحدہ کرنے میں جو کارروائی میں نے کی تھی اُس پر مجھے سخت افسوس ہے اور بوربون خاندان زیادہ عرصہ تک بادشاہ نہیں رہ سکتا۔ کیوں کہ فرانس کے قومی خیالات سے اُس کو سخت مخالفت ہے اور فرانس میں ہم سبوں کا اب یہ خیال ہو رہا ہے کہ انقلاب عظیم کی خرابیوں کی اصلاح کے واسطے شاہنشاہ پولین کے بیٹے کا بادشاہ ہونا نہایت مناسب ہے۔ اور دو برس کے اندر مستول تدابیر اختیار کرنے سے پولین دوم فرانس کا بادشاہ ہو سکتا ہے“

جب جوزیف بونا پارٹ نے یہ پہچانی کہ پولین کے کس سال کا وہ تجربہ کار

محبت و ملن کو تنہی سے ملاقات کی تو اس مقل اور فرزانہ دور اندیش شخص نے کہا۔
 ”لائفٹ کی غلطی تھی۔ اصل ملاقات کا مرکز شاہنشاہ پولین ہی تھا۔ ڈیپٹیوں اور تمام
 فرانس کو لازم تھا کہ وائرلو کی جنگ کے بعد شاہنشاہ پولین ہی سے وابستہ رہے ہوتے۔
 ایسے ہنگام سخت و مصائب بلاخیز کے درمیان ہر شخص کا پریشان ہو جانا اور
 گھبرا جانا کوئی تعجب کی بات نہیں ہو سکتی۔ اور جب پولین نے تذکرہ بالا مخالف زندگیوں
 پر طے تو اُس کا چہرہ زرد ہو گیا اور وہ کہنے لگا کہ ”پیرس چھوڑنے سے قبل ہی بجکول لازم تھا
 کہ میں ان لوگوں کو برخواست کر دیتا۔ یہ بات زمیں نے پہلے ہی سے جان لی تھی۔ یہ
 مخالفت پیدا کرنے والے آتش زن فرانس کو براہِ کر دیں گے۔ اور اس مصیبت
 کا اندازہ کرنا میرے قیاس سے باہر ہے۔ پس مجھے اب یہ بات سوچنا چاہیے
 کہ اب کیا ہونا چاہیے۔ اگر ضرورت ہو تو میں فرماں روائی سے دست کش
 ہو جاؤں گا“ اس کے بعد اُس نے جیسے کو برخواست کر دیا۔

اس غرض سے کہ کوئی کام جلد ہی میں اور پوری واقعیت کے بغیر نہ ہو جائے
 اُس نے مجالس کو مختصر سی تحریریں روانہ کیں۔ ڈیپٹیوں کی مجلس کا مراسلہ تو ریجنالٹ
 نے لیا اور پیرس کی مجلس کا مراسلہ کارنٹ () کے

ہاتھ بھیجا گیا۔ شاہنشاہ نے کہا۔ ”ان لوگوں سے یہ بھی زبانی کہنا کہ میں یہاں اپنے
 مارشلوں سے مشورہ کر رہا ہوں اور میری فوج میرے پاس اگر جمع ہو رہی ہے
 اور میں نے حکم دے دیا ہے کہ اب فوج دشمن کے سامنے سے پیچھے نہ ہٹے
 اور پیرس میں اُس لئے آیا کہ اپنی گورنمنٹ اور اپنی مجالس کی رائے لے لوں۔
 اور اس وقت میں اُن تجاویز میں مصروف ہوں جو مخاطبِ عامہ کے لئے ضروری
 ہیں“

لیکن ڈیپٹیوں کی مجلس کو ہر نوٹنگ مچا ہوا تھا کہ ریجنالٹ کی کسی نے بات

تک نہ سنی۔ اور پیر میں (کی مجلس میں بھی اگرچہ اسی طرح کا تلام پر پاستھا لیکن ان لوگوں نے شاہنشاہ کے پیغام کو ادب کے ساتھ توجہ سے سنا۔ ملوگانی بحث و مباحثہ میں تمام دن جلد گزر گیا۔ اور پُرچوش شہر پیرس میں پھر اُداسی سے رات کی تاریکی چھائی۔

پیرس کے جمہور کا ایک بڑا گروہ اور حوالی کے بے شمار باشندے ایلاسی سی کے گرد جمع ہو کر "شاہم زندہ ماناؤ" کے نعرے بڑے جوش و خروش سے مارنے لگے۔ دختوں۔ دیواروں۔ چھتوں اور ایوان کے جھنگے پر ہر طرف آوی ہی آدمی نظر آتے تھے۔ کہ اپنے شاہنشاہ کو ایک جھلک دیکھ لیں۔ اندھیری میں جبکہ پُرچوش جمہور شاہم زندہ ماناؤ کے نعروں سے آسمان سروں پر اُٹھا رہے تھے۔ باغ کے درختوں کے نیچے لیوشین پولین کا بھائی جو ایسا سخت جمہوری تھا کہ چند دفعہ تخت پر بیٹھنے اور بادشاہت کرنے سے انکار کر کر دیا تھا پولین کے ساتھ ٹل رہا تھا اور اُس کو مشورہ دیتا تھا اور اُس کو اُبھارتا تھا کہ مجالس کا مقابلہ کرنے کی کوشش کرے اور مختار مطلق بن جائے۔ کہ فرانس کے بچانے کی یہی تجویز تھی۔ اُس نے کہا۔ "اِن لوگوں کی طرف دیکھئے کہ کیسے بے غرضانہ جوش سے یہ آپکے گرد جمع ہوئے ہیں اور اس وقت یہی معلوم ہوتا ہے کہ اپنا ملک اور اپنی آزادی آپ ہی کو خیال کرتے ہیں۔ اُن کی چیخوں کو ذرا کان لگا کر سنتے وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم کو مسلح کر دیجئے اور اٹھا کر رہیں کہ اُن کو ایک سردار محرمت ہو جائے۔ اور یہ حال ہمیں پر نہیں ہے تمامی فرانس میں یہی حال ہے۔ پس کیا آپ کو یہ بات لازم ہے کہ فرانس کو غیروں کے اور سخت کو مختلف فریقوں کے حوالے کر دیں۔"

لیکن کوئی توجیہ اور کوئی ترغیب پولین کو اس بات پر آمادہ نہ کر سکی کہ فرانس میں غائب جنگی کے شعلوں کو مشعل کیا جائے۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ فرانس کی خاطر وہ

جہدہ جہد کر رہا تھا نہ کہ خود اپنے واسطے۔ اُس نے کہا: میں آدمی ہوں۔ کچھ فرشتہ نہیں۔ کچھ بشر ہے بڑا مگر عجیب طاقت نہیں کہ پاتو بٹکے ہوئے اراکین کی رائے کو پھیر دے اور انکو متحد کر دوں۔ کہ وہ میری رائے سے اتفاق کرنے لگیں۔ اسی کے ساتھ میں کوئی غم سرغنہ نہیں کہ خانہ جنگی کی آتش بھڑکاؤں جس سے کوئی نتیجہ نہ ہوگا۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ مجالس کے اراکین کو سمجھاؤ کہ زیادہ مبالغہ طریقہ اختیار کریں۔ اور اس سے زیادہ میں کچھ نہیں چاہتا۔ اگر وہ میرے شریک ہو جائیں تو میں سب کچھ کر سکتا ہوں۔ اور ان کی شرکت بغیر میں اپنی ذات کے لئے تو بہت کچھ کر سکتا ہوں۔ لیکن فرانس کو بچا نہیں سکتا۔ جاؤ اور کوشش کرو کہ میرے ساتھ متفق ہو کر کام کریں۔ میں اس پر رضی ہوں۔ لیکن میں اس بات کی سخت ممانعت کئے دیتا ہوں کہ ان جمہور کو جو اس وقت یہاں بے شمار تعداد میں جمع ہیں اور ہتھیار ہتھیار کر رہے ہیں کسی قسم کی جوش دلانے والی تقریر سے برا بھلا نہ کیا جائے۔ میں فرانس کی خاطر تو جملہ باتوں کی آزمائش کرنے کو تیار ہوں لیکن محض اپنی ذات کی خاطر کچھ نہ کروں گا۔“

کالن کو رٹ کتا ہے۔ ”ایلامی سی میں جیسی حالت شاہنشاہ کی تھی وہ تاج میں اپنا نظیر نہیں رکھتی۔ اگر اُس کا جی چاہتا تو ایک لفظ سنہ سے نکال کر تاجی نمک حراموں کا فائدہ کر دیتا۔ جمہور کا ایسا گروہ موجود تھا کہ ذرا سے اشارے پر ان تاجی موانع کو جو پولین اور قوم کے درمیان مائل تھے دفع کر دیتا۔ لیکن شاہنشاہ نے اس بات کو گوارا نہ کیا کہ قتل و غول ریزی کے تماشے پیش آئیں۔ وہ خوب تا تھا کہ جس شے سے جمہور انتقام لیا کرتے تھے وہ شے کے مقرر کئے ہوئے گماشتے ڈپٹیوں کی مجلس میں بڑی شدت اور گستاخی کر رہے تھے۔ لیوٹین مجلس میں پولین کی تجویزیں پیش کرنے کو گیا لیکن ان گماشتوں نے اپنے شور و گستاخی سے لیوٹین کو مغلوب کرنے اور توہین کرنے کی کوشش کی۔ کالن کو رٹ بھی لیوٹین کے ہمراہ گیا تھا اور فوراً وہ شاہنشاہ

کے پاس واپس آنا کہ ان واقعات اُس کو مطلع کرے۔ ایلائی سی کے گرد جمہور کے وہ
ازدحام تھے کہ کالن کورٹ کی گاڑی کو بہ دُشواری رستہ بلا حجب وہ شاہنشاہ
کے پاس ایوان کے اندر پہنچا اور باتیں کرنے لگا تو باوجود اس کے کہ آدمی رات آپکی
تھی جمہور کے شور و غل کی کوئی حد نہ تھی اور پھر کیا ایک اُنھوں نے ایسے زور سے شعر
مازنا شروع کئے کہ بادل کی گرج کے مثل ایوان میں اُن کی آواز گونجنے لگی۔

یہ سن کر نپولین نے کہا: ”یہ بات خطرناک ہے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ انہوہ کچھ زیادتی
کر بیٹھے اور پھر مجھ پر اس کا الزام عائد کیا جائے۔ یہ غلطی میں پڑے ہوئے جمہور میری
ندست گزاری کو موجود ہیں اور تمام جو کچھ وہ کر رہے ہیں اُس سے مجھے نقصان پہنچے گا۔“
نپولین ایسا عاقل اور مالی حوصلہ شاہنشاہ تھا کہ ادا نے طبقہ کے جمہور کو تسلیم
کرنے سے اُسے نفرت ہو رہی تھی۔ وہ فرانسیسی قوم کا مغز خیر خواہ تھا اور اُس سے
یہ دلی غل کبھی سرزد نہ ہو سکتا تھا کہ وہ کسی خاص فریق کا سرغنہ بن جاتا۔ اس کے
علاوہ وہ ایسا تیز نظر و دراندیش تھا کہ آئندہ حالات کو نہایت صاف دیکھ رہا تھا
اور کسی دوسرے کو یہ بات نصیب نہ تھی۔ موقع کی موجودہ خطرناک حالت کو وہ اچھی
جانتا تھا۔ اور خوب سمجھ رہا تھا کہ اگر فرانس کی خیر ہو سکتی تھی تو صرف یوں ہی ہو سکتی تھی
کہ تہامی قوم ایک ہو کر اتفاق کے ساتھ کام کرے۔ تہارہ کر زبردست مجالس کی
مخالفت کی حالت میں متحدہ بادشاہوں سے وہ صرف اپنی ذات کے واسطے
بہتر شرائط حاصل کر سکتا تھا لیکن فرانس کو بچانہ سکتا تھا۔ یہ ممکن تھا کہ فرانس کے
اندروہ ایک طولانی جنگ جاری رکھتا اور بڑی بڑی خون ریزیوں کا باعث ہوتا
لیکن فرانس کا پالینا محال تھا۔ کیوں کہ اول تو دس لاکھ فوج و فیروز فوج فرانس
کی سرحدوں کو پار کر کے فرانس میں داخل ہو رہی تھی۔ دوسرے فرانس غیر مسلح
تھا اور اُس کے ذریعے اور سامان ختم ہو چکے تھے۔ پھر اس کے سوائے بوربون

خاندان کے حامی اور طوائف الملوکی کے دلدادہ گروہ نپولین کے موافق نہ تھے قطعی خلاف تھے اور مجالس سلطنت میں اس کو غاصب کہتے تھے اور سب پر طرہ یہ تھا کہ متحدہ بادشاہوں کی طرف سے اعلان کیا جا رہا تھا کہ اگر نپولین کا ساتھ چھوڑ کر فرانسیسی سے متحدہ بادشاہوں کو آکر دیں گے تو فرانس کو آزادی دے دی جائیگی۔ بہت سے ایسے لوگ جو شاہنشاہ کا ساتھ چھوڑ دینے پر آمادہ تھے حماقت سے یہ خیال کر رہے تھے کہ فاتح دشمن فرانس کی خود مختاری کا پاس کر کے جمہوری حکومت قائم کرنے کی اجازت دے دیں گے۔ اپنی حماقت سے انھوں نے متحدہ بادشاہوں کے اعلانوں پر یقین کر لیا۔ کہ وہ فرانس سے جنگ نہ کرتے تھے بلکہ ہر نپولین سے لڑ رہے تھے۔ جب کالن کورٹ نے شاہنشاہ سے مجالس کی ابتری اور طوفان کا حال بیان کیا اور کہا کہ وہ چاہتے ہیں کہ جہاں پناہ سلطنت سے دست کش ہو جائیں تو نپولین نے کہا :-

افسوس کمیل بگر گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو یہ خبر نہیں ہے کہ تخت کو خالی کر دینے سے وہ اسے سب سے پہلے دعویدار کے حوالے کئے دیتے ہیں۔ اب متحدہ بادشاہ صلح نہ کریں گے۔ وہ جیسی چاہیں گے اپنی طرف سے شرائط پیش کر دیں گے اور یہ شرائط خواہ مخواہ منظور کرنا پڑیں گی۔ مجالس کے اراکین کا بڑا گروہ بوربون خاندان کا مخالف ہے، اور پھر بھی اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہی خاندان زبردستی بادشاہ بنا دیا جائیگا۔ قوم اب غیر مخالفوں کے حوالے ہو گئی اور اس کے وکلاء نے ایسی مالالتقی کی ہے کہ قوم کو افسوس سے ہاتھ ملنا پڑیں گے۔

اس گفتگو کے اثنائے میں انجمن کانسٹیٹ آیا جس نے نپولین سے اصرار کیا تھا کہ جمہور کو مسلح کر کے اندرونی مخالفت اور متحدہ بادشاہوں کی یورش روک دی جائے اور پھر افسوس سے وہ اب شاہنشاہ کو یہ اطلاع دینے کو آیا تھا کہ ڈپٹیوں کی

مجلس یہ چاہتی ہے کہ شاہنشاہ سلطنت سے دست کشی کر لے۔ پولین کو جہیز شاہنشاہ منتخب کیا تھا ڈپٹیوں نے شاہنشاہ نہیں بنایا تھا۔

پولین نے نرمی سے کہا: ”ڈپٹیوں کی مجلس کس استحقاق سے یہ بات چاہتی ہے کہ میں سلطنت سے دست کش ہو جاؤں۔ اُس کو کیا اختیار ہے۔“
پھر مہمور کے اُس گروہ کی طرف جو ایلائی سی کے گرد جمع تھے اور جوش سے نعرے مار رہے تھے اشارہ کر کے اُس نے کہا:-

”دیکھو۔ ان غریبوں کو جو میری مصیبت میں مجھ سے ہم دردی کر رہے ہیں۔ میں نے عزت اور دولت نہیں دی۔ میں اُن کو وہ سیاحی غریب چھوڑتا ہوں جیسا غریب میں نے اُن کو پایا تھا۔ لیکن فرانس کی وہ حالت ہو گئی تھی کہ اُن میں روشن خیالی پیدا ہو چکی ہے۔ اور جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں قوم کی وہی آواز ہے اور مجھ کو صرف ایک لفظ منہ سے نکالنے کی دیر ہے کہ ڈپٹیوں کی مجلس کا خاتمہ ہوا جاتا ہے لیکن نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اپنی خاطر میں ایک جان بھی تلف ہونے دوں۔ میں ایلبا سے اس لئے واپس نہیں آیا ہوں کہ میری میں خون کے دریا بہ جائیں۔“

یہ وقت بڑے استحسان اور آدائش کا تھا۔ اور مخالف سے مخالف مؤرخوں اور تذکرہ نویسوں نے اقرار کیا ہے کہ ہاں ایسے وقت میں پولین نے بڑی انسانیت، شہر اور مالی حوصلگی کا ثبوت دیا۔ جیسا پولین نے اس وقت غیر خود غرضی کا اظہار کیا اور ثبوت دیا اور ثابت کر دیا کہ اُس کو صرف اپنے ملک کی بھلائی منظور تھی تاریخ میں اپنی آپ مثال ہے۔ لیمرن صاحب بھی اقرار کرتے ہیں۔

”مؤرخ کا فرض ہے کہ پولین کے ساتھ انصاف کرے اور صاف طور سے تسلیم کرے کہ پولین نے جمہور کی فوج دونوں موقعوں پر یعنی ایلبا سے واپس آنے اور نیز اپنے زوال پر جو وارڈو کی جنگ کے بعد واقع ہوا اور یہ زمانہ ۲۰۔ مارچ ۱۸۱۵ء سے

شروع ہوا تھا قوم کے متعلقے میں خوں ریزی کرنے کو ہرگز ہرگز کھڑی نہ کی۔ اس کی کوئی وجہ نہ ہو۔ یعنی یا تو اُس کو خنبہ اور عوام الناس کی زیادتیوں کی طرف سے غلطی و نفرت ہو کیوں کہ ۱۔ اگست کے خوں ریز واقعات جو ایام انقلابِ عظیم میں عوام کے ہاتھ سے پیش آئے تھے اُس کے دل پر بڑا اثر کر چکے تھے۔ اسی طرح شہر میں وہ قتل عام کے تماشے دیکھ چکا تھا کہ گلوٹین سے خون کے دھارے بہ گئے تھے۔ یا یہ وجہ ہو کہ وہ بڑا اکتان اور سپاہی تھا اور ایسی جمعیت جس کو فوجی ضوابط و قواعد کی پابندی کا لحاظ نہ ہو دیکھنا گوارا نہ کر سکتا تھا۔ یا اُسے اپنی آئندہ شہرت کا خیال ہو۔ ہر حال ہر صورت میں اُس کا متذکرہ بالا فعل نہایت قابلِ ستائش ہے۔“

جون کی ۲۱۔ تاریخ اس طرح گزر گئی۔ ڈپٹیوں کی مجلس اُسی طرح ابتری کے ساتھ رات میں منعقد رہی۔ اور نوپلین جو بیمار ہو گیا تھا اور نہایت تھک گیا تھا اور اُن مصائبِ جنھوں نے فرانس کو عاجز کر دیا نہایت غم زدہ تھا آرام کرنے کو پچھلی رات میں جا لیا۔ اُس شب پیرس میں شاید ہی کوئی سویا ہو۔ جمہور کے بڑے بڑے گروہ فریادیں کرتے پھر رہے تھے کہ ہم کو اپنے شاہنشاہ کی حفاظت کے لئے ہتیار دیے جائیں۔ مخالفین کی فوجیں پیرس سے ایک منزل اور قریب آگئی تھیں مجالس میں پریشان تھی اُن کے افعال میں عداوت تھی اور سخت ابتری اور بدظنی پھیلی ہوئی تھی۔ اگر ڈپٹیوں کی مجلس اتفاق کا لفظ بھی منہ سے کہہ دیتی تو اسی ابترا اور پریشان حالت سے نوپلین اپنی عظیم الشان ذکاوت سے ترتیب و انتظام قائم کر دیتا۔ تامی فرانس کے جمہور متحد ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک شخص کی طرح حملہ آوروں کا مقابلہ کرتے اور ممکن تھا کہ فرانس بچ جاتا۔ لیکن اُس کے خلاف ڈپٹی ایسے جملی ہو گئے تھے کہ نوپلین جیسے عدیم المثال شخص کی ذکاوت و ہمت پر نفرت ظاہر کر کے انھوں نے رات میں یہ رزولوشن پاس کر دیا کہ شاہنشاہ سے

وزخو است کی جائے کہ وہ فرماں روائی سے دست کش ہو جائے۔ اس طرح فرماں نہایت مطلوبانہ بے کسی کی حالت میں دشمنوں کے حوالہ کر دیا گیا کہ وہ جس طرح چاہیں تجارت اور توہین کے ساتھ اُس سے پیش آئیں۔

۲۲ جون کی صبح ہوئی۔ رات کے واقعات تو طوفانی تھے ہی۔ لیکن دن کے آتے ہی اور بھی زیادہ طوفانی حالات شروع ہوئے۔ شاہنشاہ اپنے کمرے میں تنہا آنکھوں پر ہاتھ رکھے خیال میں دو باہوا بیٹھا تھا کہ اتنے میں ایک لڑکا خان میں قہوہ اور کچھ ناشتے کا سامان لایا۔ تھوڑی دیر تک تو نپولین کو لڑکے کے آنے کی خبر ہی نہ ہوئی۔ اس لڑکے کو شاہنشاہ پہلے بھی کئی دفعہ دیکھ چکا تھا۔

آخر کار لڑکے نے جرات کر کے کہا: ”جاں پناہ کچھ ناشتہ فرمائیں۔ اس سے خاندہ ہوگا۔“

شاہنشاہ نے محبت سے نگاہ اٹھا کر لڑکے کو دیکھا اور کہا:۔

”تھرا اسکان موضع گونیس (میں ہے؟ کیوں ہے نا؟“

لڑکا۔ جہاں پناہ۔ سچ فرماتے ہیں۔

دُنیا سے عاجز آئے ہوئے شاہنشاہ نے کہا ”اصل تو یہ ہے کہ سچی دل بھی

اور راحت وہی ہے۔“

آٹھ بجے دونوں مجالس نہایت جوش و خروش کے ساتھ صبح نپولین کے دشمنوں

کے پھر جمع ہوئیں اور یہی شور و غوغا برپا ہوا کہ شاہنشاہ کو فرماں روائی سے دست کش

ہو جانا چاہیے۔ نپولین نے ایلائی سی میں وزیر کی کونسل جمع کی۔ اُس کو رات میں ایک

ٹھیکر مل چکی تھی۔ جس سے اُس کی پریشانی بہت بڑھ گئی تھی۔ مارشل گروچی وینٹنسن

اور دیگر مشر کے ہاتھ نہ آیا تھا۔ اور چالیس ہزار فوج کو لے کر فرانس واپس آیا تھا۔

مارشل نے اوہریروم بونا پارٹ نے بھی وارٹر لو کی فراری کے بعد چالیس ہزار فوج

فرانس کی سرحد پر جمع کر لی تھی اور دس ہزار نہایت اچھی قواعد والی فوج حوالی شہر سے اگر شہر میں جمع ہوئی تھی اور جوش سے بھری ہوئی فرانس اور شاہنشاہ کے واسطے اپنی جان دے دیے کو آمادہ تھی۔ اور اُس جمہور کے گرد وہیں سے جو ایلامی سی کے گرد جمع تھا دو گھنٹے کے اندر پچاس ہزار جال باز سپاہ قائم ہو سکتی تھی جو دشمن کو مار بھگانے کو ہر طرح مستعد تھی۔ پولین سے اس وقت بہت سے دوستوں نے اصرار کیا کہ ان فوجوں کی مدد سے فرانس کو بچائے واقعی یہ وقت ایسے امتحان کا تھا اور ایسا لالچ سامنے ہو جو تھا کہ جس کی دوسری مثال شاذ ہوگی یعنی اس وقت فخر مطلق بن جانے سے انکار کرنا فرانس کو دشمنوں کے حوالے کرنا تھا۔ اور حوالے کرنا بھی کیسا نہایت بے کس اور ذلیل حالت کے ساتھ۔ ہر خلاف اس کے فخر مطلق بن جانے کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ یہ جبر و قعدی دونوں مجلسیں نیست و نابود کی جاتیں۔ اور جن اراکین کی مخالفت سے خطرہ ہوتا ان کو قید کرنا پڑتا۔ اور فرانس پر جنگ کی مصیبت نازل ہوئی۔ شہر گولوں سے اڑاے جاتے اور ملک کے بڑے بڑے قطعے تاخت و تاراج کئے جاتے اور ہزار ہا فرانسیسیوں کی جانوں کا اہلاک ہوتا۔

(۳۳۵)

شاہنشاہ اگرچہ بالکل خاموش تھا لیکن چہرے سے عنایت اور غم کا اظہار ہوتا تھا۔ وہ ہر بات کو رحم دلی اور تجویز کی میزان میں تولتا تھا۔ اُس نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر مجالس اُس کے موافق ہو جائیں تو فرانس کی حفاظت ہو سکتی تھی۔ اور مجالس کی شرکت کے بغیر فوجیں ریزی سے چاہے جوئی کرنا اُس نے غیر قربانانہ خیال کیا۔ یہی امور لحاظ میں رکھ کر اُس نے مجالس میں اپنی مفصل تجاویز تحریر کر کے بھیجیں۔ اور ان پر عمل کرنے کا وعدہ کیا جن سے فرانس کی حفاظت اور آزادی ممکن تھی۔ دہائیوں کی مجلس کی تو پریشان اور جوش سے بھری ہوئی حالت تھی اور اراکین

کو خفا ہو ہی گیا تھا۔ لیکن اُن کو یہ ضرور معلوم تھا کہ شاہنشاہ کے اختیار میں اب بھی بڑی طاقت تھی۔ لہذا مجلس کی طرف سے حسب ذیل جواب جو مؤتب جواب کہا جاتا ہے بھیجا گیا۔

جو وفد اس جواب کو لایا اُس نے کہا۔ ”وہ جنگ جس میں فرانس از سر نو مبتلا ہو اے قوم پر اتنی مؤثر نہیں ہے جتنی شاہنشاہ پر ہے۔ یعنی متحدہ بادشاہوں نے یہ اعلان شہر کیا ہے کہ ہماری فرانس سے صلح ہے اور صرف شاہنشاہِ نپولین سے جنگ ہے۔ چنانچہ فرانس کو صلح نصیب ہو سکتی ہے۔ اگر شاہنشاہ دوبارہ انس کو بچانے کی خاطر سلطنت سے دست کش ہو جائے۔“

اب چون کہ یہ اپیل کی گئی کہ فرانس کو بچانے کی غرض سے نپولین سلطنت سے دست بردار ہو جائے لہذا سوال طے ہو گیا۔ شاہنشاہ نے وفد کے اراکین کو بڑی مہربانی سے لیا اور فوراً جواب دینے کا وعدہ کیا۔ اور جب وفد کے اراکین رخصت ہو گئے تو شاہنشاہ نے اپنے دوستوں سے کہا

”میں تنہا کچھ نہیں کر سکتا۔ میں نے مجلس کو جمع کیا تھا اور مجھے اُسید تھی کہ میں اس کی مدد سے میری تجویزوں کو تقویت ہوگی۔ لیکن اُس کی مخالفت نے اُن کمزور ذریعوں کو اور بھی کمزور کر دیا جو میرے اختیار میں تھے۔ قوم کو یہ خیال دلا گیا ہے کہ صلح کی راہ میں میں مائل ہوں۔ لیکن اب اتنی مہلت نہیں ہے کہ اُس کی غلطی پر اُس کو آگاہ کروں۔ مجھ سے چاہا جاتا ہے کہ میں فرانسِ روائی سے دست کش ہو جاؤں۔ میں اس پر راضی ہوں۔ میں فرانس میں خاکی جھگڑے پیدا کر نکلیں یا لپوچیں اس کے بعد اس نے لیوشین سے قلم لینے اور لکھنے کو کہا۔ اور آہستہ آہستہ ٹل کر اپنی دست کشی کا مضمون حسب ذیل لکھوا نا شروع کیا۔

”فرانسیس! قومی خود مختاری اور آزادی حاصل کرنے کی غرض سے جنگ

شرع کرنے میں میں نے سب کے ارادوں اور سب کی کوششوں اور قوم کے
 حامدین اور وکلاء کے اتحاد پر بھروسہ کیا اور مجھے ہر صورت سے توقع تھی کہ کام یابی ہوگا
 اور اس اعلان کی میں نے کچھ پروا نہ کی جو متحدہ بادشاہوں نے میرے خلاف شائع
 کیا تھا۔ لیکن اب حالات کا رنگ بدلا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ لو۔ فرانس کے اعداء
 کی نفرت پر میں اپنے تئیں قہر مان کرتا ہوں۔ خدا کرے کہ یہ اعداء اپنے اعلانوں
 میں سچے نکلیں اور ان کو صرف مجھ ہی سے عداوت و نفرت ہو۔

”سیراد و ختم ہو گیا۔ اور میں نپولین دویم کے لقب سے اپنے بیٹے کو فرانس
 کا شاہنشاہ شہر کرتا ہوں۔ موجودہ وزراء شریطیہ گورنمنٹ کی کونسل مقرر کر لیں
 اور اس دل چسپی کی وجہ سے جو مجھ کو اپنے بیٹے کے معاملات میں ہے مجھے یہ کہنے
 کی ترغیب ہوتی ہے کہ مجالس کو چاہئے کہ فوراً نیا بت کی حکومت کا قانون
 پاس کر لیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ حفاظتِ عامہ اور قومی آزادی قائم رکھنے کے
 لئے خداوند تعالیٰ تم سب کو اتحاد کی توفیق بخشے۔

مقام ایوان ایلامی سی۔

مؤرخہ ۲۲ جون ۱۸۱۵ء

نپولین

بڑے شریف النیال کارنٹ کے سامنے جب یہ دست کشی کا مضمون
 پڑھا گیا جس کے ذریعے سے فرانس از سر نو دشمنوں کے ہاتھوں میں پہنچ رہا
 تھا تو غم سے بے حال ہو کر اس نے اپنا چہرہ ہاتھوں سے چھپا لیا اور وہاں
 مار مار کر رونے لگا۔ یہ دیکھ کر نپولین کے قلب پر بڑا اثر ہوا اور وہ کارنٹ کے
 پاس جو غم سے نیم جاں ہو گیا تھا فوراً اگیا اور تیغی دے کر اس کے غٹانے پر
 ہاتھ رکھا اور کہا۔ ”شفیق من۔ صدفوس۔ مجھے تمہارے قلب اور تمہارے

خیالات کا حال اُس وقت معلوم ہوا کہ مدے زیادہ دیر ہو گئی ہے،

اس شان دار تحریر کے پڑھنے پر ڈپٹیوں میں بڑا جوش و خروش پیدا ہو گیا۔ ریکنالت کے قلم پر اس موقعہ کی سنجیدگی کا ایسا اثر ہوا کہ وہ پلیٹ فارم پر چڑھ گیا اور اپنی تقریر میں ایسی موثر اور قلوب کو ہلا دینے والی تصویر کشی کی کہ تمامی مجالس کے اراکین زار زار رونے لگے۔ اور پولین کے سخت سے سخت دشمنوں کے دل کھل گئے۔ اُس نے اپنی تقریر میں ثابت کیا تھا کہ پولین کی ذات سے فرانس کو کیسے فائدے پہنچے تھے اور اپنی دہشت کشی سے اُس نے کیسے عظیم الغان اور ارفع اخلاق کا ثبوت دیا تھا۔ یعنی اُس نے بلا کسی شرط کے بلا تصنع فرمان روائی سے دست کشی کر لی۔ کہ فرانس کو اس خوشحال نصیب ہو اور خود ایسا جلا وطن ہو کہ اُس کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ آوارہ وطن ہو کر آئے کہاں جانا پڑیگا اور کیا مصائب اٹھانا پڑیں گی۔ اس پر آب و تاب تقریر

۱۸۰۔ ڈیوک آف یٹا لہتا ہے: "پولین کی دوبارہ سلطنت سے دست کشی کے وقت بد قسمتی سے میں موقع پر موجود تھا۔ یہ تحریر شاہنشاہ نے کونسل کے درمیان لکھوائی تھی لیکن اُسی استقلال سے لکھوائی تھی جس سے ہم نے اُس کے حراج اقبال کے دوران میں صدمہ باریا اُس کو احکام لکھواتے ہوئے دیکھا تھا۔ صرف اتنا فرق تھا کہ اس وقت وہ اپنے جُلوں، درجوں کے جُڑوں کی بندش میں احتیاط کرتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اُس نے اس تحریر کو بار بار خود پڑھا۔ اور ہر دفعہ ضعیف سی اصلاح کی۔ اور جب اُس کو اطمینان ہو گیا اُس نے ڈپٹیوں کی مجلس میں یہ تحریر بھیج دی۔ اس کے بعد وہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔ کونسل پولین نے اور میرٹ شام کو اُس سے پھر ملاقات کی اور اس وقت بھی اُس کو اُسی طرح مستقل پایا بیسیا کہ وہ صبح کو تھا۔ اور اُس کی آخری نصیحت اور الوداع سے دلوں پر بڑا اثر ہوا۔"

کے بعد مجلس میں تھوڑی دیر گوسٹا ٹا ہو گیا۔ اور نہ سمجھ میں آنے والی افسوس کی
خفیت آواز کبھی کبھی سنائی دیتی تھی۔ اس کے بعد ڈومٹیوں کی مجلس نے یکٹ ہا
دیکر اسے ہو کر تجویز کیا کہ شاہنشاہ کی خدمت میں ایک وفد جائے اور قوم
کی طرف سے اس بارے میں شکریہ ادا کرے کہ اُس نے فرانسیسی قوم کی خوش حالی
اور آزادی کی خاطر نہایت مالی قربانی کے ساتھ فراں روائی سے دست کشی کر لی
اس میں پیرس (یعنی اُمراء کی مجلس بھی شریک ہوئی)۔

اب رات ہو گئی تھی اور تخت سے دست کش شاہنشاہ تنہا اپنے کمرے میں
تھا۔ چند صوفی شمعوں سے کمرہ روشن تھا۔ پنولین نے وفد کو بڑی عزت کے ساتھ
لیا اور اخلاق سے اُن کی باتوں کو سُنتا رہا۔ اس کے بعد اُس نے آہستہ سے کہا۔
”اُن خیالات کی بابت جو آپ میری طرف منسوب کئے ہیں۔ میں آپ کا
شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مجھے توقع ہے کہ میری دست کشی سے فرانس کو فتنہ ہو گا۔
لیکن اس بات کا مجھے یقین نہیں ہے۔ یہ سلطنت کو ایسی حالت میں چھوڑتا ہوں
کہ نہ اُس کا کوئی سروہراس ہے اور نہ اُس کا ملکی اعتبار سے وجوہ باقی ہے۔ میری
سلطنت کو درہم برہم کرنے میں جتنا وقت ضائع کیا گیا ہے۔ کاش دشمن کو زک
دینے کی لمبا ریوں میں صرف ہوتا۔ میں مجالس سے سفارش کرتا ہوں کہ سب جلد
نئی فوجیں کھڑی کر لیں کیوں کہ جس کو صلح کی تمنا ہو اُس کو لازم ہے کہ جنگ کے
واسطے بھی لمبا رہے۔ اس بڑی فرانسیسی قوم کو دشمن کے قابو اور اختیار میں
ست چھوڑو۔ دیکھو ایسا نہ کہ تم اپنی امیدوں کے لال باغ میں رہو۔ اور تم کو
دھوکا ہو جائے۔ بس اسی میں خطر پوشیدہ ہے۔ رہائیں۔ تو اگر فرانس کو خوش حالی
نصیب ہو تو ہر حالت اور ہر حال میں راضی اور خوش رہوں گا۔ فرانس سے میں
اپنے بیٹے کی سفارش کرتا ہوں۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ فرانسیسی قوم اس بات کو

فراموش نہ کرے گی کہ میں اپنے بیٹے کی خاطر سلطنت سے دست کش ہوتا ہوں۔
میں نے یہ بڑی قربانی قوم کی بھلائی کی غرض سے بھی کی ہے۔ اگر میری نسل کا
بادشاہ ہوا تو فرانسیسی قوم کو خوش حال۔ آذاد اور خود مختار ہونے کی اُمید ہو سکتی ہے۔

پیرس میں اب ۲۳۔ جون کی صبح نمودار ہوئی۔ متحدہ بادشاہوں کی فوجیں
کو جمع کرتی چلی آ رہی تھیں۔ اور فرانس کا نہ کوئی حاکم تھانہ فرانس کا کوئی سردار
تھا۔ ڈیپٹیوں کی مجلس میں سرے سے آخر تک تجربہ کار اور باتونی اراکین صبح
تھے۔ اور لابیائیں ابتری شروع ہوئی۔ ہر ایک بات تجویز کی جاتی تھی لیکن کیا
کچھ بھی نہ جاتا تھا۔ اور نپولین ایک صلح جو شہری کی طرح ایلائی سی میں مقیم تھا۔ اُس
نے اپنے ہی کو اس خیال سے سمجھ لیا تھا کہ یہ سب معاملات تقدیر اور مشیت
سے وابستہ تھے جو پیش آئے اور اُن میں اُس کا قطعی بس اور اختیار نہ تھا۔ بوربو
خاندان کے حامی۔ آرتینس (خاندان کے معین۔ جمہوری فریق

کے معاون۔ اور نپولین دوم کے طرف داعی سب ہی نہ سلجھنے والی ابتری اور پریشانی
میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اور اسی ابتری کی بوربون فریق کے طرف داروں کو جن کا
سرغندہ فوٹے تھا آرزو تھی کیوں کہ اگر یہ ابتری صرف چند روز اور باقی رہتی تو متحدہ
بادشاہ اس قضیے کو اپنی تلوار کے زور سے طے کر دیتے۔

نپولین نے بڑے اضطراب سے کہا: "ان کارروائیوں کا اور کچھ نتیجہ نہ ہوگا
صرف یہ ہوگا کہ بوربون بادشاہ پھر تخت نشین ہو جائے گا اور پھر یہ ڈپٹی خون
کے آنسوؤں سے روئیں گے۔ وہ اس خیال سے اپنا جی خوش کر رہے ہیں
کہ وہ ڈیوک آف آرتینس کو تخت نشین کر لیں گے۔ لیکن انگلینڈ اس کی ہرگز
اجازت نہ دیں گے۔"

موجودہ ضروریات کے لحاظ سے ایک ماضی حکومت قائم کر لی گئی۔ اور جو

اُس کا سردار بنایا گیا۔ یہ پرنس نک حوام تو ڈوک آف ولنگٹن سے پہلے ہی کبھی چکا تھا اور بڑی چالاکی سے ایسی ہیسی چالیں چلنے لگا کہ جن سے بوربون خاندان پھر بادشاہ ہو جائے۔ اسی کے ساتھ متحدہ بادشاہوں کے صدر مقاموں پر وکلاء روانہ کئے گئے اور اُن کو اطلاع دی گئی کہ نپولین نے سلطنت سے دست کشی کر لی اور اب وہ انتقام نہ لیں۔ فوٹے نے اپنے شرکار کی مدد سے جن کو رشوت دے دی گئی تھی۔ ڈیپٹیوں کی مجلس پر اب پورا قابو پالیا تھا۔ لیکن ایک بڑی پریشانی کاٹھ سے سامنا تھا۔ وہ پریشانی یہ تھی کہ شاہنشاہ ہنوز ایلائی سی میں موجود تھا۔ جمہور اُس کی پرستش کر رہے تھے۔ اور پیرس کے گوتے شاہم زندہ ماناؤ کے نعروں سے برابر گونج رہے تھے۔ ایلائی سی کے گرد اب بھی مخلوق کا بڑا ازدحام موجود تھا۔ اور کہا جا رہا تھا کہ نپولین اپنے دست کشی کے مُراسلے کو واپس لے لے اور جمہور کا سردار بن کر متحدہ بادشاہوں کو پس پا کرے۔

والٹیریوں کے دور جنبٹ جو فابریک این ٹو این ر سے آئے تھے اور جن کے ہمراہ بے شمار جمہور کا انبوه تھا کو چ کر کے ایلائی سی کے پھاٹک پر پہنچے اور شاہنشاہ کی خدمت میں ایک وفد بھیج کر کہلا بھیجا کہ نک حوام ڈیٹی فرانس کو پھر بوربون کے حوالے کئے دیتے ہیں اور جہاں پناہ عنان حکومت پھر اُسی طرح اپنے ہاتھ میں لے لیں جس طرح ۸- تاریخ کو لے لی تھی۔

شاہنشاہ نے جواب دیا کہ ”تم ۸ تاریخ کی مجھے یاد دلاتے ہو لیکن یہ بھی تو دیکھ لو کہ اب معاملات کی وہ حالت نہیں ہے۔ ۸- تاریخ کو جن کا تم حوالہ دیتے ہو تبدیلی کے متعلق قوم یک زبان تھی اور اُس بات کو عمل میں لانے کے ملے ۱۸- تاریخ وہ دن غلط ہے جبکہ نپولین نے ڈائریکٹری کو تھامنا اور پھر وہ فرسٹ کانسٹیبل بنایا گیا تھا۔“

لئے جو قوم چاہ رہی تھی ایک ذرا سی کوشش کی ضرورت تھی۔ اور اب وہ وقت ہے
خون کے دریا بہ جائیں گے اور یاد رکھو کہ اپنے ذاتی مقصد کے لئے میں ایک قطرہ
ون کا بہانا روا نہیں رکھتا۔“

کونٹا مان تھو لون اس وقت پولین کے پاس موجود تھا اور بڑے افسوس
سے کہنے لگا۔ ”جہاں پناہ جمہور بڑی خوشی سے فرانس کو بچانے میں آپ کی مدد کو
آوہ میں پھر کیا وجہ ہے کہ اس موقع سے فائدہ نہیں اٹھایا جاتا؟“ پولین اُس کی
تقریر کو غور سے سُنتا رہا اور پھر اُس نے صاف جواب دیا۔

”اگر جمہور کا حیوانی زور متحرک کر کے کام میں لایا جائے تو پیرس پر تسلط ہو جائے
اور تاج کاہل جانا یقینی امر ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ غارتگری نہ ہو۔ لیکن پھر بھی
ہزاروں جانوں کے ضائع ہو جائے گا خطرہ ہے۔ کیوں کہ ایسی طاقت کہاں
سے آئے گی جو اتنے ہتکے لوگوں کے مختلف جذبات۔ منافرت اور انتقام
کے جوش کو روکے گی۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ اور ایک بات ایسی ہے کہ میں اُس کو
فراموش نہیں کر سکتا۔ یعنی ایلبا سے واپسی کے وقت جب میں گنیش ()
سے پیرس تک آیا تو اپنے ہمراہ ہی شور سُنتا آیا کہ پادریوں کو مارو۔ امراء کو
ہلاک کرو۔ نہیں مجھے فرانس کا بچھڑانا منظور ہے۔ فرانس کا تاج
منظور نہیں ہے۔“

فوشے اور اُس کے سازشی شرکار کو جو بڑبڑیوں کی مجلس میں تھے شامند
کی بڑی ہرول غزیری سے نہایت خطرہ تھا۔ اس لئے کہ اُن کو خیال ہوتا تھا
کہ غنایہ پولین جمہور کی اتحادوں کو مان لے تو سب کیا کر ایا خاک میں مل جائے
چنانچہ پولین کے قتل کئے جانے کی افواہیں اُٹھیں اور اُس کے خیر خواہوں اور
دوستوں کو بڑی بڑی پریشانی ہوئی۔ اسی کے ساتھ جمہور کا گروہ ایلبا کا

کمر گرد اور زیادہ بڑھنا شروع ہوا اور اُن کے شور و فریادیں اور ترقی ہوئی۔
 ۲۵۔ جون کی رات میں نپولین نے گول ٹوپی اور سفری لباس پہنا اور لیس کس
 کی گاڑی میں سوار ہو کر مال سے سن کو چلا گیا۔ اس طرح جیسے بدل کر جانے سے
 اُس کا منشا یہ تھا کہ دشمنوں سے بھاگ بچے۔ نہیں بلکہ جمہور کی الفت اس وجہ
 جوش کے ساتھ بڑھتی جاتی تھی کہ اب اُن کے سامنے رہنا قرنِ صلحت نہ تھا
 رخصت ہوتے وقت شاہنشاہ نے کالن کو رٹ سے کہا:-

”کالن کو رٹ تم ہیں رہو اور جہاں تک ممکن ہو یہ کوشش کرو کہ نقصان
 نہ ہو۔ کارنٹ تمہاری مدد کرے گا۔ وہ ایمان دار آدمی ہے۔ میرے متعلق
 سب معاملات طے ہو گئے۔ پس تم فرانس کی خدمت کرو اور یہ بھی گویا میری
 ہی خدمت کرنا ہے۔ کالن کو رٹ! بہت نہ ہارو۔ اور اگر تم جیسے معزز اور
 اشراف آدمی معاملات میں شرکت کرنے سے پہلو ہتی کریں گے تو فوٹے فرانس
 کو غیروں کے ہاتھ فروخت کر دینگا۔“

شاہنشاہ کی سوتیلی مٹی ہوئیں مال سے سن کو پہلے ہی جا چکی تھی اور وہاں
 اُس کی منتظر تھی۔ بیرن فلیوری لکھتا ہے کہ ہوئیں صرف اس وجہ سے نہرونی
 کہ ہم لوگوں کے واسطے اپنے اند وہ غم پر غالب آنے اور شینیت ایزدی پر رضا
 و تسلیم اختیار کرنے کی مثال ہو اور ہوئیں کا یہ فعل بڑا عاقلانہ اور دلگوتی تھا۔
 شاہنشاہ اُداسی سے کمروں میں بچھا اور بلغ کی روشوں پر جن کو جوڑیاں
 کی محبت و یادگار نے بہت زیادہ محبوب بنا دیا تھا ٹلٹا تھا۔ اُس کے بفرستے
 استقلال نرمی اور محبت کے آثار ظاہر ہوتے تھے۔

وہ کتا تھا۔ یہاں کی جو چیز دیکھتا ہوں کوئی نہ کوئی پُرانی یادگار تازہ
 ہو جاتی ہے۔ پہلے جس چیز پر میں نے قبضہ کیا وہ مال سے سن ہی تھا۔ اس کو

میں نے اپنی کمائی سے خرید کیا تھا کیسی خاطر جمع کے ساتھ ہم بہت دنوں تک یہاں رہے تھے۔ لیکن وہ شے جس کی وجہ سے یہ مقام محبوب تھا اب موجود نہیں ہے۔ اُس کی موت کا باعث میری مصائب ہوئیں۔ ہاسٹ ہوڈیفائن!۔ دس سال اس سے قبل مجھے یہ علم نہ تھا کہ ایک دن آل سے سن میں مجھے اپنے ستانے والوں سے پناہ لینا پڑے گی۔“

شاہنشاہ نے اب فرانس چھوڑنے اور امریکہ چلے جانے کی طیاریاں شروع کیں۔ (۵۳۴) ماریٹ گورنٹ نے پیرس میں قریب آتی ہزار کے فوج جمع کر لی تھی اور یہ امید کی تھی کہ شہنشاہ کے اندر اس سپاہ کو قائم کر کے متحدہ بادشاہوں کو فرانس کے مفید مطلب شرائط کرنے پر مجبور کر دیں گے۔ نپولین نے جسے ہر وقت فرانس ہی کا خیال رہتا تھا اور اپنے تئیں فراموش کئے ہوئے تھا سپاہ کے نام ایک وداہی اعلان بھیجا جس میں: اصرار لکھا تھا کہ نئی گورنٹ کے ساتھ وفادار رہو اور قوم کی آبرو کو قائم رکھو اور ذیل کی الفاظ ناظرین کو بغور ملاحظہ فرمانا چاہیے۔ ”سپاہیو! ضرورت ایسی ہی آ پڑی ہے کہ میں تم سے جدا ہوئے بغیر مجبور ہوں لیکن بڑا خوش نصیب ہوں کہ یہ یقین اپنے ساتھ لئے جاتا ہوں کہ تم فرانس کی وہ نمایاں خدمات انجام دو گے کہ تمہارے دشمنوں کے منہ سے بھی تمہیں آفریں نکل جائیں گی۔ تمہارے ملک کو تم سے ہی توقع ہے۔ اور تم اس توقع کو پورا کر دینا۔“

”سپاہیو! اگرچہ میں تم میں نہ ہونگا۔ لیکن میں تمہارے پیچھے ہونگا۔ میں تمامی فوج کے دستوں کو جانتا ہوں۔ اور تم میں سے جو دشمن پر غالب آئے گا اپنی شجاعت کی وجہ سے پوری داد پاتا رہے گا۔ مجھ پر اور تم پر دونوں پر بڑے بڑے بہتان باز رہے گئے ہیں۔ بہت سے ایسے لوگ تھے جن میں تمہاری تختوں کے قدر کرنے کی

علی کی سرے قتل کے بعد اُس شخص سے توبہ
ہائے اُس نہ وہ پیشیاں کا پسایا ہونا جبر

قابلیت نہ تھی اور تجارتی جاں نثاریوں کو کہتے تھے کہ نپولین کی خاطر یہ سب کچھ کیا جاتا ہے لیکن تم اپنی آئندہ فتوحات اور کامیابیوں سے ان لوگوں پر ثابت کر دینا کہ جو کچھ اس سے پہلے تم نے کیا نپولین کے واسطے نہ کیا تھا بااُمینس اپنے پیارنے فرانس کے لئے کیا تھا۔ اور مجھ سے تم کو صرف اسی وجہ سے الفت تھی کہ میں فرانس کا خادم تھا۔ اور فرانس سیری اور تھا۔ اسی دونوں کی مادی شفقہ تھی۔

”سپاہیو! چند کوششوں کی ادردیر۔ نہ اور جتھ ٹوٹ جائیگا۔ اور نپولین تم کو ان نہایتوں کے ذریعے سے جو تم دشمنوں کو دو گے شناخت کر گیا۔ فرانس کی آزادی اور اس کی آبرو بچانے کو بہت سے کمزور باندھ لو۔ آخری دم تک اُسی شیر مردی سے کام لے کر جس شہ مردی کے ساتھ بیس سال سے تم کام کرتے۔ پہلے اسے ہو۔ پھر دشمن کی کیا ہستی ہے کہ تم پر مسلح پا جائے۔“

نپولین۔

ناراضی گورنمنٹ نے جلدی سے دیکھا منتخب کر کے ولیم کٹن اور بلوئٹ کے پاس صلح کے پیغام دے کر روانہ کئے۔ وکلاء کو یہ ہدایت کر دی گئی تھی کہ صلح نامہ میں تین باتوں کو ملحوظ رکھیں۔ یعنی فرانس آزاد رہے۔ یورپوں کا اندان کو باوجود صلح سے کوئی واسطہ نہ ہو۔ اور نپولین دوم بادشاہ تسلیم کیا جائے۔ لیکن یہ ہدایتیں محض فرانسیسی جمہور کو دھوکا دینے کی غرض سے کی گئی تھیں۔ سبب وکلاء خصمیت ہوئے تو اظہارِ تعظیم و ادب کے لئے شاہنشاہ کے پاس ایک گروہ ہدایتوں کی اطلاع کی غرض سے بھیجا گیا۔ نپولین نے جواب دیا۔ ”متحدہ بادشاہ یورپوں کے ایسے طرف دار ہیں کہ میرے بیٹے کا بادشاہ ہونا ہرگز تسلیم نہ کریں گے۔ مگر وہ فرانس پر فرماں روائی ضرور کرے گا اگرچہ اس کا ابھی وقت نہیں آیا ہے۔“ اپنے معنی کے اعتبار سے یہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔ یعنی نپولین کا وارث اس

وقت فرانس پر حکومت کر رہا ہے۔

اس وقت ولنگٹن اور بوربون لوئی ہجیدیم کا فوٹے ایجنٹ تھا اور بوربون بادشاہ کے بحال کئے جانے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔ چنانچہ جس دن صلح کرنے والے وکلاء کا انتخاب ہوا اسی دن فوٹے نے مانشیور۔ ڈی۔ وٹرول کو لوئی ہجیدیم کے پاس روانہ کیا کہ بہت جلد فرانس کو واپس آئے۔ ناظرین کو یاد ہو گا کہ اُس زمانے میں جب کہ پولین وریاے سین کے کنارے دشمنوں کے ساتھ محاربت کر رہا تھا تو بوربون کے حامیوں نے کیسی کیسی نمک حرامیاں کی تھیں۔

وٹرول سے فوٹے نے کہا: ”خوب دیکھ لو کہ میں کس خوف ناک حالت میں پھنسا ہوا ہوں۔ تین مہینے صلح۔ فرانس۔ اور لوئی کی خاطر میں اپنا سر بتیلی پر لئے پھرتا ہوں۔ مجلس کی طرف سے پولین دوم شاہنشاہ مشترک کیا گیا ہے اور پولین قائد ان کو بحال کرنے کی غرض سے ابتدائی کارروائی ہی ہونا چاہیے تھی۔ اور محق آدمی جن میں میرا ہم منصب کارنٹ بھی ہے اس خالی ڈھکوسلے سے خوش اور مطمئن ہیں کہ پولین دوم کے شاہنشاہ مقرر ہو جانے سے آزاد جمہوری بادشاہت قائم ہو کر آس و امان ہو جائے گا۔ لیکن ان بے وقوفوں کو یہ خبر نہیں ہے کہ پولین دوم تو ابھی بچہ ہے اور بادشاہانِ یورپ کا اسپر ہے۔ اور بہتر بھی یہی ہے کہ چند روز تک یہ بے وقوف اسی لال باغ میں رہیں اور اتنے عرصہ میں ہم کو شاہنشاہ پولین سے بھی نجات ہو جائیگی۔ اور پھر ہم بڑی آسانی سے پولین دوم یا ڈیوک آف آرتیس کو علیحدہ کر دینگے۔“

وکلاء میں سے جن کو فوٹے نے فریب دیا تھا انجمن کانستٹیٹ بھی ایک وکیل تھا۔ متحدہ افواج کے صدر مقاموں کو روانہ ہونے سے پہلے وہ الٹ سٹن علیہ جس وقت جوزیف ایبٹ نے یقیناً لکھی تھی اس وقت پولین دوم پولین کا تاج فرانس کا شاہنشاہ

کو گیا کہ شاہنشاہ سے رخصت ہوئے۔ اٹھائے گفتگو میں جہنم نے شاہنشاہ سے پوچھا: ”کہ جہاں پناہ کا پناہ لینے کا کہاں ارادہ ہے؟“

شاہنشاہ نے جواب دیا کہ ”ابھی میں نے کچھ طے نہیں کیا ہے“۔ لہجے میں بے پروائی تھی۔ اور پھر کہنے لگا: ”فراری سے تو مجھے نفرت ہوتی ہے اور کیا وجہ ہے کہ میں ہمیں نہ رہوں؟۔ اور ایک نئے اور غیر مسلح آدمی کا متحدہ بادشاہ کیا کر سکتے ہیں۔ میں چند رفیقوں کے ساتھ جن کو میری ذات سے تعلق ہوگا نہ میری حکومت سے۔ یہاں رہتا رہتا ہو گا۔ اگر میرا یہاں رہنا پسند نہ کریں گے تو پھر آخر مجھے بھیجیں گے بھی کہاں۔ کیا انگلستان کو بھیجیں گے؟ لیکن وہاں تو میرے رہنے سے اُن کو اطمینان نہ ہوگا۔ کسی کو یقین نہ آئے گا کہ میں انگلستان میں چپکا خاموش بیٹھوں گا۔ اور اس سے میرے دوستوں کی جانیں خطرے میں پڑ جائیں گی۔ اور جب کھرپے گا یہی شبہ ہوگا کہ اُس کے پرے میں میں فرانس کے ساحل پر جا پونجا۔ روزی افواہ اڑے گی کہ میں فرانس اب آیا چاہتا ہوں اور اب آتا ہوں اور نتیجہ یہی ہوگا کہ سیراجی بھی لٹچائے گا کہ فرانس جا پونچوں۔ پس میرے قیام کے لئے امریکا مناسب تمام ہے اور وہاں میں شان کے ساتھ رہ سکوں گا۔“

”لیکن میں پھر کتا ہوں کہ جہاں میں اب ہوں یہاں رہنے میں آخر مجھے کس کا خوف ہے؟ وہ کون سا ایسا تاج دار ہوگا جو مجھے ستاے گا اور اس سے خود اُس کی دولت نہ ہوگی۔ ایک بادشاہ کو تو میں نے اُس کی آدمی سلطنت فتح کر لینے کے بعد واپس کر دی ہے۔ دوسرے بادشاہ نے چالوسی سے کئی دفعہ مجھ سے ہاتھ ملایا ہے اور غر کیا ہے کہ اُس کی ایک بڑے شخص سے دوستی ہے۔ مگر۔ خیر۔“

عہ۔ پر ویشیا کے بادشاہ کی طرف اشارہ ہے ۱۱۔ مترجم۔

عہ۔ روس کے بادشاہ سے مراد ہے۔ ۱۲۔ مترجم۔

دیکھا جائے گا۔ کھلے ہوئے جیہڑوں سے مقابلہ کرنا میں نہیں چاہتا۔ میں پیرس کو آخری ذریعوں کے مجتمع اور ہجم کرنے کو آیا تھا۔ اور جس زور و شور سے میرا استقبال کیا گیا تھا اُسی شدت سے میرا ساتھ چھوڑا گیا۔ اور اگر ممکن ہو تو میری جانب سے کم زوری اور تلوٹن مزاحی کا دُہرا دھتہ لوگوں کے دلوں سے سٹ جائے۔ اُن کو اپنے حوصلے کال لینے دو۔ کم سے کم قبرے کشاکش اور قدرے نام وری سے وہ اس دھتہ کو چھپا دیں گے۔ ادراپ۔ اچھی بات ہے فرانس کے لوگ فرانس ہی کے لئے وہ کام کریں جو میرے واسطے نہ کر سکے، لیکن اُن سے مجھے اس کی اُسید نہیں ہوتی۔ آج فرانس کے پکانے کے نام سے وہ مجھ سے دست بردا ہو گئے۔ کل کو وہ اپنی جانیں بچانے کو فرانس سے دست بردار ہو جائیں گے۔

ہورٹنس سے اٹھائے گفتگو میں نپولین نے کہا: ”کیا میں اپنے تئیں آسٹریا کے بادشاہ کے حوالے کر دوں؟ ہرگز نہیں۔ اُس نے میری بیوی اور بچے کو مجھ سے چھین لیا ہے۔ کیا مجھے یہ لازم ہے کہ میں اپنے تئیں روس کے حوالے کر دوں؟ ہرگز نہیں۔ ایسا کرنے سے میں صرف ایک شخص کے اپنے تئیں حوالے کر دے گا۔ اور تینا اسکندریہ سے کیا ہو سکے گا۔ روس میں اُس کا کون شریک ہو گا۔ لیکن۔ ہاں اٹلی کو اگر میں چلا جاؤں تو نہ ہی یہ اساتھ دے سکتے ہیں اور یہ بات مناسبت ہے۔“

نپولین کے ایک ملاقاتی نے اُس کو مبارک باد دی کہ دیکھو کہ یہ ہدایت کڑی گئی ہے کہ نپولین دو م کے بادشاہ ہونے پر زور دیں۔ لیکن نپولین اس سے دھوکے میں آنے والا نہ تھا۔ اُس نے جواب دیا: ”اطلیان رکھئے۔ متحدہ بادشاہ بوربون خاندان کے ایسے طرف داریں کہ وہ آپ کا علم۔ ان بوربون ہی کو بنا کے چھوڑیں گے۔ میرے بیٹے کو ہرگز بادشاہ نہ کریں گے۔ دیکھا میں سے بہت سے میرے دشمن ہیں اور باپ کے دشمن بیٹے کے خیر طلب ہو نہیں سکتے۔ اس کے سوا مجالس فوشے کے قابو

میں ہیں۔ اور اگر مجالس نے جو کچھ اختیارات فوشے کو دے رکھے ہیں مجھے دیے ہوئے تو میں فرانس کو بچا لیتا اور صرف اتنی سی بات کہ میں فوجوں کا سپہ سالار ہوتا تھا رہی خط و کتابت اور صلح کی کوششوں سے بہت زیادہ اثر کرتی ہے۔“

اپنے دوستوں سے خلوت کی ملاقاتوں میں اُس نے اس امر پر بحث کی کہ اُسے کہاں پناہ لینا چاہیے۔ انگلستان کا ذکر کرتے ہوئے اُس نے کہا کہ۔ ”انگلستان کے جمہور میرے ساتھ بڑی عزت سے پیش آئیں گے۔“

لیکن اُس کے دوست اس بات پر برابر اصرار کرتے رہے کہ انگلستان کی گورنمنٹ پر بھروسہ کرنا محفوظ نہ تھا۔ پھر نپولین نے ممالک متحدہ امریکا کے چلے جانے پر اپنا میلان ظاہر کیا۔ امریکا کے چند سفارے جو پیرس میں موجود تھے نپولین کو لکھ کر یقین دلایا کہ امریکا کے دار الحکومت واشنگٹن میں اُس کی بڑی عزت ہوگی اور تمامی امریکا اسے اُس کی بڑی آبرو کریں گے۔ اسی اثنا میں مجالس کی طرف سے یہ زور دیا گیا کہ نپولین فرانس سے چلا جائے تاکہ صلح کی کارروائی میں کامیابی کا یقین ہو جائے۔ ان درخواستوں پر شاہنشاہ نے جواب دیا۔

”اگر مجھ کو دو جہاز دیدیے جائیں تو میں اپنے خاندان کو لے کر ممالک متحدہ امریکا کو چلا جاؤں۔“ وزیر خارجہ نے فوراً دو جہازوں کے طیارہ ہونے کا حکم جاری کر دیا اور چوں کہ فرانس کے سبائل پر برطانیہ کے گشتی جہاز کثرت سے منجالیفانہ کارروائیوں کے لئے منڈلا رہے تھے وزیر نے ڈیوک آف ویلینگٹن سے درخواست کی کہ شاہنشاہ کے جہازوں سے مزارحمت نہ کی جائے۔ اسی دوران میں عازمی گورنمنٹ نے اس خوف سے کہ مبادا جمہور نپولین کے ہمراہ ہو جائیں اور نیا فتنہ اُٹھے ایک زبردست فوج کے ساتھ جنرل بیکر کو ظاہر کیا تو نپولین کے اعزازی گارڈ کے طور پر اور اصل میں اُس کو نظر بند کر لینے کی غرض سے مال سے سن کو بھیج دیا۔

نپولین اس کارروائی کا پُورا مطلب سمجھ گیا اور محض ظاہر داری سے کارڈ کے ساتھ دوستانہ برتاؤ کیا۔ اس کارروائی سے مال سے سن میں بڑی بے چینی پیدا ہوئی۔ سب کو نپولین کی گرفتاری کا خطرہ اسی سبب سے توہین اور قتل کے جانے کا اندیشہ ہو گیا۔ ہوٹیس یہ خیالات دل میں باندھ کر گزارا روٹی مٹی۔ جنرل گور کارڈ نے بڑے طیش میں آکر کہا: ”کوئی مضائقہ نہیں۔ میں قسم سے کہتا ہوں کہ جس نے میرے آقا پر ہاتھ ڈالا اُس کا سر تن سے اُتار لوں گا۔“

جنرل بیکہ جنرل ڈیزے کا جو میزنگو کی جنگ میں مارا گیا تھا ہنوی تھا۔ نپولین کی اُس کے دل میں بڑی عزت تھی۔ وہ روتا ہوا شاہنشاہ کے حضور میں جس کے اخلاقی جلال کے ستارہ کی ضیاء میں وہی آب و تاب تھی حاضر ہوا اور بتایا اوجے سلام کیا۔ اُس نے عرض کیا: ”جہاں پناہ۔ میں اور یہ فوج جو میرے ماتحت ہے جہاں پناہ کی فزاں بردار ہے۔“ نپولین نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا اور باغ میں بہت دیر تک اُس کے ساتھ ٹھٹھا اور باتیں کرتا رہا۔

نپولین اپنی روانگی کے متعلق اب زیادہ بے چین تھا۔ اُس نے عارضی گورنمنٹ کو اصرار کے ساتھ کہلا بھیجا کہ جہاز جلد تیار کئے جائیں۔ فوٹے نے کہا: ”جہاز تو تیار ہیں لیکن راہ داری کا پروانہ اور ذمہ داری کے کاغذات ابھی موصول نہیں ہوئے ہیں۔ او میں ایسا کو تاہ اندیش نہیں ہوں کہ نمک حرامی اور دغا کا الزام اپنے ذمہ لوں۔ مبادا کہ جہازوں کے پروانہ ہوتے ہی بغیر پروانہ راہ داری کے شاہنشاہ کو کوئی گرفتار کرے۔“

لیکن ڈیوک آف ولنگٹن نے پروانہ دینے سے انکار کیا اور گورنمنٹ برطانیہ نے فرانس کے ساحل پر اپنے گشتی جہازوں کی تعداد کو اور زیادہ کر دیا کہ اُن کا شکا فرانس سے بچل کر باہر نہ جانے پائے۔ ۲۷ جون کی شب میں فوٹے اور دوسرے

اور اکین نے اس خوف سے کہ کیں شاہنشاہ جھنجھلا کر اور مایوس ہو کر جمہور کا گردہ اپنے ساتھ لے لے اور غضب ڈھائے اُس کے پاس یہ کہلا بھیجا تجو نیز کیا کہ غناز طیار میں اور التجا کی کہ بغیر پروانہ حفاظت کے وہ سوار ہو جائے۔ اور ایک ہی گھنٹہ بعد یہ معلوم ہونے سے کہ متحدہ افواج مال سے سن کے قریب آپہنچی تھیں اور ساحل کی کافی حفاظت ہو رہی تھی انہوں نے یہ حکم دیا کہ آپس لے لیا جو ابھی پولیس کے پاس پہنچے نہ پایا تھا اور مزید فوج بھیج کر جنرل بیکر کو کہلا بھیجا کہ پولیس کو راپچرٹ () کو لے جائے اور وہاں اُس وقت تک اُس کو رکتے جب تک کہ حفاظتی پروانہ پہنچے۔

جس رستے سے شاہنشاہ جانے کو تھا اُس میں نہایت ہی کثرت سے اُس کے جاں نثار دوست موجود تھے لیکن پولیس نے یہ نہ چاہا کہ اُن کو شتم کر کے بے فائدہ نسا دبر پا کرے۔ عارضی گورنمنٹ کو معلوم تھا کہ اگر پولیس کی موجودگی سے کوئی فتنہ برپا ہوا تو پھر روکے نہ رے گا۔ پس فطرتی طور سے یہ تجو نیز کیا گیا کہ پولیس بھیس بدل کر سفر کرے۔ جنرل بیکر کے نام راہ داری کا پروانہ موصول ہوا جس میں شاہنشاہ اُس کا سکرٹری بنایا گیا تھا۔ جب جنرل نے یہ پروانہ پولیس کے سامنے پیش کیا تو اُس نے بڑے مزے سے کہا:۔

”فدا میری طرف دیکھنا۔ میں اور آپ کا سکرٹری ہوا ہوں۔“
جنرل بیکر نے غم زدہ کانپتی ہوئی آواز سے کہا:۔ ”جہاں پناہ! یہی بات ہے لیکن میرے نزدیک تو جہاں پناہ میرے ہمیشہ کے واسطے شاہنشاہ ہیں۔“
فرانسیسی فوج میں جو مال سے سن سے ایک منزل کے فاصلے پر تھی واٹر لو کی جنگ کی بقیہ فوج اور رارشل گروچی کی فوج تھی اور یہ وٹکنسن اور راپچرٹ فرانس کے مغربی ساحل پر بند گاہ ہے۔ مترجم ۱۱۔

بلوشر کی فوجوں کے سامنے سے آہستہ آہستہ ہٹتی چلی آتی تھی۔ بہت سے افسروں کی یہ آرزو تھی کہ اس فوج کا سپلائی ہو کر پولین و شمن کو مار کر بھگا وے۔ چنانچہ جنرل اسلٹینس () نے کرنل بن سیر ()

کو مالے سن بھیجا اور اُس نے پولین سے بہت اصرار کیا کہ وہ فوج کا اگر سپلائی ہو جائے۔ بھیجنے والوں نے کرنل مذکور کے ذریعے سے حسبِ میل پیغام بھیجا تھا۔ ” شمالی فوج سلم سے اور شاہنشاہ کی بڑے جوش کے ساتھ منتظر ہے اور اس فوج کے گرد حربی کارروائی کے لئے بقیہ فرانس کے محبانِ وطن کا جمع کر لیا آسان ہے۔ جب ایسی فوج اور جہاں پناہ جیسا سردار موجود ہے تو پھر وہ کون سی ایسی شے ہے جس کی توقع نہیں ہو سکتی؟“

پولین تھوڈی دیر تک اپنے کتب خانے میں ہلتا رہا اور پھر اُس نے استقلال سے جواب دیا۔

” میری طرف سے اپنے جنرل کا شکریہ ادا کرو۔ لیکن کہو کہ میں اُس کی تجویز منظور نہیں کر سکتا۔ کام بانی کی جب امید کی جاسکتی ہے جب کہ تمام فرانس متحد ہو جائے۔ لیکن ہر ایک معاملہ ابتری کی حالت میں ہے اور کسی کو کوئی پروا نہیں ہے میں تنہا کیا کر سکتا ہوں۔ اور ٹھی بھر سپاہ سے تمامی یورپ کے مقابلے میں کہا ہو سکے گا“

متحدہ فوجیں اب کو کم ہیں () میں جو پیرس سے دو منزل تھا آپونچی تھیں اور ان مخالف فوجوں کا ایک حصہ سین لیس () تک

آپونچا تھا۔ پولین مالے سن میں توپوں کی گرج سن رہا تھا اور اُس کو جوشن آجاتا تھا اور اُس کا تمام بدن بھڑک اٹھتا تھا۔ اُس نے جنرل بیکر کو اپنے کمرے میں بلا کر بڑے جوش سے کہا۔ (۳۴۵)

” دشمنوں کی فوجیں کومہن آپونچیں اور سچی کہ سین بس میں آگئیں کل پیر کے بچاٹک پر آجائیں گی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ فرانسیسی گورنمنٹ کیسی اندھی ہے۔ یا تو وہ نامرد ہے یا ٹک حرام ہے کہ اب بھی دشمن کی بد عہدی میں اس کو مشتبہ باقی ہے۔ ان لوگوں کو اپنے کام سے واقفیت ہی نہیں۔ سب معاملہ بگڑ گیا ہے۔ اچھائیں عارضی گورنمنٹ کا فرماں بردار ہو کر درخواست کروں گا کہ فوج کی کمان مجھ کو دی جائے۔ عارضی گورنمنٹ مجھے کو اپنا نوکر رکھے اور مجھ کو فوج کی سپلائی دے دے۔ میری درخواست کی گورنمنٹ کو اطلاع دو۔ اس کو یقین دلا دو کہ میری خواہش یہ نہ ہوگی کہ میں فرماں روالی اپنے ہاتھ میں لے لوں۔ میں صرف دشمن سے لڑنا چاہتا ہوں کہ فتح حاصل کر کے اس کو بہتر شرائط کرنے پر مجبور کر دوں۔ اور جب یہ نتیجہ نکل آئے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ خاموشی کے ساتھ فرانس سے باہر چلا جاؤں گا۔“

جنرل سیکر نے یہ درخواست نوی لریز میں گورنمنٹ کے سامنے پیش کی کارنٹ نے جو سچا محبت وطن تھا اس کو بہت پسند کیا لیکن بگڑا فوج جس کو وہاں قریب قریب کام یابی حاصل کیا جا رہی تھی بحث کرنے لگا کہ پولیس ہی تو اصل جنگ کا باعث ہے۔ اب اگر وہی فوج کا افسر کیا گیا تو متحدہ بادشاہ خیال کرے کہ ان کا مقابلہ کیا جاتا ہے اور پھر غصہ میں اگر وہ زیادہ سختی کریں گے۔ اور اگر نیپولن کا مہیا ہو گیا تو پھر تخت پر بیٹھ جائے گا۔

نیپولین کی رُوح کو اس وقت پورا جوش تھا اور وہ خیال کر رہا تھا کہ اگر قومی دولت کے موقع پر گورنمنٹ اس کی خدمات منظور کرے گی اور اس کو اجازت دے دے گی کہ حملہ آوروں کو فرانس سے نکال دے۔ بلوشر اور ویلنگٹن کو کس مقابلہ کا تو کھٹکا باقی نہ تھا لہذا اپنی فوجوں کو پھیلانے ہوئے بڑی بے فکر

سے ملے آپہ تھے۔ پولین کو یقین تھا کہ اپنی موجودگی سے فوج کو جوش میں لا کر پوشر اور وٹیکنٹن دونوں کو فاش نہز میت دے دے گا اور وائٹ لوکی بدنامی کا دھتہہ نشت جائے گا۔ اُس نے حربی کام شروع کرنے کے لئے وردی بھی پین لی تھی اور اُس کے گھوڑے طیارہ کچنے پھاٹک پر کھڑے تھے اور وہاں چاہے تھے۔ اُس کے صاحب جمع ہو گئے تھے۔ اور ہونٹیں کو پدرانہ شفقت سے وہ زخمی بوسہ دے چکا تھا لیکن جنرل بکے اگر نامظوری کا حکم پیش کر دیا۔ پولین نے خاموشی سے گورنمنٹ کی نامظوری کو سٹا اور کہا:۔

”خیر کوئی مضائقہ نہیں۔ پچھتاؤں گے۔ اب ساحل کی جانب سیری ونگی کا ضروری انتظام کرلو۔ اور جب سبسا مان طیارہ ہو جائے مجھے اطلاع دو“

اپنے رازدار دوست مائشور بنو سے شاہنشاہ نے کہا:۔

”اقتدار و اختیار کی طرح نے ان لوگوں کو اندھا کر دیا ہے۔ ان کو یہ خیال ہے کہ اگر میں پھر فرماں روا ہو جاؤں گا تو یہ لوگ صرف میرا سایہ جانیں گے پس اپنی خود بینی پر مجھ کو اور فرائض کو قربان کرتے ہیں۔ میری موجودگی سے سپاہ میں ایک برقی اثر پیدا ہو جائے گا اور دشمنوں پر بجلی گر پڑے گی۔ ان کو معلوم ہو جائے گا کہ میں یا تو فتح کرنے کو لوٹا ہوں یا مر جائے گا واپس لیا ہوں۔ اور مجھ سے پچھا چھٹائے کو جو تم مانگو گے وہ منظور کر لیں گے۔ لیکن اس کے برخلاف اگر اپنی تلوار دیکھ دیکھ کر رہ جائے کہ میں یہاں چھوڑ دیا جاؤں گا تو متحدہ بادشاہ فرانسسیوں کا مضحکہ بنائیں گے اور کوئی مسجد ہم ٹوپی ہاتھ میں لئے آ موجود ہو گا اور فرائض کا زبردستی بادشاہ بنا دیا جائے گا“

پھر ان خیالات کے سلسلے میں گویا کہ اُس کو ہر بات کا یقین ہو گیا تھا اور واقعی اُس کو ایسا جوش پیدا ہوا تھا کہ وہ جنگ میں مصروف ہو گیا ہے۔ وہ کہنے لگا۔

”تم سب کے واسطے اور خود میرے بیٹے کے واسطے اس سے بڑھ کر اور اس سے بہتر کوئی بات نہیں ہو سکتی کہ میں دوڑ کر اپنے سپاہیوں سے باطلوں اور عارضی گورنمنٹ کی طرف کنایہ کر کے پھر کئے لگاؤ۔ اگر تمہارے پانچوں شاہنشاہ مجھے فرانس نہ بچانے دیں گے تو میں اُن کی اجازت و رضا مندی کو بالائے طاق رکھ دوں گا۔ مجھ کو صرف اتنی ضرورت ہے کہ اپنے تئیں ظاہر کردوں اور تمامی فوج اور جمہوریہ میرے ساتھ مثل سابق کے ہو جائیں گے۔ اور اپنا رہائی اور آزادی دینے والا یقین کریں گے۔“

ان شیورسین نے جواب دیا: ”جو کچھ جہاں پناہ فرماتے ہیں درست و بجا ہے۔ لیکن مجھے یہ خطرہ ہے کہ مجالس جہاں پناہ کے خلاف کوئی قانون پاس کر دیں گی اور شاید خطاط کا قانونی سے خارج کر دیں۔ اور پھر اگر تقدیر سے مساعدت نہ کی اور فرانسیسی فوج باوجود اپنی کُستمانہ شجاعت سے دشمنوں کی تعداد کے سامنے مغلوب ہو گئی تو اُس وقت جہاں پناہ اور فرانسیسی قوم کا کیا حال ہو گا؟۔ دشمن اپنی فتح کے بعد بڑے بڑے ظلم کریں گے اور شاید اہل حالت میں جہاں پناہ خود اپنے تئیں الزام دیں گے کہ اپنی اور اپنے ملک کی قطعی بربادی کا آپ ہی باعث ہوئے۔“

شاہنشاہ یہ تقریر سن کر متحوی ویر تک قطعی خاموش اور خیال میں ڈوبا رہا۔ اُس کو اُن بڑے بڑے نقصانوں کے خیال نے جو ہونے والے تھے فکر کے دریا میں ڈبو دیا تھا۔ اُس کے بعد وہ کہنے لگا:۔

”تم سچ کہتے ہو۔ مجھے ان اہم نتائج کی جواب دہی اپنے ذمہ ہرگز نہ لینا چاہیے۔ اور مجھے اُس وقت تک انتظار کرنا چاہیے کہ جمہوریہ سپاہ اور مجالس محکوم و بلائیں۔“

اسی گفتگو کے دوران میں بیرن فلیوری اگیا اور کہنے لگا: ”متحدہ افواج بڑی تیزی سے پیرس کی طرف آرہی ہیں۔ اور جہاں پناہ کی ذات نہایت سخت خطر میں ہے۔“

نیولین نے جواب دیا: ”مجھے اُن کا کل کوئی خطرہ باقی نہ رہے گا۔ آج شب میں میں روانہ ہو جاؤں گا۔ اور میں اپنی ذات۔ پیرس۔ اور فرانس سے تنگ آگیا ہوں۔ اور تم روانہ ہونے کی فوراً طیاری کرو۔“

بیرن فلیوری نے ذہنی ہوئی زبان سے کہا: ”کل میں نے جہاں پناہ سے وعدہ کیا تھا کہ میں ہمراہ رکاب چلوں گا۔ مگر یہ وعدہ میں نے محض اُس ذاتی محبت کی وجہ سے کیا تھا جو مجھ کو جہاں پناہ کے ساتھ ہے لیکن جب میں نے اپنے ارادے کا اپنی ماں سے ذکر کیا تو وہ التجائیں کرنے لگی کہ اُس کے بڑے بھائی میں اُس کو نہ چھوڑوں۔ اُس کی چوبیس سال کی عمر ہے اور نابینا ہے اور میرے دوسرے سب بھائی مر چکے ہیں اور اُس کی حفاظت و پرداخت کے لئے صرف میں باقی ہوں۔ اور مجھ سے یہ نہ ہو سکا کہ اسی حالت میں میں اُس سے انکار کر دیتا۔“

نیولین نے جواب دیا: ”تم نے بہت اچھا کیا۔ تمہاری ماں کے تم پر بہت حقوق ہیں۔ تم اُسی کے پاس رہو۔ اور جب موقع ملے اور تم کو اپنے اٹھنے کا اختیار ہو تو میرے پاس چلے آنا اور میں بہت خوش ہوں گا۔“

بیرن نے بڑے مایوسانہ لہجے سے پوچھا: ”کہ جہاں پناہ نے آخر قصہ کہاں کا کیا ہے۔“

شاہنشاہ نے جواب دیا: ”اصل تو یہ ہے کہ رستہ بہت دُشوار ہے۔ لیکن تقدیر کی مساعدت اور ہوا کی موافقت ہو تو میں ممالک متحدہ امریکا کو

جاؤں گا۔ کچھ زمین تو مجھ کو امریکا والے دیں گے اور کچھ نئے خرید لینگا۔ اور ہم فرسے سے کھیتی کریں گے۔“

بیرن فلیوری نے کہا: ”لیکن کیا انگریز آپ کو چین سے کھیتی کرنے دیں گے؟ انگریز تو آپ کے نام سے تھرتاتے ہیں جب تک آپ زندہ ہیں یا کم سے کم آواز ہیں وہ آپ کے ذہن و ذکا اور عزم و ہمت سے برابر خائف رہیں گے۔ امریکا والے آپ کے مداح ہیں اور آپ سے محبت رکھتے ہیں۔ اور آپ کا اُن پر بڑا اثر ہے اور شاید آپ اُن کو ایسے ایسے کاموں کی ترغیب دیں کہ وہ کام انگلستان کے حق میں ٹھلک ہوں۔“

نپولین نے جواب دیا: ”وہ کون سے ایسے کام ہیں جن کی میں ترغیب دوں گا۔ انگریزوں کو خوب معلوم ہے کہ امریکا والے وہ لوگ ہیں کہ اپنے ملک کے لئے ایک ایک اپنی جان دے دیں گے۔ لیکن ممالک غیر میں جا کر جنگ کرنے کا اُن کو شوق نہیں ہے۔ اور ابھی اُن کی ترقی کی وہ حالت نہیں ہوئی ہے کہ امریکا والوں سے انگریزوں کو کسی بڑے نقصان کا خطرہ ہو۔ ہاں وہ وقت آ رہا ہے کہ سمندر میں حریف بن کر وہ انگریزوں سے انتقام لیں گے۔ اور اُس زمانے کو ابھی دیر ہے اور میری طاقت سے یہ بات باہر ہے کہ اپنی حیات میں وہ زمانہ پیدا کر سکوں۔ امریکا والے ترقی آہستہ آہستہ کرتے ہیں۔“

بیرن فلیوری نے کہا: ”یہ بات میں تسلیم کرتا ہوں کہ امریکا والے انگریزوں کے لئے سروسٹ کوئی بڑا خطرہ پیدا نہیں کر سکتے لیکن آپ کی فوج موجودگی سے انگریزوں کو یورپ کے برائے نجات کرنے کا موقع ملے گا۔ اور یورپ کے بادشاہ اُس وقت تک اپنے کام کو نامکمل سمجھیں گے جب تک آپ اُن کے قبضے میں نہ آجائیں۔ لہذا وہ امریکا والوں کو مجبور کریں گے کہ یا تو امریکا والے

آپ کو یورپ کے تاج داروں کے حوالے کر دیں یا آپ کو اپنے ملک سے
خارج کر دیں؟

نپولین نے جواب دیا: ”اور بہت سے مقام موجود ہیں۔ میں سیکسکو-
یا کیراکس، بیونس آیرس، یا کیلی فورنیا کو چلا جاؤں گا۔ مختصر آن کر میں ایک ساحل
سے دوسرے ساحل کو اور ایک سمندر سے دوسرے سمندر کو چلا جاؤں گا۔
حتیٰ کہ آدمیوں کے ستانے سے امان مل جائے گی۔“

بیرن فلیوری نے پوچھا: ”کیا جہاں پناہ کو واجبی طور سے یہ توقع ہو سکتی
ہے کہ آپ ہمیشہ برطانیہ کے جہازوں سے پہنچ جانے میں کامیاب ہوتے
رہیں گے؟“

شاہنشاہ نے جواب دیا: ”کہ اگر نہ بچ سکوں گا تو بس یہی ہو گا کہ وہ
مجھے پکڑ لیں گے۔ انگریزی گورنمنٹ فیاض اور عالی حوصلہ نہیں ہے
لیکن انگریزی جمہور بڑے - اشراف - اور نیتاں ہیں۔ اور وہ مجھ سے
دہی برتاؤ کریں گے جو میرے ساتھ ہونا چاہئے۔ لیکن یہ سب کچھ سہی - آخر
تم ہی بتاؤ کہ میں کیا کروں۔ کیا تم چاہتے ہو کہ میں ولنگٹن کو یہ اجازت دے
دوں کہ مجھے بچے کی طرح پکڑ کر لندن لے جائے اور اپنی منہج کے جشن
کو رونق دے۔ میں صرف ایک ہی پہلو اختیار کر سکتا ہوں کہ اس موقع
سے علیحدہ ہو جاؤں۔ باقی سب تقدیر کے حوالے ہونا چاہئے۔ یہ یقینی ہے
کہ میں خودکشی کر سکتا ہوں۔ اور مہینی بال کی طرح کہہ سکتا ہوں۔ کہ: ”یہ لوگ
میرے نام سے خائف و ترساں ہیں۔ مجھے لازم ہے کہ ان کے خوف کو
خود اپنا کام تمام کر کے دفع کر دوں۔“ لیکن خودکشی کا فعل تو اوجھوں۔
علاء علیہ شمالی اور جنوبی امریکہ میں یہ مقام میں ۱۲ مترجم۔

بودوں اور حیوانوں کے لئے چھوڑنا چاہیے۔ پس اپنی نسبت میں نے یہ طے کر لیا ہے کہ جو تقدیر اور مشیت میں جو وہی ہو اور اپنی موت میں اپنی جانب سے میں ایک لمحے کی بھی جلدی نہ کروں گا۔

ظالم بلوشرہ جہاں پہنچتا تھا لوٹا اور برباد کرتا تھا۔ اور اُس نے قسم کھائی تھی کہ اگر نپولین کو پکڑ پاؤں گا تو دونوں فوجوں کے سامنے پھانسی پر لٹکا دیا اور بلوشرہ کی ابن باتوں اور حرکتوں سے ولینگٹن کو شرم آتی تھی۔

جنرل سیکر نے اُن سڑکوں پر جو مال سے سن کو آتی تھیں اس خفاطی اختلاف کر دیا کہ شاہنشاہ کو دھوکا دے کر کوئی اچانک پکڑ لے۔ نصف شب گزر جانے کے بعد پیرس سے نپولین کے چند رفیقوں نے اگر خبر دی کہ متحدہ بادشاہوں نے خفاطی راہ داری کا پروانہ دینے سے انکار کیا ہے۔ اور اب شاہنشاہ کو بھاگ کر بچنے کی بھی ہمت نہیں ہے۔ ضرور قید کر لیا جائے گا۔

لیکن شاہنشاہ کو آخر پناہ بھی کہاں مل سکتی تھی۔ تسمانی یورپ ایک تنہا شخص کے مقابلے میں مسلح تھا۔ پس شاہنشاہ کہاں جا اور پناہ گیر ہو سکتا تھا۔ سندروں میں انگلستان کے جہاز گشت کر رہے تھے۔ پس سندروں پر مالک میں بھاگ جانا بھی غیر ممکن تھا۔ یہ عام طور سے خیال کیا گیا ہے کہ تسمانی کارروائیاں فوشے نے کی تھیں کہ شاہنشاہ کو اسیر کر کے متحدہ بادشاہوں کے حوالے کر دے کہ وہ انتقام لیں۔ وجوہ کچھ بھی ہوں لیکن واقعات میں بحث و شک کی گنجائش نہیں ہے۔ انگریزی گشتی جہازوں سے نپولین کا بچنا غیر ممکن تھا۔ اور خشکی میں متحدہ بادشاہوں کے ہاتھ سے وہ بچ نہ سکتا تھا۔ وہ بے کس و ناجار تھا۔ یہ سب باتیں وہ اچھی طرح سے جانتا تھا۔ تقدیر ہی سے کوئی مفر کا راستہ نکل آتا تھا جس

کی اوس بات تھی۔ لیکن یہ ظاہر کوئی صورت نہ تھی۔
 عارضی گورنمنٹ کی درخواست پر ویلنگٹن نے یہ جواب دیا تھا کہ ”مجھے میری
 گورنمنٹ کا حکم نہیں ہے کہ نیپولین بونا پارٹ کو خاٹلی راہواری کا پرمانہ دیا جائے
 یہ جواب سن کر شاہنشاہ خاموش ہو گیا اور کچھ نہ کہا۔“

باب شخصیت و غم

شاہنشاہ نپولین کا قید کیا جانا

مال سے سن سے روانگی۔ راجپوت کا سفر۔ جہاز میں سوار ہونا۔ رستہ کا بند کیا جانا۔
شاہنشاہ کا براخان نامی جہاز میں پناہ لینے کی خواہش کرنا۔ انگلستان کا بحری سفر انگریزی
جمہور کا جوش۔ گورنمنٹ برطانیہ کی سختی۔ برطانیہ کے وزیر کا برطانیہ کے قوانین پر کاربند
ہونا۔ یہ طے کیا جانا کہ شاہنشاہ سینٹ ہیلینا کو بھیج دیا جائے۔ ہمارے وہی روانگی۔ متحدہ بادشاہ
کا فریب۔ مارش نے کی موت۔

— (۴) —

۲۹۔ جون ۱۸۱۵ء کی صبح نمودار ہوئی۔ آسمان ابر سے صاف تھا۔ اور آواز موسم گویا
کی یہ نہایت سہانی اور نوزانی صبح تھی۔ مال سے سن کے دلفریب ایوان کے متعلق
بانع۔ رمنہ۔ اور سایہ دار رویشیں ایک عالم دکھا رہی تھیں۔ شاہنشاہ کتب خانہ میں بیٹھا تھا
اور فکر و غم سے قطعی عاجز ہو رہا تھا۔ مگر اپنی ماں جوزیفائن کی طرح تمامی صفات سے متصف
ہو رہی تھی جس کے رخسار غم سے ست گئے تھے اور روتے روتے آنکھیں سوچ گئی تھیں
اپنے غم زدہ باپ کو ہر طرح سے جہاں تک ایک بیٹی سے ہونا ممکن ہے تسلی بخشی
دیتی تھی۔ چند دفا دار ہمارے ہی جن کے چہروں سے غم کے آثار ظاہر تھے۔ مال سے سن

میں موجود تھے۔ اور ان کا غم تھا کہ اپنے دوست کا ہر طرح سے غم مصائب میں ساتھ دینگے۔ شاہنشاہ جس کے چہرہ سے اب روحانی غم کے آثار ظاہر تھے نیز بڑھاپا بڑی تیزی سے لکھ رہا تھا۔ کالن کورٹ کی اطلاع کی گئی۔ وہ شاہنشاہ کا بڑا دشمن اور دوست تھا اور شاہنشاہ کے لیے ایسی ایسی کوششیں کر چکا تھا کہ شاہنشاہ اس کا بڑا شکر گزار تھا جب وہ کمرے میں آیا۔ پولین نے قلم ہاتھ سے رکھ دی اور مسم کر کے جس سے بڑی اُداسی ظاہر ہوتی تھی کالن کورٹ سے کہا:-

کالن کورٹ - کیا بیان ہو۔ جام مصائب کو لمچٹ تک پینا پڑا ہے۔ میں نے اپنی روانگی کو صرف اس لیے ملتوی کیا تھا کہ اپنی فوج کو لے کر دشمنوں سے جنگ کروں۔ اور میری خواہش تھی کہ دشمنوں کو دفع کر کے میں مدد دوں۔ میں کافی حکومت و فراں روائی کر چکا اور اب مجھے زیادہ کارفرمائی کی حاجت نہیں ہے۔ میں اب شاہنشاہ نہیں ہوں لیکن سپاہی ضرور ہوں۔ جب میں نے توپوں کی گرج سنی اور یہ خیال کیا کہ میری فوج کا کوئی سردار نہیں ہو۔ اور بغیر جنگ کیے ہوئے اس کو نبرمیت کی ذلت برداشت کرنا پڑے گی تو فحشہ سے میرا خون جوش مارنے لگا۔ اور جس بات کی مجھے تمنا تھی وہ یہ تھی کہ اپنی سپاہ کے ہمراہ ہو کر جنگ کروں اور بڑی ناموری سے مارا جاؤں۔ لیکن میری شرکت سے تو نمک حراموں کی بیوزوں میں نقصان عائد ہوتے۔ فرانس فروخت کر دیا گیا ہے اور اس طرح دشمنوں کے حوالے کر دیا گیا ہے کہ فرانس کی حفاظت کی ذرا بھی کوشش نہ کی گئی۔ تین کروڑ میں لاکھ فرانسیسی مجبور کیے گئے کہ ایسے مغرور فاتح کے قدموں پر ذلت سے سر جھکا دیں جس کو اپنی فتح کے لیے ہاتھ ہلانے کی بھی حاجت نہ تھی اور آج جو فرانس میں نظر آ رہا ہے دنیا کی تاریخ میں کسی قوم کے درمیان پایا نہیں گیا ہے۔“

یہ ککر شاہنشاہ ہیں ایک ایسا جوش پیدا ہوا کہ وہ اٹھ کھڑا ہوا اور مضطربانہ طور پر

اور اُس کے اشاروں اور تیز تیز باتوں سے اُس کے جوش کا حال معلوم ہو رہا تھا۔
ذرا سا توقف کرنے کے بعد وہ پھر کہنے لگا۔

” عزت اور قومی شان و شوکت سب ہی کا خاتمہ ہو گیا۔ پر بخت و ناسپاؤں کے
یہ خیال ہے کہ میں اُس ذلیل و خوار حالت میں جو فرانس کی فرماں روا کی ہو رہی ہو
آب بھی اُس فرماں روا کی کو اختیار کر لوں گا۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ بادشاہ کے لیے
جو جگہ قائم کی گئی ہو وہ اس قابل نہیں ہو کہ قبول کی جائے اور انسان اور شہیادوں
سے مجھے نفرت ہو گئی ہو۔ مجھ کو اپنی حالت کے متعلق مطلق فکر نہیں ہو۔ میں زندہ تو ہوں
لیکن اس لیے زندہ نہیں ہوں کہ مجھ کو زندگی کا کوئی لطف باقی ہو اور میں فرانس سے
وہ نوں قسم کی یاد گاریں لیے جاتا ہوں جن سے میری لقیہ جیات کو راحت بھی ہوگی
اور عذاب بھی ہوگا۔ اور میرے حیرت انگیز کارنامے کی آخری صورت البتہ ایسی ہے
کہ بڑی تلخی سے یاد ہوتی رہے گی۔ ہاے افسوس میری بے نظیر اور لاثانی سپاہ کا
کیا ہوگا۔ وائرلویس اُس کی جانبازی اور میرے ساتھ جاں نثاری کے اُس سے
انتقام لیے گئے۔ افسوس وائرلویس۔ یہ نام بھی ایسا ہونا کہ ہے کہ نہایت ڈراؤنی یادگار
اس سے منسوب ہوتی رہے گی۔ کالن کورٹ۔ آف۔ اگر تم میری ٹیٹی بھر جاوے تو
وائرلویس کی جنگ میں دیکھتے تو بس خدا یاد آجاتا۔ یشیر ایک دوسرے کے ساتھ
ہوئے دشمن کی بے لقا و افواج کے مقابلہ میں اپنی جانوں سے بے پروا ایسے
میدان جنگ میں جس کو وہ کسی طرح فتح نہ کر سکتے تھے صرف مرجانے کے لیے بڑھتے
تھے اور اُن کی جاں بازی اور بہادری کو انگریزی فوج حیرت سے کھڑی دیکھ
رہی تھی۔ اور جب انگلستان اور پروشیا کی سپاہ ہماری جماعت کو قتل کر لے کرتے
عاجز آگئی تو ان شہیدوں سے ہمت وزاری کہنے لگی کہ ہمتیار رکھ دو اور اطاعت
قبول کر لو اور اس طرح اپنے تئیں کٹا لینا کہاں کی عقلندی ہے۔ لیکن اس

رحمانہ درخواست پر فرانسیسی جماعت نے یہ ریفن الشان جواب دیا کہ "فرانسیسی کارڈ مرچا
کرتا ہے اطاعت نہیں کرتا" فرانسیسی شاہنشاہی کارڈ نے فرانسیسی قوم اور
فرانسیسی سلطنت کے نام کو لافانی کر دیا۔

اور پھر گویا کہ وائرلو کے محاربے کی شاہنشاہ اپنے خیال ہی میاں میں سیر کرنے لگا
اور محو ہو کر قطعی ساکت ہو گیا اور محبت سے آنکھیں اوپر اٹھا کر کالن کورٹ سے کہنے لگا
"اور تم۔ اور تم سب جو بیاں رہو گے۔ دیکھ لینا کہ خوب ہی خوب ٹھیک کیے
اور ستائے جاؤ گے اور چونکہ تم پر میرے ساتھ وفادار رہنے کا الزام ہے دیکھتے تھے
کیا نوبت پہنچے۔ کالن کورٹ بس خاتمہ ہو گیا۔ اب ہم ایک دوسرے سے جدا
ہونے والے ہیں اور چند روز میں میں فرانس کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہوں گا۔ میں
ممالک متحدہ امریکہ میں جا کر رہوں گا۔ اور تمہارے ہی زمانہ میں وہ مقام جہاں میں
رہوں گا اس لائق ہو جائیگا کہ میری بی بی ہوئی سپاہ وہاں آکر رہ سکے گی اور میرے
تمامی حربی رفقہ کو وہاں پناہ ملیگی۔ کون جانتا ہے کہ میں کسی نہ کسی دن اپنے آرمی
کارڈ کے واسطے ممالک متحدہ امریکہ میں ایک مہمان سرا قائم کروں گا۔"

اب ایک ایک گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز آئی اور شاہنشاہ نے بڑھ کر درجی
سے دیکھا تو اُس کی روانگی کے واسطے گاڑیاں آگئی تھیں۔ شاہنشاہ نے ایک
ٹھنڈی سانس لی اور چہرے سے ترو و ظاہر ہونے لگا۔ وہ کالن کورٹ کی طرف
بڑھا اور ہاتھ پکڑ لیا۔ اور ایک لمحہ تک اُس کے چہرہ کو خاموشی سے دیکھتا رہا۔

اُس کے چہرے سے عجیب الفت ظاہر ہو رہی تھی۔ اپنے خسروانہ دل پر شدتِ غم
اور فور محبت سے شاہنشاہ کا اختیار باقی نہ رہا اور آنکھوں سے آنسوؤں کی ٹھہری
لگی جو اس کے رو کے پھر نہ رکی۔ شاہنشاہ کے منہ سے ایک لفظ نہ نکل سکا اور
اپنے جان نثار دوست کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے دبا کر خاموشی سے اُس سے

رخصت ہوا۔

کالن کو رٹ لکھتا ہوا کہ: اپنے اُس وقت کے خیالات کے حالات لکھنے کا یہ قصہ نہ کرونگا جب کہ میں آخر میں شاہنشاہ سے ہمیشہ کے لیے جدا ہوا مجھے محسوس ہوتا تھا کہ شاہنشاہ ایسی جلا وطنی کی طرف جارہا تھا کہ جس کی میعاد کبھی ختم نہ ہونے والی تھی۔ میں یابو ساندے ہوشی کے عالم میں کمرے سے نکل کر بھاگا۔ اور اُس وقت سے مجھ جیسے خوش باش شخص کی زندگی میں کسی قسم کا لطف اور مزہ باقی نہ رہا۔ کسی کے ستانے سے مجھ پر ذرا بھی اثر ہوتا۔ اور نقصان پہنچانے والوں کو میری بڑ تو بھی اور نفرت سے اور زیادہ عصہ اور رنج بڑھتا ہے ایسے کہ وہ دیکھتے ہیں کہ مجھ میں گویا کسی بات کی حس ہی باقی نہیں۔ لیکن البتہ ایک بات کا مجھے بے حد صدمہ ہے۔ یعنی اب میں اتنا زندہ نہ رہوں گا کہ اپنے ایمان و انصاف سے اُس تذکرہ کو لکھ کر ختم کر سکوں جو فرانس میں اپنے بعد میں چھوڑنا چاہتا ہوں۔ اپنی موت کے پنجے سے جو وقت میرے ہاتھ آتا ہے اور جس میں ایسے سو رما کے واقعی حالات لکھنے میں صرف کرتا ہوں جسے فریق بندی نے سختی سے اُتار دیا تو میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ یہ وقت میرا نہ ہی فرض کے پورا کرنے میں صرف ہوتا ہے جو مجھے اپنے ملک کے ساتھ ادا کرنا چاہئے تھا۔

”نیپولین کے حیرت انگیز حالات کی صحیح تصویر تو وہی شخص کھینچ سکتا ہے جسے اُس کے خاموشی حالات دیکھنے کا موقع ملا ہو اور پھر نیپولین کی ہزاروں تعجب خیز صفات کا حال لکھا جانا ممکن ہو سکتا ہے۔ نیپولین تو ایک سو رما سے بڑھ کر تھا۔ پولین تو ایک شاہنشاہ سے بڑھ کر تھا۔ اُس کو کسی دوسرے بادشاہ یا کسی دوسرے آدمی سے تشبیہ دینا محال ہے۔ اُس کی موت سے انسانوں کی جماعت میں ایک ایسی جگہ خالی ہو گئی ہے کہ غالباً اب پُر نہ ہوگی۔ آنے والی نسلیں اُس زمانہ کے

سامنے اپنی گردنیں جھکا دیں جس پر پولیس کی عظمت و شان کی فہم نے اپنی روشنی ڈالی اور وہیں تک فرانسیسی قوم کے دل پولیس کے کارناموں کے بیان پر فخر سے پھولتے رہ گئے۔ صرف پولیس ہی کے نام سے کبھی نہ ختم ہونے والی سائنس منوب کی جاسکتی ہو صرف پولیس کی یادگار ایسی ہو کہ جس کو فنا نہ ہوگی۔

شاہنشاہ نے بورژس کو جس کا غم سے برا حال تھا گلے لگایا اور پھر نہایت بہت کے ساتھ دوسرے دوستوں سے ہمیشہ کے واسطے خصلت ہوا۔ اس اندوہ ناک موقع پر عاصمین کے جگروں کے ٹکڑے اڑ گئے تھے اور ان کے دل خون رو رہے تھے مال سے سن کی رمنہ کی پیچیدہ روشوں پر جات ہوئے جن کے گرد سبزے کی بہار تھی اور جہاں میوزخوش اگانی کر رہے تھے اور جہاں شاہنشاہ مرحومہ جوزیفائن کے ساتھ گھنٹوں وقف تماشا ہا کرتا تھا۔ شاہنشاہ بار بار ٹھہرتا اور اسی کے ساتھ خفگی نظروں سے مانع کی بہار کو دیکھتا جاتا تھا۔ اس کو برگز معلوم نہ تھا کہ سینٹ ہلینا کے طوفانی برہنہ جزیرہ میں ایک ویران قفس کے دربان - طائر بے بال و پر کی طرح قید ہو کر اس کو رہنا پڑ لگا۔ اور وہیں اس کی تربت نیکی۔

رمنہ کے چھالک پر پہونچ کر شاہنشاہ ایک سادہ گاڑی میں سوار ہوا۔ اس کے ساتھ جنرل بکیر - کونٹ برٹ رینڈ اور سیویرے اسی گاڑی میں بیٹھے۔ پیچھے پیچھے اور کچی چنڈ گاڑیاں تھیں۔ جن میں میڈیم برٹ رینڈ اور اس کے بچے - کونٹ مان مھولون - اس کی بیوی اور بچہ - اور لیس کیس اور اس کا بیٹا۔ اور دوسرے جاں نثار افسر تھے جو شاہنشاہ کی مصیبت میں ہر طرح سے شرکت کرنے پر آمادہ تھے۔ یہ گاڑیاں ایک دوسرے راستہ سے راجپوت کو جانے والی تھیں۔ شاہنشاہ اور اس کے ہمراہی سادہ لباس پہنے ہوئے تھے جو شرفا سفر میں پہنتے ہیں۔ پریس سے راجپوت تک جو دیریاے کارٹی کے دہانہ پر واقع ہو۔ تین سو میل کے قریب فاصلہ ہے۔ پولیس

دوستوں کو اچھی طرح معلوم تھا کہ رستے میں شاہنشاہ کو قتل کر دینے کا ارادہ کیا جائیگا۔ پس مخفی طور سے انھوں نے اپنے تئیں پورا مسلح کر لیا تھا کہ ضرورت کے وقت کٹھن دریا نہ کریں۔ سمجھوں کے دل ایسے غم سے بھرے تھے کہ زبان پر مہر سکوت لگ گئی تھی۔ شاہنشاہ کی صورت سے استقلال اور شان ظاہر ہوتی تھی چند گھنٹے تک گاڑی میں قطعی خاموشی رہی۔ دس بجے رات کو گاڑی رم بولٹ میں جو ماں سے سن سہ قریب تیس میل کے ہو پہنچی۔ اور یہاں پرانی گڑھی میں شاہنشاہ نے رات کو قیام کیا۔ ۳۰۔ جون کو نہایت صبح سے پھرتیری کے ساتھ کوچ شروع ہوا۔ دو تین گھنٹے تک اُو اسی کے ساتھ چلنے کے بعد گاڑی پتے نوڈن میں پہنچی۔ مرحلے کی منتہم لیڈی دوڑ کر گاڑی کے پاس گھبرائی ہوئی آئی اور بڑے تردد سے پوچھنے لگی کہ کیا شاہنشاہ پنولین کا قتل کیے جانے کی خبر صحیح ہے؟ لیکن یہ سوال پوچھا ہی تھا کہ اُس نے شاہنشاہ کو پہچان لیا اور اُس کے چہرے سے معلوم ہوا کہ وہ ایک سناٹے میں ہو گئی۔ پھر آسمان کی طرف آنکھیں اٹھا کر وہ چیخ مار کر روتی اور اسی طرح روتی ہوئی واپس چلی گئی اُس کی محبت دیکھ کر سب پر بڑا اثر ہوا اس کے بعد تمام دن اور تمام رات سفر کرنے کے بعد جس دوران میں کوئی واقعہ پیش نہ آیا طلوع آفتاب سے قبل گاڑی یکم جولائی کو ٹورس میں پہنچی۔

پچاس میل اور مارا مار چل کر شاہنشاہ دو پر کو پوائے پریس میں پہنچا۔ سڑکوں پر خاک اڑ رہی تھی اور نہایت سخت تکلیف دہ دھوپ تھی۔ شہر سے باہر گھوڑے بٹلنے کی چوکی پر پنولین نے دو گھنٹے قیام کیا۔ دو بجے پھر گاڑی مین سوار ہوا۔ اور نیوٹن پہنچا۔ شام کی تاریکی چھا چکی تھی۔ یہاں شاہنشاہ نے ایک دن قیام کیا۔ چند آدمیوں سے پہچان لیا اور شاہنشاہ کے آنے کی تمام شہر میں خبر پھیل گئی۔ اور سڑکوں پر۔ ”شاہم دمدہ ماناد“ کے نعروں سے ایک شور برپا ہو گیا۔ قیام گاہ کو آکر لوگوں کے

انبوہ نے گھیر لیا اور بڑے جوش و خروش سے نعرے مار کر اپنے ولی و نور محبت
عزت کا ثبوت دینے لگے۔ تمام دن شہر کے شرفا اور حکام اور اہلکاروں کا شاہنشاہ
کے کمرے میں ہجوم رہا۔ مگر یہاں شاہنشاہ کو اس بات کی اطلاع ملی کہ اُن دونوں
جہازوں کا جو راجپوت میں شاہنشاہ کے لیے تیار میں قطعی باہر نکلنے کا رستہ بند ہے
اس سے شاہنشاہ کو بڑی فکر پیدا ہوئی۔ فوجی امیروں نے اُس سے بہت مذاکرہ
درخواست کی کہ وہ فوج کا سردار بن جائے اور تمامی اور جمہور ہر طرح سے مرے
جیسے کو اُس کے ساتھ آما دہیں۔

ایسا کرنے سے پنولین اپنے تئیں بچا سکتا تھا اور مٹھی آسانی سے تمامی فرس
میں جوش پیدا کر کے ایسی سختی سے متحدہ بادشاہوں کا مقابلہ کر سکتا تھا کہ بڑی ٹولہ
جنگ کے بعد شاید متحدہ یورپ اُس کو مغلوب کر سکتا۔ اور اس طرح اُن کی طرف
لاکھوں جہازوں کا تلاف ہوتا اور کروڑوں روپیہ صرف ہو جاتا۔ اور چونکہ پنولین
کی حربی لیاقت کا لوہا مانے ہوئے تھے وہ ایسی شرائط قبول کر لینے پر مجبور
ہو جاتے جن سے پنولین خود محفوظ و مامون ہو جاتا۔ اور بڑی شان و آبرو کے ساتھ
چاہتا چلا جاتا۔ لیکن اس سے فرانس میں خوزیزی کا طوفان برپا ہوتا اور پنولین نے
ہر اعلان کدیا تھا اور باصرار اس بات پر استقلال ظاہر کر چکا تھا کہ خود اُس کی جان
یا حفاظت کی خاطر ایک جان بھی ضائع نہ ہونی چاہئے۔ پس ایسی عالی حوصلی اور
غیر خود غرضی کی تاریخ میں دوسری مثال موجود نہیں ہے۔

مگر اُس کو یہ یقین کامل تھا کہ اگر دونوں مجالس اُس کی شریک ہو جائیں اور
متحد ہو کر دشمنوں کا مقابلہ کیا جائے تو باوجود مخالفین کی ٹڈی دل افواج کے
اُن کا فرانس سے نکال دیا جانا ممکن تھا۔ جنرل پیکر نے گورنمنٹ کو فوراً اطلاع
دی کہ راجپوت کے بندر کا رستہ روک دیا گیا ہے اور جہاز باہر نہیں جاسکتے

اور فوجیں بڑے جوش کے ساتھ اس بات پر آمادہ ہیں کہ شاہنشاہ کے ہمراہ ہو کر ٹھکانے سے سخت مقابلہ کریں اور اُن کو فرانس سے نکال دیں اور اس مراسلہ میں پنولین کے اشارہ سے جبرل سیکر نے یہ بھی لکھا کہ جب جہازوں کا رستہ انگریزی جہازوں نے روک دیا تو ایسی حالت میں شاہنشاہ کو ایک جبرل بنا کر دشمنوں کا مقابلہ ہونا چاہیے اور شاہنشاہ سپاہ سالار ہو کر ملک کی خدمت کر سکتا ہے۔

اس کا فوشے نے یہ جواب دیا کہ دیر نہ ہونا چاہیے شاہنشاہ فوراً جہاز پر سوار ہو جائے اور اس معاملہ میں تم بھی امداد کرو اور حتی المقدور شاہنشاہ کے رتبہ کا پاس ادب ملحوظ رکھو اور اپنے فرائض کے لحاظ سے جو ہم لوگوں کے فرائض کے ساتھ ہیں اور اُس عہد و پیمان کی وجہ سے جو ہم نے متحدہ بادشاہوں سے کر لیا ہے ہم شاہنشاہ کو جبرل نہیں بنا سکتے۔

اس کی کافی شہادت موجود ہے کہ فوشے متحدہ بادشاہوں سے پنولین کی گرفتاری کی پوری سازش کر چکا تھا اُس کو یقین تھا کہ جب تک فرانسیزیوں کو شاہنشاہ کے واپس بلا لینے کا موقع اور امکان باقی رہیگا اگر تمامی یورپ بھی چاہیگا تو بوریون فرانس پر اطمینان سے فرماں روائی نہ کر سکیں گے۔ پس فوشے کا پہلا مقصد یہی تھا کہ پنولین کسی طرح دشمنوں کے ہاتھ آجائے اس کے ساتھ ہی فوشے اُس وقت تک جب تک دشمن کی فوجیں چاروں طرف سے پرس کو گھیر لیتیں شاہنشاہ کی گرفتاری کا حکم بھی نہ دے سکتا تھا۔ کیونکہ یہ پورا خوف تھا ہوا تھا کہ جمہور کو فوراً شاہنشاہ کی مدد کے لیے غضب ڈھا دینگے۔ پس اُس نے ظاہر کیا کہ حفاظت اور ذمہ داری کا پروانہ حاصل ہونے تک جہاز بندرگاہ میں مقیم رہیں اور کہا کہ اگر شاہنشاہ کو مخالفین نے گرفتار کر لیا تو فرانس کی سخت ذلت و رسوائی کا موجب ہوگا۔ لیکن درپردہ فوشے کا یہ مطلب تھا کہ وقت ٹل جائے اور جب تک شاہنشاہ کے جہازوں کے

محل جانے اور بچ جانے کا ذرا سا بھی امکان باقی ہو وہ بندر کے اندر ہی ٹھہرے رہیں اور شاہنشاہ کو جلدی سے جہاز میں سوار کرا دینے سے یہ مدد مانگنا کہ وہ جمہور سے جدا ہو جائے تاکہ کسی قسم کا فتنہ برپا نہ ہو اور انگریزی جہاز کافی تعداد کے ساتھ ایسے جمع ہو جائیں کہ شاہنشاہ کا بچنا محال ہو جائے۔ اور ادھر تو فوٹے جنرل بیکر کو یہ ہدایت کر رہا تھا کہ شاہنشاہ کا ادب ملحوظ رکھے اور اُس کو جہاز میں سوار ہو جانے کی غریب دے۔ لیکن ادھر راجپوت کے بحری افسر کو اُس نے غصی یہ لکھ بھیجا کہ شاہنشاہ جب جہاز پر سوار ہو جائے تو جہازوں کو روک کر رکھے جانے نہ دے۔ حکم میں اس مضمون کو یوں ادا کیا تھا کہ ”ہمارے دو جہازوں کی روانگی کی حالت میں کس طرح خیر ہو سکتی ہے جبکہ دشمن کے جہاز براہِ برگشت کر رہے ہیں۔ پس مناسب ہے کہ موقع کا انتظار کیا جائے اور موقع ملنے میں کوئی زیادہ دیر نہیں ہے۔“

ڈیوک آف رووی گو لکھتا ہے ”عارضی گورنمنٹ نے ساحل پر اپنے گماشتے بھیج دیے تھے اور ایسے سامان مٹیا کر دیے تھے کہ شاہنشاہ پکڑ لیا جائے یا کم سے کم اتنا تو ضرور ہو جائے کہ شاہنشاہ اگر جہاز پر بھاگ کے بچنا چاہے تو اُس کے جہاز بچکر نہ جاسکیں۔ پس گویا شاہنشاہ کی اگر قتاری کے سب انتظام ہو گئے تھے اور صرف اتنا انتظار تھا کہ پریس میں متحدہ افواج آجائیں اور پولیس کی طرفداری میں جمہور کچھ کرنے کے لائق نہ رہیں۔“

۳۔ جولائی کو صبح کے وقت پولیس راجپوت میں پہنچا۔ اپنے دوران حکومت کے مختصر زمانہ میں باوجودیکہ اُس کو دشمنوں سے برابر جنگ کرنا پڑا تھا۔ لیکن راجپوت کے حفظانِ صحت اور خوش حالی کے شاہنشاہ نے بڑے بڑے انتظام کیے تھے اور فرانس کے پہلے بادشاہوں کی متحدہ کوششوں کے مقابلہ میں پولیس کی تناسی تھی راجپوت کو زیادہ دائرہ پہنچایا تھا۔ شہر کے گرد بڑی

بڑی دلدلیں تھیں جن سے بوا خراب رہتی تھی پنولین نے ان کا پانی نکلو اگر ان کو خشک کر دیا اور ان رستوں میں پھر اچھی خاصی ذرا عت ہوئے لگی۔ اس کے علاوہ شاہ نے اور بھی بہت سی اندرونی ترقیاں دیں جن سے راجپرٹ مالا مال اور خوش حال ہو گیا گاڑیاں جاتے ہوئے شاہنشاہ نے یہ مقام اپنے ساتھیوں کو دکھائے اور کہا۔ ”یہاں پہلے بڑی دلدل تھی۔ لیکن اب دیکھو یہاں سے لوگوں نے حال ہی میں گھاس کاٹی ہے اور سوکھا کر اپنے کام میں لائینگے۔“

پھر اُس نے کہا: ”دیکھو یہ لوگ مجھ کو کیسا پہچانتے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں ان کے ملک کو نفع پہنچایا ہے۔ اور جہدھر میرا گزر ہوتا ہے شکر گزار لوگ مجھے دعائیں دیتے ہیں۔“

راجپرٹ میں پنولین کے پہنچنے ہی ایک جوش بھل گیا۔ اُس کے قیام گاہ کے گرد نہایت کثرت سے جمہور کا ہجوم ہو گیا۔ پنولین جب نظر آ جاتا تھا لوگ فرط جوش سے نعرے مارنے لگتے تھے۔ ”ڈوک آف رد ریڈیو جو اس وقت پنولین کے ہمراہ تھا لکھتا ہے: ”مجھے یقین ہے کہ بلا استثنا ہر شخص کے دل کا وہی حال تھا جو ہمارا تھا۔“ راجپرٹ کے قریب ہی کئی ہزار سپاہ بھی تھی۔ اُس کی طرف سے پنولین کے پاس اطاعت و فرماں برداری کے پیغام آئے اور سپاہ نے ہر طرح سے محبت کا ثبوت دیا۔ اوتیس میل کے گرد کا کوئی فوجی افسر ایسا نہ رہا جو شاہنشاہ کے سلام و اظہار اطاعت کو حاضر نہ ہوا ہو۔

پنولین چاہتا تھا کہ جہاز میں فوراً سوار ہو جائے اور اپنی جہازوں کی توپوں اور اپنی فوج پر بھروسہ کر کے روانہ ہو جائے۔ لیکن اس کی راہ میں بڑے بڑے موانع حائل کئے گئے اور ۶ جولائی کو یعنی پانچ دن کے بعد یہ اطلاع دی گئی کہ اب جہاز تیار ہیں۔ اور شاہنشاہ سوار ہو جائے۔

خلیج میں سیل اور میڈیوسا۔ نامی دو جہاز کھڑے تھے۔ جن میں شاہنشاہ مع اپنے ہمراہیوں کے جلنے والا تھا۔ لیکن اسی کے ساتھ حسب ہدایت و سازش فوسٹے کے انگریزی جہازوں کی تعداد دو گنی ہو گئی اور انھوں نے ساحل پر گشت کرنا شروع کر دیا۔ چار بجے شام کو شاہنشاہ اپنے حوزی رفقا اور دوستوں سے رخصت ہوا۔ جمہور نعرے مارتے تھے۔ عجب غم ناک منظر تھا اور ہر شخص روتا تھا۔ شاہنشاہ کشتی میں سوار ہوا۔ یکشتی سیل نامی جہاز سے متعلق تھی۔ جہاز گھاٹ سے فاصلہ پر کھڑے تھے۔ ہوا تیز چل رہی تھی اور سمندر میں تلاطم تھا اور اب شاہنشاہ نے اپنے پیلے فرانس کے ساحل کو خیر باد کہا۔ آٹھ بجے شام کو کشتی سیل جہاز کے پاس پہنچی اور رات میں شاہنشاہ جہاز پر سویا۔ لیکن اس کو معلوم ہوا کہ جہازوں کو پندر گاہ سے روانہ ہونے کی اجازت نہ تھی۔ فوسٹے نے کلبا بھیجا تھا کہ ابھی جہاز روانہ ہوں کیونکہ ایک انگریزی جنگی جہاز جو راجھوٹ کے سامنے سمندر میں تھا۔ راہداری کا پروانہ لا رہا تھا۔ شاہنشاہ کو امید تھی کہ اس کی خاموشی سے روانہ ہو جائے پر کوئی فزٹ نہ کی جاوے گی اس کو یقین تھا کہ اس کی سلطنت سے دست کشی کر لینے اور امریکہ چلے جانے سے دشمنوں کو اطمینان ہو جائیگا۔

۹۔ جولائی کو صبح کے وقت پنولین جزیرہ آپس میں اتر اتر جس کے سامنے جہاز کھڑے تھے۔ جزیرے کے تمامی آدمی مع بحری سرداروں کے کنارہ پر اکٹھے ہو گئے۔ اور نعرے مارنے لگے۔ پنولین کی جلاوطنی ایک فتح کے جشن سے مشابہ معلوم ہوتی تھی۔ اور اس وقت کفرانس کی سر زمین پر اس کا یہ آخری قیام تھا اس کے ساتھ الفت و اطاعت کے ثبوت دیے جا رہے تھے جب پنولین جہاز پر واپس آیا تو بحری سپہ سالار اس کے پاس حاضر ہوا۔ متحدہ بادشاہ اب پیرس پر قابض ہو چکے تھے۔ اور غابازو بیٹے زمام حکومت بربون کے ہاتھ میں دینے کو تیار تھا

اب جہاز کے کمانڈر کو یہ حکم پہنچا کہ خبردار نپولین فرانس کی زمین پر اب اترنے نہ پائے اور اگر اترے گا تو بغاوت کے جرم کا مرتکب قرار دیا جائیگا۔

۱۰۔ جولائی کو نپولین جہاز پر رہا۔ اور پریشانی سے اُن تجاویز پر غور کرتا رہا جو اُس کے بھاگ بچنے کے متعلق اُس کے خیر خواہوں نے پیش کی تھیں۔ اور لیس کیس لکھتا ہے کہ یہ تو سب درست ہے کہ یہ زمانہ نہایت پریشانی اور خوف کا تھا لیکن جب میں شاہنشاہ کو دیکھتا تھا تو اُس کو ذرا بھی ہراس نہ تھا۔ بلکہ وہ محض بے پروا نظر آتا تھا۔ ۱۱۔ جولائی۔ کو ڈیوک آف رودی کو اور لیس کیس صلح کا جھنڈا لے کر انگریزی جہاز کے کمانڈر کے پاس یہ دریافت کرنے گئے کہ آیا وہ جہاز جن میں شاہنشاہ اور اُس کے رفیق ہیں اور امریکہ جانا چاہتے ہیں بندرگاہ سے بلا مزاحمت روانہ ہو سکتے ہیں۔

۱۲۔ بجے صبح کو یہ دونوں وکیل بلرافان جہاز پر جس کا کمانڈر کپتان میتھ لینڈ تھا یہ جہاز بندرگاہ کے سامنے سمندر میں کھڑا تھا۔ اور نپولین کے وکیلوں کو کپتان میتھ لینڈ نے یہ جواب دیا کہ مجھے یہ حکم ہے کہ جو جہاز بندرگاہ سے باہر نکلنے کا قصد کرے اسے گرفتار کر لیا جائے۔ بلرافان کے ہمراہ ایک تیز رفتار جہاز اور موجود تھا کہ کسی جہاز کو بندرگاہ سے نکلنے نہ دے۔

تب وکیلوں نے یہ پوچھا کہ اگر ہمارا شاہنشاہ انگلستان جانا چاہے تو کیا تم اُس کو مع اُس کے رفیق کے اپنے جہاز پر آنے کی اجازت دے سکتے ہو؟ کپتان میتھ لینڈ نے ایسا نداری اور بے تکلفی سے جواب دیا کہ میں اس بات کو امیر البحر سے لکھ کر پوچھتا ہوں اور اگر جواب آنے سے پہلے شاہنشاہ میرے جہاز پر چلا آئیگا تو میں اس کو آنے دوں گا۔ لیکن یہ کام میں صرف اپنی ذمہ داری ہے کہ اس کو نکلنا اور میں اس کا ذمہ دار نہ ہو سکتا ہوں کہ انگلستان شاہنشاہ کے ساتھ

کیا سلوک کریگا۔

کپتان میتھ لینڈ نے یہ وعدہ بھی کیا کہ دو دن میں میں اپنا ہماز بندر گاہ کے اندر لے آؤں گا اور اتنے عرصہ میں مجھے توقع ہے کہ امیر البحر سے جواب مل جائیگا اور اس وقت آپ مجھ سے پھر گفتگو کر سکتے ہیں۔“

یہ جواب پاکر نیپولین نے ذرا دیر غور کیا اور ہا جو، انگریزی گشتی جہازوں کے مکمل چلنے کا مستقل ارادہ کیا۔ اور ڈویک آف رودیگو سے کہا کہ ”جاؤ اور جہاز کے کپتان سے میرا نام لے کر کہو کہ جہاز کا ابھی لنگر اٹھاؤ، لیکن جہاز کے کپتان نے جس کا نام قلی برٹ تھا یہ جواب دیا کہ فرانس کی گورنمنٹ کا یہ سخت حکم ہے کہ اگر جہازوں کو ذرا بھی خطرہ ہو تو ہرگز روانہ نہ کیے جائیں۔ اسپرڈویک آف رودیگو نے غیظ سے کہا: ”تو سرسرم کرو وغلبے اور گورنمنٹ کا یہ فضا ہے کہ شاہنشاہ کو دشمنوں کے ہاتھوں میں اسیر کرادے۔“ کپتان نے کہا: ”یہ مجھے کچھ نہیں معلوم۔ لیکن مجھے لگتا ہے کہ حکم نہیں ہے۔“

جب شاہنشاہ نے یہ بات سنی تو آہستہ سے کہا: ”میرے دل نے بھی گواہی دی تھی لیکن میں نے اس پر یقین نہ کیا تھا۔ اس کپتان کو تو میں سچا اور شریف آدمی سمجھتا تھا اور اس کی طرف سے مجھے شبہ نہ ہوتا تھا کہ مکرو فریب کی کارروائی میں شریک ہوگا۔ مختصر آنکہ فوسٹے بڑا ہی حرازوہ ہے۔“

اسی وقت پریشانی کی حالت میں میڈیوسا جہاز کا کپتان آیا اور اس نے بڑی شرفیاء شجاعت سے یہ تجویز پیش کی: ”مجھ کو شاہنشاہ کی حفاظت کا بڑا خیال ہے میں چاہتا ہوں کہ رات کی تاریکی میں انگریزی جہاز بلرافان پر اچانک حملہ کروں میرے میرے جہاز پر سانچہ توپیں ہیں اور بلرافان بچو بہتر ہیں لیکن کم سے کم دو گھنٹہ تک میں اس کو جنگ میں مصروف رکھ سکوں گا اور بلرافان کا حال ایسا خراب کر دوں گا کہ وہ اس

قابل نہ رہیگا کہ پھر شاہنشاہ کے جہاز سیل کو دوڑ کر کپڑے۔ اور بلاخان کے ہمراہ جو سوار
جہاز بے وہ ہرگز اس لائق نہیں ہو سکتا کہ تنہا سیل جہاز کو گرفتار کر سکے اور اس صورت
میں شاہنشاہ کا جہاز سیل صاف نکل جائیگا۔ واقعی اس تجویز میں کامیابی کی صورت محض
اور سیل جہاز کا کپتان شاہنشاہ کا اشارہ ہوتے ہی سمندر میں ڈھکیں دیا جاتا اور جہاز
کا کپتان شاہنشاہ کا کوئی رفیق بن جاتا۔ لیکن نپولین تو ایسا شخص تھا کہ محض اپنی خاطر
دوسروں کی جانیں خطرے میں ڈالنا گوارا ہی نہ کر سکتا تھا۔ میڈیوسا جہاز کے کپتان کی
محبت و جان نثاری کا شاہنشاہ نے شکریہ ادا کیا لیکن صاف جواب دے دیا کہ
میں اپنی خاطر دوسروں کو ہلاک نہیں کر سکتا۔

اس کے بعد ہالینڈ کے ایک جہاز بیاڈیرنامی کے کپتان نے کہا۔ ”میرا جہاز
نہایت تیز رفتار ہے اور میں شاہنشاہ کو اپنے جہاز پر سوار کر کے دشمنوں سے
بچا لیجاؤں گا۔ میں نے اپنے جہاز میں نہایت ہی محفی تہ خانہ تیار کر لیا ہے اور اگر جہاز کی
تلاشی ہوگی تو میں شاہنشاہ کو اُس تہ خانہ میں پوشیدہ کر دوں گا۔“ اس کے سوا چند
نوجوان بحری افسروں نے کہا۔ ”ہم مچھلیاں پکڑنے کی چھوٹی کشتیوں میں شاہنشاہ کو
رات میں ساحل کے کنارے کناے لیجا کر پھر بڑی سعی سے امریکا پہنچا سکتے ہیں۔“
غور کرنے کے بعد نپولین نے سب تجویزوں کو ناپسند کر کے صاف انکار کر دیا۔

شاہنشاہ اپنے رفقاء سے جدا ہونا اور خود بچنا اور ان کو بوربون کے حوالہ کرنا
نہ چاہتا تھا۔ اس کے سوا اُس نے یہ بھی کہا کہ ”محفی طور سے اور بھینس بدل کر بھاگنا
میرے مرتبہ کے ہرگز شایان نہیں ہے۔ قریب قریب نپولین کے تمامی رفقاء کی یہ رائے
تھی کہ اگر نپولین انگلستان کی مہاں نوازی پر مجبور نہ کر لیا تو انگلستان کے جمہور اس
سے فیاضی کا بڑا ذکر ینگے جو ریف بونا پارٹ نے بورڈو کے بندرگاہ سے ہٹ کر
مستعدہ امریکا کے چلے جانے کا پورا اور یقینی انتظام کر لیا تھا وہ صورت میں نپولین سے

بہت ہی زیادہ مشابہ تھا۔ پس اُس نے یہ تجویز کیا کہ پولین اُس کی جگہ اگر ممالک متحدہ امریکہ کو روانہ ہو جائے اور وہ پولین کی جگہ چلا آئے۔ لیکن پولین نے اپنے بھائی کو اُس خطرے میں ڈالنا پسند نہ کیا جو خود اُس کی تقدیر میں تھا۔ دوسرے لوگوں کی یہ رائے ہوئی کہ جنگ شروع کر دینا چاہیے۔ اور یہ ظاہر تھا کہ جہاز سے شاہنشاہ کو ساحل پر اترنے کی دیر تھی اور ہر ایک مقام کی فوج اور تمامی جمہور اُس کے گرد فوراً جمع ہو جاتے لیکن پولین نے کسی کی نہ سنی اور یہی کتار رہا۔

فرانس میں خاہ جنگی برپا کرنے کا بس اسی قدر نتیجہ ہو سکتا ہے کہ شاہنشاہ کی حمیت سے میں اپنے ذاتی مقاصد کے لیے کچھ بہتر صورت پیدا کر لوں لیکن ایسے نتیجے کی خاطر میں اپنے دوستوں کو ہرگز مصیبت اور ہلاکتیں نہ ڈالوں گا۔ میں اپنی ذات کو صدمات کی بربادی کا سبب نہیں بنا سکتا۔ اور قوم کو اُس کی سچی مدد سے محروم نہیں کر سکتا۔ جس مد کے ذریعہ سے ایک نہ ایک دن فرانس آزاد اور خود مختار ہو کر رہیگا۔ میں نے فرماں روائی سے دست کشی کر لی اور اب صرف ایک محفوظ جگہ پناہ مجھ کو مطلوب ہے۔

۱۴ جولائی کو پولین نے ڈیوک آف روڈیگو یعنی سیویرے اور لیس کس کو بلرافان جہاز پر پھر بھیجا اور کپتان پیج لینڈ نے یہ جواب دیا کہ شاہنشاہ سے جا کر کہو کہ اگر وہ انگلستان جانا چاہتا ہے تو مجھے امیر البحر نے اختیار دے دیا ہے کہ میں بلرافان پر شاہنشاہ کو آنے دوں۔ اور اپنے جہاز کا اختیار شاہنشاہ کو دیدے۔ یہ جواب سن کر پولین نے اپنے دوستوں سے مشورہ کیا۔ قریب قریب سب نے یہ رائے دی کہ انگلستان کی مہماں نوازی اور پاس غیرت و حمیت پر اعتماد کرنا چاہیے۔ لیکن جنرل گورڈو گارڈ اور کوٹ مان پھولون کی رائے اس کے خلاف تھی اور انھوں نے دلیل پیش کی کہ امرائے وزارت کے مقابلہ میں انگلستان

کے جمہور کی کچھ پیش قدمی کی اور ذرا غور کرنا چاہیے کہ ہمارے جمہوری شاہنشاہ نپولین سے لندن کا دوبارہ ڈرتا کیوں ہو۔ صرف اسی وجہ سے ڈرتا ہو کہ شاہنشاہ سے انگلستان اور آئرلینڈ کے جمہور کو بھڑادی ہو۔

آخر میں نپولین نے جواب دیا: ”اب چونکہ فرانس کے بچا لینے کی تو کوئی امید باقی نہیں اور جو کچھ خیال ہو وہ اپنی حفاظت کا بہتر پہلو تلاش کرتا ہے۔ اور اگر فرانس کے بچا لینے کی توقع ہو سکتی تو ممکن تھا کہ میں پرفرانس کو اسی طرح لوٹ جاتا جیسے ایلکبا سے لوٹا تھا پس جب صورت یہ ہو تو اگر میری وجہ سے ایک گولی بی چلی تو میرا نام بدنام ہوگا۔ مجھ کو کھانسی میں محفوظ رہنے کا پیغام دیا جاتا ہو اور شاہزادہ ولیعہد سے میری کوئی ذاتی ملاقات تو ہے نہیں لیکن جہاں تک میں نے اُسکے حالات سے نہیں میں اُسکی فیاضی پر اعتماد کر سکتا ہوں۔ پس میں غم یا بخم کر لیا۔ ادیس شاہزادہ ولیعہد کو لکھتا ہوں۔ اور کل صبح ہم انگریزی جہاز پر چلنے لگے۔ نپولین نے شاہزادہ ولیعہد جارج رالج کو جو مدارالمہام بھی تھا فوراً ایک خط لکھا جسکے لکھنے میں اُس نے الفاظ و خیالات کی خاطر ایک لمحہ ہی ضائع نہ کیا۔ اُس نے حسب موقع نہایت سنجیدہ و عنانک عبارت لکھی جو اُسکے خود حسب حال تھی اور اپنی شان اور محیط ہونے کے اعتبار سے اس عبارت کو دیکھ کر عام طور سے تعریف کی گئی ہو۔ اُس نے لکھا تھا۔

”رائل ہائیس۔ فرانس میں فریق بندیوں نے تفرقہ ڈال دیا۔ بڑے بڑے بادشاہان یورپ مخالف ہو گئے ہیں فرامزدائی سے دست کشی کر لی۔ اور میں تمیں ٹاک کر کے کی طرح انگریزی جمہور کے درمیان آتا ہوں کہ اُنکے ساتھ دوستانہ طور پر ہمان کی حیثیت سے ملے تمیں ٹاک نیز ملک یونان کے دارالحکومت شہر اتینیز کا رہنے والا تھا جس نے اپنے شباب ہی میں ہی قیادت اور دیری کے ثبوت دینے تھے۔ شہد میں قبل حضرت مسیح کے فادس کے بادشاہ رزک سیز نے یونان پر حملہ کیا جانہ سے سخت دیرش کی۔ یونانی پیرے کا سردار تمیں ٹاک نیز بنایا گیا۔ لیکن جب انفر دس ہیں باہمی رقابت ہوئی تو اُس نے خود انفری سے دست برداری کر کے اپنے رقیب کو سردار کر دیا۔ لیکن پھر ہی اپنی

بقیہ زندگی بسر کروں۔ میں بھائیہ کے جمہور کے قوانین و آئین کی مخالفت میں اپنے تئیں متنبہ اور اسکا جھکوا آپ سے دعویٰ اوجھ حاصل ہو۔ کیونکہ آپ نے دشمنوں کے درمیان میں آپ کو سب سے زیادہ قوی۔ سب سے زیادہ مستقل اور سب سے زیادہ فیض پاتا ہوں۔ ۱۴ جولائی کی اب شام کے چار بجے تھے۔ اور گورڈوگاڑو اور لیس کیس برافان جہاں کہیں گئے۔ تاکہ اطلاع دیدیں کہ شاہنشاہ کل آئیگا اور جنرل گورڈوگاڑو کو شاہزادہ ولی عہد کے نام کا خط بھی یا گیا تھا شاہنشاہ نے اسکو حسب ذیل ہدایتیں کر دی تھیں۔

”میرا مصاحب گورڈوگاڑو مع کونٹ ڈی لیس کیس کے انگریزی جہاز پر جائیگا۔ اور وہ اس جہاز پر امیر البحر کے پاس یا لندن کو جائیگا جو کمانڈر اسکے واسطے منتخب کریگا اور وہ شاہزادہ ولیعہد سے ملاقات کرنے اور اسکو میرا خط دینے کی کوشش کریگا۔ اور اگر ہمارا ملک متحدہ امریکہ کے واسطے پروانہ راہداری کے دینے میں دشواری ہو تو میرا قصد انگلستان جائیگا۔ لیکن اگر کسی نوآبادی کے لیے راہداری کا پروانہ دیا جاوے گا تو میں اسکو قبول نہ کروں گا۔ اگر امریکہ نہ پاسکوں تو امریکہ کے بعد میں انگلستان کو ترجیح دیتا ہوں میں کرنل میورن یا کرنل ڈولوراک نام اختیار کر لوں گا۔ اگر مجھے انگلستان ہی جانا پڑا تو میں

حاشیہ بقیہ صفحہ قبل۔ افواج کا ایسا مدگار ہا کہ آخر کار ایرانی بیڑ کو ہزیمت دیکر بر باد کر دیا اسکے صلیب اسکا ملک اور دارالحکومت میں ایسا اعزاز ہوا کہ پورے دشمن پیدا ہو گئے اور وہ جلا وطن کیا اس حالت میں وہ فارس ہی کے دربار میں پناہ گیر ہوا جہاں مذکور سیر بادشاہ کے بیٹے نے جو اسوقت فارس کا شاہنشاہ تھا اسکی بڑی عزت کی اور تین شہر اس کی روٹی پانی اور شراب کے مصارف کے نام سے اسکو عطیہ کیے چند عرصہ کے بعد فارس کے بادشاہ نے یونان پر پوریش کرنا چاہا اور تھیمس ٹاک لینز سے شرکت اور امداد کی خواہش کی لیکن اس محب وطن نے یونان کی پوریش میں شریک ہونا گوارا کیا اور نہ کہ ایا ولادت سلسلہ قبل حضرت مسیح و فاطمہ قبل مسیح۔ اسکی وفات پر یونانی اسکی نعش کو یونان لے گئے اور ایشیا کیس بڑی دہم سے دفن کیا۔ مترجم ۱۲

کسی گاؤں میں لندن سے دس بارہ فرسنگ کے فاصلہ پر رہنا پسند کر لگا اور وہاں محض ایک محل اور خانگی آدمی کے مثل جاؤ لگا۔ مجھے ایک ایسے مکان کی ضرورت ہوگی جس میں میں اور میری ہمراہی رہ سکیں۔ میری یہ خاص خواہش ہو کہ لندن سے ہو کر میرا کسی طرح جانا ہو اور میری یہ خواہش کوئٹہ برطانیہ کے عین مقاصد کے موافق ہو۔ اگر کوئٹہ کی یہ خواہش ہو کہ کوئی کشتی میرے پاس رکھا جائے تو جنرل گور گارڈیہ بات خاص طور سے دیکھ لے کہ اس سے میں کسی طرح پابندی نظر بند تو نہ لگا اور وہ شخص جو اس کام کے لیے منتخب کیا جائے اپنے رتبہ اور عادات و اطوار کی وضع سے نامناسب یا مشکوک طبیعت کا شخص نہ ہو۔

جنرل گور گارڈ انگلستان کو بھیجا تو گیا۔ لیکن یہ بات بھی نصیب نہ ہوئی کہ جہاز سے ساحل پر ہی اتر سکتا۔ اور خط و دوسرے شخصوں کے ذریعہ سے دربار لندن کو بھیجا گیا۔

رات میں چند فرانسیسی افسروں نے پولین سے پراسرار کیا کہ کوئٹہ برطانیہ پر اعتماد نہ کرنا چاہیے۔ اور بڑے دعوے سے یہ ذمہ داری کی کہ وہ شاہنشاہ کو ساحل سے ملا ہوا سمند میں لیا کر پچائے جائینگے اور کہا کہ انگلستان جیسے دشمن پر ہر دوسہ کرنا ہرگز تو قریں مصلحت نہ تھا۔ یہ مباحثے ہو ہی رہے تھے کہ جنرل بیگمبراہوا آیا اور کہنے لگا کہ بوربون میں راجھڑت میں شاہنشاہ کو گرفتار کرنے کے لیے سپاہ بھیجی ہو۔ پولین نے فوراً کپڑے بدلے اور صبح نمودار ہو ہی رہی تھی کہ ایک بجے میں جسکا نام اپر دیر تھا انگریزی چار پچا بنکے لیے سوار ہو گیا۔

شاہنشاہ اور اسکے ہمراہیوں کی تعداد جن میں بچے اور لیدیاں بھی تھیں انشمہ تھی۔ جنرل بیگم نے عرض کیا: ”جہاں پناہ کیا میں حضور کے ہمراہ بلالافان جہاز پر چل سکتا ہوں۔“

پولین تو بڑا دور اندیش اور دوسروں کا خیال رکھنے والا اور فیاض شاہنشاہ تھا اور اسے فوراً جواب دیا۔

”نہیں۔ ہرگز نہیں۔ تم میرے ہمراہ نہیں جا سکتے۔ اگر جاؤ گے تو یہی خیال کیا جائیگا کہ تم نے مجھے انگلستان کی گورنمنٹ کے حوالے کر دیا ہو۔ میں خود اپنی آزادانہ خواہش سے انگریزی جہاز پر جاتا ہوں۔ میں ہرگز نہیں چاہتا کہ فرانس کے نام پر فریب کا دہیہ لگے۔“ جنرل بیکر کا یہی وہی حال تھا جو دوسروں کا ہو جاتا تھا۔ یعنی جو شخص نپولین کے قریب پہنچا اُس کی حیرت انگیز عادات و اخلاق کا ہمیشہ ایسا دل وادہ ہوا کہ پہلے اپنے اوپر اُسکا قابو نہ رہا۔ جنرل بیکر وہی افسر تھا جسکو فرانس کی عارضی گورنمنٹ نے اسلئے بھیجا تھا کہ نپولین کو حراست میں رکھے اور جاسوس اور جیلر کے فرائض انجام دے۔ آسنے شاہنشاہ کو کچھ جواب دینے کی کوشش کی۔ لیکن غم نے وہ برا حال کر دیا تھا کہ منہ سے ایک بات نہ نکلی اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔

یہ دیکھ کر نپولین نے محبت سے اُسکا ہاتھ پکڑ لیا اور امنوس سے لیکن مستقلال کے ساتھ کہا:-

”جنرل۔ مجھ سے بغلیگر ہو تم نے میری بڑی خدمت کی جسکا میں شکر یہ ادا کرتا ہوں اور مجھے سخت امنوس ہے کہ مجھے پہلے سے تمہاری ایسی خوبیوں کی اطلاع نہ ہوئی کہ میں ہمیشہ تم کو اپنے ساتھ رکھتا۔ اچھا جنرل اب خدا کو سونپتا ہوں۔ الوداع۔“ جنرل بیکر کی چمکی لگی ہوئی تھی اور وہ بس اسی قدر کہہ سکا:- ”پروردگار جہان نیاہ کو ہم لوگوں سے زیادہ خوش و خرم رکھے۔“

جب کشتی جہاز کے قریب پہنچی تو مابین اور ملحق جہاز پر صفیں باندھ کر کھڑے ہوئے اور کپتان بیچہ لینڈ اور دوسرے افسر باضابطہ قاعدہ سے کھڑے ہو کر شاہنشاہ کی تشریف آوری کا انتظار کرنے لگے اور شاہنشاہ کا اُسی ادب و عزت سے استقبال کیا جو اُس کی شہرت۔ رتبے اور مصائب کے لحاظ سے ہونا چاہئے تھا۔ شاہنشاہ نے جہاز پر قدم رکھتے ہوئے کہا:-

”کپتان میچہ لینڈ میں ہمارے جہاز پر اپنے تئیں انگریزی قانون کی حفاظت میں دینے

کو آیا ہوں۔“

اسکے جواب میں کپتان نے اپنا سر جھکا دیا۔ پروہ شاہنشاہ کو اپنے کرنے میں لے گیا اور کمرے پر اسکو قبضہ دیدیا اس کے بعد جہاز کے افسر شاہنشاہ کی خدمت میں پیش کیے گئے۔ مگر اسی کے ساتھ جہاز کا لنگر اٹھا دیا گیا اور بادبان کھول دیے گئے تھے اور جہاز انگلستان کو روانہ کر دیا گیا تھا۔ شام جھک چلی تھی کہ ایک دوسرا انگریزی جہاز چوہتر توپوں والا جس کا نام سوپر ب تھا نظر آیا اور اس جہاز نے بلرافان کو لنگر انداز ہو جانے کا اشارہ کیا۔ سوپر ب کا کپتان بلرافان پر آیا اور شاہنشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت مانگی۔ شاہنشاہ اپنے کمرے میں جا چکا تھا۔ طولانی اور دوتا ملاقات کے بعد کپتان نے درخواست کی کہ صبح کو سوپر ب میں تشریف لا کر شاہنشاہ کھانا تناول فرمائے۔ صبح کو شاہنشاہ سوپر ب جہاز پر پہنچا اور اس کا شاہنشاہ ہوں کی طرح استقبال کیا گیا۔ جہاز کے افسر ایک دوسرے سے شاہنشاہ کی مدارات کرنے میں گویا ہمہ سہی اور بحث کرتے تھے امیر البحر نے یہ درخواست کی کہ شاہنشاہ خود اس کے جہاز پر انگلستان کو چلے کیونکہ اسکا جہاز زیادہ وسیع اور آرام دہ تھا لیکن شاہنشاہ نے اپنی معمولی مہربانی سے جواب دیا۔

”چند روز کا سفر ہے۔ تبادلہ جہاز کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ اس کے سوا کپتان لینڈ کا جی مکھانے سے مجھے افسوس ہوگا۔ خصوصاً جبکہ میرے اس کے جہاز میں جانے سے ممکن ہے کہ اس کی ترقی ہو جائے۔“

جس وقت شاہنشاہ بلرافان سے سوپر ب کو جانے لگا تھا تو کارٹون نے باقاعدہ کھڑے ہو کر اس کو سلامی دی تھی اور شاہنشاہ نے ٹھہر کر اس کو حکم دیا کہ قواعد و ضوابط اور قواعد میں آرڈر خود دیے۔ لیکن یہ دیکھ کر کہ ان کا طریقہ فرانسیزیوں کے طرز سے جدا

وہ خود سپاہیوں کی قطار میں بڑھ کر چلا گیا اور اپنے ہاتھ سے ان کی سنگینیں ایک طرف کوٹھا کر
اور پچھلی صف سے ایک ہندوق خود اپنے ہاتھ میں لے کر شاہنشاہ نے خود قواعد کا عمل
دکھایا اور جمہوری شاہنشاہ کی مشاقتی کا تمامی افسر اور ملاح دیکھ کر حیرت میں ہو گئے۔

ہوا کم اور مخالف ہونے کی وجہ سے جہاز نو دن میں انگلستان کے بندر میں پہنچا
شاہنشاہ اس زمانہ میں جہاز کے ہر شخص سے اچھی طرح واقف ہو گیا تھا۔ اور بڑے
لطف کے ساتھ جہاز کی ہر ایک چیز سے آگاہی حاصل کر لی تھی۔ سب لوگوں کی اس
کی طرف سے نہایت ہی اعلیٰ رائے ہو گئی۔ افکار کے بوجھ سے خود اس کا دل ملہکا
ہو گیا تھا اور وہ نہایت خوش و لباس تھا۔ جہاز پر ہر کام کو باقاعدہ دیکھنے سے وہ نہایت
ہی خوش ہوا۔ اور بڑی تعریف کرتا تھا۔ اس نے کہا: جس چیز سے مجھے سب سے
زیادہ حیرت و مسرت ہو وہ یہ ہے کہ سپاہی اور ملاح خاموشی اور ترتیب سے کام کرتے
ہیں۔ فرانسیسی جہازوں پر یہ حال نہیں ہے وہاں تو ہر شخص چیخا اور بچکا رہتا ہے اور ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ شور کرنے والی لہجوں کا ایک غول ہے۔

بلرافان جہاز کا ایک افسر لکھتا ہے: یہاں بھی دوسرے مقامات کی طرح
شاہنشاہ نے دلوں پر اپنے انوکھے اور غیر معمولی انسان ہونے کا سکہ بٹھال دیا ہے
اس کی توجہ اور نگاہ سے کوئی بات چھوٹی ہی نہیں۔ اس کی آنکھ ہر چیز اور شخص پر پڑے
سے لے کر چھوٹے تک جا پہنچتی ہے۔ ملازمت کا تمامی صیغہ بڑے امیر البحر سے لے کر
چھوٹے ماتحتی تک۔ ان کے فرائض۔ رائے۔ ترقی کی امیدیں۔ تنخواہ۔ درجہ۔ آرام
غرض سب ہی باتوں کو شاہنشاہ نے معلوم کر لیا اور پرتال لیا ہے۔ جہاز کے تمامی کل
پہزنے۔ کیا بادبان۔ کیا مستول۔ تانیں اور رستے اور تمام چیزیں اس نے اسی بار باریکی
کی نظر سے جانچی ہیں۔

شاہنشاہ کی جہازوں پر ایسی سخت و مدارات ہوئی تھی کہ اس کے دل سے قطعاً

سریٹ گیا تھا۔ اب وہ انگلستان کو پوری خاطر مع سے جا رہا تھا اور اُس کو مخالفانہ اور مخالف
برتاؤ کا ذرا بھی خیال باقی نہ رہا تھا۔ تمام سفر کے درمیان شاہنشاہ نہایت خوش و خوش
رہا اور اپنے غمزہ رفیقوں کو برابر تسلی دیتا جاتا تھا۔ کپتان میٹھ لینڈ کو اُس نے اپنی بیوی
اور بیٹے کی تصویر دکھا کر نہایت افسردگی سے کہا ”میٹھ لینڈ دیکھو میری بیوی اور بچہ کو
مجھ سے جدا کر لیا ہے۔“ دونوں سے مجھے بڑی محبت ہے “ اور یہ کہتے کے ساتھ
ہی اُس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

اثنائے سفر میں افسر سپاہی اور ملاح شاہنشاہ کا اُسی طرح ادب کرتے رہے
جیسا شاہنشاہ کے رفیق کرتے تھے۔ یہ سب شاہنشاہ کو حضور یا جہاں پناہ کے
ساتھ مخاطب کرتے تھے اور جب کبھی شاہنشاہ جہاز کے عرش پر آتا ہر شخص اپنی ٹوپی
آٹا لیتا۔ ۲۵۔ جولائی کو ہجے صبح کے قریب بلرافان نے ٹوربے کے بندرگاہ میں
لنگر ڈالا۔ اور جس وقت یہ اعلان کیا گیا کہ جہاز پر شاہنشاہ نپولین ہے تو لوگوں سے
بھری ہوئی کشتیوں کا بندرگاہ میں بڑا ہجوم ہو گیا۔ کشتیوں میں سب رتبے کے مرد و
عورتیں تھیں اور سب کی یہ آرزو تھی کہ اُس بڑے شخص کو ایک جھلک دیکھ لیں جس کی
شہرت سے تمام عالم بھر گیا تھا۔ شاہنشاہ نہایت مہربانی سے چند دفعہ جہاز کے عرش پر
اس عرض سے آیا کہ شتاق اُن کو دیکھ لیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سب سے دلوں میں
اُس کی اُفت بھگئی تھی۔ ایک زمیندار نے جس کی کوٹھی کے سامنے جہاز کھڑا تھا
شاہنشاہ کو مختلف میوؤں کی ٹوالی بھیجی۔ اور ہمدردی کے ثبوت دینے کو لیلڈیاں
اپنے رومال ہوا میں ہلاتی تھیں۔

سے جو ٹوربے سے چند ہی میل
امیر البحر کیہ نے پلائی متھ
کے فصل سے واقف ہے کپتان میٹھ لینڈ کو لکھا ”جس شے کی شاہنشاہ کو ضرورت
ہو مجھے فوراً لکھو اُس کے میتا کرنے سے مجھے بڑی خوشی ہوگی اور جو خواہش

شاہنشاہ کی ہو اُس کی تمیل میں میں حتیٰ المقدس می کر دنگا۔ اور شاہنشاہ کا میری طرف سے
ایسے بہت بہت شکریہ ادا کر دے اور لو کی جنگ میں جب میرا بھتیجہ مجروح ہو کر اسیر ہوا
تو شاہنشاہ نے اُس سے بڑا خسروانہ برتاؤ کر کے بے حد عنایت فرمائی تھی۔

۲۵۔ جولائی کی شب میں بلرافان نے لنگر اٹھایا اور پلائی متھ کو روانہ ہوا۔ اور ۲۶
جولائی کو دوپہر کے وقت دہاں جا پہنچا۔ مگر شاہنشاہ اور اُس کے رفتار کو یہ دیکھ کر سخت
حیرت ہوئی کہ اُس برتاؤ اور مدارات میں جواب تک ہو رہا تھا زمین و آسمان کا فرق
ہو گیا۔ کپستان میٹھ لینڈ کو جو دیکھا گیا تو نہایت ہی افسردہ اور ملول تھا۔ بہت سی مسلح
کشتیاں دوسرے جہازوں کے بیڑے سے آکر بلرافان کے گرد کھڑی ہوئیں اور
سنتریوں کی طرح بلرافان کو حراست میں لے لیا اور کسی کو یہ اجازت نہ رہی کہ میرا لہجہ
سے پاس لیے بغیر بلرافان کے قریب جاسکے۔ اور بلرافان کے سامنے دو مسلح جنگی جہاز
سمند میں پھرے پر متعین کر دیے گئے۔ اور اگر گورنمنٹ برطانیہ کو یہ خوف ہوتا کہ کشتیاں
کے جمہور پنپولین کی طرف داری کر کے اُس کو اپنا فرماں رد کر لینگے تو بھی اس سے
زیادہ بلرافان کی ضاقت ہونا ممکن نہ تھی جیسی اس وقت ہو رہی تھی۔ اور روزانہ
اخبار کے ذریعہ سے دریافت ہو کر یہ خبر بلرافان پر پہنچی کہ انگلستان کا دربار یہ بحث
کر رہا ہے کہ آیا پنپولین کو کوئی مسجد ہم کے حوالہ کر دیا جائے کہ جس طرح وہ چاہے مقام
لے۔ یا پنپولین کا کورٹ مارشل کر کے اُس کو گولی سے مار دیا جائے۔ یا اس کے
سینٹ ہلینا کے ویران جزیرہ کو بھیج دیا جائے۔ ڈیوک آف ولنگٹن جو انگلستان کے
نمائند سب سے زیادہ پر نخوت و مغرور شخص تھا اور اپنی نااہلی سے جمہوری شاہنشاہ
پنپولین سے سخت نفرت رکھتا تھا بقول مان تھولون کے اپنے مراسلات میں اسی
بات پر اصرار کر رہا تھا کہ پنپولین قتل کر دیا جائے۔

یولگ آف سسکسن

کی جہانہ اور مستقل کوششوں

کی بدولت اتنا ہوا کہ نپولین گولی سے توند مارا گیا کہ اُس کی مصائب کا ایک دم سے جلد بچ ہو جاتا۔ بلکہ جزیرہ سینٹ ہلینا کو قید کر کے بھیجا گیا جہاں توہین اور طرح طرح کی تکلیفوں سے گھل گھل کر آخر کا بہت دنوں کے بعد شاہنشاہ نے جہان دی۔

پلائی متھ کی بند گاہ میں ڈوبنے کے بند گاہ سے بھی زیادہ کشتیوں کا ہجوم ہوا تیس تیس میل کے گرد کی مخلوق اس نامی اور عظیم الشان اسیر کو دیکھنے کے لیے آکر جمع ہوئی۔ چونکہ اُس کی عظمت و شان لوگ اچھی طرح معلوم کر چکے تھے اور یہ جانتے تھے کہ نپولین جمہور کا شاہنشاہ تھا۔ لہذا کشتیاں جہاز کے گرد جمع کر کے یہ لوگ

برابر نعرے مارتے تھے اور اصل تو یہ ہے کہ نپولین کے واسطے خود فرانس میں پرس کے درمیان بھی ایسے جوش سے کبھی نعرے نہ مارے گئے تھے۔ نپولین کے آنے سے تمام انگلستان میں مجنونانہ جوش پھیل گیا تھا۔ باوجود اس کے کہ انگلستان کے وزراء نے نپولین کو اخباروں کے ذریعے سے نہایت بُری طرح ہدایت کیا لیکن جوش

جو سپاہی انگلستان کو واپس آتے تھے نپولین کی فیاضی۔ ہمدردی۔ رحم دلی کا حال جو جمہور اور غریبوں کے ساتھ وہ ظاہر کیا کرتا تھا ہر ایک گھر میں بیان کرتے تھے چونکہ وہ جمہور کا حامی تھا فطرتی طور سے جمہور اُس کی اطاعت کرتے اور اُس کو محبت رکھتے تھے۔ انگلستان کے تمامی حصوں سے پلائی متھ کو لوگ آنا شروع ہو گئے

اور عموماً بلارافان کے گرد ایک ہزار کشتیاں جمع رہنے لگیں۔ فوجی مسلح سرکاری کشتیاں جہاز کے گرد برابر گشت کرتیں اور ان کشتیوں سے بند و قیں چلائی جھانک اور اکثر ان کی جھبٹ میں بعض چھوٹی کشتیاں آجاتیں اور جانوں کا اتلاف بھی ہوتا اور اس پر بھی بڑی دشواری سے مشتاقین کی کشتیاں متورہ تین سو گن کے فاصلہ پر رہتیں۔ اور واقع میں اس قدر جوش بڑھ گیا تھا کہ گورنمنٹ برطانیہ کو حقیقتہ

میں بیخود ہو گیا تھا کہ باوجود اس کے کہ پولین انگریزی جنگی جہاز میں انگریزی بندرگاہ کے اندر
تھائیں کو انگلستان کے جمہور ہائی ویدیکے۔

سوا اتر اسکاٹ لکھتے ہیں۔ ”اسی لیے ہلاخان کی حفاظت کو دو جہاز اور متعین کر دیے
گئے اور رات کو اور دن میں ستر یوں کی تعداد بھی دو گنی اور سہ گنی کر دی گئی۔“

شاہنشاہ خیال میں ڈوبا ہوا خاموش اور مستقل تھا۔ اُس کے رفقاء کا خوف ہو
بڑا حال تھا۔ ۳۰ جولائی کی شام کو ہنری ہین بری انڈر سکرٹری آف اسٹیٹ۔ امیگرل
کے جہاز پر سوار ہو کر آیا اور ایک کاغذ کے پُرزے سے جس پر کسی کے دستخط نہ تھے شاہنشاہ
پولین کو حسبِ نیل ناچار اور مذموم فیصلہ سنایا۔

”اب زیادہ دیر نہ کرنا چاہئے اور جنرل بونا پارٹ کو آپ گورنمنٹ برطانیہ کے اراکے
سے آگاہ کر دیں اور حسبِ ذیل اطلاع دیدیں۔“

”اگر جنرل بونا پارٹ کو یورپ کی امن میں خلل ڈالنے کا پھر موقع باقی رہ گیا تو انگلستان
اور یورپ کے متحدہ فرمانرواؤں کے مقاصد کے قطعی خلاف ہوگا۔ پس یہ بات اشد
ضروری معلوم ہوئی ہے کہ متذکرہ بالا مقصد کے حصول کے لیے جہاں تک ضروری ہو
جنرل بونا پارٹ کی آزادی روک دی جائے۔ چنانچہ اُس کے آئندہ قیام کے واسطے جزیرہ
سینٹ ہلینا تجویز کیا گیا ہے اُس کی آب و ہوا صحت بخش ہو۔ اور یہ جزیرہ سمندر میں
ایسے علیحدہ مقام پر واقع ہوا ہے کہ بونا پارٹ کے ساتھ ایسی رعایت ملحوظ رکھی جائے
کہ دوسرے مقام کی سکونت سے وہ رعایت نہ کیجائیگی کیونکہ بونا پارٹ کی حراست کی
اشد ضرورت ہے اور اُس میں سخت احتیاط درکار ہے۔“

اس کے بعد ظاہر کیا گیا کہ جنرل بونا پارٹ اپنے لیے ایک ڈاکٹر اور تین افسر
سیما سیویورے اور لالیٹ کے منتخب کر لے کر اُس کے ہمراہ جائیں۔ اور نیز خالی اسٹا
یعنی غلے کے لیے بارہ آدمیوں کا انتخاب کر لے۔ یہ سب لوگ اسیران جنگ خیال

کیے جائینگے اور اسی طرح اُن کے ساتھ سلوک کیا جائیگا اور چند ہی روز میں سر جاج کا گلوں اپنے ہا ز میں ان لوگوں کو سینٹ بلینڈ لے جائیگا۔

سر جاج کاگ برن کو نہایت سخت حکم موصول ہوا کہ نپولین کو شاہنشاہ نہیں کرے بلکہ اسے صرف ایک جنرل سمجھے اور شاہنشاہ کی مقبوضہ ہر شے کی تلاشی لے یعنی کیا اسباب - کیا شراب - کیا اشیاء خوردنی - ظروف - زرقند - جواہرات - ہنڈیا اور ہر قسم کے فروختی مال کو جانچے۔ اور ہر چیز کو ضبط کر کے دزرا کے سپرد کر دے تاکہ اس کے سود کی آمدنی سے نپولین کی مجلس کے اخراجات چلائے جائیں۔

شاہنشاہ کے رشتہ داروں کو جو خانگی خدمات کے مختلف عہدوں پر مامور تھے مطلع کیا گیا کہ اگر وہ شاہنشاہ کے ہمراہ رہنا چاہتے ہیں تو اُن کو قید کی وہ تمامی دشواریاں برداشت کرنا پڑیں گی جو شاہنشاہ کی حراست اور قید کے لیے ضروری سمجھی جائیں گی۔ مسرتی گستاخ۔ یہ تجویز اسلئے کی گئی تھی کہ شاہنشاہ کے ہمراہ جانے سے لوگ خائف ہو جائیں اور اُن کے دلوں پر نامعلوم اور غیر مقررہ جرائم کی سزا کا خطرہ بٹالایا گیا تھا تاکہ وہ جان لیں کہ آئندہ اُن کو بڑی پریشانی برداشت کرنا ہوگی۔ مگر اس کا اثر قطعی اٹا ہوا یعنی جن لوگوں کو خائف کرنا اور ڈرانا چاہا تھا وہ شاہنشاہ کے ساتھ جان بچا کر نے کو تیار اور آمادہ ہو گئے۔

اس طرح برطانیہ کے امین و ضوابط کو پامال کر کے اور قانون و انصاف کا خون کر کے بلا سماعت مقدمہ یا جرم عائد کرنے کے بغیر اس نامور شاہنشاہ کو جس دوام کا حکم سنا دیا گیا۔ دزرا کو اپنے فعل کے ناجائز ہونے کا ایسا کامل یقین تھا کہ اُن میں سے کسی کو اس حکم پر دستخط کرنے کی بھی جرات نہ تھی۔ اس مذہبوم حکم کو شاہنشاہ نے خاموشی اور گہرے استقلال سے سنا اور جس وقت یہ حکم پڑھا جا رہا تھا اس کے چہرہ سے کئی بات ظاہر نہ تھی۔ اُس کو اپنے اوپر پورا اختیار حاصل تھا۔ جب حکم پڑھا جا چکا

تو شاہنشاہ نے بڑی نرمی سے جواب دیا:-

”میں تو انگلستان کا معان ہوں۔ انگلستان کا قیدی نہیں ہوں۔ برطانیہ کے قانون کی حفاظت میں اپنے تئیں اپنے اپنی خوشی سے دیا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ میرے معاملہ میں انگلستان نے اپنے قوانین سے انحراف کیا ہے اور اسی کے ساتھ دوسری اقوام کے آئین کے خلاف کیا اور میزبانی کے پاک فرائض کا بھی کچھ لحاظ نہ کیا۔ میں صاف اعتراض کرتا ہوں کہ ایسا کرنے کا برطانیہ کو حق حاصل نہ تھا اور میں اُس کو اُس کے پاس عزت و غیرت کا واسطہ دیتا ہوں۔“

جب امیر البحر سر ہنری ہین چلا گیا تو پنولین نے افسردگی کے ساتھ اپنے دوستوں سے کہا:-

”سینٹ ہلینا میں قید ہونے کا خیال نہایت ہی ہولناک ہے۔ منطقہ حارہ میں تہامی براعظموں سے دور۔ اور دنیا سے بے تعلق ہو کر اور اُن تہامی چیزوں سے جو دنیا میں مجھے عزیز ہیں علیحدہ رہ کر ایک جزیرہ میں پابہ زنجیر ہونا کیسے ستم کی بات ہی یہ اسیری تو بیہودہ رنگ کے آہنی قفس کی اسیری بھی بدتر ہے۔ اس سے تو یہی کہنا ہے کہ میں اپنے تئیں بوربون کے حوالہ کروں۔ اور یہ تماشہ تو دیکھو کہ مجھ کو جنرل کہتے ہیں۔ کسی دن وہ مجھ کو لاٹ پادری کہنے لگیں گے۔ اسیلے کہ جیسا میں سپاہ کا سردار تھا اُسی طرح میں مذہب کا بھی سردار تھا۔ اگر لندن کے مجلس میں ثاوار کے درمیان یا اور کسی قلعہ میں اگرچہ جمہور برطانیہ سے مجھے ایسا اندیشہ نہیں۔ قید کر دیتے تو مجھے اتنی شکایت نہوتی۔ لیکن یہ تو مجھے منطقہ حارہ میں ایک جزیرے کے قید کر دیتے ہیں۔ ممکن ہے کہ پھر میرے قتل کے محضر پر دستخط کر دیں۔ میرے جناح اور عادت کے تحفظ کے لیے سینٹ ہلینا کی آب و ہوا میں زندہ رہنا محال ہے۔“

اس موقع پر ذرا اسی ویر کے لیے پنولین کے انتقال میں حیش ہو گئی تھی۔

کیونکہ عجیب عجیب غیر متوقع بلاؤں اور مصائب کا اُس پر هجوم ہو گیا تھا۔ یعنی یہ پہلا موقع تھا کہ اُس کو توہین برداشت کرنا پڑی۔ دوستوں اور دنیاوی خوشیوں کو خیر باد کہنا تھا۔ سمندر کی نہایت ہی تہنا اور ویران چٹان پر تمامی زندگی اسیر رہنا تھا۔ اور ایسے خیر خواہوں اور رفیقوں سے جدائی ہوئے والی محنتی جواب تک اُس کے جاں نثار تھے اور اُس سے علیحدہ ہونا نہ چاہتے تھے۔ تھوڑی دیر تک وہ جہان کی کوٹھڑی میں ٹھلٹا رہا۔ نہایت خاموشی کے عالم میں ڈوبا ہوا تھا۔ اور اُس وقت بھی پہلے اُس کو اپنے رفیقوں کا خیال ہوا۔ وہ آہستہ آہستہ ٹھلٹا جاتا تھا اور کٹتا تھا۔

”کیا واقعی مجھے سینٹ ہلینا جانا پڑ لگا؟ کیا آدمی کی آزادی ختم ہونے پر اسے دوسروں پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے؟“

پھر لیس کیس کی طرف مخاطب ہو کر شاہنشاہ نے کہا: ”دوست لیس کیس۔ کچھ ایسا خیال ہوتا ہو کہ تم سے جدائی ہونے والی ہے۔ کیا یہ جدائی بہت زیادہ تکلیف دہ تو نہ ہوگی۔ مگر کیا تکلیف وہ ہوگی ذرا سارو حافی صدمہ ہوتا ہے اُس کو برداشت کر لینے۔ پھر تھوڑے دنوں میں ہم راہی عدم ہو جائیں گے اور سب مصائب کا خاتمہ ہو جائیگا اور پھر تم بھی دل جمعی سے اپنے بال بچوں میں رہنا۔“

لیس کیس نے کہا: ”جہاں پناہ کے یہ کیا خیالات ہیں۔ ہمارے زندہ رہنے کو ہمارے بچھلے کارنامے کافی سے زیادہ ہیں۔ اور ہم کو اپنی ماضی تاریخ مطمئن کرنے کو کافی ہے۔ کیا ہماری زندگی قیصر اور اسکندر سے کچھ کم مشہور ہو اور اس سے بھی زیادہ ہونے والا ہے۔ جہاں پناہ کے کہاں خیال ہیں۔“

اس کے بعد ہی شاہنشاہ کے دل سے فکر و غم کا غبار اتر گیا اور اُس نے فوراً جواب دیا: ”صحیح کہتے ہو۔ ہم پیٹھ کو فرصت سے اپنے کارنامہ قلم بند کریں گے۔ ہاں شیک ہم کو کام کرنا چاہیے اسلئے کہ مصروفیت سے وقت خوب کٹتا ہے۔ اور ہر شخص کو اپنی

قسمت کا لکھا پورا کرنا چاہیے۔ اور یہی میرا ہمیشہ سے بڑا دستور العمل اور عقیدہ بھی رہا ہے۔ بہت اچھا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ میں اپنی تقدیر کا لکھا پورا نہ کروں۔“ اور پھر اُس کے خیالات کچھ ایسے بدلے کہ نہایت لبثا ش ہو کر اُس نے دوسرے مضمون پر باتیں شروع کر دیں۔ بلا فان کے سب افسوں کو شاہنشاہ سے الفت و محبت ہو گئی تھی۔ کپتان سے لے کر ملحق تک کو وزراء کے برتاؤ سے جو اس ممتاز مہمان کے ساتھ ہو رہا تھا سخت بے رغبت اور غصہ تھا۔ لندن کے بہت سے مشرقی نے اس بات کی کوشش کی کہ شاہنشاہ کے ساتھ جو کچھ ہو وہ قانون کے موافق ہو۔ مگر کچھ نہوا۔

شاہنشاہ کے فرانسیسی ہمراہی سخت متروک اور پریشان تھے۔ اسیلے کہ صرف چار ہی شخصوں کو سینٹ ہیلنا جانے اور شاہنشاہ کے ہمراہ رہنے کی اجازت ہوئی تھی۔ اُن کو شاہنشاہ سے ایسی محبت تھی کہ ہر ایک اُس کے ہمراہ جانا چاہتا تھا۔ اور اسیری میں اپنی تمام زندگی اُس کے پاس رہنے کی آرزو رکھتا تھا۔ لیس کیس گستاخ ہو۔ اگرچہ ٹری بلائے بے درماں کا سامنا تھا لیکن ہم میں سے ہر ایک کو یہی دلی تمنا تھی کہ ہمراہ جانے والے چار آدمیوں میں میں بھی ہوں۔ اور ہر شخص شاہنشاہ سے بس اسی بات کی التجا

۱۷۱۱ انگریزی گورنمنٹ کو اپنے اس ناجائز فعل سے ایسی روحانی پریشانی ہوئی کہ ایک سال بعد اسے ایک قانون پاس کر کے اس فعل کو جائز قرار دیا۔ لیکن کوشش صاحب اپنی تاریخ انگلستان جلد ثالث کے صفحہ ۱۳۳ میں پوپلین کا میری ملکا اسکاٹ لینڈ سے مقابلہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ان دونوں میں سے اپنی پیدائش کے لحاظ سے ایک بھی انگلستان کی رعایا نہ تھا اور انہوں نے وہ جراثیم کیے تھے جو انگلستان کی مدد ساعث کے اندر تھے۔ پس دونوں کو برطانیہ کے قوانین کی رو سے کیونکر سزا ہو سکتی تھی اور ایسی صورت میں دونوں کا اسیر کیا جانا نہ انگلستان کے قانون کے مطابق تھا نہ قوم کے آئین کے موافق تھا۔

کرتا تھا اور ہر ایک کو یہ غم بے حال کیے ڈالتا تھا کہ کہیں ہزارہیوں کی جافت سے میں خارج نہ کرو یا جلوں۔

لندن کے دو روزانہ اخباروں نے فیاضی سے شاہنشاہ کے موافق سفایں لکھی اور جمہور کی فریاد بھی بلند ہونا شروع ہوئی۔ بلرافان کے گرد کشتیوں کی تعداد کا ایسا ہجوم ہوا کہ سرکار کی طرف سے اُن پر بند قوتوں کے فیروہنے لگے تاکہ مقررہ فاصلہ پر رہیں۔ اور جب شاہنشاہ جہاز کے عوشتے پر نمودار ہو جاتا تھا تو جمہور نہایت جوش و خروش سے نعرے مارنے لگتے تھے۔ پتولین کو یہ دیکھ کر امید ہوئی کہ گورنمنٹ جمہور کی عام راہی کا لحاظ کریگی۔

نارتھ امبرلینڈ نامی جہاز جس کا پاکستان امیرالبحر کا ک برن تھا پتولین کو سینٹ ہلینا لے جانے والا تھا یہ جہاز پورٹسٹھ میں تھا اور ایسے طولانی سفر کے لیے قطعی تیار نہ تھا مگر وزیر اے انگلستان اس سامان و طوفان کو دیکھ کر جو پتولین کے مفید روز بروز ترقی کر رہا تھا نہایت بے چین تھے اور جہاز کی روانگی پر بہت مضربور ہو رہے تھے۔ انھیں حالات کے دوران میں ایک انگریز وکیل کے مشورے سے انگلستان کی گورنمنٹ کو ایک پائل بھیجا گیا۔ جس کی نعل ہم اس موقع پر ذیل میں درج کرتے ہیں:-

اپیل

”خدا اور اُس کی پیدا کی ہوئی بشری مخلوقات کے روبرو میں سنجیدگی سے اُس ظلم کی جو میرے اوپر کیا گیا ہے اپیل کرتا ہوں مجھے اسیر کر کے اور مجھ کو میری آزادی سے محروم کر کے میرے حقوق تلف کیے گئے ہیں۔ بلرافان پر میں جو ذاپنی مرضی سے آیا۔ میں قیدی نہیں ہوں۔ میں انگلستان کا مہمان ہوں۔ میں خود کپتان کے اشارے سے

انگریزی جہاز نہ آیا جس نے مجھ سے کہا کہ انگریزی گورنمنٹ کا اُس کو حکم ہو چکا ہے کہ اگر میری مرضی ہو تو انگلستان جانے کو مع اپنے رفقاء کے بلرافان پر چلا آؤں جہاں کپتان میسر استقبال کریگا اور مجھ کو انگلستان پہنچائیگا۔ لہذا بڑے اعتماد کے ساتھ میں جا رہا کیا اور اپنے تئیں انگریزی قانون کی حفاظت میں دیا۔ اور جب میں ایک دفعہ انگریزی جہاز بلرافان پر آیا تو انگریزی مہاں نوازی کا مستحق ہو گیا۔ اور اگر انگریزی گورنمنٹ کا اپنے کپتان کو میرے استقبال کا حکم دینے سے میرے واسطے جاں بچانے سے ممانعت تو اس سے برطانیہ کے جھنڈے کی بے عزتی ہوئی اور برطانیہ کی آبرو کو داغ لگا۔ اور اگر وہ احکام جو میرے لیے جاری ہوئے ہیں واقعی اُن کا نفاذ بھی ہوا تو آج سے انگریزوں کو لازم ہو کہ اپنی راسبتمتازی۔ قوانین اور آزادی کا نام لینا چھوڑ دیں۔ بلرافان کے واقعہ سے انگریزی ایمان اور نیک نیتی کا خاتمہ ہو جائیگا۔

میں تاریخ نگاروں سے بھی اپیل کرتا ہوں۔ تاریخ میں لکھا جائیگا کہ ایک مخالفت نے جس کا نام نیولین بونا پارٹ تھا انگلستان کے خلاف پچیس سال جنگ کی اور اپنی مصیبت کے ہنگام میں وہ خود اپنی خواہش و مرضی سے انگریزوں کے قانون حفاظت میں چلا آیا۔ اور اس سے بڑھ کر اپنے اعتماد اور اُس عزت کا جو انگلستان کی اُس کے دل میں تھی وہ اور کیا ثبوت دے سکتا تھا۔ لیکن اس عالی حوصلگی کا انگلستان نے کیا جواب دیا؟ انگلستان نے ہاتھ بڑھا کر اُس کو اپنا مہمان بنانے کے لیے بلایا اور جب وہ چلا آیا تو اُس کا خاتمہ کر دیا۔“

نیولین

از مقام۔ سمندر۔ بلرافان جہاز

۴۔ اگست ۱۸۵۸ء

دوسرے دن کی شام کو شاہنشاہ نے جبکہ وہ آہستہ آہستہ جہاز کے گوشے پر

ٹل رہا تھا الماس کا قیمتی گلوبند اپنی واسکٹ کے نیچے سے نکالا اور ٹٹلتے ہی ٹٹلتے چھٹی طور سے لیس کیس کے ہاتھ میں دیدیا اور کہا "اسے میرے واسطے رکھ لو" یہ گلوبند پورٹس نے شاہنشاہ کو چلتے وقت زبردستی دے دیا تھا کہ ضرورت کے وقت کام آجائیگا۔ او پھر شاہنشاہ ایک دوسرے مضمون پر باتیں کرنے لگا گویا کہ ٹٹلنے کے دوران میں کچھ ہوا ہی نہ تھا۔

لندن کے قانون والوں کو گولڈ نے نیپولین کو وزرا کے پنجے سے نکلانے اور انگلستان کے قانون کی حفاظت میں لینے کے دو طریقے تجویز کیے تھے۔ ایک تو یہ تھا کہ سیدیس کارپس کے ذریعے سے نیپولین کو دوسری عدالت میں منتقل کیا جائے اور پھر ایک نہایت مشہور مقدمہ میں اُس کو فرانسیسی بحری طاقت کی حالت دریافت کرنے کی غرض سے بطور گواہ کے عدالت میں طلب کرانے کا ارادہ بھی کیا گیا۔ اورشن کی تعمیل کرانے کو ایک افسر لارڈ کیتھ امیر البحر انگلستان کے پاس جا پہنچا۔ مگر لارڈ کیتھ نے اس افسر کی کشتی کو علمبرہ روک دیا اور آپ جھٹ ایک بارہ ڈانڈی کشتی میں بیٹھ روانہ ہو گیا۔ جب تعمیل کرانے والے افسر کو یہ بات معلوم ہوئی کہ لارڈ کیتھ بھاگا جا رہا، کہشن کی کھاروائی نہ ہونے پاوے تو افسر نے اپنی کشتی کو لارڈ کیتھ کی کشتی کی پیچھے دوڑایا اور خوب ہی گھوڑوڑ ہوئی۔ لیکن لارڈ کیتھ کی کشتی تو بارہ ڈانڈی تھی ہرگز ہاتھ نہ آئی۔ اس واقعہ کا حال معلوم ہونے سے انگلستان میں بڑا مذاق اڑایا گیا اور بہت سے نیک دل لوگوں کو سخت غصہ بھی آیا۔

جب انگلستان کی گورنمنٹ نے یہ دیکھا کہ اُن کے دائم الجبس شکار گورنر کوٹھ کر اوگھل گھل کر مرنے کی مصیبت سے بچانے کی انگلستانیوں کی طرف سے

۱۵۔ جیس کارپس۔ پروانہ طلبی قیدی کا۔ یا کسی شخص کو محکوم بنا

سے دوسری عدالت میں بھیجنے کا پروانہ۔ مترجم ۱۲

یوں کوشش ہونے لگی تو انہوں نے فوراً حکم جاری کر دیا کہ بلرافان بند گاہ کو چھوڑ کر دوسری طرف
چلا جائے اور تار بے کے سامنے اُس وقت تک گشت کرتا رہی جب تک کہ پورے سمتھ سے
سینٹ ہلینا جانے والے جہاز اُس کے پاس پہنچیں۔ انگریزی قوم کی اس سے بڑی
تعریف نکلتی ہے کہ نیولین کی خلاصی میں اُس نے ایسی کوشش کا اظہار کیا کہ حرم کے مرکب
وزرا کی یہ بہت ننوی کہ نیولین کو وہ کسی انگلستانی بندر گاہ میں اطمینان کے ساتھ
رکھ سکتے۔ اگرچہ سخت طوفان برپا تھا اور سمندر کی حالت نموج سے مخدوش تھی لیکن حکم
پہنچتے ہی بلرافان کو لنگر اٹھانا اور کھلے سمندر میں جانا پڑا۔ اسی حالت میں بلرافان
کئی دن تک رہا اور جہاز کی حرکت اور دھلکوں سے تمام جہاز والوں کو سخت ایذا پہنچے۔

۱۔ باوجودیکہ گورنمنٹ کی طرف سے نیولین طرح طرح سے بدنام کیا جاتا تھا لیکن رفتہ رفتہ جب اُس کے
اصلی عادات و صفات کا حال و ثقی کے ساتھ معلوم ہونے لگا تو گورنمنٹ کا بھوٹ و دیکھ گیا اور نیولین کی
طرف سے لوگوں کا خیال پلٹا اور فریب خوردہ انگلستانی اُس کے پرچوش مداح ہو گئے اور اُن کی آہوں
کی کثیر تعداد کا کیا بیان کیا جائے جنہوں نے کبھی دھوکا نہ کھایا تھا۔ اور نیولین کے خیر خواہوں نے اپنی
طاقت بھرے کوشش کی کہ حکم سزا کی سختی میں نرمی کی جائے اور جب اپنی گورنمنٹ سے رحم کرنے کی
درخواستیں کرتے کرتے وہ عاجز آ گئے اور نتیجہ نکلا تو پھر انہوں نے دوسرے طریقے اگرچہ وہ نامور
تھے اختیار کیے۔ پہلے تو سپریم کاپس کی رو سے انہوں نے یہ استدعا کی نیولین جہاز سے منتقل کیا
اور ساحل پر اتارا جائے۔ لیکن یہ بات آئین کے خلاف ثابت ہوئی کیونکہ نیولین انگریزی قوم سے نہ تھا بلکہ
ایک غیر قوم سے تھا۔ اس کے بعد ایک مقدمہ میں تو اہی دینے کیلئے اُس کو بذریعہ ثمن طلب کرنے
اور ساحل پر اتارنے کا قصد کیا گیا۔ یہ مقدمہ ایک بحری افسر کا تھا جس نے بتک عزت کی نالاش کی تھی
جب جمہور کی طرف سے نیولین کے واسطے ایسی ایسی کوششیں ہونے لگیں تو حکم بحری کے بورڈ اور
اور اُس کے افسر لارڈ کیتھ کو سخت پریشانی اور بھڑاسی ہوئی۔ مافوق از تاریخ نیولین۔ مصنفہ جارج۔ ایم۔ شپی
(مطبوعہ لندن ۱۸۸۴ء)

شاہنشاہ کے اپنے رفقاؤں سے گرا تڈ مارشل برٹ ریٹڈ۔ کونٹ مان تھو کون۔ اور کونٹ لیس کس کو اپنے ہمراہ جانے کے لیے منتخب کیا۔ لیکن جنرل گور کا رٹو کو اپنے رہ جانے اور شاہنشاہ کے ہمراہ نہ جاسکنے کے خیال سے ایسی باؤسی ہوئی کہ اُس نے بڑی عجز و زاری کے ساتھ اپنے معاملہ پر بحث کی اور آخر نتیجہ یہ ہوا کہ لیس کس تو شاہنشاہ کا پریویٹ سکرٹری کر دیا گیا اور جنرل گور کا رٹو رفیق مقرر ہوا۔

۷۔ اگست کو تار بلے میں نارتھ امبر لینڈ نامی جہاز مع اور دو جہازوں کے آیا۔ امیر البحر کتیہ اور امیر البحر کاک برن۔ بلز افان جہاز پر آئے۔ دونوں کو اُس شرم ناک کام کی انجمن وہی سے جو اُن کے سپرد ہوا تھا سخت ہی ندامت و پریشانی تھی۔ امیر البحر کتیہ نہایت پاکیزہ اخلاق شخص تھا۔ اور اس توہین سے جو انگلستان کی گورنمنٹ پنولین کی شان میں کر رہی تھی اُس کے قلب پر بڑا صدمہ تھا۔ اُس کا چہرہ مارے ندامت کو متغیر ہو گیا اور اُس کی آوازیں لغزش تھی اور اسی حالت میں اُس نے شاہنشاہ سے کہا کہ ”میں آپ کا اور ہمراہیوں کا اسباب معانہ کر ڈنگا اور مجھ کو حکم ہوا ہے کہ جو کچھ زر نقد پاؤں لیجاؤں۔ اور میں یقین دلاتا ہوں کہ گورنمنٹ کی یہ نیت نہیں ہے کہ جنرل بوناپارٹ کا مال لے لیا جائے۔ بلکہ یہ نشانہ ہے کہ مال کی حفاظت کی جائے اور روپیہ محفوظ رہے اور بوناپارٹ کو اپنی رہائی کی کوششوں میں اُس کے برباد کرنے کا موقع نہ ملے اور مجھے یہ بھی کہ دینے کا اختیار دیا گیا ہے کہ جنرل بوناپارٹ اپنے مرنے سے قبل وصیت کے ذریعہ سے اپنے روپیہ کا انتظام کر سکتا ہے اور انگریزی گورنمنٹ اُس کے وصیت نامہ کا پورا اٹھا دے گی۔“ شاہنشاہ اور اُس کے رفقاؤں کو یہ حکم بھی ہوا کہ اپنی تلواریں ویدیں۔ جنرل بوناپارٹ کو یہ اطلاع بھی دی گئی کہ اگر وہ بھانسنے کی کوشش کر لگا تو زیادہ سختی کے ساتھ قید کیا جائیگا۔ اور چند ماہ بعد پرنسٹن سے یہ حکم پاس ہوا کہ شاہنشاہ کے رفقاؤں میں سے جو شخص شاہنشاہ کی فراری کی

بجائز کر گیا سزاے موت کا مستوجب ہوگا۔

امیر البحر کاک ہرن نے تلاشی کا ذلیل کام شروع کیا۔ لیکن فرانسیسی سفارت نے ایسے ہنگامِ دولت میں تلاشی کے وقت اپنی موجودگی کو ہرگز گوارا نہ کیا۔ شاہنشاہ کے قہر کا مارچنڈ نے تلاشی کے واسطے صندوقوں کو کھولنا شروع کیا۔ خوب بھی طرح تلاشی لی گئی اور ایک چیز کا ملاحظہ کیا گیا۔ حتیٰ کہ شاہنشاہ کے پینے کے کپڑے بھی دیکھے گئے۔

قریب ایک لاکھ فرانک کی اشرفیاں صندوقوں سے برآمد ہوئیں جن میں سو ساٹھے بارہ ہزار فرانک کی اشرفیاں مارچنڈ کے پاس چھوڑی گئیں کہ بلازمین کی تحوہ دی جاوے لیکن امیر البحر صاحب نے شاہنشاہ کی جیبوں میں عنایت کر کے ہاتھ نہ ڈالا اور نہ اُس سے یہ فرمایا کہ اپنی جامِ تلاشی بھی دیدے۔ اور اس ذریعہ سے تقریباً چالیس لاکھ فرانک کے الماس اور ہنڈیاں بچ گئیں۔

اب دونوں امیر البحر اُس کمرے میں آئے جہاں کھڑکی کے پاس شاہنشاہ افروز اور خاموش کھڑا ہوا تھا۔ اور لیس لیس۔ کونٹ مان تھولون۔ جنرل برٹ ریٹنڈ اور جنرل گورگار ڈیغصہ سے اُگ اُس کے قریب ایسا وہ تھے۔ لارڈ کیتھ اب اُس حکم کی تعمیل کر رہے تھے۔ اور اُس نے نفرت کرتی ہوئی آواز اور پریشانی اور ندامت کے ساتھ شاہنشاہ سے کہا: ”انگلستان آپ کی تلوار طلب کرتا ہے۔“

اس الوطی درخواست پر ایسا معلوم ہوا کہ شاہنشاہ اپنی سپح سے چونک سا پڑا۔ اور اُس نے اپنی تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈال کر لارڈ کیتھ کی طرف ایسے غیظ کی نگاہ سے دیکھا کہ جس کی تاب کوئی کبھی نہ لاسکا تھا۔ بس ہی کافی تھا۔ اور لارڈ کیتھ کی بہت آگے کچھ بولنے یا کہنے کی نہ پڑی اور اپنے سر کو جس کے بال پیری سے سفید ہو چکے تھے۔ ادب سے جھکایا۔ اُس کے فیاض دل سے ہنوسکا کہ نامہ معلوم کے دل کو مزید

توہین کے فخر سے مجروح کرے۔ اور نہایت مودبانہ سلام کر کے باول ناشاد و شاہنشاہ کے حضور سے ہٹ آیا۔ لارڈ کیتھ کے سکریٹری نے تھوڑی دیر میں یاد دہانی کی کہ تلوار کے لینے کے متعلق گورنمنٹ کا تاکیدی حکم ہے۔ اس پر لارڈ کیتھ نے گھوم کر نہایت غصہ سے کہا: بس خاموش۔ تم اپنا کام کرو۔

اس کے بعد پنولین نے کپتان میتھ لینڈ کو بلا کر کہا: میں نے تم کو اس وقت ایسلیم بلایا ہے کہ میں تمہارا شکریہ ادا کروں۔ جب سے میں بلاخان جہاز پر آیا ہوں تم نے طرح طرح کی مہربانی اور توجہ کی ہے اور میں تم سے یہ درخواست بھی کرتا ہوں کہ جا کر دوسرے افسروں کا بھی میری طرف سے شکریہ ادا کرو۔ میری توقع کے قطعی خلاف انگلستان نے مجھ سے سلوک کیا۔ لیکن یہ انصاف کی بات ہرگز نہیں ہو سکتی کہ گورنمنٹ کے چال چلن سے جمہور کے چال چلن کا اندازہ کیا جائے اور میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ شروع سے آخر تک تمہارا برتاؤ میرے ساتھ نہایت شریفانہ رہا ہے۔

پنولین نے اُن لوگوں کو جن کو اُس کے ہمراہ جانے سے ممانعت کی گئی تھی بتاتا افسوس کے ساتھ فصاحت کیا۔ ان لوگوں کو سخت صدمہ تھا اور ان میں سے بہت سے زار زار روتے تھے۔ لیس لیس نے اپنی فرط جان نشاری سے اپنے بچوں اور بیوی کو بھی چھوڑ دیا اور وہ لارڈ کیتھ سے کہنے لگا: لارڈ ویکھو۔ اس وقت وہی لوگ رو رہے ہیں جن کو شاہنشاہ کے ساتھ جانے کی اجازت نہیں ملی ہے۔ پنولین نے فرانسیسی طریقے سے بڑی محبت کے ساتھ جنرل لال منڈ اور ڈیوک آف رووی کو گھٹے سے لگایا اور اُن کے سینہ کو اپنے سینہ سے دبا کر اپنے رخسار کو اُن کے رخساروں سے لگا دیا۔ پنولین نے توہی مضبوط کر کے اپنے اشکوں کو روک لیا تھا لیکن اُن دونوں کی آنکھوں سے برابر آنسو جاری تھے۔

فرانسیسی گورنمنٹ نے ڈیوک آف رووی کو اور لال منڈ کو حفاظت قانونی سے

صلحہ کر دیا تھا اور اب گورنمنٹ برطانیہ نے اُن کو نپولین کے ہمراہ سینٹ ہلینا جانے کی نجات
 کر دی لہذا ان ممتاز آدمیوں کی اجل سر پر پہنچی۔ ان کی خطا صرف اسی قدر تھی کہ اپنے
 شاہنشاہ کے ساتھ جاں نثاری کی تھی۔ اس کے بعد ان پر جو مصیبتیں پڑیں اُن کا
 بیان ہولناک ہے یعنی افلاس کا شکار ہوئے۔ ستائے گئے۔ جلا وطن ہوئے۔
 پائنٹ کو سکی رولینڈ کا ایک سپاہی تھا اور ترقیاں پا کر بڑا افسر ہوا تھا۔ یہ افسر رازدار
 رور ہا تھا اور لارڈ وگیتھ سے التجا کرتا تھا کہ اُس کو شاہنشاہ کے ہمراہ ایک ذلیل سے
 ذلیل خدمتگار کی حیثیت میں جانے کی اجازت دینی جائے۔

مسٹر امیر ایلر فان جہاز کا ڈاکٹر تھا۔ اور اُس کو نپولین سے ایسی محبت ہوئی
 تھی کہ اُس نے نپولین کے ہمراہ جانے اور اُس کے خانگی طبیب کے عہدے کو بڑی
 خوشی سے قبول کر لیا۔ اے کے قریب وہ بحرِ آہوینچا جس میں نپولین سوار ہو کر نارتھ
 امیرلیٹ جہاز پر جانے کو تھا۔ جب نپولین جہاز سے بحرِ آہوینچا کو چلا تو سپاہیوں
 نے سلامی دی اور طبقہ نورٹین دفعہ اسی طریقے سے بجایا جو جنرل افسر کے لیے بجایا جاتا
 ہے۔ نپولین نے اپنے سر سے ٹوپی اتار کر کہا: کپتان بیٹھ لینڈ اب یہ آخری موقع ہے کہ
 میں تمھارا تمھارے سلوک کے معاوضہ میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جب تک میں ہلر فان
 پر رہا تمھارا بڑا وُنا بیت شریفانہ رہا۔ اور پھر دوسرے افسروں کی طرف مخاطب
 ہو کر بولا: اے شرف۔ میں تمھارے کپتان سے درخواست کی ہے کہ میری
 طرف سے تمھارا بھی شکریہ ادا کرے۔ اور نیز اُن کا جو میرے شریک حال ہے
 ہیں۔ اور ہلر فان سے بحرِ آہوینچا میں اتر کر جانے سے پہلے شاہنشاہ نے تین دفعہ
 ملاحوں کے سامنے جو مضامین باندھے کھڑے تھے اپنا سر جھکا دیا۔ اُس کے پیچھے
 فرانسیسی افسر اُن کی لیڈیاں اور لارڈ وگیتھ تھے۔ اور جب بحرِ آہوینچا میں اُن کو
 کھڑے ہو کر اپنی ٹوپی سر سے اتاری اور پہلے جہاز کے افسروں اور پھر سپاہیوں کے

سلٹنے سنبھلایا۔ اور پھر نتیجہ کر نہایت استقلال و اخلاق سے لارڈ کیتھ کے ساتھ باتیں کرنا شروع کیں۔
 پنپولین کے ہمراہ کونٹ مان کھولوں اُس کی لینڈی۔ اور بچہ۔ کونٹ برٹ ریٹھ مع
 بیوی اور تین بچوں کے بیرن گورگارڈ۔ کونٹ لیس کیس اور ڈاکٹر بانی امیرا تھے۔ اور مختلف
 عہدوں پر تین اور ملازم تھے اور ان سب کی مجموعی تعداد چوبیس تھی۔
 سر جارج کاک برن کو گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے صاف حکم تھا کہ پنپولین کو
 شاہنشاہ ہرگز نہ خیال کرے بلکہ ایک جنرل سمجھے۔ گورنمنٹ برطانیہ کو آخر تک
 اسی پر اصرار رہا کہ پنپولین غاصب تھا۔ جب پنپولین کو اس حکم کی اطلاع ہوئی تو اُس
 صرف اسی قدر کہا: ”اُن کو جو جی میں آئے کہنے دو۔ مجھ کو پنپولین ہونے سے تو وہ روک
 نہیں سکتے۔“

نارتھ امبرلینڈ جہاز میں ایک ہزار سے زیادہ ملاح تھے۔ جب بحر انارتھ امبرلینڈ
 جہاز کے قریب پہونچا تو جہاز کے ہر شخص کی نگاہ اُسی شخص کی طرف جمی ہوئی تھی جس کو
 دنیا نے اُس زمانہ کا سب سے زیادہ حیرت انگیز شخص تسلیم کر لیا ہے۔ اور جب شاہنشاہ آہستہ
 آہستہ زینے سے چڑھ کر نارتھ امبرلینڈ جہاز پر پہونچا اور عوشتے پر ٹھہرا ہوا تو ایک سائے
 کا عالم تھا اور عجیب خاموشی چھا گئی تھی۔ نارتھ امبرلینڈ کے افسر ایک گروہ میں جمع تھے اور
 جب گارڈ نے سلامی دی اور باجہ پنپولین نے سر سے ٹوپی اتار لی اور قریب کے افسروں
 سے اخلاق کے ساتھ چند باتیں کر کے اپنے قیام کے کمرے میں چلا گیا۔

گورنمنٹ برطانیہ کی یہ کارروائی نہایت عجیب تھی کہ پنپولین شاہنشاہ تسلیم نہ کیا
 جاتا تھا۔ باوجودیکہ یورپ کے بہت بڑے حصہ پر وہ فرمانروائی کو چکا تھا اور اُس نے
 بادشاہ بنا دیے تھے اور یورپ کے تاجداروں نے اُسے شاہنشاہ تسلیم کر لیا تھا۔
 لیکن پنپولین بڑا عالی ظرف تھا اور اُس میں ایسی کمزوریاں نہ تھیں۔ اُس نے تو یہ
 ارادہ کر لیا تھا کہ کرنل ڈیوراک یا کرنل میورن کا نام اختیار کر لے۔ مگر اس دعوے

سے کہ فرانسیسی قوم باغی تھی۔ اور اُس کو اپنے قواں روا کے انتخاب کا استحقاق نہ تھا۔ لیکن کو ضرور غصہ آیا اور اُس کو غیرت کے ساتھ مقابلہ کرنے کی ترغیب و تحریک ہوئی۔
برطانیہ کے اس فعل پر کیا تک افسوس کیا جائے کہ اُس نے ایک شاہانہ فیاضی کی مثال دکھانے کا موقع ہاتھ سے کھو کر اپنی قومی تاریخ کو ممتاز نہ کیا۔ اگر نپولین کی اہل فیاضی کے ساتھ کر لی جاتی تو اس ایک فعل سے بہت سے مظالم جو برطانیہ کے ہاتھ سے ہوئے تھے فراموش کر دیے جاتے۔ اور اب کوئی برطانیہ کا خیر خواہ جس میں ذرا بھی غیرت ہو ایسا نہیں کہ نپولین یا سینٹ ہلینا کا نام سنے اور شرم سے ہانی پانی نہ ہو جائے۔

دو کلاں اور سات چھوٹے جنگی جہاز جن پر فوجیں تھیں بحری سفر کے لیے تیار تھے اور ہ۔ اگست کو تمام بیڑہ ایک تنہا آدمی کی محافظت کرتا ہوا سینٹ ہلینا کو روانہ ہو گیا۔ نپولین کے چال چلن کی عظمت اور اُس کے قوی اثر کا جو یورپ کے جمہور کے دلوں پر اُس نے حاصل کیا تھا اس سے پتہ چل سکتا ہے کہ یہ بات ضروری خیال کی گئی کہ وہ فرانس کے ساحل سے دو ہزار میل کے فاصلہ پر ایک ویران سنگلاخ جزیرے میں اس طرح قید کیا جائے کہ اُس کے تنہا جھونپڑے کے گرد سنگین فوجیں متعین ہوں اور مسلح جنگی جہازوں کا زبردست بیڑا جزیرہ کو گھیرے رہے۔ پس کوئی شبہ نہیں کہ اپنی شان و عظمت کے اعتبار سے نپولین کا کوئی حریف نہیں اور واقعی وہ عظیم النظیر ہے۔
ادھر تو نپولین کے ساتھ یہ ہو رہا تھا اور ادھر ویلنگٹن اور بوٹھرپس کی طرف زور و شور سے بڑھے چلے آتے تھے۔ بوٹھرپس نے ظلم کے ساتھ اُس ملک کو جس پر اُس کا گذر ہوتا تھا دیران اور برباد کر رہا تھا۔ فرانسیسی سپاہ کا دل اپنے شاہنشاہ کے ہاتھ سے جاتے رہنے پر ٹوٹ گیا تھا۔ اور عارضی گورنمنٹ کی طرف سے جنگ کرنا نہ ہا ہستی تھی۔ چند خوریز لڑائیوں کے بعد پیرس پھر دشمنوں کے حوالہ کیا گیا اور

پرتگیزیہ اور انگلستان کی فوجیں بڑی شادمانی سے ٹوٹی لڑی اور کیمسٹریائی سی میں اگر مقیم تھیں
فرانس ذلیل و خوار ہو گیا اور اُس کا یہ جرم کہ اپنا فراں رو اکیوں منتخب کیا غیر قابل معافی ٹھہرا
گیا۔ بلو شرتشہ شراب سے مہوش ہو رہا تھا اور چاہتا تھا کہ دریائے سین کے نامی پل کو بجا
نام صنیا برج تھا آڑا دے لیکن بڑی دشواری سے وہ اس ارادہ سے باز دکھا گیا۔ اور
پلیس وینڈوم کا یادگار بھی بربادی سے بڑی وقت کے ساتھ بچا گیا۔

اس کے بعد اپنی بے شمار افواج کے ساتھ متحدہ بادشاہ بھی آپہنچے۔ بے رحمی
کے ساتھ فرانس کے پرزے کر ڈالے گئے۔ اُس کے مستحکم قلعے متحدہ بادشاہوں کی
نذر ہوئے۔ لووری سے فنون لطیفہ کی یادگاریں یعنی ناور تصاویر جو متحدہ بادشاہوں
نے ہولین کو اپنے پر فریب حملوں اور پورشتوں کی پاداش میں نذر دی تھیں اُتار لی گئیں
اور ایک ارب تہن کروڑ پچھتر لاکھ فرانک کی خطیر رقم اُن لڑائیوں کے مصارف کے
متعلق فرانس کے جمہور سے بر جبر وصول کی گئی جو متحدہ بادشاہوں نے فرانس کی
خود مختاری میٹ دینے کو لڑی تھیں۔ اور فرانس کی سرحد پر قلعوں میں ڈیڑھ لاکھ فوج
متحدہ بادشاہوں نے فرانس کو مطیع رکھنے کی غرض سے قائم کر دی اور تین برس
سے لے کر پانچ برس تک اُس کا خراج فرانس سے دیا جانا تجویز کیا اور آخر میں تمامی رسی
فوج کی ایک میدان میں نمائش ہوئی اور شادمانی کا جشن ختم کیا گیا۔ اس زبردست
فوج میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار سپاہی۔ اٹھائیس ہزار سوار اور پانسو چالیس ضرب
توپیں تھیں۔ چالوئس کے قریب ایک نہایت وسیع میدان میں یہ فوج جمع کی گئی
اور ایک بلندی سے ایک توپ کا فیر کر کے اشارہ کیا گیا اور تمامی فوج نے تین نعرہ
مارے۔ یہ خوفناک آواز فرانس کے ہر گوشے میں سنی گئی۔ یعنی فرانس کی آزادی اور
خود مختاری قبر میں جاسوئی۔ پس ایسا شادمانی کا نعرہ تھا جو یورپ کے خود سر تاجداروں
نے فرانس کے اندر بلند کیا تھا۔ اس کے بعد بوربون کے چند شرکاء کے سوا فرانسیس کا

کو لٹا ایسا بشر تھا جو کھنڈاں سے مل کر نہ کتا تھا۔ ہاے سینے شاہنشاہ نپولین کا ساتھ کیوں نہ دیا اور اس کے عاقلانہ مشوروں کو کیوں نہ مان لیا کہ آج فرانس کی یکتا نہوتی۔ اب صاف ثابت ہو گیا تھا کہ متحدہ بادشاہان پورہ پورہ اور یورپوں غاصبوں کی دہشت گردی کا مقابلہ کرنے والی جو گورنمنٹ ہو سکتی تھی اور وہ اسی وضع کی گورنمنٹ ہو سکتی تھی جو نپولین نے بڑی داناہی سے قائم کی تھی۔ لیکن اب بچپن سے کیا ہوتا تھا کیونکہ نپولین تو انگریزی جہاز میں قید ہو کر سینٹ ہلینا کو اسیری کی حالت میں مرنے کو جا رہا تھا۔ فرانسیسوں کی ٹشکیں بندہ چکی تھیں۔ فرانس کے مجروح جسم سے خون بہ رہا تھا اور وہ تھک چکی تھی لہذا اب مقابلہ نہ کیا جاسکتا تھا۔

پیرس جب مخالفوں کے حوالے کیا گیا تو صاف اعلان کر دیا گیا تھا کہ گذشتہ زمانہ صدر روزہ کے متعلق کسی شخص سے اس کی ملکی کارروائیوں یا رے کے بارے میں کسی قسم کی باز پرس نہ کی جائیگی۔ ویلنگٹن اور بلوشر نے اس موقع پر جملہ شرائط کو طے کیا تھا اور ان کے بادشاہوں نے شرائط کی تصدیق کر دی تھی۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ متحدہ بادشاہوں نے کبھی کوئی عہد نامہ یا صلح نامہ اس نیت سے نہ کیا کہ ان کا رتبہ بھی ہوں۔ اور لیجے اتحادی آدمی تو جلا وطن کیے گئے اور تین شخصوں کو سزا موت دی گئی۔ اور ان تین میں مارشل نے بھی ایک تھا جو نپولین کی ایلبا سے واپسی پر بڑی فیاضی سے اس کا شکریہ ہوا تھا لیکن نپولین ایسا شاہنشاہ تھا کہ ایسے جرائم کو اپنی عالی حوصلگی سے ضرور معاف کر دیتا۔ چنانچہ یہ نامور مارشل جو فرانس کی طرف ہو کر سولڑائیوں میں جاں بازی کر چکا تھا۔ اور فرانس کے خلاف کبھی ایک جنگ میں بھی شریک نہ ہوا تھا لکسم برگ کے باغ میں کتے کی طرح جسے گولی سے مار دیے جانے کو پہنچایا گیا۔ اگرچہ نہ ہی اعتبار سے وہ زمانہ بڑی تاریکی کا تھا لیکن مارشل نے پچا علیسائی تھا اور اس نے ایک پادری کو بلا کر

آخری مذہبی رسوم کو ادا کیا اور کہا: کہ میں اُسی طرح مرنا چاہتا ہوں جس طرح ایک عیسائی کو زیبا ہو۔“

سپاہیوں سے چند فٹ کے فاصلہ پر وہ تن کر سیدھا کھڑا ہوا اور اپنی ٹوپی اپنے بائیں ہاتھ میں لے لی اور سیدھا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لیا۔ اور بند و قوں کو ایک نظر دیکھ کر کہا: ”ہاں رفیقو فیرو کرد۔“ اور دس گولیاں اُس کے سینے کو توڑ کر باڑھ لگ گئیں اور مارشل بے جان ہو کر زمین پر گر پڑا۔ مارشل نے سے زیادہ لعنت والا۔ زیادہ ہٹا زیادہ مہربان دوست اور زیادہ جاں نثار محب وطن دوسرا کوئی نہ ہوا۔ اُس کی بیوی نے کوئی ہیجیم کے قدموں پر گر کر التجا کی تھی کہ اُس کا شوہر معاف کر دیا جائے۔ لیکن ترش روئی کے ساتھ اُس کی التجا نا منظور کی گئی۔ اور جب اس خاتون کو اپنے شوہر کے مارے جانے کی اطلاع ہوئی تو اُس نے جی کا کام ہو گیا اور اپنے رُسیق شوہر کے پیچھے بہت جلد وہ بھی ملک عدم کی راہی ہو گئی۔

قومی معاہدے سے یوں پھر جانے پر وہ کولنسا ایسا خیریت دار شخص ہے کچھ ولینگٹن پر لعنت نہ کر لیا یعنی مارشل نے کے قتل کو اُس نے رد رکھا۔ کوئی پروا کی بات نہ تھی کہ متحدہ بادشاہوں نے مارشل نے کو کہاں تک اور کس قدر مجرم خیال کیا تھا۔ حمد نامہ تو ولینگٹن ہی نے کیا تھا اور مارشل نے کی حفاظت کا اُس میں وعدہ تھا۔ اور ولینگٹن نے اُس پر دستخط کیے تھے۔ اور دنیا کی نکتہ چینی اور ملامت کا بار جیسا ولینگٹن پر پڑا ہے اتنا بلوشر سے لعلق نہیں ہوا۔ ایلے کہ اس پر دُشیا کے لئے کوئی عیاش سوار بلوشر سے سوائے ظلم و تقدی کے کسی اور بات کی توقع نہ ہو سکتی تھی لیکن افسوس تو انگلستان کے نامور ڈیوک پر ہے کہ اُس نے بدقسمتی سے اپنے دل کو تعصب کے غصہ سے تاریک ہو جانے دیا۔

ذیل میں برین جونی کی شہادت لکھی جاتی ہے جو لطف کے ساتھ پڑھی جائیگی۔

دی ہے جس نے پتولین سے فذاری کی محنت اور اسکندر کا مصاحب ہو گیا تھا۔ اگرچہ جو سی معاملات ملکی کے اعتبار سے مخالف ہو گیا تھا لیکن عالی حوصلگی سے خالی نہ تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ یہ خیال کیا گیا ہے کہ اگر پتولین اسکندر کی فیاضی پر اعتماد کر کے اُس کے پاس چلا آتا تو اُس کے ساتھ بہت اچھا سلوک ہوا ہوتا۔ آنے والی نسلیں اُس سلوک کو متعلق انصاف سے رائے قائم کریں گی جو پتولین کے ساتھ ہوا۔ یعنی دوسرے نصف کرہ مغربی میں وہ اسیر کیا گیا اور اُس کے پاس کچھ باقی نہ چھوڑا گیا۔ جو کچھ اُس کے بس میں تھا وہ صرف اسی قدر تھا کہ اپنے کارنامے کی شرح لکھے اور اپنی شہرت کو اُس تاریخ کے نشروں سے بچائے جو معاذین اُس کے مدد سے ہندوستانی کے متعلق لکھے کہ اُس کو مطعون و بدنام کر رہے تھے۔ لیکن اُس کو موت نے قبل از وقت آیا اور اُس کی حسرت رہی تو صرف یہی رہی کہ اپنی شرح کو وہ ختم نہ کر سکا۔ لیکن اپنی قبر میں وہ آرام سے سوئیگا۔ حاسد اور دشمن اُس کی عظمت کے آفتاب کو دھندھلا نہیں کر سکتے۔

اُس نے مانتھی ناٹ۔ کیس ٹیک لین۔ آرکولا۔ راپوولی۔ اہرام مصر۔ میزنگو۔ الم۔ آکسٹر لڈو جینا۔ فریڈلینڈ۔ آفیس برگ۔ رائے لٹن بن۔ دیگریم۔ بوروڈی تو۔ بازن۔ ڈریسٹن۔ کیمپ ابرٹ۔ مانتھ میریل اور لگینی۔ کی نامی فتوحات سے ایسی شہرت حاصل کر لی ہے کہ دائرہ لو کی ایک ہزیمیت کا وسیعہ مٹانے کو کافی سے زیادہ ہے۔ اُس نے قوانین کے پانچ ایسے مجموعوں کی تدوین کی ہے کہ آنے والی نسلیں اُس کے عوس کریں گی۔ فرانس اور اطالی میں اُس نے وہ وہ یادگار عمارتیں تعمیر کی ہیں کہ ہزار ہا سال تک اُس کی رفعت و جلال کی زندہ شاہد رہیں گی۔ اُس کے مخالفین نے اُس پر یہ لکھ کر ملامت کے تیر چا پے ہیں کہ اُس میں مشرقی بادشاہوں کی طرح خود سرفراز و ان کی کا میلان تھا اور ان مخالفین کے ساتھ عرصہ دراز تک میں بھی رائے میں شریک رہا لیکن میں اب کہتا ہوں کہ اس معاملہ میں رائے قائم کرنا ہمارا کام نہیں۔ صرف اہلی

مذہب کوئی راسے قائم کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اور آج دوسروں کو جو باتیں
جرائم نظر آتی ہیں ایک دن آ رہے کہ تعلیم یافتہ روشن خیال لوگوں کو وہی باتیں پنپولین
کی پیش بینی اور عقل کو ثابت کرنے کے لیے روشن ویلیس نظر آئیں گی اور تجربہ ثابت کر دیا گیا
کہ آیا فرانس کے مقاصد کو پنپولین بونا پارٹ بہتر سمجھا تھا یا وہ مخالفین بہتر سمجھے تھے
جنہوں نے اُس کے اقتدار کی بیخ کنی کی اور یہ یقینی ہے کہ دانشوروں کی راسے
پنپولین ہی کی حامی ہو سکی ہے۔

۱۔ پنپولین کے بنام کرنے والوں نے اس پر یہ الزام لگایا ہے کہ اُس کے اقتدار کی بنیاد
بڑی بڑی رشوتوں پر تھی۔ لیکن کرنل پیپر صاحب جن کو یہ بات گوارا نہیں ہو کہ ایک دشمن بھی یوں
بنام کیا جائے نہایت عصب سے لکھتے ہیں:-

”اس بات کا کہاں ثبوت ہو اور کیسا ثبوت اس بات کا گمان بھی کہاں ہے کہ اس بڑے
آدمی کا تمامی انتظام وسیع رشوتوں پر قائم تھا فرانس کے سالانہ مصارف بہ مشکل
انگلستان کے مصارف سے آوے تھے۔ پنپولین کے عہد میں سرکاری طور پر بھی
قرضہ نہ لیا گیا اور یہی قرضہ وہ بلاوجہ حکومت کی خرابی کی جان کہنا چاہیے۔ پنپولین نے اپنے پیچھے
کوئی قرضہ نہ چھوڑا۔ پنپولین کے زمانہ میں کسی شخص نے سرکاری روپیہ کو مفت خوردوں کی طرح صرف
اس احتیاق سے نہ کھایا کہ وہ کوئی بڑا خاندانی آدمی تھا۔ پنپولین کا رجسٹر مارے بٹے نامور خلق واکیم کی
ڈو مستلے بک سے زیادہ وسیع اور کامل تھا۔ اور یہی ایک رجسٹر پنپولین کو فرانسیسی قوم میں ہرگز
کر دینے کو کافی تھا چونکہ پنپولین بڑی شدت سے اس رجسٹر کی بگڑائی کرتا تھا تو مافیادہ وسیع
ہوتا گیا اور ہر شخص کو کیا سہکاری اور کیا نجی جائداد کی مقدار اور قیمت اور سہکاری مطالبات کا
صاف صاف حال معلوم ہوا۔ اس رجسٹر کو ایسی خوبی سے ترتیب دیا گیا تھا کہ جائدادوں کے نام
متعین ہو گئے تھے۔ فریب دنیا موقوف ہو گیا تھا۔ مقدمہ بازی کم ہو گئی تھی۔ ٹیکس انصاف اور

بقیہ نوٹ صفحہ با قبل۔ مساوات کے ساتھ قائم ہوتے تھے۔ حاصل وصول کرنے والے جبر
 ذکر کرتے تھے۔ حاصل سرکاری میں کوئی نقصان نہ واقع ہو سکتا تھا۔ اور عرب سے غریب فرانسیسی کا
 گھر غنہ تھا۔ یہ جڑا اگرچہ خود پوئین کا طبع زاد تھا تاہم اپنے محیط ہونے کی وجہ سے جب مکمل ہو جاتا تو سب
 سے بڑی برکت ہوا ہوتا جو کسی مہر کے ہاتھ سے کسی شائستہ قوم پر نازل ہوئی۔

ماخوذ از محاربات جزیرہ نما، مصنفہ فیہ میر صاحب جلد چہارم صفحہ ۲۲۸

باب ہفتادام

سینٹ ہلینا

فرانس کو الوداع کہنا۔ بحری سفر۔ سینٹ ہلینا۔ لاکٹ ڈو کو سوار ہو کر جانا۔ بریرز
 کامیان۔ مشلوس ایل۔ شاہنشاہ کا طرز زندگی۔ شاہنشاہ کی
 تنگ مالی۔ شکایت۔ ذرا ذرا سی باتوں میں وق کیا جانا۔ دلچسپ مکالمے۔ شاہنشاہ کی
 خطاب سے انکار۔ لطیفہ۔ غلام۔ شاہنشاہ کا چال و چلن۔ اُس کی استبازی
 غیب ٹولی۔ عجیب و غریب ریمارک۔

۵۔ اگست ۱۸۱۵ء کو نارنگھ امرلینڈ جہاز مع ہمراہی بیڑے کے سینٹ ہلینا کو روڈ
 ہوا۔ بیڑے میں دس جہاز تھے۔ جب انگلش چینل سے بڑا حلا تو شاہنشاہ جہاز کے
 عرشے پر کھڑا ہوا۔ اور اپنی محبوب فرانس کو آخری نظر دیکھنے کو اُس کے ساحل کی طرف
 پُر آرزو نگاہ سے دیکھنے لگا۔ اور بادلوں کے دور ہو جانے سے فرانس کا ساحل
 نظر آنے لگا۔ اور سب فرانسسی بے ساختہ لپکا اُٹھے۔ ”فرانس فرانس“
 ایک لمحہ تک شاہنشاہ و خاموشی سے اُس ملک کے ساحل کو دیکھتا رہا۔ جس پر
 بڑی شان کے ساتھ عرصہ دراز تک وہ حکومت کر چکا تھا اور اپنا سربرہنہ کرنے
 ساحل کی سمت اپنا سر جھکایا اور نہایت افسردگی سے بولا: ”اے بہادروں کے ملک“

میں جس کو سلام کرتا ہوں۔ الوداع۔ اے پیارے فرانس الوداع۔

تمامی حاضرین پر ایک برقی اثر ہو گیا اور انگریزی افسروں پر اس موثر الوداع کا ایسا اثر ہوا کہ ان سب نے اپنی اپنی ٹوپیاں سروں سے اتار لیں اور اپنے نامور اسپرکسز کی بڑے ادب کے ساتھ عزت کی۔

شاہنشاہ حیرت انگیز استقلال سے اپنی نئی حالت پر صابر و شاکر ہو گیا۔ اگرچہ محض تقاضائے غیرت سے وہ انگریزوں کے اس اعلان پر کہ وہ غاصب تھا راضی نہوا اور اُس سے یہ اعلان برداشت نہوا کہ فرانسیسی باغی تھے چنانچہ اُس نے اُسے خاموش طریقے سے مقابل کیا کہ اُس کے وقار و عزت اُسی طرح سبھوں کے دلوں میں قائم رہے۔ اُس کی ذکاوت میں ایسا طلسمی اثر تھا اور اُس کے افعال و اقوال کچھ ایسے پرتاثر تھے کہ ہر روز جہاز میں اُس کی عزت بڑھتی جاتی تھی اور لوگ اُس کے شان و شوخ اور مزاج ہوتے چلے جاتے تھے۔

وہ اپنے کمرے میں تنہا کھانا کھاتا تھا اور چار بجے تک کتب بینی میں یا ان دوستوں سے باتیں کرنے میں وقت صرف کرتا تھا جن کو وہ اپنے کمرے میں بلا لیتا تھا۔ چار بجے کھانا کھانے کو وہ لباس تبدیل کرتا اور عام کمرے میں آتا تھا جہاں اکثر آدھ گھنٹے تک شطرنج سے جی بھلاتا۔ پہنچ بجے امیر البحر آکر اُسے کھانے کے لیے بلاتا۔ چونکہ شاہنشاہ کی قدیم سے نوشی یا جلہ واری وغیرہ کی عادت نہ تھی اس لیے اپنے تمامی ذور حکومت میں جبکہ کام کا اُس پر عجز رہتا تھا کبھی کھانے کی میز پر وہ آدھ گھنٹہ سے زیادہ نہ بیٹھا۔ لیکن جہاز پر یہ حالت تھی کہ ایک کھانے کے اٹھائے جانے اور دوسرے کے رکھے جانے میں صرف ایک گھنٹہ لگ جایا کرتا تھا۔ اور پھر ایک گھنٹہ یا دو گھنٹے جام شراب کے ذور میں اور صرف ہو کر لے تھے۔ اور اس لیے دوسروں کے خیال اور لحاظ سے پھولین کو بھی اتنی ہی دیر میز پر بیٹھا رہنا پڑتا تھا۔ اُس کی کرسی کے پیچھے اس کے

دو ملازم کھڑے رہتے تھے اور کھانا رکھتے جاتے تھے۔ پولین بہت ہی قلیل غذا کھاتا تھا اور سب سے زیادہ سادے کھانے اس کو مرغوب تھے۔ اور کھانے کی نہ کبھی تعریف کرتا اور نہ ان کو ناقص بتاتا۔

عموماً جب انگلستان کے دستور کے موافق لیزیاں میز سے چلی جاتی ہیں۔ پولین بھی اُسی وقت میز سے چلا جاتا۔ جب شاہنشاہ میز سے رخصت ہوتا سب حاضرین تعظیم سے کھڑے ہو جاتے اور اُس وقت تک کھڑے رہتے جب تک وہ کمرے سے باہر ہو جاتا۔ یہ کیا بات تھی یہ بات یہ تھی کہ یہ شرف اُس شخص کی فطرتی طور سے تعظیم کرتے تھے جو بنی نوع انسان میں سب سے زیادہ عظیم الشان تھا اور اب اپنی عظیم المثال مصائب پر راضی و شاکر تھا۔ اُس کے بقایا میں سے ایک یاد و شخص ہمیشہ اُس کے ہمراہ جہاز کے نوشتے پر جاتے تھے یہاں وہ ایک یاد دہ گھنٹے تک ٹھکتا تھا اور بری خوش خلقی اور بے تکلفی سے اپنے دوستوں سے باتیں کرتا تھا یا ان سے باتیں کرتا جو اُس کے ساتھ آجاتے اور اپنے گزشتہ دور زندگی سے تمامی واقعات یعنی اپنی لڑائیوں۔ فتوحات اور ہزیمتوں کا ملکہ و کاست ذکر کرتا تھا۔ اور ان بیالوں میں جبکہ اُس کو قدرتی طور سے ایک ہوش ہوتا تھا وہ کسی اپنے مخالف کے خلاف غصہ یا شکایت کا ایک کلمہ بھی اپنے منہ سے نہ نکالتا تھا۔ دس ہفتے کے بحری سفر میں شاہنشاہ کا ہمیشہ یہی حال اور یہی قاعدہ رہا۔

کیمبرلین صاحب لکھتے ہیں کہ کچھ عجیب بات تھی کہ کل تو شاہنشاہ پولین تمامی یورپ میں سب سے بڑا فرمانروا تھا اور آج اسیر ملا تھا۔ لیکن اُس کی عادات و اطوار میں سب سے فرق نہ آیا اور تمامی ملاح اور سپاہی اُس کے گرویدہ ہو گئے تھے۔ اُس کے نام کی ایسی شان تھی اور ایسے عظیم الشان اسیر کے آفتاب شہرت سے ایسی شعاعیں نکلتی تھیں کہ ملاح اُس کی طرف کھینچتے تھے اور قاعدہ بھی ہے کہ بڑے نام کی ہمیشہ

وقت ہوتی ہو جس کی سب ہی تعظیم کرتے ہیں۔ اور اس وقت دیکھا جاتا تھا کہ مفتوح تختہ پر فرماں روائی کر رہا تھا۔

جہاز پر اُلی کے بھی چند آدمی تھے اور چند چھوٹے افسر اور ملحق ایسے بھی تھے جو زبان نہایت صفائی سے بولتے تھے نپولین اکثر بڑی خوشی سے ان کو بلا کر اپنا ترجمان بناتا تھا۔ ایک دن نپولین نے جہاز کے ایک ملازم کو دیکھا جو ناخدا کی کام کرتا تھا اور اُس کا فرض یہ تھا کہ جہاز پر حفاظت سمندر میں جائے۔ لیکن اس افسر کے دوش پر کئی جھبہ نہ تھا لہذا وہ امیر البحر کاک برن اور دوسرے افسروں کے جلسے میں آنے کا مجاز تھا اس شخص سے شاہنشاہ نے بہت دیر تک باتیں کیں اور اُس کی ذکاوت سے خوش ہو کر کہا: ”کل اگر کھانا میرے ساتھ کھائیو۔“

اس سے غریب افسر کو سخت پریشانی ہوئی اور افسردگی سے کہنے لگا: امیر البحر اور میرا کپتان ہم جیسے چھوٹے عمدہ داروں کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک نہیں کرتے ہیں۔

شاہنشاہ نے کہا: ”بہت اچھی بات ہے۔ اگر وہ لوگ یہ بات گوارا نہیں کرتے تو اُن کے حق میں اور بھی بُری بات ہے۔ تم میرے کمرے میں میرے ساتھ کھانا کھائیو۔“

اس کے بعد امیر البحر کی نپولین سے ملاقات ہوئی اور اُس کو یہ واقعہ معلوم ہوا اور اُس نے کہا: ”اُس شخص کے واسطے کسی قسم کے قاعدہ کی پابندی نہیں ہو جس کو جبرل بونا پارٹ اپنے ساتھ کھانا کھانے کو مدعا کرے“ اور پھر اُس افسر کو بلا کر کہا۔ ”کل تم کھانے پر آؤ مختاری شرکت سے بڑی خوشی ہوگی۔“

نپولین کو تو ایسے اخلاق کی ہمیشہ سے عادت تھی لیکن انگریزی جہاز پر یہ بات ضرور بڑے تعجب کی خیال کی گئی اور اُسی وقت تمام جہاز پر یہ خبر پھیل گئی۔ اور ہر ملکر

یہ بات محسوس ہوئی کہ اُس کے اور شاہنشاہ کے مابین اتحاد کا ایک رشتہ ہے۔ ترین محبت کے سپاہی جو سینٹ ہلینا کو نپولین کی حفاظت و حراست کے لیے جا رہے تھے اور جہاز کے تمامی ملاح اُس کے ویسے ہی جان نثار ہو گئے تھے جیسے فرانسیسی سپاہی اور فرانسیسی ملاح ہوتے۔

جہاز کے عویشے پر ٹہلنے کے بعد نپولین ایک ٹوب پر بیٹھ جاتا اور بڑی دیر تک نہایت خوشی سے باتیں کرتا رہتا اور اس ٹوب کا نام آخر میں ”شاہنشاہ کی ٹوب“ ہو گیا شائقین و مشتاقین کا ایک گروہ ہر وقت اُس کے گرد جمع رہتا۔ اولیس کیس عموماً ان گفتگوؤں کو قلم بند کر لیا کرتا تھا۔ جب نپولین کو یہ بات معلوم ہوئی تو اُس نے کیس کی کتاب کو شنگو دیکھا اور اُس کے چند صفحات پڑھے اور پھر وقت بہلانے کو تجویز کیا کہ اپنی مہمات کے حالات دوران سفر میں لکھوایا کرے۔

۷۔ اکتوبر۔ بیڑے کو ایک فرانسیسی جہاز ملا۔ اور نارتھ امبر لینڈ جہاز کا ایک افسر سب گیا اور کہا کہ میرے جہاز پر شاہنشاہ نپولین ہے اور میں اُس کو سینٹ ہلینا لے جاتا ہوں اس خبر سے فرانسیسی کپتان سخت تعجب میں ہوا اور کہنے لگا: ”تم نے ہمارا خزانہ لوٹ لیا تم نے ایسے شاہنشاہ کو لے لیا ہے جو یہ بات جانتا تھا کہ ہم لوگوں پر ہمارے مذاق اور اطوار کے موافق کس طرح حکومت کی جاسکتی تھی۔“

شاہنشاہ ہر روز اپنے واقعات لکھوا کر وقت بہلایا کرتا تھا۔ کیس لکھتا ہے کہ جب شاہنشاہ لکھوانا چاہتا تھا تو وہ اٹھ کر ٹہلنے لگتا تھا۔ اور لکھوانا شروع کرتا تھا۔ وہ اس طرح بولتا تھا کہ گویا اُس کو الہام ہو رہا ہے۔ یعنی مقامات اور واقعات کی تاریخیں اور وہ فقرے جو ان موقعوں پر بولے گئے تھے۔ نوٹ کہ وہ کسی موقع پر نہ کرتا تھا۔“

۱۵۔ اکتوبر۔ شام کی اندھیری بھکنے کے قریب تھی کہ مستول کی چوٹی سے آواز آئی زمین آپہنچی۔ فاصلہ پر کچھ دھندلا دھندلا برساتا آیا جو خوشست سے شاہنشاہ

کے محبس اور قبر پر کفن کی طرح پڑا ہوا تھا۔ اور دوسرے دن دوپہر کو نارتھ امبر لیٹنے سینٹ ہلینا کے بند میں لنگر ڈالا۔ پولین نے دوہین کے ذریعہ سے غیر متغیر سب سے ویران اور طوفانی جزیرے کو دیکھا۔ ناہموار چوٹیاں جن پر سبز کا نام بھی نہ تھا آسمان تک بلند تھیں۔ اور ایک بڑی کھاری کے قریب اجڑا سا ایک گاؤں آباد تھا چٹانوں اور ایک درار۔ اور ہر ایک طاق و شکاف میں توپیں لگی ہوئی تھیں۔ اب شاہ شاہ کو ان چھوٹے ہوئے تین ماہ ہو گئے تھے۔ اور انگلستان سے یہاں تک پہنچنے میں ستر دن لگے تھے۔ وزیرائے انگلستان کا سخت حکم تھا کہ اُس وقت تک شاہنشاہ ساحل پر نہ اترنے پاسے جب تک اُس کا محبس اچھی طرح محفوظ و مستحکم نہ ہو جائے۔ لیکن امیر البحر کاک برن نے ایسے نظم کو رکھا اور فرانسیسی جماعت کو اطلاع دیدی کہ کل ساحل پر اتار دیے جائیں گے۔

سینٹ ہلینا چٹانوں کا ایک اجتماع ہے جو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آتش فشانی خروج کی وجہ سے بلند ہو کر سمندر کی سطح سے اونچا ہو گیا ہے۔ یورپ سے اُس کا فاصلہ چھ ہزار میل ہے اور یہ اعظم انفریقہ کے قریب سے قریب زمین کا اُس سے بارہ سو میل فاصلہ ہے۔ اس ویران چٹان کا طول دس میل اور عرض چھ میل ہے اور منطقہ مخروطہ کی سنت و صوپ سے پتلا رہتا ہے اور سطح مندر سے ایک قطعہ کے مثل بلند نظر آتا ہے اور ہر سمت سے نہایت بلند عمودی دیوار سے موجود ہے جس کی بلندی چھ سو فٹ سے لے کر بارہ سو فٹ تک ہے اور اس میں صرف تین ایسے شکاف ہیں جن میں داخل ہو کر جہاز بنزیرے کے قریب نہنچتا ہے اور ان شکافوں پر کثرت سے توپیں لگا کر ان کو نہایت محفوظ و مستحکم کر لیا ہے۔

جزیرے میں اس وقت پانسو کے قریب یورپ کے گورے رنگ والے باشندے تھے جن میں دوسو کے قریب سپاہی تھے ان کے علاوہ قریب

میں سو کے غلام بھی تھے۔ جزیرہ کی آب و ہوا تہا میت ناقص تھی اور امراض جگر اور پیش کی ہمیشہ شکایت رہتی تھی۔ چنانچہ مان بھٹو لون نے لکھا ہے کہ ایک مثال بھی موجود نہیں ہے کہ کوئی شخص پچاس سال کی عمر تک یہاں پہنچا ہو۔

۱۷۔ اکتوبر۔ شام کے قریب شاہنشاہ مع چند رفیقوں کے کشتی پر سوار ہو کر کنارہ پر پہنچا۔ ہمارے چھوٹے سے قبل اُس نے کپتان کو بلایا اور بڑی محبت کے ساتھ اُس سے رخصت ہوا اور کہا کہ ”میری طرف سے جملہ افسروں اور ملاحوں کا شکریہ کرنا“ ہمارے تمام افسر اور ملازم شاہنشاہ کی رخصت کے وقت سوئے ہوئے پر اور زینہ کے قریب جمع ہوئے اور بت سے ایسے لوگ جو آنسو بہانے کے عادی نہ تھے زار زار رو رہے تھے۔ واقعی سوخت مافی منظر نظر آ رہا تھا اور شاہنشاہ کو قوی بازو مانجھی کشتی میں سوار کر کے گورستان کی طرف لے چلے تو ایک ستانے کا عالم تھا۔

موجوں کے پیچھے آفتاب عروب ہو چکا تھا اور شفق کی سرخی زائل ہو رہی تھی کہ شاہنشاہ فٹکی پرائز کریمس ٹون کی سنکھان ٹرک پر پایا۔ اسی ذلیل کاؤں میں انگلیوں کے شاہی اسیر کے لیے ایک چوٹا سا ذخیرہ آراستہ کہہ تجویز کیا گیا تھا اُس کے قبیلے لے اُس کا اپنی سفری پلنگ بچھا کر اوپر سے ایک لائیو یا اور کرک کے سامان کے متعلق اور چند اشیاء جو اپنے ہمراہ وہ ہماز تھیں۔ تھے رکھ دیں اور اس پر پولین کے کمرہ کی کھڑکیوں اور دروازوں پر بند و قچیوں کی دھند ہو گیا۔ ہمیں ٹون کے تمام باشندے ایسے شخص کو جھٹک دیکھنے کو کہ جمع ہو گئے جس نے صرف نام سے بادشاہان کو توڑ پر لرزہ چڑھا کر لیا تھا۔ پولین عاموش مستقل اور آفہ تھے۔ اُس نے ملازموں کو کمرے سے رخصت کر کے روشنی مٹ کر دی اور ایسا کر کے لیے کو جو ایسے حال اور ایسے مقام میں میرا سکتا تھا لیٹ رہا اور سینٹ پلیس میں شاہنشاہ پولین کی پہلی سنب کا پس یہ حال تھا۔

سینہ ابلتیا کی ایک ویران چٹان چٹتیں ٹون سے تین میل سطح سمندر سے پندرہ
فیٹ اونچی ایک کھاری واقع تھی جس کے گرد اونچے کڑاڑے تھے۔ اسی غار میں جہاں
سبز ہی کا نام نہ تھا اور جہاں چند رڈر سے اور طوفان زدہ بولوں کے درختوں نے ویلے
کو اور ویران بنا دیا تھا ایک اجڑا ہوا جھونپڑا تھا۔ پہلے اصل میں یہاں گائیں رکھی جاتی
تھیں۔ بعد کو اس کی چر مرست کر لی گئی تھی اور جیس ٹون کی شدید گرمی سے پناہ لینے
کو لوگ گلابے کا بنے یہاں چلے جایا کرتے تھے۔ اور اسیر کے قیام کے لیے یہی مکان
مقرر کیا گیا تھا۔ جزیرے کے آباد حصہ سے یہ علمدہ تھا اور ان مقامات سے جہاں خبرہ
کے کنارے کشتیاں پہنچ سکتی تھیں سب سے زیادہ دور تھا اور بقول امیر البحر کاک برن
کے گورنر نے یہ بات بہت ضروری سمجھی کہ پولین کو کشتیاں قطنہ آئیں۔ جھونپڑے کے
ساتھ ایک ہمارے میدان تھا جو ہوا خوری کے نیچے موزوں تھا۔

۱۰۔ اکتوبر۔ پانچ بج کو پولین گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے قید خانے اور قبر کے
ملاحظہ کو روانہ ہوا۔ امیر البحر کاک برن اور جنرل برٹ ریڈ اس کے ہمراہ تھے اور جب
اس نے اس نمبر کو دیکھا تو اس کے اگلے تیار کیا گیا تھا تو بچ و خوف سے اس کا
سال بچہ ہو گیا لیکن بڑے سکوت کے ساتھ اس نے اپنے روحانی صدمہ کو ضبط کیا
بھونپڑا ایسا تنگ اور خراب تھا کہ کم سے کم دو ماہ مرست ہونے کے بعد کسی قدر شاہنشاہ
اور اس کے رفیقوں کے رہنے کے قابل ہو سکتا تھا۔ اور امیر البحر نے اپنے دوسرے
دستے میں گونہ تعب و غائبہ کو لکھا

”ننت یہ لکھنے سے افسوس ہو کہ جس وقت سے جنرل بونا پارٹ یہاں جہان سے
آرتا ہے خلاف سابق کے اپنی تقدیر پر قانع نہیں ہے اور کم مطمئن ہے۔ اس کا
سبب بری راے میں یہ ہے کہ جزیرے کی خشک اور ویران صورت سے اس پر اثر
پڑا ہے اور اس کو اور اس کے رفیقوں کو یہ توقع باقی نہیں ہے کہ یہاں تفریح کے وہ سامان

میسٹر میں جن کے وہ مادی ہیں :-

اسی کے ساتھ امیر البحر نے یہ بھی لکھا کہ یہ فون اور یہ جہاز جو میرے ہمراہ آئے ہیں
قیدی کی حفاظت کے لیے کافی نہیں ہیں و جبکی جہاز اور بھیجے جائیں :-
سے افسردہ اور ملگین لوٹ رہا تھا اورنگ
پنولین لائک وڈ

کسی طرح جی نہ چاہتا تھا کہ ہمیں ٹون کے کمرے میں جہاں ہر وقت سنگینوں کا پروہتا
تھا اور شتاق لوگ کثرت سے جمع رہتے تھے قیام کرے۔ رستہ میں اُس نے ایک
خرمن گاہ دیکھا جو ذرا علیحدہ کو واقع تھا۔ اُس مقام کا نام بریز تھا۔ پنولین نے پوچھا
کہ لائک وڈ کی مرمت ہونے تک کیا میں یہاں قیام کر سکتا ہوں؟ یہاں ایک نلیت
شریف النفس شخص رہتا تھا اور اُس کا کنبہ بھی اُس کے ساتھ تھا۔ اس شخص کا نام بال کوم
تھا۔ یہ مکان ایک منزل کا تھا اور صرف پانچ کمرے تھے۔ مگر سٹربال کوم نے ایک کمرہ
بخوشی شاہنشاہ کو دینا منظور کر لیا۔ مکان سے چند ہی گز کے فاصلہ پر ایک اور بنگلہ
جس میں ایک کمرہ نیچے اور دو چھوٹے چھوٹے اوپر کی منزل میں تھے۔ پنولین نے
سٹربال کوم کو تکلیف دینا گوارا نہ کیا اور اپنے قیام کے لیے اسی مکان کو منتخب کیا۔
امیر البحر بھی اس تجویز پر راضی ہو گیا اور یہاں شاہنشاہ دو مہینے تک رہا۔ اور اُس کا
سفری پلنگ نیچے والے کمرے میں رہا۔ یہیں وہ کھاتا۔ سوتا۔ پڑھتا اور لکھواتا تھا
لیس لیس اور اُس کا بیٹا اوپر کے ایک کمرے میں چلے گئے اور مارچیٹ دو سرے
میں رہا۔ سٹربال کوم کے خاندان میں وہ خود۔ اُس کی بیوی۔ دو بیٹے اور دو
بیٹیاں تھیں۔ ان لڑکیوں میں سے ایک ایلنر تھی جو بعد کو جس کا نام سٹربال ایلن ہوا
اسی دوران میں جبکہ شاہنشاہ بنگلہ میں رہتا تھا چھوٹی لڑکی شاہنشاہ کے پاس بہت
آتی تھی اور اُن بچپن کی ملاقاتوں کا حال سٹربال ایلن نے بڑی خوبی سے لکھا ہے۔
وہ لکھتی ہے :- جب میں نے پہلے پنولین کا نام سنا تو میں خیال کرتی تھی کہ وہ

کوئی بڑا بھاری دیو ہو گا اور اس کی لال لال انگارہ سی دکتی ہوئی آنکھیں ہونگی اور منہ کے باہر نکلے ہوئے لہنے لہنے دانت ہونگے جن سے وہ چھوٹی شریر لڑکیوں کو پھاڑ کر کھا جاتا ہو گا۔ جب میں ذرا بڑی ہوئی تو یہ بچپن کا خیال تو جاتا رہا لیکن میں اُس کے نام سے ڈرتی آئی تھی رہی اور نپولین کے نام کے ساتھ جتنی بڑی اور ڈراؤنی باتیں ہوتی ہیں میرے دل میں پیدا ہو پیا کرتی تھیں۔ میں نے اُن مذموم جرائم کا حال بھی سنا تھا جو اُس سے منسوب کیے گئے تھے۔ اور جب مجھے یہ بتایا جاتا تھا کہ وہ تو آدمی ہے تو میں اُس کو اُس وقت بھی سب آدمیوں سے زیادہ خراب خیال کرتی تھی۔ اور کچھ مجھے اکیلی کا یہ خیال نہ تھا بلکہ مجھ سے بڑی اور مجھ سے سمجھدار لڑکیاں بھی یہی خیال کرتی تھیں اور میں کہہ سکتی ہوں کہ انگریزی لڑکیوں میں سے جماعت غالب کا یہی خیال تھا۔ اولاً تو ان کے بہت اخباروں میں اس کو بھوت اور شیطان کہتے تھے۔ اور فرانس کے رہنے والے جو اُس زمانہ میں انگلستان میں رہتے تھے اُس کے اور بھی زیادہ دشمن تھے۔ پس یہی دو ذریعے تھے جن سے ہم اس کا حال سنتے اور اُس کی بابت رائے قائم کیا کرتے اور اُس کی صورت کا خیال باندھا کرتے تھے۔

”اب میں نے پہلی دفعہ اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ یہ وہی نپولین تھا جس سے میں نے ڈرنا سیکھا تھا۔ مجھ کو وہ ہول اور خطرہ جو اُس کے نام سے ہوا کرتا تھا اس وقت کیسی صاف یاد ہوتا تھا۔ اور اُن کے حال میں اس کی صورت دیکھ کر حیرت سے اپنی جگہ میں تعریفیں کر رہی تھی۔ وہ گھوڑے پر سوار تھا اور اس بلندی نے اُن سب باتوں کو پورا کر دیا تھا جو ایک سردار کو شاندار بنانے کے لیے کافی ہوتی ہیں اُس کا چہرہ زعفرانی تھا اور میں نے اُس کے چہرہ کو بڑے غور سے دیکھا۔ اگرچہ وہ ذرا دکھلا غیر متحرک اور کسی قدر سختی ظاہر کرتا تھا لیکن وہ نہایت ہی حسین تھا۔ وہ ہمارے دروازے کے سامنے ایک گڑھی پر بیٹھا۔ اور ایک تیس برس لگا سے کمروں کو چاچا

اور بریر کی عمدہ مقامی حالت پر والدہ کو مبارکباد دی۔ اور جیسے ہی اُس نے تبکیم کے باتیں سنیں عکس میرا سب ڈر اور خوف جو پہلے سے جی میں بیٹھا ہوا تھا فوراً نکل گیا۔ اُس کی گفتگو ایسی نرم اور اُس کا اخلاق ایسا وسیع تھا اور وہ ایسا محبت والا تھا کہ چند ہی روز میں بڑی نڈری اور بے تکلفی سے میں اُس کے پاس جانے اور کھیلنے لگی اور میں اُس کو اپنی جیسی چھوٹی عمر کا اپنا رفیق سمجھتی تھی اور مجھ کو ہرگز یہ خیال نہ ہوتا تھا کہ یہ وہی بیرونی جنگجو سردار جو جس کے نام سے دنیا کا رنگ زرد ہو جایا کرتا تھا۔

”سچ تک میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو نپولین کی برابر بچوں کی آزادانہ حرکات کو برداشت کر سکتا ہو۔ بچوں کی ہر ایک خوشی اور ہر ایک کھیل میں بچوں کی طرح وہ شریک ہو جاتا تھا اور میں تو ایسی ایسی شرائط اور سختی کرتی تھی کہ دوسرا اُن کی کبھی برداشت نہ کرتا لیکن نپولین کبھی ناراض یا چیں چیں نہ ہوا اور نہ کبھی اُس نے اپنے رتبے یا عمر کا خیال کیا کہ میں اُس سے طفلانہ بے تکلفی کرتی اور وہ میری حرکات پر درگزر نہ کرتا۔ اور اصل تو یہ ہے کہ جب میں اُس کے پاس جاتی تھی اُس کو اپنی عمر کا اپنا بھائی یا کھیل کا ساتھی یقین کرتی تھی میرے والدین مجھ نصیحت کرتے تھے اور میں خود بھی خیال کرتی تھی کہ اُس کا لحاظ کرنا چاہیے لیکن جہاں میں اُس کے سامنے پہنچی اور وہ مسکرایا یا اُس نے قمقمہ مارا اور بس سب اوب اور خیال بالائے طاق گیا اور میں معمولی شرائط اور طفلانہ حرکتیں کرنے لگی۔“

شاہنشاہ کو ان بچوں کے آنے اور کھیلنے میں بڑا لطف آتا تھا۔ اُن کو وہ اپنے عزیز اور دوستوں کی تصویریں دکھاتا تھا اور اُن میں اُس کے محبوب بچے کی بھی تصویر تھی۔ تصویر میں بچہ سجدہ میں جھکا ہوا تھا اور نیچے یقیناً لکھی ہوئی تھیں ”میں مرہان خدا سے اپنے باپ۔ ماں اور اپنے ملک کے واسطے دعا کرتا ہوں۔“

رات ہونے پر شاہنشاہ اپنے تنہا اور غیر آراستہ کمرے میں جا لیٹا۔ اُس میں

ایک دوسرے کے مقابل دو دروازے تھے اور دو کھڑکیاں ایک دوسرے کے مستقیم
واقع ہوئی تھیں۔ کھڑکیوں میں نہ پرے تھے اور نہ جھلملیاں تھیں۔ کمرے میں ایک
کرسیاں آئیں اور شاہنشاہ کے آہنی پلنگ کو اُس کے ملازم نے درست کر دیا۔ رات
کے ستانا ہو گیا۔ تنہائی اور اُسی کا حال کا بیان ہو۔ رات کی مطلوب ہو اشاہنشاہ کے
پلنگ کے قریب ڈھیلی اور کھڑکھڑانے والی کھڑکی سے سرکلراتی تھی۔ لیس کیس یہ کوشش
کی کہ کھڑکی کو ایسا محفوظ کر دے کہ شاہنشاہ ہو اسے بچ جائے اپنے بیٹے کو ہر اے کے
اوپر کے کمرے میں چلا گیا جو سات مربع فیٹ تھا۔ دو خاموشوں نے اپنے بے اڑھ
لیے اور ہر ایک ایک دروازے کے سامنے زمین پر لیٹ رہا۔ ایک انگریزی انفرسٹر
بال کوم کے مکان میں سویا اور کچھ سپاہی رات میں بجلہ کا پرہہ دیتے رہے کہ پھولیں
نہ ہو جائے اور بریزر میں پھولیں نے پہلی شب گزاری۔

۱۸۔ اکتوبر۔ شاہنشاہ نے رات کے بچے ہوئے کھانے سے ناشتہ کیا۔

میز پر نہ چادر تھی نہ سامنے رکابیاں تھیں۔ اُس نے وہی طریقہ زندگی اختیار کر لیا جو
میں اختیار کیا تھا۔ ہر ایک گھنٹہ کا جد اکام مقرر تھا۔ پڑھنے۔ لکھوانے اور باتوں میں اُس
کے فرانسیسی رفیق شریک رہتے تھے اور ہر ایک کو روزمرہ اُس کے پاس آنے کی
اجازت تھی اور ایسی صورت میں سینٹ ہلینا کی اسیری قابل برداشت معلوم ہونے
لگی۔ شاہنشاہ میں ایسا ضبط تھا کہ وہ اپنے بستر سے بشارت کا اظہار کرتا اور اپنی
توہینوں اور عسرت کو خاموشی سے برداشت کرتا تھا۔

۲۰۔ اکتوبر۔ شاہنشاہ نے لیس کیس کے بیٹے کو جس کی چودہ سال کی عمر تھی اپنی
ساتھ کھانا کھانے کو بلایا۔ اور اس کے معلم اور تعلیم کے متعلق اُس سے سوال کیے
لیکن لڑکے نے اس ذکاوت سے جواب دیے کہ شاہنشاہ نے لیس کیس کی طرف
مخاطب ہو کر کہا۔

”دیکھو کسی نہ پایاں ترقی کرتی ہوئی نسل میں اپنے پیچھے چھوڑتا ہوں۔ بس میرا ہی کام تھا۔
 فرسیدہ سی نوجوانوں کی لیاقت و قابلیت میرا انتقام لینے کو کافی ہو اور کام کی غلبہ کو دیکھ کر
 بصیرت والے کام کرنے والے کاریگر کی قابلیت کے ساتھ خود انصاف کر لینگے اور میرے
 کاموں کے سامنے حاسدوں اور بدگو لوگوں کو خاک چاٹنا پڑیگی۔ اگر میری یہ نیت جتنی
 کہ خود غرضی سے اپنی طاقت کو قائم رکھوں تو میرا پہلا کام یہ ہوتا کہ فرانس میں جمالیات
 پھیلانا دیتا اور علم کو پوشیدہ کرتا لیکن میں نے علم کو پھیلادیا اور ابھی فرانس میں نوجوانوں کو
 علوم سے وہ وہ فائدہ نہ پہنچے تھے جو میں پہنچانا چاہتا تھا۔ وہ یونیورسٹی جس کا خاکہ میں
 تجویز کیا تھا ایسی جامع ہوتی کہ دنیا میں نظیر نہ رکھتی اور اُس سے بڑے بڑے فوجی
 نتیجے نکلتے۔“

۲۴۔ اکتوبر۔ شاہنشاہ کے سب رفقاء اُس کے پاس جمع تھے اور اپنی تنگدستی
 اور تکالیف کا باہم ذکر کر کے جی کو سمجھا رہے تھے۔ اور لیس کہیں اُن کی حالت جب
 ذیل لکھتا ہے:۔

”شاہنشاہ پنولین۔ کل تک جس کے اقدار و اختیار کی کوئی حد نہ تھی اور جو اپنے
 ہاتھوں سے تاج بادشاہی اور لوگوں کو تاجدار بنا دیا کرتا تھا۔ شان ایزوی ہے۔ کہ
 آج ایک کلہہ تنگ و تاریک میں رہتا ہے جو اپنے طول و عرض کے اعتبار سے
 چند فٹ سے زیادہ نہیں اور ایک چٹان پر بنا ہوا ہے نہ جس میں کسی قسم کا سامان ہی
 نہ جس کی کھڑکیوں میں جھللیاں ہیں نہ پردے ہیں۔ اور یہی ایک اُس کی خواب گاہ
 ہے۔ اسی میں وہ تبدیل لباس کرتا ہے۔ یہی کھانے کا کمرہ ہے۔ اسی میں وہ ٹھہرتا
 ہے۔ یہی نشست گاہ ہے اور جب اس کی صفائی کی ضرورت ہوتی ہے تو شاہنشاہ
 کو مجبوراً اٹھ کر باہر چلا آنا پڑتا ہے۔ اُس کے کھانے کا یہ حال ہے کہ نہایت اونی قسم کا
 دو ایک رکابیوں میں دور سے اس طرح لایا جاتا ہے کہ گویا وہ مجرم اور زندانی ہے

ضروریات زندگی کی طرف سے وہ قطعی محتک ہو روٹی اور شراب کی وہ بڑی حالت ہے کہ ہم لوگ ویسی کے کبھی عادی نہ تھے اور جن کے چھونے سے گھن آتی ہے۔ پانی پتوہ۔ مکھن۔ روغن۔ یا تو ملتائیں اور اگر ملتے تو کسی کا گم نہیں غسل کرنا نصیب نہیں ہوتا اور اس کی شاہنشاہ کی تندرستی کے لیے بڑی ضرورت ہے۔ اور گھوڑے پر سوار ہو کر تفریح کرنے سے وہ محروم ہے۔

”اس کے رفیق اور ملازم اس سے دو میل کے فاصلہ پر رکھے گئے ہیں اور انکو اس کے پاس جانے کی اس وقت تک اجازت نہیں ہوتی جب تک کہ ایک سپاہی ہمراہ نہ ہو اور اگر وقت مقررہ سے لوٹنے میں ذرا دیر ہو جائے یا پرول کے بتائے میں غلطی ہو جائے تو رات میں حوالات خالنے کے اندر رہنا پڑتا ہے۔ اور یہ بات قریب ہر روز پیش آتی ہے۔ پس اس جانتاں چٹان پر ہم انسان اور قدرت دونوں کے ہاتھ سے عذاب ہے“

ہر ایک رفیق نے جب اپنی اپنی مصائب کی داستانِ غم بیان کی تو شاہنشاہ کو جس نے اپنی مصائب اور اذیت کو اب تک خاموشی اور صبر سے برداشت کیا تھا ایک جوش آگیا اور وہ کہنے لگا۔

”معلوم نہیں ہوتا کہ آخر کس منحوس انجام کے لیے ہم زندہ باقی رکھے گئے ہیں یہ تو عذابِ موت سے مشابہ ہے۔ نا انصافی اور ظلم کے علاوہ اب تو تو مین اور طولانی عذاب اور مزید کیا گیا ہے۔ اگر واقعی مجھ سے اس بلا کی نفرت و عداوت تھی تو پھر میرا قسم ہی کیوں نہ فیصل کر دیا گیا۔ چند گویاں میرے دلخ یا میرے دل کے پار ہو جاتیں اور جھگڑا ختم ہو جاتا اور ایسے جرم کے ارتکاب سے کچھ تو عزم و ہمت اور جوش کا ثبوت ہوتا۔ اور اگر آپ لوگوں اور خصوصاً آپ لوگوں کی بیویوں کا واسطہ نہ ہوتا تو میں ایک ادنیٰ سپاہی کی تنخواہ لینے پر بس کرتا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھ

ستار ایک فرماں روا کے مغز نام کی بادشاہان یورپ کیونکر توہین جائز سمجھتے ہیں۔ کیا انکو
 نہیں سمجھتا کہ سینٹ ہلینا کی کارروائیوں سے وہ خود اپنے حق میں کانٹے بوتے اور خود اپنے
 ہاتھ سے اپنے پیر میں کھٹاڑی مارتے ہیں۔ میں اُن کے دارالحکومتوں میں فتح و فیروز
 ہو کر در آیا کرتا تھا اور اگر میرے بھی وہی خیالات ہوتے جو آج میرے ساتھ اُن کے
 ہیں تو بتاؤ کہ کیا نیچے ہوئے ہوتے۔ مجھے وہ اپنا برادر کہتے تھے اور جمہور کی رائے
 سے بادشاہ ہو کر میں اُن کا برادر ہوا تھا اس کے سوا اُن کے ساتھ میری لگانگت کی او
 دوسری وجہ بھی موجود تھیں۔ یعنی میری فتوحات۔ مذہب کی نوعیت۔ اور اُن کی حکمت
 عملی اور خون کے اتحاد نے مجھ کو اُن کا بھائی بنا دیا تھا۔ اور کیا اُن کو یہ خیال ہو کہ دنیا کی
 قومیں عقل کی ایسی اندھی ہیں کہ اُن کی حرکات کو نہیں دیکھتیں اور اس سلوک سے جو میرے
 ساتھ ہو رہا ہے اُن کو کس بات کی توقع ہے؟ بر حال۔ اے میرے رفیقو۔ تم اچھی طرح
 شکایت و فریاد کرو کہ وہ حصہ سے بھرے ہوئے پور و پے کے کانوں تک جا پہنچے۔
 مگر میرا شکایت یا فریاد کرنا میرے رعبہ کے شایاں نہیں ہے۔ اور میرے صرف وہی کام ہیں
 یا تو حکومت کروں یا خاموش رہوں۔“

دوسری صبح کو بیڑے کے جہازوں میں سے ایک جہاز کاکتیاں جو یورپ کو واپس
 جا رہا تھا شاہنشاہ کے پاس آیا اور شاہنشاہ نے اُن تمام تکلایف کی داستان کو جو
 اُس کو اور اُس کے رفقاء کو پہنچ رہی تھیں اُس کے سامنے بیان کر کے کہا کہ انگلستان
 کے وزیر کو خبر کرنا اور لیں لیں نے شاہنشاہ کی باتوں کی فوراً ایک یادداشت تحریر کر کے
 افسر کے ہاتھ میں دے دی اور اُس نے وعدہ کیا کہ وزارت تک پہنچا دی جائیگی۔
 حسب ذیل تھی۔

”شاہنشاہ کی خواہش ہے کہ اُس پہلے جہاز کے ذریعہ سے جو سینٹ ہلینا آدے
 اُس کو اُس کی ملکہ اور بچہ کے حال سے مطلع کیا جاوے اور کیا بچہ زندہ ہے۔ اور اس

موقع پر شاہنشاہ ان شکایتوں کا اعادہ کرتا ہے جو اس سلوک کے متعلق وہ اپیل میں کر چکا ہے جو برطانیہ نے اُس کے ساتھ جائز قرار دیا ہے۔ اور وہ یہ ہے:-
 یکم۔ گورنمنٹ نے یہ اعلان کیا ہے کہ شاہنشاہ جنگ میں اسیر کیا گیا ہے۔
 نہیں یہ بات غلط ہے وہ جنگ میں اسیر نہیں کیا گیا۔ شاہزادہ ولی عہد کے موسو خط سے جو شاہنشاہ نے تحریر کیا تھا اور کپتان میچ لینڈ سے جس کا سب حال کدیا تھا صفا دنیا کے سامنے ثابت ہو کہ شاہنشاہ بڑے اعتبار اور خود اپنی خوشی سے انگریزی جنگ کی پناہ میں آیا تھا۔ اگر شاہنشاہ چاہتا تو انھیں شرائط کے ساتھ جو خاص اُس کی ذات سے تعلق رکھتی تھیں فرانس چھوڑ کر چلا جاتا۔ لیکن اُس نے اپنی ذات کے مقابلہ کو اُس بڑے لطف سے جو ہر وقت اُس کے خیال میں فرانس کے متعلق رہتا ملانے سے نفرت کی۔ وہ چاہتا تو اپنے تئیں شاہنشاہ اسکندر کے حوالے کر دیتا جو اُس کا دوست تھا۔ یادہ سٹریا کے شاہنشاہ کے پاس چلا جاتا جو اُس کا خیر تھا۔ لیکن انگریزی قوم کے انصاف پر بھروسہ کر کے اُس نے کسی اور پناہ کا سوائے اُس کے جو انگریزی قوم کے قوانین سے حاصل ہو سکتی تھی سہارا نہ تلاش کیا اور معاملات بناوٹ سے دست کش ہو کر اُس نے کسی اور ملک کو سوائے انگلستان کے جاننا چاہا جہاں مقورہ آئین کے ساتھ خانگی ارادوں اور تعصبات کو نظر انداز کر کے حکومت کی جاتی تھی دویم۔ اگر شاہنشاہ واقعی اسیر جنگ ہوتا تو بھی وہ حقوق جو شائستہ قوموں کو شاہنشاہ جیسے تیدی پر حاصل ہوتے ہیں قومی قانون سے محدود ہوتے ہیں اور وہ حقوق جنگ کے ختم ہوتے ہی ختم ہو جاتے ہیں۔

سوینم۔ اگر انگریزی گورنمنٹ نے شاہنشاہ کو اسیر جنگ خیال کیا اگرچہ پٹ دھرمی ہی سہی۔ تو بھی انگریزی گورنمنٹ کے حقوق قومی قوانین سے محدود ہونا چاہیے تھے۔ اور نہیں تو چونکہ انگریزی اور فرانسیسی اقوام کے باہم دوران جنگ میں قیام

کے تباہ و کا کوئی معاہدہ نہ تھا تو گورنمنٹ انکشافیہ کو لازم تھا کہ وحشیوں کے آہن پر عمل کر کے شاہنشاہ کو قتل کر دیا ہوتا اور ایسا کرنا زیادہ رحمانہ اور منصفانہ ہوتا بجائے اس کے کہ اس کو اس خوفناک چٹان پر اور پلائی متحہ کے بندر میں بلرافان جہاز پر اس کو قتل کر دیا اس سلوک کے مقابلہ میں جواب اس سے کیا جا رہا ہے ایک برکت اور رحمت تھا ہم یورپ کے ویران سے ویران ملک میں پھرے ہیں لیکن اس اجازت چٹان کی طرح کسی کو ویران اور برہنہ نہ پایا۔ ہم ہر ایک چیز سے جس سے زندگی قابل برداشت ہو سکتی ہو محروم ہیں اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرنے تک برابر سکرابت موت میں مبتلا رہینگے مسیحی مذہب کا پہلا اصول اور انسان کا بڑا فرض یہ ہے کہ اپنی تقدیر پر خواہ وہ کیسی ہی تلخ ہو قانع رہنا چاہئے اور اس سے انسان کو خود کشی کر لینا جائز نہیں ہے۔ اور انھیں اصولوں کی پابندی کر کے موجودہ حالات میں زندہ رہنے کو شاہنشاہ اپنا کمال شان و عظمت خیال کرتا ہے۔ لیکن اگر برطانیہ کے وزیر اس کے ساتھ اسی طریقہ عمل اور اسی سلوک پر اصرار کرنا چاہتے ہیں تو شاہنشاہ اس بات کو اپنی خوش نصیبی خیال کر گیا کہ وہ قتل کر دیا جائے ۛ

بریزر میں یوں ہی اندرونی اور تکلیف سے دن گزرتے گئے اور بہت سے محارز و درلانگ ڈو کی مرمت اور توسیع میں کہ شاہنشاہ کے رہنے کے قابل ہو جائے اور اس کے ہمراہ اس کے رفقا بھی رہ سکیں مصروف تھے۔ تمامی تعمیر کا مصلح اور سامان مزدور اپنے نسروں پر لے کر اس بلند گارے پر چڑھتے تھے اور باوجود امیر البحر کے بے انتہا کوشش کے کام جلدی نہ ہوتا تھا۔ شاہنشاہ نے اپنی خوفناک قسمت پر صبر کر لیا تھا اور اپنی بے لاشیت اور اکثر اوقات بچوں سے مہنسی کھیل میں شریک ہو کر اپنے تئیں بال کوم خانہ ان میں بٹا پر دل عزیز بنایا تھا۔

مسٹر لیس ایمل لکھتی ہے کہ انکوروں کی ٹٹی کے سرے پر ایک سایہ دار کنج تھا

جہاں مقامی شکی اور گرمی کو دیکھتے ہوئے بہت ٹھنڈک رہا کرتی تھی۔ اس جگہ سے شاہنشاہ کو بڑی اہمیت تھی۔ یہاں اکثر چار بجے سے اپنے کافذات لے کر وہ چلا آتا اور برائے وقت کے وقت تک لکھتا رہتا اور جب لکھتے لکھتے خود تھک جاتا تو خود بولتا اور لکھیں لکھتا اور جب وہ اس مقام پر ہوتا تو کوئی اس کے پاس نہ جاسکتا۔ لیکن شاہنشاہ کی طرف مجھ کو اجازت تھی اور میں اس مخالفت سے مستثنیٰ تھی۔ اور یہ حالت تھی کہ جب لکھیں لکھیں کو وہ قہر لکھو آتا ہوتا اور میں آواز دیتی کہ "اُو باغ کا دروازہ کھول دو" تو وہ جواب دیتا اور دروازہ کھلوا دیتا اور خوشی سے وہ مجھے اپنے پاس آنے دیتا اور تبسم کرنے لگتا۔ ایک دفعہ شام کو ایک چھوٹے سفری ہندو قہر کو بغور دیکھنے کے بعد شاہنشاہ نے یہ ہندو قہر لکھیں لکھیں کو دے کر کہا "یہ میرے پاس بہت عرصہ سے ہے میں نے اس کو اسٹریٹ کی جنگ کی صبح کو استعمال کیا تھا اور یہ تمہارے بیٹے اے مینوئل کو ملنا چاہیے اور جب وہ بیٹس یا چالیس برس کا ہوگا تو میں اور تم اس وقت زندہ نہو گے اور اس واقعہ سے اس کی قدر اور بھی زیادہ ہو جائیگی۔ اور جب لوگوں کو وہ اسے دکھایا کر لگیا تو کہے گا۔ دیکھو۔ شاہنشاہ پولین نے یہ میرے باپ کو سنبھالنا میں دیا تھا۔"

پھر اس نے بیان کیا کہ جب میں ایلینا سے لوٹ کر آیا تو ان لوگوں کی ناسپاسی میں بڑی ترقی ہو گئی تھی جن پر بڑی بڑی عنایتیں کی تھیں۔ اور ان لوگوں کے بہت سے خطوط جو انھوں نے بوربون کے خیر خواہوں کو لکھے تھے میرے سامنے پیش کیے گئے تھے۔

"پہلے تو میرے جی میں یہ بات آئی کہ ان لوگوں کو اپنی حفاظت سے خارج کر دوں۔ اور ان کے خطوط کو شائع کر دوں۔ لیکن ایک دوسرے خیال نے مجھ کو روک لیا۔ اور ہم انسان اہل تو یہ ہے کہ ایسے متلون مزاج۔ غیر مستقل

لوٹا سانی سے بہک جانے والی مخلوق میں کہ یہی لوگ جب پھر اگر میرے شریک ہوئے تو ایسے ٹوٹ کر ملے تھے کہ مجھ کو تعین نہ ہوتا تھا کہ وہ واقعی اور از خود مجھ سے نہیں ملے گا اور اگر پہلے خیال پر میں عمل کرتا تو گویا ان لوگوں کو عین اسی وقت جبکہ وہ اپنے فرض پر مستعد ہو کر میرے شریک ہونے کو تھے سزا ہو جاتی اور میں نے یہی بہتر خیال کیا کہ گویا مجھ کو ان کی مخالفانہ حرکات کی اطلاع ہی نہ تھی اور میں نے اُن کے خطوط کو جلو اویا۔

۳۱۔ اکتوبر۔ پنولین کو بریز میں دو ہفتے ہو گئے تھے اور اپنے نقل کے سبب سے اُس کو تسلی و تسکین نہ تھی۔ اور اُس کے کمرے کے سامنے ایک شا میانہ کھڑا کر کے کرا لیا کر لیا گیا تھا۔ اُس کا باورچی بھی بریز میں آگیا اور اب کھانا پکنے کے بعد ڈیڑھ میل تک لانے کی ضرورت نہ رہی جیسا اُس وقت ہوا کرتا تھا جبکہ ہمیں نوں میں کھانا پکنا تھا۔ میز کی چادر اور رکابیاں بھی صندوق سے نکال لی گئیں۔ تاہم وقت گزرا نہ شور مچا۔ زیادہ تر شاہنشاہ اپنے کمرے کے اندر ہی رہتا۔ اور یا تو لکھتا پڑھتا رہتا یا اپنے دوستوں سے باتیں کرتا۔ اور بہت زیادہ رات گئے سوئے کو لیٹتا۔ اور جس دن اس طرح دیر تک نہ جاگتا تو رات میں اُٹھ کھل جاتی اور نگین خیالات کی تکلیف سے بچنے کو اُسے اُٹھ بیٹھنا پڑتا اور پھر وہ صبح تک بیٹھا ہوا یا تو لکھتا رہتا یا پڑھتا رہتا۔ اب ایک بات اور پیدا ہوئی کہ ذرا سی باتوں میں شاہنشاہ اور اُس کے رفقاء و ق کیے جانے لگے اور ہر دن نئے نئے قاعدے پیش کیے جاتے تھے جن سے غلامی بڑھتی جاتی تھی۔ انگریز حکام کو خط سا ہو گیا تھا اور وہ یہی ڈرتے تھے کہ پنولین ایسی چٹان سے بھگ جائیگا جس کے ایک ہزار میل تک چاروں طرف دوسرے براعظم کا نشان تک نہ تھا۔ اور اُس پر طرہ تھا کہ اُس کے کمزور قیام گاہ کے گرد ہر وقت سستری ٹپلتے رہتے تھے اور جزیرہ کے چاروں طرف جنگی جہاز گشت کر رہے تھے۔ اور جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ کس اہتمام سے پنولین کے دشمنوں نے اُس کی حراست کا انتظام کیا تھا تو اُس وقت

اُس کی عظمت و شان کا حال معلوم ہوتا ہے۔ یورپ کی تمامی سلطنتیں صرف ایک قیدی سے تھر تھرا رہی تھیں اُن کو اچھی طرح معلوم ہو رہا تھا کہ تمامی یورپ کے مظلوم جمہور کے دل و جوش سے اُسی دم دھڑکنے لگیں گے جس وقت وہ پنولین کا نام سنیں گے اور سرت سے وہ آپے سے باہر ہو جائیں گے۔ لہذا شاہنشاہ کی ہر ایک حرکت اور ہر ایک فعل کی نگرانی ہوتی تھی۔ تاہم برقی کا سلسلہ قائم کر کے بریڑ کی ہر بات کی ہمیں نون کو خبر پہنچانی جاتی تھی۔ فرانسیسی شرفا خود اُس کے کمرہ میں اُس وقت تک بات نہ کر سکتے تھے جب تک کہ ایک انگریزی سارجن پاس موجود نہ ہو۔ جب ایسی ایسی باتیں ہونے لگیں تو شاہنشاہ نے لیس لیس سے کہا کہ امیر البحر کا کال برن کو یہ سب باتیں شکایت کے طور پر لکھ بھیجو کہ ایسی چھیڑ اور ایسی بیکا باتوں سے کیا فائدہ ہے۔ اور یہ شکایتی مراسلہ لے کر جنرل برٹ ریڈ امیر البحر کے پاس جانے پر مامور کیا گیا۔

لیکن جنرل برٹ ریڈ نے اس خیال سے کہ ایسے شکایتی مراسلہ سے اور رنج پیدا ہوگا اور تکالیف میں اضافہ کیا جائیگا۔ یہ مراسلہ امیر البحر کو نہ دیا اور جب پنولین کو معلوم ہوا کہ مراسلہ نہیں دیا گیا تو اُسے تعجب ہوا۔ اور ناراض ہو کر اُس نے گرانڈ مارشل برٹ ریڈ سے کہا: اگر اس وجہ سے کہ اس مراسلے کے مضمون سے تم مطمئن نہ تھے یا تم کو یہ خیال تھا کہ وہ غصہ کی حالت میں لکھوایا گیا تھا اور تم نے اُسے امیر البحر تک نہ پہنچایا تو اس سے تمہاری خیر طلبی ثابت ہوتی ہے۔ لیکن ایسی حالت میں ایک دو گھنٹہ کا وقفہ کافی تھا اور اس کے بعد تم نے اپنی رائے کا مجھ پر اظہار کر دیا ہوتا۔ تم خوب جانتے ہو کہ میں تمہاری بات کی وقعت کرتا ہوں اور تمہاری رائے کو بغور و توجہ سنتا اور اگر تم حق پر ہونا ثابت کر دیتے تو میں تمہاری رائے سے اتفاق کر لیتا۔ لیکن دو ہفتے کی دیر کر دینا اور مجھ سے یہ نہ کہنا کہ ہم نے مراسلہ امیر البحر کو نہیں دیا ایسی بات ہے کہ تم عذر پیش نہیں کر سکتے۔ اچھا اس کا جواب دو۔

امیر البحر کو مراسلہ نہ دینے کے متعلق برٹ ریٹڈ نے صرف یہی جواب دیا کہ: "کراچی راس میں ہیں نے اچھا کیا ہے اسلئے کہ مراسلہ کا مضمون مناسب نہیں ہے اور نہ وہ اچھی نیت سے لکھا گیا تھا۔"

پنولین نے جواب دیا: "برٹ ریٹڈ شاید تم ہی حق پر ہو۔" اور پھر گہری خاموشی کے بعد کہا: "ہاں برٹ ریٹڈ تم ہی حق پر ہو۔ میرے رفیقوں کو صرف شکایت کرنا مناسب ہے۔ میرے رتبہ و طرز عمل کا یہی تقاضا ہونا چاہیے کہ میں خاموش رہوں۔" جنرل برٹ ریٹڈ نے اس کے بعد اپنے نام سے امیر البحر کو ایک شکایتی مراسلہ لکھا جس میں تمامی تکلیفوں کا حال لکھ کر آخر میں وہ لکھتا ہے:-

- افسران با اختیار کو لازم اور زیبا تو یہی ہے کہ شاہنشاہ کے ساتھ اس طرح پیش آئیں کہ اپنی اسیری کی تمامی مصائب اُس کو بھول جائیں۔ اور مجھ کو یہ لکھنے میں پس و پیش نہیں ہے کہ جو کچھ اُس کے ساتھ ہو رہا ہے اس کو دیکھ کر چشمیوں اور سنگ دلوں کو بھی ترس آ جائیگا اور وہ بھی لھا کر ننگے۔ اس سنگلاخ جزیرے سے شاہنشاہ کا نکل کر چلا جانا آپ کا خطرہ بے سود ہے اسلئے کہ کہیں کسی جانب کوئی رستہ ہی نہیں اور اگر یوں ہی ضروری خیال کیا جائے تو ساحل پر اور زیادہ پراکڑ دیا جائے لیکن ہم کو جزیرہ میں آزادی سے پھرنے کی اجازت ملنی چاہئے۔ اور یہ بھی مناسب ہے کہ ہم کو شاہنشاہ کے قریب قیام کرنے کی اجازت دی جائے کہ ہم اُس کے ساتھ رہ سکیں۔ لیکن امیر البحر نے بیکسی اور مصیبت پر توہین کے نشتر سے اور چر کے دے کر اپنے تئیں بے عزت کیا یعنی جواب میں لکھا:-

”بند گاہ سینٹ لینا۔“

۶ نومبر ۱۸۱۵ء

جناب من۔ آپ کا مراسلہ مورخہ ۵ نومبر موصول ہوا جس سے آپ مجھ کو باخبر

سرکاری طور پر یہ ظاہر کرنے کو مجبور کرتے ہیں کہ سینٹ ہلینا میں واقعی کوئی شاہنشاہ اس وقت موجود نہیں نہ اس رتبہ کا کوئی شخص میرے ہمراہ نہ تھے امبر لینڈ جہاز پر سوار ہو کر اوہرایا ہو۔ اور جو اب آپ کو لکھا جاتا ہے کہ مجھ کو ہدایت ہے کہ آپ لوگوں میں سے کوئی شخص معززہ حدود کے باہر جاں پہر قائم ہے بغیر انگریزی افسر کو ہمراہ لیے ہوئے نہیں جاسکتا۔

یقیناً انگریز اس سے زیادہ اور کیا توہین کر سکتے تھے کہ نپولین کو شاہنشاہ کے خطاب سے مخاطب کرنے سے انکار تھا اور اس طرح اُس کو غاصب ہونے کا دایعہ بنامی لگایا جاتا تھا۔ لیکن اس بات پر اصرار کرنا کہ نپولین کی رعایا اور اُس کے ذاتی دوست جو سالہا سال تک اُس کو سچی یورپ کا سب سے بڑا شاہنشاہ اور فرماں روا تسلیم کر چکے تھے اُس کو شاہنشاہ نہ کہیں اور اس طرح خود اپنے تئیں ایک غاصب کا شریک قرار دیں۔ ایسے ظلم کی بات ہے کہ وحشی سے وحشی سے بھی جس کی توقع نہ کی جائیگی۔ اُن براہین اور دلائل کو جو نپولین نے اپنے شاہنشاہ ہونے کے متعلق قائم کی تھیں توڑ دینا محال ہے۔ وہ جب فرانس کا شاہنشاہ بنایا گیا تو بڑی سنجیدگی سے تاج پوشی کی رسم عمل میں آئی۔ فرانسیسی قوم نے بڑے جوش مسرت سے اُس کو شاہنشاہ تسلیم کیا۔ انگریزی وزارت کا نپولین کو شاہنشاہ نہ تسلیم کرنا ایسا ہی طفلانہ اور محجوبہ راضل ہے جیسے وہ کہنے لگیں۔

جنرل اسٹون فیسر یا کرل سٹالیمان۔ لیکن برطانیہ کے وزراء کے اس ولی ارادہ کو دنیا نے اپنے قدموں کے نیچے پا مال کر دیا اور نفرت کے ساتھ پا مال کیا۔ اور ہم پوچھتے ہیں کہ اب کس شخص کو یہ خیال باقی ہے کہ شاہنشاہ نپولین کو جنرل بوناپارٹ کہے۔ اور تاہم اپنے سرکاری مراسلات میں جو برطانیہ کے وزراء کے نام بھیجے ہیں۔

جناب سر جارج کاک برن صاحب اس نقص اور بناوٹ کو اس حد تک پہنچا رہے ہیں کہ پوچھتے ہیں سینٹ ہلینا میں لفظ شاہنشاہ سے کون شخص مراد ہے۔ کاک برن نے اول بات مرست کو لکھا:-

بندگان والہی جناب میں عرضہ پرواز ہوں کہ مائیتور برٹ ریڈ کے مراسلے کے متعلق حضور الامین کچھ گزارش کرنے کی ضرورت تو نہ تھی لیکن جنرل بونا پارٹ اگر لفظ شاہنشاہ سے یہی شخص مراد ہی موجودہ جنگ میں محض اپنی خوشی اور خواہش سے رہتا ہے اور صرف ایک اور بات لگے کہ میں عریضہ کو ختم کرتا ہوں کہ جسے میں جزیروں میں حاضر ہوا ہوں ان لوگوں کو ان کی حالت دیکھتے ہوئے جفا ہو سکا ہے آرم دینے کی کوشش کی ہے۔

۱۔ چونکہ پولین نے بڑی مستعدی سے سادات سے دست کش ہونے پر جنرل ڈیوراک یا کرل میور کا نام اختیار کر لینے پر رضامندی ظاہر کر دی تھی اس سے ثابت ہے کہ خطاب شاہنشاہی پر عمل کرنے میں وہ ایک ضروری اصول کو مد نظر رکھے ہوئے تھا اور طفلانہ خود بینی کا اس پر کسی قسم سے اثر نہ تھا۔ مگر انگلستان کے وزیر اس پر راضی نہ ہوئے۔ حتیٰ کہ اس اڈیٹر نے بھی جس نے سینٹ ہینک کے متعلق سرٹن لو کی تحریروں کو شائع کیا ہے وزیر اس کی اس کارروائی کو نامنصفانہ لکھا ہے۔ وہ لکھتا ہے :-

”پولین نے اپنے دعوے پر کہ شاہنشاہ کے قب سے مخاطب کیا جائے دلائل قائم کی ہیں جن کو باطل ثابت کر دینا دشوار ہے یہ سچ ہے کہ ہم انگریزوں نے ان کو شاہنشاہ تسلیم کیا تھا لیکن اس میں کوئی کلام ہو نہیں سکتا کہ فرانس میں شاہنشاہ ضرور تھا۔ لیکن اس میں کیا دشواری تھی کہ اس بات کو شاہنشاہ کے نام سے مخاطب کیا جاتا جس سے گزشتہ تاریخ اور موجودہ واقعات کی کافی طور سے تعلق ہو سکتی۔ یا اگر شاہنشاہ تسلیم کرنا تھا تو انگلستان کی وزارت کو لازم تھا کہ خود پولین کی خواہش کے موافق بیرن ڈیوراک یا کرل میور کا نام اس نے خود تجویز کیا تھا تسلیم کر لیا ہوتا۔ لیکن انسو س ہے کہ جب سرٹن لو نے اس معاملہ کی طرف اشارہ کیا تو لارڈ ہاتھر سٹ نے اس پر کچھ بھی توجہ نہ کی۔“

رسالہ سرٹن لو۔ جلد اول صفحہ ۴۴۔

کپتان پاپ نے بن گلڈا اور جاسوس بنا کر ہر وقت شاہنشاہ کے پاس رکھا گیا تھا۔ اور اس کو حسب ذیل ہدایت تھی۔

”تمہارے جیسے فراہین پورے کرنے والے افسر کا یہ کام ہے کہ اس مقام سے جہاں جنرل ہونا پارٹ دو گھنٹے سے زیادہ قیام کرنے کو غیر حاضر نہ ہو۔ اس کو یہ کوشش بھی کرنا چاہیے کہ ہزیرہ کے ساکن غلاموں میں سے کوئی جنرل ہونا پارٹ کے قریب نہ جانے پائے کہ وہ اس غلام سے باتیں کر سکے۔ اور جب منتریوں کی حد دوسے وہ باہر ٹھلے کو یا سوار ہو کر تفریح کو جائے تو ہمیشہ اس کے ہمراہ رہنا لازم ہے۔ اور جب کسی حالت میں وہ ساحل کے قریب بیونج جائے تو افسر کا فرض ہے کہ اس کو کئی دوسری سمت میں پھیر دے اور جب کسی فرامیسی کی کوئی نوکھی حرکت یا فعل نظر آئے تو خاص طور سے تاکید کی جاتی ہے کہ امیر لجر کو فوراً مطلع کرے اور ایک سوار ہر وقت اپنے ساتھ رکھے کہ یہ تعجیل تمام خبریں جاسکے۔ اور جب جنرل ہونا پارٹ لانگ وڈ میں جا کر مقیم ہو تو ہر شب یہ بات دیکھ لینا لازمی ہے کہ نوبے سب آدمی مکان کے اندر موجود ہیں یا نہیں“

۸۔ نومبر۔ شاہنشاہ ٹھک گیا تھا اور طبیعت نا ساز تھی۔ کیس کیس نے کہا ہے جہاں پناہ گھوڑے پر سوار ہو کر تھوڑی تفریح فرمائیں، پتو لینے جواب دیا۔

وہ اس خیال پر تو میں راضی نہ ہوں گا کہ ایک انگریزی افسر ہر وقت میرے ہمراہ موجود رہے۔ ایسی حالت میں تو میں نے قطعی عہد کر لیا ہے کہ سوار نہ ہوں گا۔ زندگی میں ہر شے کا ایک اندازہ ہونا چاہیے۔ اگر اپنے جیل کو اپنے ساتھ رکھنے اور اس کے دیکھنے سے گھوڑے کی سواری کے فائدے کے مقابلہ میں روحانی صدمہ سے نقصان زیادہ پہونچے تو پھر اس تفریح سے دست کش ہو جائادرجہ اولیٰ مناسب ہے“

۹۔ نومبر۔ کیس کیس کو یہ دیکھ کر درخش و تفریح نہ ہوئی تھی شاہنشاہ نہایت

تھکتہ خاطر رہتا ہے اور اُس کی صحت میں فرق آ رہا ہے پریشانی ہوئی۔ لہذا اُس نے انگریزی افسر سے جو شاہنشاہ کی نگرانی پر متعین تھا نہایت نرم اور شریفانہ لفظوں میں پوچھا کہ ”کیا تم کو ایسی سخت ہدایت ہے کہ اگر شاہنشاہ مکان کے گرد ہی گھوڑے پر سوار ہو کر تفریح کرے تو بھی تم اُس کے ہمراہ رہو۔“ اس لیے کہ شاہنشاہ کو ہر وقت اس بات کی یاد دہانی ہے کہ وہ قیدی ہے بڑی تکلیف ہوتی ہے۔“

افسر کا دل رحم سے پگھل گیا اور اُس نے نہترافت سے جواب دیا۔

”دو ماں مجھ کو ہدایت تو یہی ہے کہ ہر وقت جنرل ہونا پارٹ کے ساتھ رہوں۔ لیکن مکان کے گرد اگر وہ گھوڑے پر سوار ہو کر تفریح کر لے گا تو میں اُس کے ساتھ نہ رہوں گا۔ اور اس کا جو نتیجہ ہو گا اُس کو میں جھگٹ لوں گا۔“

”اے میں نے بڑے شوق سے دور کر یہ حال شاہنشاہ سے کہا۔ اور اُس نے حسبِ میل جواب دیا۔“

”میرا فرض منصب کیونکہ گوارا کر سکتا ہے کہ خود نفع اٹھا کر ایک بیگانہ افسر کو معروضِ خطر میں ڈالوں۔“

شاہنشاہ نے یہ جواب اپنی بڑی عقل اور عالی ظرفی سے دیا تھا۔ کیونکہ تھوڑی ہی دیر میں افسر سر اسیمہ اور پریشان بھاگتا ہوا آیا اور کہنے لگا: ”امیر البحر کی سخت مخالفت ہے کہ ایسی کوئی رعایت کی جائے“ جب یہ بات شاہنشاہ کے سامنے بیان ہوئی تو اُس کو ذرا بھی تعجب نہ ہوا۔ اور اُس نے آستہ سے کہا: ”گھوڑے واپس کر دو کیونکہ اُن کا کچھ کام نہیں ہے۔“ پس کس کو امیر البحر کے اس ظلم سے ایسا طیش آیا کہ وہ جوش سے کہنے لگا۔

”میں ابھی جاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ جاؤ گھوڑے امیر البحر کو واپس کر آؤ۔“

ہنولین نے کہا تمہیں۔ تم کو اس وقت غصہ ہے۔ اور ایسی حالت میں کوئی

کام درست نہیں ہوتا اور ہمیشہ یہی بات سب سے بہتر ہے کہ دن کے جرم پر ایک ماٹ گدبٹنے دی جائے۔

۱۰۔ نومبر۔ شاہنشاہ لیس کیس کو ہمراہ لیکر ٹھٹھے گیا تھا۔ وہاں ہی پر رستے میں اس کو مسٹر لیس بال کوم اور مسٹر لیس اسٹوارٹ ملیں۔ مسٹر لیس اسٹوارٹ بیٹی سے لندن کو جا رہی تھی۔ نیپولین ان سے باتیں کر رہا تھا کہ چند غلام کندھوں پر بھاری بوجھ لیے بڑی محنت و دشواری سے لگارے پر چڑھتے ہوئے اس تنگ رستے میں آئے جہاں یہ سب باتیں کر رہے تھے۔ مسٹر لیس بال کوم وقفہ سے جڑ کا لگ لگا ہٹا دیا لیکن نیپولین خود ہٹ گیا اور انکو رستہ دیکر مسٹر لیس بال کوم کی مدد میڈیم۔ ان کے بوجھ کا خیال کرنا چاہیے۔

مسٹر لیس اسٹوارٹ کو تو یہ تعلیم دی گئی تھی کہ نیپولین غلام شیطان تھا۔ اور یہ واقعہ دیکھ کر وہ حیرت زدہ ہو گئی اور نرم موٹو لہجہ سے مسٹر لیس بال کوم سے بولی۔

”ابن کیا ہی نرم و جیم بشر ہے۔ اور کیسا شریفانہ چال و چلن ہے۔ اور میری توقع سے یہ سب کیسا خلاف ہے۔“

۱۱۔ نومبر۔ بریڈز میں بڑی پابندی اور قاعدہ کے ساتھ وقت صرف کیا جاتا تھا۔ شاہنشاہ لیس کیس کو ہر روز لکھواتا تھا۔ اور تین چار بجے کے درمیان شاہنشاہ باغ میں اگر ایک فریق کو لکھوایا کرتا تھا جو اسی کام کے واسطے چیس لون سے آیا کرتا تھا۔ سارے پانچ بجے شاہنشاہ باغ میں سے چلا جاتا تھا۔ اور مسٹر بال کوم کے مکان کے سامنے والے سبزہ کی سڑک پر ٹھہر کر ملتا تھا۔ اور رفیقوں کے ساتھ ٹھہر کر باتیں کرتا رہتا تھا یہاں تک کہ کھانے کا وقت آ جاتا تھا۔

کھانے کے بعد وہ باغ میں واپس آ جاتا تھا اور اس کے واسطے قہوہ لایا جاتا تھا۔ اور اس موقع پر وہ مسٹر بال کوم کے بیوی بچوں کو بلاتا تھا جن سے اس کو بڑی محبت ہو گئی تھی۔ اور پھر باغ میں ٹھٹھا اور باتیں کرتا تھا۔ اور اگر ہوا تیز نہ ہوتی اور چاندنی

رات ہوتی تو زیادہ رات گئے تک باتیں کرتا رہتا تھا۔
 لیس کس کتا ہے؟ ان چاندانی راتوں میں شاہنشاہ بہت باتیں کرتا تھا
 اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اندوہ غم اور مصائب کو فراموش کر دیا ہے۔ ان بے تکلفی
 کی باتوں میں جن میں متوکل رہتا تھا وہ بڑی خوشی سے اپنے بچپن کے واقعات اور
 اپنے یتیم شہب کے خیالات اور اپنے دوران فرمان روائی کے خانگی حالات بڑی
 مسرت سے تفصیل کے ساتھ بیان کرتا تھا۔

ایک شام کو شاہنشاہ نے کہا: اپنے بیٹے کنگ آف روم کی مناسب تعلیم
 کے لیے میں نے میوڈن کا مدرسہ قائم کرنے کی تجویز کی تھی۔ جہاں شاہی خاندان کے
 سب شاہزادے جمع کیے جاتے اور خصوصاً وہ شاہزادے جو غیر ملک کے بادشاہوں
 کے بچے ہوتے اور جن بادشاہوں کو میں نے تخت نشین کیا تھا۔ یہاں میری یہ تجویز
 تھی کہ سرکاری تعلیم کے علاوہ ان کو نجی تعلیم کے بھی فوائد چھو بچاے جاتے اور یہ بچے
 جو آئندہ مختلف تختوں پر بیٹھتے اور مختلف قوموں پر حکومت کرتے ایسی تعلیم پائے کہ
 اصولوں۔ طریقوں اور خیالات میں ان سب کے پورا اتحاد ہوتا۔ اور اس مدعا میں
 بہتر کامیابی کی غرض سے میری یہ تجویز تھی کہ ہر بچے کے ہمراہ اس ریاست کے دس دس
 بارہ بارہ بچے تعلیم کے لیے اور بلا سے جاتے جو ریاست کے اول اور اعلیٰ خاندانوں
 کے ہوتے اور بچے کے ہم عمر ہوتے اور جب وطن لوٹ کر جاتے تو ملک پر بڑا اثر ڈالتے
 اور مجاہدین تھا کہ پھر دوسرے بادشاہ ایسی تعلیم کے فوائد دیکھ کر اپنے بچے بھیجنے کی
 درخواست کرتے کہ میوڈن میں تعلیم دیے جائیں۔ اور پھر ظاہر تھا کہ تہامی یورپ پر کیسی
 اچھا اثر پڑتا۔ اور یہ بچے بچپن ہی سے ایک مدرسہ میں رہ کر ایک دوسرے کے دوست
 ہو جاتے اور شباب میں بد رسچوڑنے پر اٹھتے ہوئے جذبات۔ بیجا طرداری۔ کامیابی
 اور فتوحات کی محسوس۔ وغیرہ کا بڑا سدباب ہو جاتا۔

۱۳۔ نومبر میں کہیں لکھا ہے یہ ہمارے نائشے کے وقت جو کافی قہوہ آج صبح کو
 آئی گئی تھی وہ بہ نسبت اور دنوں کے بہتر تھی۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اچھی تھی۔ شاہنشاہ
 نے خوشی کا اظہار کیا اور چند لمحوں بعد اپنے پیٹ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ اُسے قہوہ کافی
 نسو میں ہوا۔ اس وقت میں شاہنشاہ کے اس سادہ فقرہ پر اپنے خیالات کا حال
 بیان تحریر کروں یعنی شاہنشاہ کی ہر گز یہ عادت نہ تھی کہ کما نہ بیٹے کی چیزوں کی تعریف
 سے لیکن خلاف عادت اس قہوہ کی تعریف کرنے سے صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ
 اس کی بیچارگی اور تنگی کی کہاں تک نوبت پھونچ گئی ہوگی۔ لیکن تنگی اور تکلیف کی
 شاہنشاہ نے کبھی شکایت نہ کی۔“

۱۴۔ نومبر اپنے جلیل القدر فرمان روائی کے متعلق شاہنشاہ اُن لوگوں کا
 بڑی آزادی اور بے تکلفی سے تذکرہ کیا کرتا تھا جن کو اُس کے عہد سے تعلق رہا تھا
 چنانچہ کہیں کہیں حسب ذیل لکھا ہے۔

”شاہنشاہ اپنے عہد حکومت کے متعلق واقعات اور اشخاص کا نہایت بغیر غرضی
 بغیر غصہ۔ بلا تعصب اور بغیر رنج کے تذکرہ کیا کرتا ہے۔ اپنے گذشتہ معاملات کا
 وہ اس طرح تذکرہ کرتا ہے کہ گویا اُن کو واقع ہوئے تین صدیاں ہو گئی ہیں۔ اپنی
 تقریر اور اپنے بیان میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ گذشتہ زمانہ کی زبان بولتا ہے
 اُس کی گفتگو اشخاص ماضی کے سچے مکالمہ ہیں۔ اپنا تذکرہ وہ شخص غایب اور غریب
 کے ساتھ کرتا ہے اور اُس شاہنشاہ کے افعال پر بے شکرتا ہے اور وہ نقص بتاتا
 جاتا ہے اور تفصیل کرتا جاتا ہے جن سے تاریخ اُس شاہنشاہ پر نکتہ چینی کریگی
 اور پھر اُن وجوہ اور اسباب کی تشریح بھی کر دیتا ہے جو اُس شاہنشاہ کے حق بجانب
 ہونے میں تاریخ پیش کرنے والی ہے۔“

وہ اپنے زوال کی پیچیدہ وجوہ اور حالات کا بیان کرتے ہوئے کچھ ایسا ہی

خیالات کا اظہار کرتا ہے کہ افراد انسانی اُس کی نظروں سے چھوٹ جاتے ہیں اور اُن شخصوں کی کبھی شکایت نہیں کرتا جن کی بابت واضح طور سے کہا جا سکتا ہے کہ اُس کے زوال کے وہی باعث ہوئے۔ کچھ عجیب مجموعی حالت سے وہ اپنے زوال کے وجوہ نہ دیکھتا ہے۔ اور جب ایسے شخص کا جزو سے اُس کو بید نقصان بچو نچا اُس کے سامنے تذکرہ کیا جاتا ہے تو میں نے ہمیشہ دیکھا ہے کہ وہ بس خاموش ہو جاتا ہے اور اسی کو چاہو تو اُس کی نفرت یا اُس کا رنج وغیرہ سمجھ لو۔

۱۹۔ نمبر۔ تہامی فرامیسی رفقاء شاہنشاہ کے ساتھ کھانا کھانے کو مدعو کیے گئے وہ بنشاس معلوم ہوتا تھا اور کھانا ختم ہو جانے کے بعد اُس نے کہا: ”کیسے بابے کے ساتھ نقل میں گایا خوشی کا سوا لگ مینے گایا غم کا سوا لگ پسند ہے“۔ یہ سہول نے خوشی کے سوا لگ کی رائے دی۔ اور شاہنشاہ نے مولیر کی تعریف کی ہوئی کہتاب جس کا نام ایویر تھا ہاتھ میں اٹھالی اور بہت دیر تک سنائی۔ اور جب جلسہ برجاست ہو گیا شاہنشاہ جا کر ناغ میں تنہا ٹھلنے لگا۔

۲۵۔ نمبر۔ کئی دن شاہنشاہ کی طبیعت ناساز تھی۔ اور اپنے قید خانہ کی کیساں بحالت سے گھبرا کر وہ ادا اس ہو گیا تھا۔ لیس کیس نے اُس کو پلنگ پر بیٹھ دیکھا اُس کے گرد کتا بوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا اور وہ بے خبر بیٹھا پڑھ رہا تھا۔

لیس کیس کہتا ہے کہ یہ عام رائے غلط ہے کہ شاہنشاہ نے فرج کے اعتبار سے مضبوط تھا اور موسم کا اُس پر کم اثر ہوتا تھا یا آب و ہوا کی اُس کو پروا نہ ہوتی تھی۔ کیونکہ میں برابر دیکھ رہا تھا کہ ہمیشہ اُس کو زکام کی شکایت رہتی تھی۔ ذرا سے واقعہ سے اُس کے مزاج اور طبیعت پر ایسا اثر ہوتا تھا کہ وہ بیمار ہو جاتا تھا۔ روغن کی ذرا سی بو سے جو لکڑی یا دیواروں پر ہوتا ہے اُس کی طبیعت بدتر ہو جاتا کرتی تھی۔ بعض کھانوں یا ذرا سی رطوبت سے اُس پر پورا اثر ہو جاتا تھا

اُس کا بدن ہرگز لوہے کا نہیں ہے جو کچھ طاقت ہے وہ صرف اُس کے دماغ میں ہی ہے۔

د سب کو معلوم ہے کہ باہر اور گھر میں شاہنشاہ نے جیسی جیسی شاد و مخمطیں کی ہیں اور جسمانی تکلیف کبھی کسی فرمان روا نے ایسی برداشت نہیں کی ہے۔ مجکو معلوم ہے کہ کوئٹل میں تحصیل آٹھ یا نو بجے کام کرنے کے بعد شاہنشاہ ویسا ہی تازہ اور تھکا ہوا آٹھ جایا کرنا تھا اور سینٹ ہلینا میں میں نے دیکھا ہے کہ نہایت دقیق اور مشکل مضامین پر وہ دس دس اور بارہ بارہ گھنٹے لگا کر کتابیں پڑھتا رہتا تھا۔ اور پھر معلوم ہوتا تھا کہ بالکل نہیں تھکا ہے۔ اُس نے ایسے ایسے بڑے بڑے صدمہ برداشت کیے کہ کسی بشر پر ویسے نہ پڑے اور اُس پر اثر نہ ہوا۔ اور یہ دماغی ریاضت باوجود کم و زبیم کے ہوا کرتی تھی اور جب اُس کے دماغ کو پوری خبر ہوتی تھی تو جسمانی کم زوری بھی اُس کو کبھی محسوس نہ ہوتی تھی۔

د شاہنشاہ عموماً بہت تھوڑی غذا کھاتا ہے۔ اُس کا مقولہ ہے کہ زیادہ کھانے سے آدمی کو نقصان پہنچتا ہے لیکن کم کھانے سے نقصان ہرگز نہیں ہوتا۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اشتہا پیدا کرنے کی غرض سے وہ تمام دن اور تمام رات کچھ نہیں کھاتا تھا۔ اور جب اشتہا ہی صادق ہوتی ہے تو کھانا کھاتا ہے۔ غذا کی قویہ قلیل حالت ہے لیکن شراب کی اس سے بھی کم حالت ہے یعنی صرف ایک گلاس اُس کو ہر طرح سے کافی ہے۔ وہ سوتا بھی بہت کم ہے اور سونے میں کسی قسم کی پابندی نہیں۔ اور گھنٹے پڑھنے کے لیے بہت سویرے اٹھ بیٹھتا ہے۔ اور پھر لیٹ جاتا اور سو جاتا ہے ۵

د شاہنشاہ کا دوا پر بالکل عقیدہ نہیں ہے اور اسی لیے وہ دوا کا استعمال نہیں کرتا۔ اُس نے اپنے علاج کی عجیب تجویز نکالی ہے یعنی جب کبھی بیمار ہو رہا ہے

تو قطعی اُس عادت کے خلاف کرنے لگتا ہے جو اُس دوران میں اُس کی رہنمائی
اور اس کو وہ فطرت کا ہم وزن بنادینا کہ سب سے مغللہ کئی دن سے وہ مکان میں
بند رہا ہے اور طبیعت نا سانسوئی۔ اس کا وہ یہ علاج کرتا ہے کہ بقدر ساتھ میل کے
گھوڑے کی سواری کرتا ہے یا تمام دن بٹکاریں پھرتا رہتا ہے۔ یا اس کے خلاف اگر
وہ نہایت ٹھک جائے تو پھر چوبیس گھنٹے قطعی آرام کر لیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ وہ
قدرت نے مجھے دو بڑی نعمتیں عنایت کی ہیں۔ ایک تو مجھے یہ اختیار دیا ہے کہ جب
چاہوں سو جاؤں۔ خواہ وہ کوئی وقت ہو اور کیسی ہی جگہ ہو۔ اور دوسرے مجھ میں یہ
قابلیت نہیں رکھی کہ کھانسی پھینے میں حد سے زیادہ متجاوز ہو سکوں۔ یعنی اگر ذرا بھی زیادتی ہو جائے
تو معدہ فوراً فساد پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

مستر ہال کو تم سے باتیں کرتے ہوئے ایک دن شاہنشاہ نے کہا۔
دو دوا پر مجھے اعتقاد نہیں ہے۔ میرا علاج توفیقہ اور گرم پانی سے غسل کرتا ہے۔
لیکن اسی کے ساتھ دوسرے پیشوں کے مقابلہ میں میں طب اور اُس کے ساتھ
تشریح کی بہت قدر کرتا ہوں۔ قانون کا پیشہ سچا ہے انسانوں کی فطرت کے لیے
نہایت سخت آزمائش ہے۔ یعنی سچ کو توڑنا ٹھوکرنا اور نا انصافی سے اپنے کامیاب
ہونے پر مسرور ہونا ایسی بری ہے کہ انسان کو حق و ناحق کی تمیز نہیں رہتی۔ اسی طرح
تدبیر مملکت کا عمل ہے کہ انسان کا ایمان سبکی و مرواجی ہو جاتا ہے۔ اور غلامان دین
اور پادری اس لیے ریاکار ہو جاتے ہیں کہ ان سے حد سے زیادہ تقویٰ کی توقع
کی جاتی ہے۔ اب رہا سپاہ گری کا پیشہ۔ تو سپاہی قاتل اور قزاق ہو جاتے ہیں جو
مجھے لاکھتے اور لوٹتے ہیں۔ لیکن جلیبوں اور جبرجوں کا یہ حال نہیں ہے وہ بنی نوع
انسان کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور نہ برباد کرتے ہیں اور نہ ہر ایک کو دوسرے
کے مقابلہ میں مشتعل کرتے ہیں۔

۲۸۔ نومبر۔ اب بربریز میں پولین کوچہ مینے ہو گئے تھے جہاں وہ اسی طرح مقید و پابند تھا جس طرح جہاز پر مقید رہا تھا۔ کاریگر لانگ و ڈکی مرست میں مصروف تھے۔ انگریزی سپاہیوں کے بربریز میں ڈیرہ پڑے ہوئے تھے۔ ایک غریب حبشی غلام مسٹر بال کوم کے باغ میں کام کیا کرتا تھا۔ جس کے حالات اور یہودی سے شاہنشاہ کو بڑی دلچسپی ہو گئی تھی۔ وہ جزیرہ ملایا کا تھا اور بڑا وجہ آدمی تھا اور ایک انگریزی جہاز کے ملازم اس کو اس کے وطن سے چرالائے تھے۔ اور جب اس بوڑھے غلام نے اپنی داستان جو قطعی سچی معلوم ہوتی تھی بیان کی تو شاہنشاہ کو بڑا ترس آ گیا۔ اس غلام کا نام ٹوٹی تھا اور اس کو بھی شاہنشاہ سے بڑی محبت ہو گئی تھی۔ اور شاہنشاہ اکثر اس کے جھوٹے پر اس سے باتیں کرنے کو آتا تھا۔ دونوں ایک ہی مجلس کے اسیر تھے۔ اور ٹوٹی شاہنشاہ کو ڈوڈ چٹل میں لاکھا کرتا تھا شاہنشاہ نے ایک کھارہ بیچارہ ٹوٹی کو اپنے خاندان اور اپنے وطن سے علیحدہ کیا گیا اور غلامی میں بیچ ڈالا گیا ہے۔ اور نہ اس کے لیے اس سے زیادہ کوئی شے مصیبت خیز ہو سکتی اور نہ چورائے اور بیچ ڈالنے والوں کے لیے اُنکے فعل سے بڑھ کر کوئی شے مجرمانہ ہو سکتی ہے۔ اگر یہ کام انگریزی جہاز کے صرف کپتان کا ہے تو اس سے زیادہ بد معاشر کوئی شخص نہیں۔ اور اگر یہ کام تمام ملاحوں کا ہے تو یہ کام اتنے زیادہ کینہہ اشخاص کا نہیں ہو سکتا جتنے کینہہ وہ خیال کئے جاسکتے ہیں کیونکہ ہر ایک شخص کی ذات سے سہرزد ہوتی ہے اور مجموعی حالت میں ایک پوری جماعت سے شاذ و نادر واقع ہوتی ہے۔ اور مرغہ ایک ہی ہوتا ہے۔

اور باوجود ان باتوں کے یہ حضرت انسان بھی ایک عجیب کل ہیں۔ اگر ٹوٹی برونڈس ہوتا تو خود کشی کر لیتا۔ اگر ٹوٹی ایسٹ ہوتا تو اپنے گورنر کا ناصح ہوتا۔ اور اگر اسے ایسٹ ایک غلام تھا جو نہایت نیک تھا اور اس کی کمی ہوئی پر مردوں اور عورتوں کی نصیحت کمانیاں

وہ پر جوش عیسائی ہوتا تو ہچکلیاں پہن کر اپنے ستانے والوں کے سامنے آتا اور انکو دعائیں دیتا۔ لیکن ٹوبی نہایت سکوت سے اپنی مصائب کو برداشت کرتا ہے اور اپنے کام میں لگا رہتا ہے اور بیگینا ہی سے وقت کاٹتا ہے۔

اتنا کہنے کے بعد شاہنشاہ خاموش ہو گیا اور غریب غلام کی حالت پر خیال کرتا اور جب گھوم کر پہلا توپھر کہنے لگا۔

در یقیناً رچرڈ شیردل اور غریب ٹوبی میں زمین و آسمان کا فرق ہے لیکن ٹوبی کے متعلق جو اڑکاب جرم کیا گیا ہے وہ کچھ کم مذموم نہیں ہے۔ کیونکہ ٹوبی کا بھی تو خدا ناز تھا وطن تھا اور اُس کی رشتیں اور خوشیاں تھیں۔ اور وہ آزاد تھا۔ اور کیسے ظلم کی بات ہے کہ غلامی کی حالت میں لا کر یہاں کڑھنے اور کھلنے کو رکھا گیا ہے۔

پھر لیس کیس کی طرف محبت سے دیکھ کر شاہنشاہ نے کہا۔

نولیس کیس میں تمھارے چتون سے تاڑ گیا ہوں کہ تم اپنے جی میں نیاں رہے ہو کہ سینٹ پٹینا میں صرف ٹوبی ہی سیر بلا نہیں ہے۔ بلکہ کوئی اور بھی ہے۔ میرے پیارے لیس کیس مانا کہ ہمارے ساتھ بہت زیادہ ظلم ہوا لیکن اُسی کے ساتھ ہم اور غریب ٹوبی ایک نہیں ہیں۔ یعنی ہم سے جسمانی محنت و مشقت نہیں لی جاتی اور اگر اسی مشقت لینے کا قصد کیا جائے تو ہماری روح میں ایسا حوصلہ ہے کہ ہم اپنے ظلم کرنے والوں کو مایوس کر دیں گے اور اُن کی یہ منشا پوری نہ ہوگی۔ ہماری اسیری میں بھی ایک خوبی ہے۔ دنیا کی آنکھیں ہم پر لگی ہوئی ہیں۔ اور لافانی مقصد کے ہم شہدا ہیں ہمارے واسطے کروڑوں آدمی رورہے ہیں۔ ہمارا ملک کراہ رہا ہے اور شان و عظمت ہماری قسمت پر ماتم کر رہی ہے۔ قومیں ہمارے حق میں دعا کر رہی ہیں۔

بعضہ نوٹ صفحہ ما قبل ایک مثل کتاب کی صورت رہتی ہیں اور بت سی زبانوں میں ترجمہ ہو گیا ہے۔

لے رچرڈ شیردل کا نوٹ پہلے لکھا جا چکا ہے ۱۲۔ مترجم

نہ علاوہ اس کے اگر میں صرف اپنی ذات سے بحث کر دوں تو میرے لیے شاید مسرت کا مقام ہے۔ مصائب بھی تو بغیر شجاعت اور شان و شوکت کے نہیں ہوتیں۔ میرے عہد میں جس شے کی خامی تھی۔ وہ صرف ایام مصائب کی خامی تھی۔ اگر میں بڑے طاقت و اقتدار کی حالت میں فرمان روائی کرتا ہوا اپنے تخت پر مرتا تو میں ایک حل طلب شواہ مسئلہ کی مثال ہوتا اور اب مصائب کی وجہ سے ہر شخص بے رورعایت میرے متعلق انصاف کرے گا۔

اس کے بعد شاہنشاہ نے یہ قصد کیا کہ ٹولی کو خرید کر آزاد کر دے اور اس کے وطن کو بھونچا دے۔ اور اس نے اس کام پر ڈاکٹر اومیرا کو منتخب کیا کہ سرپرست بنے جو اس وقت گورنر کا معاملہ طے کرے۔ ڈاکٹر اومیرا لکھتا ہے کہ ”اس معاملہ میں تحریر کیا گیا۔ لیکن سرپرست ہونے کے جواب دیا۔ تم کو اس اہم نتائج کی خبر نہیں ہے جس کے متعلق تم نے لکھا ہے اس سے جنرل ہونا پارٹ کی یہ تبت ہے کہ جزیرہ کے غلام اس کے شکر گزار ہو جائیں۔ اور یہ وہی کارروائی ہے جو سینٹ ڈومنگو میں ہوئی تھی۔ میں یہ معاملہ کسی حتمیت پر اور کسی طرح نہ کر دوں گا۔“

پہلین کو اس جواب سے بڑی مایوسی اور حیرت ہوئی اور بیچارہ ٹولی بدستور غلامی کی حالت میں رہا۔

باب ہفتاد ویم

لانگ وڈ میں پہلا سال

۵

بریر سے لانگ وڈ کو اٹھ جانا۔ کلید ویران۔ شاہنشاہ کے ہمراہی۔ بحالیف۔ شاہنشاہ کا بدنام کیا جانا۔ نیا سال۔ انگریزی ملاحوں کا جوش مسرت۔ شاہنشاہ کی سجدگی۔ پختہ عہد حکومت پر شاہنشاہ کی شرح۔ سرحدیں کو کی تشریف آوری۔ اس کے ظلم۔ شاہنشاہ کی مصائب کا ترقی کرنا۔

دسمبر کی ۱۰۔ تاریخ کو شاہنشاہ بریر سے لانگ وڈ کو منتقل کیا گیا۔ بریر سے لانگ وڈ تک قریب دو میل کے فاصلہ تھا۔ وہ نہایت خاموشی سے گھوڑے پر سوار ہو کر تارہوار پتھر پلے رستے کو طے کرتا ہوا لانگ وڈ میں پہنچا جہاں اس کا قید خانہ تیار ہو رہا تھا۔ یہاں ویران اور طوفان زدہ لگاڑوں کے درمیان اس نے ایک لمبا ایک منزل کا بھدانا بنا ہوا مکان دیکھا جو خود اس کی اور اس کے رفقاء کی رہائش و آسائش کے لیے کافی نہ تھا۔ باوجودیکہ یہ رفقاء چند ہی تھے اور اس کی اسیری کی مصیبت میں شریک ہوتے کو محض اپنی جان نثار ہی اور محبت سے آئے تھے۔ شاہنشاہ نے اپنے قید خانے کو خاموشی سے جانچا اور معلوم ہوتا تھا کہ اپنی آرام و آسائش کے مقابل میں اسے اپنے رفیقوں کا زیا دہ خیال تھا۔ لانگ وڈ سے ایک میل کے فاصلہ پر بریر کی مشترک پر ایک جموٹا سا جھونپڑہ تھا جس کو ہسٹس گیٹ کہتے تھے اور یہاں جنرل بریر

اُس کی بیوی ادیب کے کوہ پیہ کی اجازت مل گئی۔ جنرل گورگارد اور کونٹ لیس لیس نے یہ پسند نہ کیا کہ جیس ٹون میں شاہنشاہ سے کئی میل کے فاصلہ پر رہیں اور انھوں نے التجا کی شاہنشاہ کے قریب اُن کو خیموں میں رہنے کی اجازت دی جائے۔ اور شاہنشاہ کے مکان کے دریا کے نیچے جنرل گورگارد کے واسطے ایک خیمہ نصب کر دیا گیا اور جلدی سے ایک کمرہ کونٹ لیس لیس کے واسطے تیار کر دیا گیا۔ ان کی محبت کا شاہنشاہ کے دل پر بڑا اثر ہوا۔ ڈاکٹر اومیرا کو جو شاہنشاہ کا انگریزی ڈاکٹر تھا بہ ضرورت ایک خیمہ میں رہنا پڑا۔ اور پھر فرت فرتہ جنرل گورگارد اور ڈاکٹر اومیرا کے لیے بھی ایک ایک کمرہ بن گیا۔ شاہنشاہ اور اُس کے جلاوطن رفقاء کے مصارف کے لیے گورنمنٹ انگلینڈ نے تین لاکھ فرانک سالانہ کی منظوری کی تھی اور فرانسیسی مشرفا اپنے سروار کا حتی المقدور بڑی سعی سے اُسی طرح سے ادب و لحاظ کرتے تھے جیسا دوران فرمان روائی میں کرتے آئے تھے۔

شاہنشاہ کے رفیقوں میں اب یہ لوگ تھے۔ جنرل برٹ ریچڈ اُس کی بیوی اور تین بچے۔ کونٹ مان مٹولوں۔ اُس کی بیوی اور دو بچے کونٹ لیس لیس اور اُس کا بیٹا۔ جنرل گورگارد اور ڈاکٹر اومیرا۔ اس کے علاوہ معمولی خدمت کو تین خدمتگار سائیس۔ چار ملازم گھر کے اندر کام کاج کو اور چار خدمتگار کھانا کھلانے کو تھے اور یہ سب شاہنشاہ کے ہمراہ اس جہول ناک قید خانے کو محض اپنی الفت و محبت کی وجہ سے آئے تھے۔ ڈاکٹر اومیرا آئر لینڈ کا باشندہ تھا اور پہلے بلر اتان جہاز کا ڈاکٹر تھا۔ اور چونکہ شاہنشاہ ڈاکٹر بوجہ بیماری کے اس قابل نہ رہا تھا کہ سینٹ ہلینا اگر مصائب برداشت کر سکے ڈاکٹر اومیرا نے بڑی خوشی سے شاہنشاہ ڈاکٹر کو جانا منظور کر لیا تھا۔ جیسی مصیبت خیزان اسیروں کی زندگی اس چٹان پر جو سطح سمندر سے اٹھارہ فٹ بلند تھی اور جہاں سمندری طوفانوں کے بادلوں اور کمرے سے ہوتے جھوکے

چلتے رہتے تھے ہو سکتی تھی اچھی طرح خیال میں آ سکتی ہے۔

ان مظلوموں کے ساتھ نہ نئی چھیڑ ہوتی تھی اور خوب خوب سناٹے لگے جاتے تھے۔ جب وہ باہر جاتے تو بھری ہوئی بندوقیں لیے سنتری رستہ میں قطاریں بانڈ لٹے رہتے۔ اور باہر نکلنے کے اوقات مقرر کر دیے گئے تھے جنکے علاوہ کوئی باہر نہ جاسکتا تھا۔ اُن کو جزیرہ کے باشندوں سے بات کر چکی ممانعت تھی۔ سمندر کے کنارہ جانے کی اجازت نہ تھی۔ شاہنشاہ کی کھڑکیوں کے نیچے سنتری کھڑے رہتے تھے۔ پردوں کے لفظوں اور احکام کی کثرت بڑھ گئی تھی اور ہر روز نئے نئے تبدیل ہوتے رہتے تھے۔ اور ایسی چھیڑ اور تکالیف کی شاہنشاہ کے رفقاء نے کثرت سے شکایت کی ہے۔ مگر پتولین نے عالی ظرفی سے ایسی خاموشی کے ساتھ ان تکلیفوں کو برداشت کیا کہ اُس کے ایام اسیری کی تاریخ بڑی عالی شان ہو گئی ہے۔ اُس کا خوشحال وطن جیسا سینٹ ہلینا میں ظاہر و ثابت ہو گیا ایسا کسی اور موقع پر ظاہر و ثابت نہ ہو سکتا تھا۔ ہر شخص کے واسطے جدا جدا کام مقرر ہو گیا تھا اور ہر ایک دن باقی دنوں سے مشابہ تھا۔ قید خانہ کی مصائب اور اوداسی گستاخی اور توہین سے بڑھائی جاتی ہے۔ لیکن پتولین خاموشی سے سب کچھ برداشت کرتا تھا۔ اور اُس کے جاں نثار رشتہ داروں کے قیام گاہ کے گرد جمع ہو کر اُس کے شاہنشاہی دیدار کو ہر طرح سے ملحوظ رکھ کر اُس کے زیادہ توہین سے پناہ دیتے تھے۔

ایک موقع پر ایک انگریز نے جو پتولین کے پاس اکثر آیا تھا۔ صدق دل سے اور گویا تو بہ کے طور پر اقرار کیا کہ اس سے قبل اُس کو اُن تباہی خوف ناک روایتوں کا یقین تھا جو شاہنشاہ کے متعلق مشہور کی گئی تھیں۔ اور کس طرح ممکن تھا کہ اُن پر یقین نہ کیا جاتا۔ تباہی انگریزی اشاعتوں میں بھی یہی روایتیں ہوتی تھیں۔ ہر شخص کی زبان سے یہی روایتیں سنی جاتی تھیں اور کوئی شخص اُن کی تردید نہ کرتا تھا۔

پنولین یہ سنگر بڑی ٹیک فراہمی سے مسکرایا اور کہنے لگا: ہاں۔ میرے حال پر یہ آپ کے ذمہ داری کی عنایت تھی انہوں نے بدنام کرنے والے مذہب رسالوں کا یورپ میں طوفان برپا کر دیا تھا۔ اور مجھ سے اکثر یہ اصرار ہوتا تھا کہ ان مخفی کارروائیوں کی تردید کا انتظام کروں۔ مگر میں نے ہمیشہ انکار کیا۔ ایسی تردید سے مجھے کیا فائدہ ہوتا یہی کہا جاتا کہ میں نے تردیدی مضامین کے متعلق لوگوں کو ہجرت دے دی ہے اور لوگ میری بات پر یقین کرنا بھی چھوڑ دیتے۔ میں کہا کرتا تھا کہ سب سے بہتر جواب میری طرف سے یہی ہیں کہ اور فتوحات حاصل کروں اور یادگاریں قائم کروں۔ جھوٹ کو پائڈاری نہیں لیکن سچائی ہمیشہ باقی رہتی ہے موجودہ لوگوں میں سے سمجھدار لوگ خصوصاً نوجوان واقعات پر نظر کر کے انصاف کریں گے۔ بادل پھٹ چکے ہیں اور روشنی نمودار ہو چکی ہے اور یوٹائیوٹا میرا چال وطن زیادہ صاف نظر آتا جاتا ہے۔ اور عجب میرے ساتھ انصاف کرنے کا یورپ میں روانہ ہو جائیگا۔

”میرے جانشینوں کے قبضہ میں میرے نظم و نسق کے دفتر اور میری مجالس انتظامی کی مشینیں موجود ہیں اور وہی لوگ اب میرے جانشینوں کے طائر ہیں جو میرے شریک تھے اور جن کے ہاتھوں سے میرے مذہب جرایم کی تعمیل ہوئی، ستارہم انہوں نے کون سے ثبوت پیش کیے اور کون سی باتوں کو ظاہر کیا۔“

دو برس وقت پہلے غصہ فرو ہو گا سب ایماندار اور سمجھدار آدمی میرے عادات و اطوار کے متعلق انصاف کریں گے اور وہی لوگ میرے دشمن رہیں گے جو بد طینت یا حق ہیں۔ میں بڑی راحت میں ہو گا۔ واقعات کا تسلسل۔ مخالف فریقوں کے جھگڑے اور ان کی مخالفانہ اشاعتیں میری تاریخ کے سچے اور شاندار سامان کے لیے روزنامہ رستہ صاف کریں گی۔ اور مجھ کو بدنام کرنے میں کرداروں روپیہ برباد کرنے سے آخر فائدہ کیا ہوا؟ اس لیے کہ ان بہتانوں کا ٹھوڑے ہی عرصہ میں پتہ بھی نہ رہیگا اور میرے کارہائے

نایاں اور میری بنائی ہوئی یادگار تعمیریں جکونیک نام بنا دیں گی۔ اور اب جکوبد نام کرنا بے کام ہے۔ اس لیے کہ اب تو حد سے زیادہ دیر ہو گئی۔ اور بدنامی کے زہر کا اثر زائل دے کار ہو گیا۔

یکم جنوری ۱۸۱۸ء۔ نوروز کی خوشی میں حسب معمول شاہنشاہ کے فحش اس کو سال نو کی مبارک باد دینے کو دس بجے جمع ہوئے۔ شاہنشاہ اُن سے بہت محبت کے ساتھ ہمیشہ آیا اُن کی دعوت کی اور دن اچھٹیں کے ساتھ گذرا۔ اُس نے کلمہ دوتا کے ایک گوشہ میں ہم چند نفوس مجسوس ہیں اور ہماری تسلی یہی ہے کہ ایک دوسرے سے محبت کریں۔

امیر نجر کاک برن نے شاہنشاہ کو اپنی بند و ق بھیجی۔ امیر ابجر نے محض نیک نیتی کی تھی لیکن بظاہر بغیر فعل مضحکہ معلوم ہوتا تھا کیونکہ لائگ و ڈیس کسی قسم کا شکار نہ تھا۔ شاہنشاہ کے ہمراہیوں کی ایک دو بند و قیں اور بھی بھجیں وہ بھی واپس بھی گئیں لیکن اس شرط پر کہ ہر شام کو وہ محافظ انگریزی انسر کے خیمہ کو واپس بھیج دی جائیں۔ پس ایسی اور سی قسم کی چھوٹی چھوٹی رکبک باتوں سے یہ جلا وطن اسیر ہمیشہ وق کیے جاتے تھے۔ چنانچہ اس شرط پر فرانسیزیوں نے بند و قیں نہ لیں بلکہ واپس کر دیں اور یہ فعل اُن کا نتیجہ مناسب تھا۔ لیکن چونکہ انگریزی فوج کا ایک پورا رجمنٹ لائگ و ڈیس موجود تھا امیر ابجر انجام کار ان خوف ناک بند و قوں کو جلا وطنوں کے پاس چھوڑنے پر راضی ہو گیا۔

ایک دن سپہر کو شاہنشاہ لیس کیس کو ہمراہ لیے ہوئے باغ میں ٹھل رہا تھا اتنے میں جوش و خوشی سے بھرا ہوا ایک نوجوان انگریزی طرح آیا لیکن معلوم ہوتا تھا کہ اُس کو یہ خوف بھی تھا کہ گارڈ کے لوگ اُس کو دیکھ نہ لیں۔ اُس نے تہی آرزو سے شاہنشاہ کا منہ دیکھا اور لیس کیس سے کہا۔

رد شاہنشاہ کو میں نے سلام کر لیا اور اب میں میٹن مرونگا۔ میری دعا ہے کہ خدا

بنولین کو ایک دن اُس سے زیادہ خوش نصیب کرے جیسا اس وقت وہ ہے۔
ایسے واقعات اکثر پیش آتے رہتے تھے۔ نارتھ امیر لینڈ جہاز کے ملاح بھی شاہنشاہ
سے محبت کرتے اور اُس کو اپنا دوست خیال کرتے تھے۔ بریڈیز جہاں بنولین زیادہ
منتحی کے ساتھ نظر بند تھا اتوار کے دن یہ ملاح اکثر اُس کے پاس آکر جمع ہو جاتے تھے
کہ اُس کو ایک نظر اور دیکھ لیں۔ ایک اور موقع پر ایک ملاح جو بندر گاہ کے جہازوں میں سے
ایک جہاز سے متعلق تھا یکایک نمودار ہوا۔ محبت سے اُس کی آنکھوں میں آنسو بھرے
ہوئے تھے اور وہ لیں کیس سے کہنے لگا۔

”اُس عزیز سے کدو کہ میں اُس کی بدی کا خواہاں نہیں۔ بلکہ ہم سب اُس کے پیرو
ہیں خدا اُس کو بری مردے اور تندرست رکھے۔“

یہ ملاح خود رو پھولوں کا ایک گلدستہ بھی شاہنشاہ کے واسطے لایا تھا۔ اور
اپنی محبت کا اُس کے پاس یہی ثبوت تھا۔ ان واقعات سے بنولین کے محبت بھرے
اور فیاض دل پر بڑا اثر ہوتا تھا۔ اور ایک موقع پر وہ جوش سے کہنے لگا۔

”درا خیال کے اثر کو تو دیکھو۔ آف۔ اُس کا اثر بھی کتنا قوی ہے۔ یہاں وہ لوگ
موجود ہیں جو جگہ کو نہیں جانتے اور شاید کبھی دیکھا بھی نہ ہوگا۔ انھوں نے صرف میرا اصل
منسا ہے اور وہ کون سی بات ہے جو وہ خیال نہیں کرتے اور محسوس نہیں کرتے اور وہ
کونسی بات ہے جو وہ میری خدمت گزاری میں اٹھا رکھینگے۔ اور یہی مسئلہ خراجی تمام
ممالک میں تمام زمانوں میں مردوں اور عورتوں کے درمیان موجود رہی ہے۔ کوئی شک
نہیں کہ دنیا ہی دنیا پر فرمان روائی کرتا ہے۔“

لاٹک وٹھیں جتنے فاصلہ تک بنولین کو بلاروک وٹوک سیر کرنے کی اجازت تھی وہ
وہ آدھ گھنٹہ کی سیر کے لیے کافی تھا اور بغیر ایک انگریز محافظ کو ہمراہ لیے ہوئے اُسے اس
تانی چھوٹے جزیرہ میں سیر کرنے کی اجازت نہ تھی۔ شاہنشاہ کو یہ تجویز نہایت ناگوار

تھی اور وہ گارڈ کو ہمراہ لیکر سیر کو جانا ہرگز پسند نہ کرتا تھا۔ پولین کے رفیقوں نے بڑی کوشش کی کہ یہ سخت حکم منسوخ کر دیا جائے اور کہا کہ اگر ایسی ہی ضرورت سمجھی جائے تو ہمارے ریوں پر رگڑ سنسٹری متعین کر دیے جایا کریں کہ شاہنشاہ کو سواری کی حالت میں برابر دیکھتے رہا کریں لیکن امیر خسرو دہلوی نے یہ سچا سچا اس سے پولین کے دل کو سخت رنج پھونچا اور اس نے یہ ارادہ کر لیا کہ قطعی سیر کو نہ جائیگا۔ اور اپنی معمولی حدود کے اندر ٹھہرے گا۔ تو میں سے اس کی روح کو صدمہ تھا اور اس کی سخت خراب ہونے لگی۔

۱۵ جنوری ۱۹۱۵ء کو امیر نے ڈاکٹر اور میرا سے ایک کتاب موسومہ اسرار دیوار بونا پار مصنفہ گولڈا تھمٹھ لپنے پڑھنے کو عاریت لی۔ پولین نے بھی بڑے تعجب سے ان مذہبی بہتانوں کو جو اس کی ذات سے منسوب کئے گئے تھے پڑھا بعض وقت تو مصنف کی تمام قہقہہ مار کر ہنس پڑتا تھا اور بعض وقت منصف کی بے حیائی اور بہتان بندی پر حیرت زدہ ہو کر تعجب کرتا تھا۔ اور جب اس نے اس تہمت کو پڑھا جو اس کی ماں سے منسوب تھی تو کہنے لگا۔

”اے خاتون۔ اے مظلوم خاتون۔ تیرا چال و چلن تو بڑا ارفع ہے۔ پروردگار عالم اگر وہ اس تہمت کو پڑھ بیگی تو معلوم نہیں کیا خیال کریگی، جب پولین نے اس کتاب میں خود اپنی عیاشیوں کا قصہ پڑھا تو کہنے لگا۔

”سبحان اللہ۔ اور مرزا۔ مصنف تو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہر معاملہ میں مجھ کو انوکھا نامور ثابت کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔ لیکن یہ ان لوگوں کی غلطی ہے کہ بد اخلاقی اور بد اخلاقی کے معاملہ میں مجھ پر حملہ کرتے ہیں۔ کیونکہ تمام دنیا کو معلوم ہے کہ ان مذہب پیروں کو میں نے میٹھا اور دفع کیا ہے۔ ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں ہے کہ اپنے فطرتی رجحان سے میں عیاشی کی طرف مائل نہ تھا اور مجھ کو جرم کار سے جلا اتنی فرصت ہی کہاں تھی عیاشی میں وقت ضائع کر سکتا“

اسی حال میں ڈاکٹر او میر امی آگیا اور نپولین نے اُس سے کہا۔

”ڈاکٹر صاحب۔ میں نے آپ کی لندن کی مطبوعہ ایک عمدہ کتاب پڑھی جو میرے خلاف لکھی گئی ہے۔ اور یہ مقولہ صحیح ہے کہ آدمی کو اُسی بات سے رنج ہوتا ہے جو واقعی اُس کی شان میں سچی اور صحیح ہو۔ مجھ کو اس کتاب کے پڑھنے سے ذرا بھی غصہ نہ آیا بلکہ میں بار بار ہنسنارہا۔“

ایک دن ایک شخص نے کہا: آج ماہ مارچ کی ۱۱۔ تارخ ہے۔ یہ سن کر نپولین نے مسرت سے کہا۔ لیجیے آج پورا ایک سال ہو گیا۔ آج ہی کی تاریخ ایلبل سے لوٹا کر میں یانس موجود تھا اور وہ دن بھی کیا ہی خوش تھا۔ دریں ٹرے اقتدار والا شاہنشاہ ہو رہا تھا۔ میں نے دنیا کی سب سے بڑی بادشاہت کی بنیاد ڈالی تھی۔ اور دنیا کے حق میں کسی مضرت نہ ہوئی اور لوگوں نے کیسی غلطی کی کہ میری ایلبل سے واپسی پر انھوں سے اتفاق و رضامندی کا اظہار نہ کیا اور ہر شخص کو یہ بات نہ سوجھی کہ میرا احمد حکومت پسندیدہ تھا اور اُسکی ضرورت تھی۔ کہ چرچ کی فرمان روائیوں میں مساوات اور امن ہو جاتا۔ لیکن عجب بات ہو کہ مجھ سے بادشاہ بھی خائف تھے اور جہو بھی ڈرتے تھے۔ اور انھوں نے بڑی غلطی کی اور سخت پکھتا لینگے۔

”بادشاہوں کو کس بات کا خوف تھا۔ کیا اُن کو میری جاہ ظلی سے خوف تھا۔ یا میری فتوحات اور عالم گیر فرمان روائی سے ڈرتے تھے۔ لیکن ایلبا سے واپس آنے پر نہ میرے ذہن پر اتنے وسیع تھے نہ میرا ویسا اقتدار تھا جیسا پہلے تھا۔ مگر اُن کو جاننا چاہیے تھا کہ میں نے محض فرانس کی حفاظت کے لیے ہزیمتیں دی تھیں اور فتوحات محل کی تھیں۔ اور سچی بات ہے جس کی صداقت روزمرہ ہوتی جا لگی۔ یورپ نے فرانس کے خلاف جنگ کرنے سے کبھی دست کشی نہ کی۔ اور یہ جنگ فرانس کے اصولوں اور میرے خود خلاف جاری رہی۔ اور اپنے تئیں بربادی سے بچانے کو ہم فریسی اس بات پر مجبور

ہوے کہ اوروں کو برباد کر کے جتھے بندیوں ہمیشہ موجود رہیں۔ خواہ مخفی طور سے یا علانیہ طور سے۔ خواہ جتھے بندیوں کے متعلق بادشاہوں نے اٹھایا کہ جتھے بندی نہیں ہے یا علانیہ کہا کہ ہاں جتھے بندی ہے۔ مگر جتھے بندیاں ضرور قائم رہیں۔ اور مستقل طور سے قائم رہیں اور یہ بات صرف متحدہ بادشاہوں پر منحصر تھی کہ فرانسسیسی ہیں سے گھر میں بیٹھیں یا لڑتے رہیں۔ رہے خود ہم تو ہم سب ٹھک کر عاجز آ گئے تھے۔ رہا میں۔ تو میرے لیے یہ کہا جاتا تھا کہ امن و صلح کی خوبیوں کی طرف سے مجھ کو حس نہ تھی۔ لیکن یہ دعویٰ محض باطل ہے جب غیرت و آبرو کے ساتھ امن و صلح نصیب ہوئی نہں نے فوراً اس کے حاصل کرنے میں پیش قدمی کی ہے۔

۱. کیا انگوینہ خطرہ تھا کہ طوائف الملوکی کے اصولوں کو قائم کر کے میں ان کو مغلوب کرتا۔ لیکن اس معاملے میں میری رائے کا ان کو تجربہ ہو چکا تھا انھوں نے یہ تو دیکھ ہی لیا تھا کہ میں نے ان کے ممالک پر دخل کیا اور مجھ سے کس قدر اصرار موا کا انتہا اب یا غنڈہ گردوں اور شہروں میں جدا جدا امیونسل اختیار دے کر علیا کو باغی کر دوں۔ مگر میں نے تو یہ بات کبھی نہ کیا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے مجھ پر زمانہ حال کے اٹھایا طوائف الملوکی کے حامی ہو جائیں۔ پھر ہونے کا الزام لگایا جاتا۔ یہ بادشاہ معاملات کو خوب سمجھتے تھے۔ اگر میں ایسا ہوا ہوتا تو ممکن تھا کہ میں آج بھی فرماں روا کی کرتا ہوتا اور یہ بادشاہ معزول کر دئے جاتے۔ اور اس اہم معاملے میں جس میں میں اپنے تئیں سردار یا الشخیال کرتا تھا وہ پہلوؤں میں سے ایک پہلو اختیار کیا جاسکتا تھا یعنی یا تو بادشاہ اس بات پر مجبور د آدہ کئے جاتے کہ جمہور کی درخواست کو مسترد کرے۔ تاہم توجہ سے سنیں یا جمہور کی ایسی رہنمائی کی جاتی تھی کہ اپنے فرمان رواؤں کے ماتحت خوشی اور اطمینان کی زندگی بسر کریں۔ لیکن یہ بات سب جانتے ہیں کہ جب جمہور ایک دفعہ چھپرے جائیں تو ان کو روکنا کوئی آسان بات نہیں ہے۔ بس عقل کی بات یہی تھی کہ فرمانروا اس بات پر مایل کئے جاتے کہ دکاوت اور سمجھ سے کام کریں۔ اور مجھے یہ خیال کر نیکا

حق حاصل تھا کہ جمہور کے اہم مقاصد سمجھنے کی بادشاہوں میں یاقوت ہے۔ لیکن افسوس
مجلوہ دھوکا ہو گیا۔ انھوں نے ذرا بھی سمجھ سے کام نہ لیا بلکہ اُسے لٹھختے سے ایسے انداز سے
ہو گئے کہ انھوں نے انھیں جمہور کو میری مخالفت پر آمادہ کر دیا جن کو میں نے اُن کی
مخالفت سے باز رکھا تھا۔ لیکن خیر یہ بادشاہ ذرا تھریں۔ اس کا مزہ چھیننے

دور آخر میں میں یہ پوچھتا ہوں کہ کیا یہ بادشاہ ایک سپاہی کو تاج شاہنشاہی پہنے
دیکھنے سے ڈر گئے؟ کیا وہ اس نظیر سے خالی ہو گئے۔ تو اس کا یہ جواب ہے کہ غلطیوں
نے۔ اُن حالات نے جو میری ترقی کا باعث ہوئے۔ اور میری اُس آرزو اور جدوجہد نے
کہ جمہور کے عادات کے موافق عمل کروں۔ اور اُن کی حیات اور اُن کے وجود کو اپنی جیسا
اور اپنا وجود سمجھوں اور رشتہ اور ملک علی کے درمیان سے اُن کے ساتھ ایک ہو جاؤں دوسرے
کے لیے دروازہ بند کر دیا اور کوئی میری نظیر قائم نہیں کر سکتا۔ ہی یہ ضرورت کہ میرا تاج
میرے وارث کو چھو نچتا تو یہ بھی جمہور ہی کے فائدہ کی بات تھی۔ کیونکہ میرا جانشین جمہور زادہ
ہوتا۔ کسی شاہی خاندان کا شاہ زادہ نہ ہوتا۔ ادب اب تو ہزاروں قرن درکار ہیں کہ وہی حال
پیدا ہوں اور وہی معاملات ایک وقت میں جمع ہوں کہ دوسرا میری طرح نظیر قائم کرے
لیکن ایک بھی بادشاہ ایسا نہیں ہے کہ جس سے چند ہی قدم کے فاصلہ پر اُس کے خود
ایوان میں اُس کے رشتہ کے بھائی۔ بھتیجے حقیقی بھائی اور رشتہ دار موجود نہ ہوں اور
اُن کے لیے ایسی مثال کی پیر دی کرنا اگر یہ مثال ایک دفعہ بھی دکھا دی گئی بہت ہی
آسان ہو گا۔

دوسرے کے برخلاف جمہور کو چوکا دینے اور پریشان کر دینے کی کونسی وجہ تھی۔ کیا
انھیں یہ خطہ تھا کہ میں برباد کروں گا۔ اور اُن کو غلام بنا لوں گا۔ لیکن ایسی بات کب تھی میں
نے تو اُن کے حقوق قائم کرنے میں ایک مسیحا کا کام کیا تھا۔ اور امن قائم کرنے کی بھی
اسی طرح کوشش کی تھی۔ اور اسی بات میں تو میرا اقتدار تھا۔ اور اگر اس سے انحراف

کرنا تو میری خود بر باد ہی تھی۔ اور میں مکر کرتا ہوں کہ بادشاہوں اور جمہوروں نے غلطی کی میں نے پھر سے تخت قایم کیے اور غیر ضرور ساں امر ابلانے۔ اور ان تاجداروں اور امراء کے لیے پھر خطرہ وجود ہے۔ میں جمہور کے محدود اور محول حقوق قایم کر کے انکو جائز قرار دیا تھا۔ اور جمہور کے غلام بنائے جا چکا پھر خطرہ ہو۔ اگر میری ایلیا سے واپس آئے اور شاہنشاہ ہونے پر دونوں راضی ہو جائے تو دونوں کے حقوق قایم ہو جاتے اور دونوں کو فائدہ ہوتا۔ اب دونوں کو از سر نو کوشش کرنی پڑیگی اور ممکن ہو کہ دونوں کے حقوق ضائع ہو جائیں میری موجودگی میں دونوں ہر ایک بات طے کر سکتے تھے اور ممکن ہو کہ دونوں کو اب ہر ایک بات پھر سے شروع کرنا پڑے۔ اسوقت ممکن تھا کہ یورپ میں ایسی صلح قایم ہو جاتی کہ عرصہ دراز تک ٹھنڈک پڑ جاتی اور دونوں کبھی کا اس سے نفع اٹھانا شروع کر دیتے۔ لیکن اس کے بجائے اب یہ حال ہے کہ ایک ذرا سی جنگاری یورپ میں پھر عالمگیر لگ لگائیگی اور مجبور انسان کی کمزوری اور ناکامی سخت تأسف ہوگا

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مذکورہ بالا باتیں نہایت عمیق خیالات ہیں۔ اور جب راستی سے کام لیا جائیگا پانچولین کو سچا ماننا پڑیگا۔ اور یورپ کی موجودہ سلطنتی سے جسکی پر خروش آتش فشاں کی سی حالت ہو رہی ہے۔ ان باتوں کی تصدیق ہو رہی ہے۔

۳۱ مارچ۔ نیولین کی خواہش کے موافق جنرل برٹ ریڈ نے امیر اکبر کاک برن کو ایک خط بھیج کر دریافت کرنا چاہا کہ شاہنشاہ شاہزادہ ولی عہد انگلستان کو ایک مراسلہ بھیجنا چاہتا تھا۔ اور کیا یہ مراسلہ انگلستان کو بھیج دیا جائیگا۔ اس کے جواب میں امیر اکبر کاک برن نے کہا: مجھے ایسے کسی شاہنشاہ کا علم نہیں ہے جو سینٹ پٹین میں موجود ہے اور جب تک میں خود نہ پڑھ لوں کوئی مراسلہ انگلستان نہ بھیجا جائیگا۔

۳۲ مارچ۔ جزیرہ سیلون کا گورنر انگلستان کو جا رہا تھا اور چار بجے شام کے قریب وہ شاہنشاہ کے حضور میں پیش کیا گیا۔ شاہنشاہ نہایت اوداس اور شکستہ خاطر تھا لیکن جب گورنر نے پوچھا کہ آیا کوئی ایسے خطوط ہیں جو یورپ کو بھیجنا منظور ہیں تو شاہنشاہ

چونکہ پٹا اور فوراً پوچھا کہ کیا تم شاہزادہ ولی عہد سے ملو گے یا گورنر نے کہا: اُس میں کوئی شک
شاہنشاہ نے کہا۔

”شاہزادہ ولی عہد سے کہنا کہ میں آپ کو ایک خط بھیجنا چاہتا تھا۔ لیکن امیر البحر کا کہنا
نے کہا کہ پہلے وہ خط میں پڑھ لوں گا اس لیے وہ خط خدمت میں نہیں بھیجا گیا۔ اس لیے کہ
یہ بات میرے مرتبہ کے خلاف تھی۔ اور خود شاہزادہ ولی عہد کے شان کے منافی تھی
اور میں نے انگلستان والوں کو اپنے قوانین پر بہت فخر کرتے ہوئے سنا تھا۔ لیکن
ان قوانین سے کہیں نفع پھونچے نہ دکھیا۔ اور شاہنشاہ کو اب توقع کیا بلکہ خواہش ہے
کہ ایک جلد و آجاتا۔ اور جو مصائب شاہنشاہ کو پھونچائی جا رہی ہیں وہ انسانیت سے
خارج ہیں اور سخت وحشیانہ ہیں اور اچھا تو یہی ہوتا اور جرات تو اسی میں ہے کہ اب وہ
قتل کر دیا جائے۔“

۳۔ اپریل۔ پتلیکن اُن تفکرات اور پریشانیوں کا ذکر کر رہا تھا جو داٹر لو کی جنگ کے
بعد اور سلطنت سے دست کشی کے وقت اُس کو پیش آئی تھیں۔

اُس نے کہا: ”مجھ کو یقین ہے کہ کیا فرانسس میرے ساتھ انصاف کریں گے یا کیا وہ مجھ پر
یہ الزام نہ لگائیں گے کہ اُن کو چھوڑ دیا یا تاریخ اس کا فیصلہ کریگی۔ تاریخ کے فیصلے
سے ڈرنے کے بجائے میں تو متناہی کرتا ہوں کہ تاریخ اپنا فیصلہ صادر کرے۔ میں نے
اکثر اپنے دل سے یہ سوال کیا ہے کہ آیا میں نے فرانسسیسیوں کے لیے وہ سب کام
کر دیے یا نہیں جس کی اُن کو مجھ سے توقع تھی۔ لیکن افسوس اُن کو اُس شب کا حال معلوم نہیں
جس میں میں نے سلطنت سے دست کشی کا غم کیا تھا اور پھر صبح کو دست کش ہو گیا۔
اس شب میں جو بڑی مصیبت اور پس و پیش کی شب تھی مجھ کو دو بڑے رستوں
میں سے ایک کا انتخاب کرنا پڑا تھا۔ ایک تو یہ تھا۔ ایک تو یہ تھا کہ جو فریاد کے ساتھ فرانس
کو بچاؤں اور دوسرا یہ تھا کہ عام رجحان کا اپنے قیاس فرمان بردار بنالوں۔ چنانچہ میں نے

جو طریقہ اختیار کیا وہ میری رائے میں زیادہ مناسب تھا۔ وہ وہیں وہیں ایک نیت اور بد نیت سب ہی میرے خلاف تھے اور میں تنہا تھا۔ پس میں نے فرمان برداری کی اور جب ایک بات کا قصد کر لیا تو اس سے پھر جانا جو ان فردی کے خلاف تھا۔ میں احوال کام کرنے والا آدمی نہیں ہوں۔ اس کے علاوہ فرمان برداری کوئی لباس نہیں ہے کہ جب چاہا اوتار دیا اور جب چاہا پہن لیا۔

دوسرے طریقے میں نہایت سخت کارروائیوں کی ضرورت تھی۔ بڑے بڑے مجرم گرفتار کرنا پڑتے اور بڑی بڑی سخت سزائیں دینا پڑتیں ضرور خونریزی ہوتی اور کون کہہ سکتا ہے کہ ہم کو کہاں پر گرفتار پڑتا۔ وہ ایسے کو سنے ہول ناک منظر ہیں جو پیش نہ آجائے پس اگر ایسا کیا جاتا تو میری ٹیک نامی خاک میں مل جاتی اور میں ظالم خونریز سفاک مشہور ہو جاتا۔ مجھ پر طح سے لعنت ہوتی اور دیکھ لو کچھ نہ کرنے پر بدنام کرنے والوں نے مجھ کو اب بھی کیسا کیسا بدنام نہ کیا۔ پس اگر ایسی میت پر میں قرا اس کو پالھی لیتا اور اپنے غم و بہمت سے جلد دشواریوں اور موانع پر غالب بھی آجاتا تو بھی کیا یہ توقع ہو سکتی تھی کہ میں کامیاب ہو جاتا۔

”ہاں میں نے بہت عرصہ پس و پیش کیا اور دونوں پہلوؤں کو بڑے غور سے جانچا اور آخر میں یہی نتیجہ نکالا کہ میرا کامیاب ہونا غیر ممکن تھا۔ کیونکہ فرانس سے باہر یورپ کے تاجداروں میں جتنے ہندی تھی۔ اور فرانس کے اندر بوربون کے حامی موجود تھے اور اس کے سوا ہماری مجلس قانون ساز کی شدتوں سے اور بے شمار مخالف گروہ قائم ہو جاتے اور ان کو مغلوب کرنا بجائے خود ایک اہم کام ہو جاتا۔ پس ہر صورت سے دشمنوں کا ہجوم بڑھتا ہی چلا جاتا۔ اس لیے سلطنت سے دست کش ہو جانا ہی ضروری اصرار کرتا تھا۔ اور دیکھئے مجھ جیسے شخص کے باوجود سب باتوں کا خاتمہ ہو گیا میں نے یہ سب پہلے سے دیکھ لیا تھا اور پیشین گوئی کر دی تھی۔ لیکن پھر بھی مجھ کو کوئی پانہ تھا

لیس کیس نے پوچھا اگر جہاں پناہ سے مجلس قانون ساز اتفاق کر لیتی تو کیا جہاں پناہ فرانس کو بچا لیتے؟

شاہنشاہ نے جواب دیا: پھر کیا تھا۔ میں بے پس و پیش یہ کام اپنے ہاتھ میں لے لیتا اور اس سے قبل کہ کثرت سے متحدہ افواج پیرس کے سامنے جمع ہوں میں سوچے اور دیکھتا ہوں کہ شہر پناہ کے سامنے اسی ہزار عمدہ سپاہ اور تین سو گھوڑے چڑھی توہیں موجود کر دیتا اور چند روز توپ چلنے کے بعد قومی گارڈ سمیت افواج اور پیرس کے باشندے مورچوں کی حفاظت کو کافی ہو جاتے اور میرے پاس اسی ہزار میدان میں جنگ والی سپاہ فراہم ہو جاتی اور چند ہی روز میں پیرس عیسے فتح ہو جاتا۔ اور میں قوم سے اپیل کرنا اور عظیم الشان خطرہ اور جمہور کے تردد و جوش اور عجیب و غریب نظارہ کی وجہ سے یہ کثرت فرانس پیرس میں آکر جمع ہو جاتے اور ہر طرح سے قرین قیاس تھا کہ چار لاکھ سے زیادہ فوج کٹری ہو جاتی اور میں جانتا ہوں کہ متحدہ افواج پانچ لاکھ سے زیادہ نہ تھیں۔ اور پھر ایک لڑائی پر معاملہ کا انحصار ہو جاتا اور اس میں مخالفین کو بھی اس قدر خطرہ کا سامنا ہوتا جتنا مجھ کو تھا۔

”اتنے عرصہ میں میں قومی سینٹ قائم کر لیتا جس میں قوم کے نہایت نامور شخص ہوتے اور حربی امور میں مجھ کو اختیارات کلی حاصل ہو جاتے جس کے ساتھ دیوانی کے حکام بھی میری طاقت کو مستحکم کر دیتے اور میں رعیت کی طرف سے قوم کا محاط مقرر کر دیا جاتا اور میں اپنے اصولوں کا نظم یورپ میں پھیلا دیتا اور جب متحدہ بادشاہ دیکھتے کہ خود ان کے مالک میں اثر پیدا ہو گیا ہے تو خائف ہو کر یا تو مجھ سے صلح کر دیتے یا صلح ہو جاتے۔“

لیس کیس نے کہا: ”تو کیا وجہ ہے کہ جہاں پناہ نے اس بات کا قصد نہ کیا جس میں جہاں پناہ کو ضرور کامیابی ہونے والی تھی۔ اور کن ہم سینٹ لینا میں کیوں

اسیر ہیں یا

پولین نے جواب دیا اب تم مجھ پر الزام لگاتے اور مجھ کو مجرم قرار دیتے ہو۔ لیکن اگر میں تھکدے سامنے وہ اُسو پیش کرتا جو ہمارے خلاف تھے تو تم اپنی رائے کو بدل آ اور ایسی بات نہ کہتے جو کہ رہے ہو۔ میں نے تو کچھ تم سے بیان کیا وہ ایسی حالت کا بیان کیا کہ گویا ہم نے مان لیا تھا کہ مجلس قانون ساز ہاری شریک ہو گئی تھی اور اُس کی طرف کی حالت میں جو نتائج نکلتے انھیں کی میں نے تم سے شرح کی۔ لیکن یہ تو تم کو معلوم ہے کہ اس مجلس نے کیا طریقہ اختیار کیا تھا۔ یہ ممکن تھا کہ میں اس مجلس کو توڑ دیتا اور فرانس اور تائی یورپ مجھ پر الزام لگا رہے ہیں اور بے شبہ آنے والی نسلیں بھی مجھ پر میری کمزوری سے الزام لگا چکی کہ جب اس مجلس نے بغاوت کی تھی تو کیا وجہ تھی کہ میں نے اُس کو توڑ دیا یہ بھی کہا جائیگا کہ مجھ کو اپنے تئیں اُن جمہور سے علیحدہ کرنا لازم نہ تھا جنہوں نے میرے لیے کوئی دقیقہ ادا کا اٹھانا نہ رکھا تھا لیکن اس مجلس کو توڑ دینے سے بھی کیا ہوتا۔ اسی قدر ہو سکتا تھا کہ ہم شرائط کے ساتھ مخالفین کے مطیع ہوتے اور اس حالت میں میں مکر کہتا ہوں کہ بڑی خون ریزی ہوتی اور میں اپنے متین ظالم ثابت کرتا۔

۱۰۔ اپریل۔ ایک جہاز کیا جس میں یورپ کے اخبار تھے جب پولین نے فرانس کی بے چینی اور مصائب کے طوفان کا حال پڑھا جو تائی محکموں میں ہر پاہور ہا تھا تو اس کے جوش اُگیا اور فرس پر ٹھٹھنے اور کہنے لگا۔

”میں کیسا بد قسمت تھا کہ امریکہ کو نہ گیا کہ دوسرے نصف کرہ ارض سے بھی کفرانس راجت سے روکتا اور میرے واپس آجانے کے خطرہ سے غلام اور حماقت کی ایک دور ہو جاتی۔ صرف میرا نام ہی اُن کی زیادتوں کے روک دینے کو کافی ہوتا اور وہ ڈسنے لڑتے۔ یہ جدید انقلاب حکومت فرانس کے بڑے انقلاب کے سامنے گم ہو گیا ہے جدید خیالات کی ہوا دقتانوسی آمرانی خیالات کو میٹ دینے کے لیے کافی ہے۔ کیونکہ

اب کوئی شے ہمارے انقلاب عظیم کے حالی شان اصولوں کو نیست و محو نہیں کر سکتی۔ اور یہ بڑے اور عمدہ سچے اصول ایسے پورے و تکمیل کے ساتھ ہماری شہرت۔ ہماری۔ یادگاروں اور ہمارے متم باستان کارناموں سے مخلوط ہو گئے ہیں کہ کبھی محدود نہ ہونگے۔ ان سچے اصولوں کے پہلے داغوں کو ہم نے اپنے آپ شہرت و ناموری سے دھو دیا ہے اور اب وہ غیر فانی ہو گئے اور یہ سچے اصول اب ہرگز ایک قدم پیچھے نہیں ہٹ سکتے کیونکہ فرانس کی عدالتوں میں وہ پیدا ہوئے۔ لڑائیوں کے خون سے وہ مستحکم ہوئے۔ فتوحات کے سہروں سے ان کی زمینت ہوئے۔ جمہور نے مسرت کے نعروں سے انکا خیر مقدم کیا۔ بادشاہوں کے عہد ناموں اور باہمی اتحاد نے ان کو جائز قرار دیا اور فرمان رداؤں کی زبان پر ان کا عام ذکر ہے اور ہر وقت وہ انھیں اصولوں کا تذکرہ سنتے ہیں برطانیہ اعظم میں خیاات کے اندر آزادی آتی جاتی ہے اور سچے اصول امریکا والوں پر نئی روشنی ڈال رہی ہیں اور فرانس کے اندر تو یہ اصول قوی ہو گئے ہیں اور انھیں تین مقاموں سے دنیا کو روشن کرنے والا نور نکالے گا۔ تمام دنیا پر اور اس کے فرمان روائی ہوگی۔ یہی آزادی کے سچے اصول حامی قوموں کا ایمان مذہب اور اخلاق بن جائیگا۔ اور باوجود تمامی مخالفتیں کہ یہ یادگار زمانہ میری تمام سے متعلق بنسب کیا جائیگا کیونکہ اس بات سے انکار نہیں ہو سکتا میں ہی نے مشعل کو روشن کیا اور اس سچے آزادی اور جمہور کی مساوات کے اصول کو پاک قرار دیا اور اب جو جو عذاب محکو دیے جاتے ہیں محکو سب کا مغز عمدہ لیتے جاتے ہیں۔ دوست و دشمن اور سب لوگ ضرور محکو اعلیٰ درجہ کا سپاہی اور میرے زمانہ کا بڑا حامی وکیل تسلیم کرینگے۔ اور میں ہمیشہ رہنمائی کرنے والا روشن ستارہ رہوں گا۔

۱۷۔ اپریل۔ سینٹ ہلینا کا نیا گورنر سر جیمز سٹورٹ لولاگ وڈ میں آیا اور شاہنشاہ کے سامنے پیش کیا گیا اس کی صورت میں ذرا بھی وجاہت نہ تھی۔ اور جب وہ زحمت سے بگایا تو شاہنشاہ نے کہا یہ تو نہایت مکروہ صورت ہے۔ بشرہ سے سخت پاجی معلوم ہوتا

ہے۔ لیکن ہم کو اتنی جلد ابی رائے قائم نہ کرنا چاہیے ممکن ہے کہ ظاہری صورت کی بنیائی
کا حسن سیرت معاوضہ کر دے۔ اور یہ غیر ممکن نہیں ہے۔

۱۸۔ اپریل۔ سرہن کو نے شاہنشاہ کے تمامی رفقا اور ملازموں کے سامنے
ایک کاغذ پیش کیا اس کاغذ کی تحریر کا یہ منشا تھا کہ اگر آپ لوگ چاہیں تو یورپ واپس جاسکتے
ہیں۔ لیکن اگر شاہنشاہ کے ہمراہ سینٹ پٹینا میں رہنے کی خواہش ہو تو اس کاغذ پر
دستخط کر دیے جائیں اور پھر تمامی قیود جو پیش کی جائیںگی سب کو برداشت کرنا پڑے گی۔ اس
کاغذ پر سب نے دستخط کر دیے لیکن جنرل برٹ ریڈ نے دستخط نہ کئے ظاہر تھا کہ شاہنشاہ
کی حیات تک سب کو جزیروہ میں قید رہنا تھا۔ جنرل برٹ ریڈ کے دستخط نہ کرنے سے شاہنشاہ
کو کافی ایملہ خیال ہوا مگر اس نے کہا: برٹ ریڈ مثلاً مرنج آدمی نہیں ہے اس کی حالت
ہمیشہ ایک سی رہتی ہے۔ ابھی تو وہ جانے جانے کرتا ہے لیکن جب جانے کا وقت
آئیگا وہ ہرگز نہ جائیگا اور ہم کو اپنے اجداد کے عیوب کے باوجود ان سے محبت کرنا
چاہیے۔

۲۰۔ اپریل۔ کرنل وکس سینٹ پٹینا کا سابق گورنر اب یورپ جانے لگا اور اپنی
وخت کو ساتھ لے کر شاہنشاہ سے رخصت ہونے کو آیا۔ اس طرح کو میڈیم برٹ ریڈ نے
شاہنشاہ کے سامنے پیش کیا۔ اور بیڈیوں سے تھوڑی دیر تک شاہنشاہ بڑی خوشی
سے باتیں کرتا رہا۔ کرنل وکس بڑی ملکی معاملات رکھتا تھا۔ اور فرانس کی حالت پر فوراً
باتیں ہونے لگیں۔

شاہنشاہ نے کہا: تمام دنیا کی ممت اور خصوصاً یورپ کی شائستگی فرانس اور
انگلستان کے قبضہ میں تھی۔ لیکن دونوں نے ایک دوسرے کو کیا کیا نقصان نہ
پھونچا ہے۔ وہ کونسی ایسی بھلائی تھی جو ہم دونوں نہ کر سکتے تھے۔ جب مسٹر ریڈ
انگلستان کا وزیر اعظم تھام نے دنیا کو بیا د کیا۔ لیکن کیا نیوٹن مٹھلا تم نے فرانس پر دوا کیا

پچاس کروڑ فرانک کا بارکاسکولٹ کے ذریعہ سے ڈالا اور میں نے تم پر سات ارب کا
 بیجہ ڈالا اور تم کو مجبور کیا کہ خود بخوار یا بمینٹ یہ بار تم پر ڈالے۔ اور اس بیجی اُس فتح کے
 بعد جو تم نے حال کی ہے کون کہہ سکتا ہے کہ جلد یا بہ دیر تم اُس بار کے نیچے دب ادا
 پس نہ جاؤ گے۔ جب مسٹر فاکس وزیر اعظم ہوا تو ہم ایک دوسرے کو پہچاننے اور سمجھنے
 لگے اور ہم قوموں کو خلاص کرنے اور آزادی قائم کرنے میں کامیاب ہو سکتے تھے
 اور یورپ میں ایک ہی بحری اور بری فوج ہوتی ہم دنیا پر حکومت کرتے ہم ہر ایک مقام
 پر امن و خوشحالی یا تو بہ زور یا ترغیب دینے سے قائم کر دیتے۔ اور ہاں۔ میں پھر کہتا
 ہوں کہ وہ کو منسا نقصان تھا جو ہم نے نہ کیا۔ اور کوشی ایسی بھلائی تھی جو ہم نہ کر سکتے تھے،
 ۲۷۔ اپریل۔ شاہنشاہ کے ہمراہیوں میں دو ایسے بہ مزاج شخص تھے کہ
 ان میں کاوش رہتی تھی اور ان کے باہم کبھی نہ بنتی تھی۔ اور بد مذہبیانہ تک نوبت پہنچ جاتی
 تھی۔ شاہنشاہ کو تو اپنے خاگی ملازموں کے ساتھ بڑی محبت تھی اور یہ باتیں دیکھ دیکھ کر
 اُس کو سخت صدمہ ہوتا تھا۔ پس ایک دن دونوں کو اپنے ملاقات کے مکہ میں بلا کر
 اُس نے کہا۔

”تم دونوں میرے ساتھ اسیری میں اس لیے شریک ہوے ہو کہ قید میں
 میرا غم غلط کرو۔ پس دونوں باہم مل جاؤ نہیں تو گویا تم اپنے ہاتھ سے میری تکلیف کا باعث
 ہو گے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ میں خوش رہوں تو آپس میں ایک ہو جاؤ تم میری آنکھوں کے
 سامنے رٹنے کا نام لیتے ہو۔ تو کیا اب میں اس لاپت نہیں رہا کہ تم میرا ادب و لحاظ
 کرو۔ کیا ہمارے دشمنوں کی نگاہیں لاٹک دے نہیں لگی ہوئی ہیں دیکھو تم نے اپنے گھر بار
 کو چھوڑا۔ سب چیزیں کو قربان کر دیا۔ یہ سب اسی وجہ سے کیا تم کو مجھ سے محبت تھی او
 تم مجھ کو خوش رکھنا چاہتے تھے اور میری مصیبت میں شریک ہوے۔ اور باوجود ان باتوں

تم میری مصیبت کو چماتے ہو اور چاہتے ہو کہ میرے مصالح مجھ سے برداشت نہ ہوں
دیکھو بھائی بھائی ہو جاؤ۔ میں ایک باپ کی طرح تم کو حکم دیتا ہوں۔ میں تم سے التجا کرتا ہوں
اور غور تو کرو اس حیات مستعار میں ہمارے لیے چند ہی خوشیاں اب باقی ہیں میں پس کسی
کوشش کرنا چاہیے کہ ہم ان کا لطف اٹھا سکیں۔“

اتنے میں اطلاع دی گئی کہ کھانا آتا ہے اور یہ پیرا نہ نصیحت و ملامت ختم کی گئی
۱۵ مئی کوئی دن سے شاہنشاہ افسردہ اور بیمار تھا۔ سرہنسن لو طح طرح کی چھیڑ
سے شاہنشاہ کو ایسا رون کرتا تھا کہ اُس کی اسیری اُس پر اور گراں گزرے شاہنشاہ
کمرہ سے باہر نہ آتا تھا اور کسی سے ملاقات نہ کرتا تھا۔ دن مرطوب۔ سرد اور اداس تھا
اور جب رات ہوئی تو ٹیگٹی میں آگ روشن کی گئی۔ شاہنشاہ کو حرارت تھی اور طبیعت
پر نرمہ تھی اور اپنا کوٹ پہنے پلنگ پر لیٹا تھا اور تپتا جاتا تھا اور کمرہ میں روشنی کرنے کو
منع کر دیا تھا۔ جنرل برٹ رینڈ اور کونٹ ایس کیس اُس کے پاس بیٹھے تھے۔ انگلستان اور
فرانس کے دو عظیم الشان انقلابوں کا ذکر چھڑا۔ اور شاہنشاہ نے آہستہ آہستہ دونوں کا
حسب ذیل مقابلہ کیا۔

دو انگلستان اور فرانس میں جب یہ انقلاب واقع ہوئے تو دونوں ممالک پر
بودے بادشاہ حکمراں تھے۔ انگلستان میں جیمس اول بادشاہ تھا اور فرانس میں لوئی پندرہ
فرمان روا تھا لیکن ان دونوں انقلابوں کا نزلہ دونوں بادشاہوں کے جانشینوں
یعنی چارلس اول اور لوئی شانزدہم پر گرا دونوں قتل کئے گئے اور ان کے خاندان
جان سے مارے گئے یا جلا وطن ہوئے۔

”دونوں ملکوں میں اس کے بعد جمہوری حکومت قائم کی گئی۔ لیکن دونوں قوموں
نے ایسی زودتیاں کیں کہ جن سے انسان کے دل اور سمجھ کو ذلت پہن سکتی ہے۔ یعنی
مجنونا نہ خون ریزی اور بے حرمتی کے منظر پیش آئے۔ مروت و انسانیت کے رشتہ

قطع کر دیے گئے اور اصول و ضوابط اولٹ دیے گئے۔

دونوں ممالک میں اس زمانہ کے درمیان دو شخصوں نے اس سیلاب مصیبت کو روکنے کی بڑی جوا نمر دی سے کوشش کی اور بڑی شان سے فرمان روائی کی۔ اس کے بعد دونوں ممالک میں موروثی بادشاہ پھر سے تخت پر بٹھلے گئے۔ مگر دونوں نے غلط رستہ اختیار کیا۔ انھوں نے غلطیاں کیں، اور دونوں ملکوں میں پھر تازہ طوفان برپا ہوا۔ اور دونوں حکمران خاندان نکال دیے گئے۔ اور دونوں خاندانوں سے اپنے مخالفین کے مقابلہ میں کچھ بھی نہ ہو سکا۔

”فرانس کا جب اس طرح انگلستان کے ساتھ اس معاملہ میں مقابلہ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ فرانس میں تینا پونین کرامویل اور ولیم ثالث، ہسرتا۔ لیکن کرامویل کے ساتھ ہر بات میں پونین کو مشابہ کرنا بد بات ہے۔ مگر اتنی بات میں ضرور کہو گنا کہ چونکہ اپنے دور زندگی کے ایک بہت بڑے واقعہ میں پونین اور کرامویل جب مشابہ ہیں تو یہ بات ناممکن ہے کہ دوسرے واقعات کے اعتبار سے وہ بہت سی باتوں میں غیر مشابہ ہوں۔“

۱۱۔ مئی۔ فرانسس بیشر فا اور سر ہڈسن لو کے درمیان ہر روز کشیدگی زیادہ ظاہر ہوتی جاتی تھی۔ مگر سر ہڈسن لو سے شاہنشاہ کی ملاقات مشافو نہا در ہوتی تھی۔ آج گریڈ مارشل نے گورنر کا ایک خط شاہنشاہ کو دیا جس میں لکھا تھا کہ پلان میٹن ہوس میں جبریل پوپا کے دعوت میں اگر شریک ہو۔ شاہنشاہ نے اس تحریر کو ایک نظر دیکھ کر کہا ”یہ تحریر حد سے زیادہ بیہودہ ہے کوئی جواب مت دو“

دو گھنٹے تک غسل خانہ میں غسل کر نیکی بعد نوب کے شاہنشاہ نے لیس کیس کے ساتھ کھانا کھایا اور اس وقت طبیعت ایسی رہنا سن تھی کہ دو گھنٹے کا مل شاہنشاہ ہتھ

۱۲۔ اس حکمران خاندان کے کماے جانے پر انگلستان میں ولیم ثالث بادشاہ ہوا۔ مترجم ۱۲

۱۳۔ انگلستان میں کرامویل نے اور فرانس میں پونین نے۔ مترجم ۱۳

کرتار ہوا اور جب اُس کو معلوم ہوا کہ گیارہ بج گئے ہیں تو سخت متعجب ہوا۔ اور کہنے لگا۔
 دو ارے کتنی جلد وقت گزر گیا۔ افسوس اسی طرح عملگی سے ہمیشہ میں اپنا وقت گزرا دیکھ
 قابل کیوں نہ ہوا۔ میرے شفیق نہیں کیس میں اس وقت نہایت خوش ہوں گا۔

۱۴۔ مئی۔ الیٹ انڈیا بیرے میں سینٹ ہلینا کو بہت سے انگریز اور ریڈیان
 آئیٹل اور لانگ وڈ کے بلغ میں یہ سب شاہنشاہ کے سامنے پیش ہوئے۔ اور
 ملاقات ختم ہونے پر ایک انگریز نے اپنے ساتھیوں سے کہا یہ شاہنشاہ کیسا خوش خلق
 اور صاحب شان و شکوہ ہے۔ مجھے سخت حیرت ہو گئی ہے۔ اور دیکھیے۔ سچ میں نہیں
 سمجھا کہ ایسی گردشیں اور مصیبتیں اٹھانے پر بھی اُس کا دماغ یوں قوی اور صحیح ہے۔ ایسا
 معلوم ہوتا تھا کہ پنپلین کو ایسے ذلیل مکان میں اسیر دیکھنے سے سب انگریزوں کو صدمہ
 تھا۔ بعد کو ڈاکٹر اد میرا نے شاہنشاہ سے کہا کہ آپ کی ملاقات سے پہلے ان انگریزوں
 کے خیالات آپ کی طرف سے بہت خراب تھے، اس کے جواب میں شاہنشاہ نے
 مشکرا کر کہا یہ میری رائے میں اُن کا یہ خیال ہو گا کہ پنپلین سینگوں وار ایک خوفناک
 جانور ہے۔

۱۶۔ مئی۔ سر ڈسٹن بولانک وڈ میں آیا اور کہا یہ میں جنرل بولنا پارٹ سے ملاقات
 کروں گا۔ شاہنشاہ نے اُس سے ملاقات کے کمرہ میں ملاقات کی۔ یہ ملاقات زیادہ
 دیر تک رہی اور اس میں غصہ کا اظہار کیا گیا۔ ملاقات ختم ہونے پر پنپلین نے تیس کیس
 سے کہا۔

بعد نہایت غصہ ناک منظر پیش آیا۔ محکو اپنی طبیعت پر اختیار نہ رہا تھا۔ انگلستان
 کے وزرا نے اب ایسا گورنر بھیجا ہے کہ وہ جیل سے بھی بدتر ہے۔ سر ڈسٹن کو پورا جلا د
 ہے۔ اس ملاقات میں میرا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا تھا۔ میں نے اپنا سر جھکا لیا تھا۔
 میرے کان جھنجھانے لگے تھے۔ میری بائیں پنڈلی پھٹنے لگی تھی۔ ہم دونوں ایک

دوسرے کی طرف پیش سے دیکھ رہے تھے اور مجھے سخت غصہ چڑھ گیا تھا غصہ میں اکثر میری
یہی حالت ہو جایا کرتی تھی جو اوپر بیان ہوئی۔ اور یہ حالت بہت دنوں سے نہ چوٹی
تھی۔ میرے شفیع لیس کیس یہ امر یقینی ہے کہ یہ لوگ مجھ کو یہاں ضرور ہلاک کر ڈالیں گے
منہم ہو کر شاہنشاہ پھر کھانا کھانے کو بھیج گیا۔ لیکن کھانا کھا یا نہ گیا۔ حاضرین نے
اس کا غم دور کرنے اور باتوں میں لگانے کی بہت کوشش کی لیکن کچھ نتیجہ نہ ہوا اور
انجام کار بے حد منہم حالت میں آٹھ گروہ کمرہ میں چلا گیا۔ اور تنہا پلنگ پر جا لیٹا۔
۲۰۔ مئی۔ شاہنشاہ سوار ہو کر باہر گیا۔ واپسی پر کمرہ کے اندر جا کر لیس کیس سے کہنے
لگا۔ میں منہم۔ پیارا اور شکا ہوا ہوں۔ ذرا آرام کرسی پر بیٹھ کر میرے ساتھ بائیں کر کے بیٹھا
جی بھلاؤ گا

لیس کیس کہتا ہے یہ ایک کمر شاہنشاہ پلنگ پر لیٹ کر سو گیا اور میں اس کے
پاس آرام کرسی پر بیٹھا رہا۔ اس کی پیشانی کھلی ہوئی تھی اور میں اس کو بغور دیکھ رہا تھا۔
یہ وہی پیشانی تھی جس پر میرنگو اور اسٹرلٹر جیسی سیکڑوں فتوحات لکھی ہوئی تھیں۔ کیا
بیان کروں کہ مجھ کو اس وقت کیا کیا خیال ہو رہے تھے جن کا صرف تصور ہی کیا
جاسکتا ہے بیان نہیں ہو سکتا ہے۔

دہ پون گھنٹے کے بعد شاہنشاہ جاگا۔ امد پھر اس نے اپنے رفیقوں کے قیام گاہوں
کو معاینہ کرنے کا قصد کیا۔ جب میری باری آئی تو میری تمامی تکالیف پر غور کر کے وہ
غصہ سے مسکرایا اور بولا۔ لیس کیس۔ آج دنیا میں کسی عیسائی کی قیام گاہ ایسی تکلیف
اور خلیل نہ ہوگی جیسی مختاری ہے۔

۲۱ مئی۔ کھانا کھانے کے بعد شاہنشاہ نے انجیل مقدس ہاتھ میں لے کر حضرت
یوحنا کے متعلق حالات پڑھ کر سب کو سناے اور ان تمامی مقامات کا ذکر کیا جو اپنی ملک
شام کی مہم میں شاہنشاہ نے خود دیکھے تھے۔

۲۸ مئی۔ شاہنشاہ لکھنؤ نے پرسواہ کو سیر کر لیا۔ واپس پراگریزی کمپو کے پاس سے گزرا ہوا اور سپاہیوں نے اپنے کام چھوڑ کر فوراً شاہنشاہ کو سلامی دینے کے لیے مصنف باندھ لیں۔ شاہنشاہ نے کہا۔ کون سا ایسا انگریز سپاہی ہوگا کہ مجھے اتنا دیکھ کر اُس کے جی میں میری تعظیم کا خیال نہ پیدا ہو گا اُس کو خوب معلوم تھا کہ انگریزی افواج کے سپاہیوں کے دل میں اُس کی بڑی عزت تھی لہذا اُتھدا وہ انگریزی کمپو کو پکار کر گل گیا تاکہ اُس پر انگریزی سپاہیوں کو جوش دلائے گا الزام نہ لگایا جائے۔

۳۱ مئی۔ آج گورنر نے آکر لاگ وڈ کا ایک لمبا چکر لگایا لیکن شاہنشاہ کی ملاقات نہ آیا۔ کھانے کے بعد شاہنشاہ نے اُس پہلی ملاقات کا ذکر کیا جو گورنر سے ہوئی تھی اور کہا یہ کوئی شک نہیں کہ میں نے گورنر سے بڑا برابر بنا دیا تھا۔ اور سواے میری موجود حالت کے کوئی شے مجھ کو معاف نہیں کر سکتی۔ لیکن اُس وقت مجھ کو غصہ آگیا تھا اور میں بے قابو تھا۔ اگر میں کسی اور حالت میں ہوتا تو مجھ کو اپنے بڑا و پر ضرور شرم آ جاتی۔ اگر توئی گورنر میں کسی کے ساتھ ہوں بڑی طرح پیش آتا تو ضرور اُس کی تلافی کرنا اپنا فرض خیال کرتا۔ اور اپنی فرمان روائی کے دوران میں جب کبھی میں نے کسی سے سخت گفتگو کی تو کبھی ایسا نہ کیا کہ بعد کو ایسی نرم اور محبت کی باتیں نہ کی ہوں کہ جن سے تلافی نہ ہو گئی ہو۔ لیکن یہاں میں نے تلافی کے متعلق ایک بات بھی نہ کی اور نہ میرا جی ہوا کہ ایسی بات کروں۔ مگر میری سختی سے گورنر پر کوئی اثر نہ ہوا اور معلوم ہوتا تھا کہ اُس کے دل کو ذرا بھی تکلیف نہ ہوئی۔ پس گورنر ہی کی خاطر میں چاہتا تھا کہ وہ بھی ذرا غصہ کا اظہار کرتا اور جب مجھ سے رخصت ہوتا کم سے اتنا تو کرتا کہ کوڑوں کو زور سے جھٹکا دیکر اپنے پیچھے ہٹ کر جاتا تھا اس سے معلوم ہو جاتا کہ اُس میں غیرت ہے اور اُس کی طبیعت اثر پذیر ہے۔ لیکن ایسی کوئی بات بھی اُس سے ظاہر نہ ہوئی۔ ۱۳ جون۔ ساتھی میورا اخبار کے کئی نمبر شاہنشاہ نے پڑھے۔ اور کہا وہ اب یہ مافی ثیول اخبار اگرچہ میری بہت سی ٹیک نامیوں پر چل کر لکھا ہے تاہم میری خدمت کرتا جاتا ہے

اس لیے کہ جتنے نجد اور موتخ ہیں وہ مراسلات و کاغذات سے کاری سے ملتی تیار کر نیکی اور یہ ظاہر ہے کہ ان مراسلات و کاغذات سے وہ کوئی ایسی خوبی ہے جو میری زبان روانی کے متعلق ثابت نہ ہوگی

۱۸۔ جون۔ آج وائٹلوئی جنگ کو پورا ایک سال ہوا تھا اس جنگ کا ذکر آیا۔ شاہنشاہ کی پیشانی پر افسردگی کے آثار ظاہر ہو گئے اور اُس نے آہستہ سے کہا "ہائے عجب سمجھ میں نہ آئے ولادون تھا۔ وہ وہ غلطیاں ایک ساتھ جمع ہو گئیں کہ سنی بھی نہ گئیں تھیں۔ افسوس گروپی۔ افسوس نے۔ معلوم نہیں دعا تھی یا پندھیری تھی۔ افسوس منظوم قرآنس"

اتھا کمکر ماتھوں سے اُس نے اپنا چہرہ چھپالیا اور محو ٹری دیر تک خاموش رہا۔ او پھر کہا "اور باوجود اس کے سب ہی کچھ کیا گیا جو بیشتر ہی ہر ویلاقت سے ہو سکتا تھا۔ او سب معاملہ نہ بگڑا تھا جب تک کہ تمامی امور میں کامیابی نہ ہوئی تھی۔ اس حیرت انگیز مہم میں ایک ہفتہ سے کم میں مجکو قرآنس کی کامیابی قطعی نظر آئی تھی اور عین موقع پر اُسکو کامیابی میری انگلیوں سے پھسل کر نکل گئی۔ اگر ایک نمک حرام نمک حرامی کر کے دشمن سے جانہ ملتا تو میں دشمن کو مہم کے آغاز ہی میں برباد کر دیتا۔ اور اگر میرے ہمسرا نے اپنا فرض ادا کیا ہوتا تو مخالفت افواج کا صرف لگنی میں کام تام ہو جاتا۔ اور اگر میری مینہ نے اپنا فرض ادا کیا ہوتا تو میں وائٹلوویس دشمن کو برباد کر دیتا۔ لیکن عجیب اور انہی شکست تھی کہ باوجود ایسے بڑے حادثہ کے فرانسیسیوں کی ناموری میں جن کو نہ برباد ہوئی کوئی کمی نہ ہوئی اور نہ فاتح لوگوں کی شان بڑھی اور فرانسیسیوں کی شہرت اُنکی بربادی کے بعد باقی رہیگی۔ لیکن فتح پانے والوں کی یادگار شاید اُن کی سٹ دمانی کی وحوم و حام ہی میں دفن ہو جائیگی"

۲۲۔ جون۔ اخباروں اور کتابوں کا ایک پلندہ یورپ سے موصول ہوا۔ نشانہ

نے ان کی بڑی قدر کی۔ اور بڑے فتنیاق سے ہلڈہ کو خود اپنے ہاتھ سے کھولنے لگا پھر تمام رات اُن کو پڑھتا رہا۔ پارک اور مارن مین کی کتاب سیر و سیاحت افریقہ میں اُس کو یہ تحریر ملی کہ ملک مصر میں تحقیقات کرنے والے سیاحوں کو پنپولین نے بڑی مدد دی تھی۔ اور یہ بات دیکھ کر کہ ایک انگریزی کتاب میں اُس کے ساتھ انصاف کیا گیا اور اُس میں کسی توہین وغیرہ کی آمیزش نہ تھی اُسے بڑی مسرت ہوئی۔

۲۷- جون۔ شاہنشاہ ایک رسالہ پڑھ رہا تھا جس میں لکھا تھا کہ عام جلسہ میں لارڈ کاسلر نے بیان کیا کہ اپنے زوال کے بعد پنپولین نے یہ صاف اقرار کر دیا کہ اپنے نامی دوران فرمان روائی میں اُس نے ہمیشہ انگلستان کے خلاف صرف اُس کو براہ کرنے کی نیت سے جنگ کی تھی اور کوئی دوسرا منشاء نہ تھا۔

یہ پڑھ کر پنپولین نے کہا: "لارڈ کاسلر نے بہت جھوٹ بولنے کا عادی معلوم ہوتا ہے اور اُس کو اپنے سامعین کے نام سمجھ ہونے کا بھی یقین ہے۔ بہلا سمجھنے کی بات ہے کہ ان معسین کو کاسلر کے کی رائے میں اتنی عقل بھی تھی کہ ایسی مہل بات کو یقین کر لیتے کہ اگر میری واقعی نیت بھی ہوتی تو مجھے علانیہ ایسی تقریریں نہ کرنا پڑتی۔"

یہ بھی لکھا تھا کہ لارڈ کاسلر نے پارلیمنٹ میں بیان کیا کہ پنپولین سے اُس کی فوج کو اس لیے محبت تھی کہ نامی سلطنت میں قسبی عورتوں کو ترکہ مین جا بجا دلتی تھی پنپولین ان میں سے انتخاب کر کے اپنے جنرلوں کو تقسیم کر دیا کرتا تھا۔ اور ان کو جنرلوں کی میواں بننا پڑتا تھا۔

یہ عبارت پڑھ کر بھی پنپولین نے کہا: "لارڈ کاسلر نے جان بوجھ کر جھوٹ بولنا ہے کیونکہ اوسکو ہمارے عادات و اطوار دیکھنے کا موقع ملا تھا اور واقعی وہ سچ بات شاہنا ہے اور ضرور جانتا ہے کہ یہ بات ضرور غیر قابل عمل تھی۔ ہماری قوم کو وہ کیا تصور کرتا ہے؟۔ فرانسیسی قوم ایسے ظلم کو برداشت ہی نہیں کر سکتی۔ پس کاسلر کی حکمت عملی

یہی معلوم ہوتی ہے کہ مجھ کو بدنام کرے۔ اور بدنام کرنے کے ذریعوں کو اختیار کرنے میں اسے پس و پیش نہیں ہوتا۔ کسی قسم کی تہمت لگانے میں اسے غدر نہیں ہے اس کو میرے اوپر ہر طرح سے اختیار ہے۔ کیونکہ میں تو اب اسیر ہوں۔ اور اس نے مجھ کو خاموش کر دیئے کام ہر ایک انتظام رکھتا ہے اور میں کسی طرح جواب نہیں دے سکتا۔ اور اس مقام سے جہاں یہ باتیں پیش آ رہی ہیں میں ہزاروں فرسنگ دور ہوں۔ وہ بڑے رشتہ پر ہے اور کوئی شہ اس کے رشتہ میں حایل نہیں ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ چال و چلن گستاخی۔ وناات اور بزدلی کی انتہائی حد ہے ۷

۵۔ جولائی۔ مسٹر سوب ہوس۔ مصنف کتاب موسومہ ذخیرہ آخری دور حکومت شاہنشہ پنولین نے اپنی اس کتاب کی ایک جلد سرڈرسن کو بھیجی۔ اور لکھا کہ یہ کتاب پنولین کو دیدی جائے۔ لیکن سرڈرسن کو نے یہ کتاب شاہنشاہ کو دینے سے انکار کیا اس لیے کہ اس کی جلد پر سنہرے حرفوں میں لکھا تھا موسومہ تخت شاہنشہ پنولین، اس مدعا سے کہ آئندہ اس کے پتہ میں دشواری واقع نہ کی جائے شاہنشاہ نے جنرل برٹ رینڈ سے کہا کہ گورنر کو لکھ دو کہ پنولین کا آئندہ سے کرنل ڈیوراک یا کرنل میورن نام مقرر کر دیا جائے۔

شاہنشاہ نے کہا میں یہاں آیا تو یہ خواہش تھی کہ میرے نام کے ساتھ کوئی خطاب مشاغل نہ ہو۔ اور میں نے امیر البحر سے یہ بات چاہی لیکن میری تجویز منظور نہ کی گئی۔ اور وہ سب اسی پر مصر ہے کہ مجھ کو جنرل پونا پارٹ کہیں۔ مجھ کو اس نام سے کوئی شرم نہیں ہے۔ لیکن میں یہ نہیں چاہتا کہ گورنمنٹ برطانیہ سے مجھ کو یہ نام عطا کیا جائے گورنر اس کی حکومت کی طرف سے اس سوال پر عجیب بیہودہ طریقے سے عمل کیا جا رہا ہے اور یہ لوگ اس معاملہ کو سمجھتے ہی نہیں۔ میں اپنے میٹل مد پنولین شاہنشاہ فرانس، نہیں کہتا۔ لیکن شاہنشاہ پنولین کا لفظ ایک محض بدنام ہے اور وہ دست کش

بادشاہوں کے لیے ہمیشہ سے استعمال ہوتا رہا ہے۔ یہی حال ہمیں دویم کا تھا کہ لفظ بادشاہ اور مہجٹی کا اُس کے نام کے ساتھ اُس وقت بھی قائم رہا جبکہ وہ تخت سے علیحدہ ہو گیا تھا۔ اور اسی طرح بادشاہ چارلس فرمان رواے اسپین کے نام کے ساتھ یہی بادشاہ کا لقب اُس وقت قائم رہا جبکہ اُس نے سلطنت سے دست کش ہو کر سلطنت اپنے بیٹے فرڈینیڈ کو دیدی۔ پس انگلستان کو اس معاملہ میں یہ دعویٰ ہے کہ فرانسیسی قوم بادشاہ انگلستان کی بغیر اجازت پتوین کو اپنا فرمان روا مقرر کرنے کا حق نہ رکھتی تھی لیکن اس دعویٰ کو میں کبھی نہ مانوں گا،

۱۶۔ جولائی گورنر نے آگر شاہنشاہ سے دو گھنٹے ملاقات کی شاہنشاہ نے اس ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے یس کیس سے کہا میں نے نامی شکایتوں کو جو تم لوگوں کو ہیں گورنر سے بیان کیا اور ذرا بھی غصہ کا اظہار نہ کیا۔ میں نے باری باری سے اُس کے خیالات اُس کی سمجھ۔ اُس کے محسوسات۔ اور اُس کے دل سے خطاب کیا۔ میں ثابت کر دیا کہ اُس کی طرف سے جو شدتیں ہوئی ہیں سب کی تلافی اُس کے اختیار میں تھی اور وہ نیا انتظام کر سکتا تھا۔ لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اس شخص میں تو محسوس ہی نہیں ہے اُس سے کوئی توقع نہیں ہو سکتی،

۲۲۔ جولائی۔ خوشنودن تھا۔ درختوں کے نیچے بیٹھ کر لانگ وڈ کے سب اسیرانے کھا نا کھایا۔ میں کہیں لکھتا ہوں کہ شاہنشاہ نے ہماری حالت اور ہماری قدرتی حاجتوں پر غور کی۔ اور کہا یہ میری وجہ سے تمہارا یہ فرض ہونا چاہیے کہ جب ہم کو رہائی ہو اور دنیا میں واپس جاؤ تو اپنے بتیں بھائی بھائی خیال کرتا اور میری یادگار اسی امر کی متقاضی ہوگی، پھر شاہنشاہ نے بیان کیا کہ ہم سب اتحاد کرنے سے کس طرح ایک دوسرے کو نفع پہنچا سکیں گے اور مصائب کی تلخی کو کم کر لینا خود ہم پر منحصر تھا۔ اور شاہنشاہ کی تقریر ایک خانگی اخلاق کا سبق تھا۔ جس میں بڑی بڑی خوبیاں

میں اور اس کے ساتھ ہی اُس نے ہم کو وہ طریقہ بتا دیا کہ جن پر عمل کرنے سے یہ مدعا حاصل ہوتا تھا۔ اور یہ تقریر اور قواعد آب زر سے لکھے جانے کے قابل تھے شاہنشاہ نے بہادر سوا گھنٹے تک تقریر کی اور ہم میں سے کوئی اُس کو فراموش نہ کر گیا۔ اور میرا خود تو یہ حال ہے کہ شاہنشاہ کے لہجہ طرز بیان کی خوش اسلوبی اور اس سب سے بڑھ کر اُس کی شفقت جس کی وجہ سے اُس نے یہ تقریر کی تھی مجھ کو ہرگز نہ بھولے گی۔

۱۸۔ اگست۔ سہ ماہی کو نے شاہنشاہ سے پھر ملاقات کی۔ دوران ملاقات میں غصہ بڑھا اور شاہنشاہ جس کو ظلم اور توہین سے سخت ایذا پہنچی تھی غصہ سے بے قابو ہو گیا۔ گورنر نے کہا: "میں لاکھ فراموش سالانہ لاٹک وڈ کے اخراجات کے لیے بیویوں کو دنیا ہونگے اور اپنے ملک کی تعداد میں کمی کرنا پڑے گی۔ اس کے جواب میں شاہنشاہ نے جوش سے کہا کہ ان تکلیف دہ اور غیر ضروری قواعد کو اختیار کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اور گورنر کو ملامت کی۔ آخر میں گفتگو میں سختی بڑھی اور جیلر اور نامور قیدی میں بہم بفرنگی زیادہ بڑھ گئی۔

سہ ماہی کو نے دوسرے دن ڈاکٹر اور میرا سے کہا: "جنرل بوٹا پارٹ سے کہہ دینا کہ اُس کو راحت و آرام پھونپنا میرے ہاتھ میں ہے لیکن اگر وہ میرے ساتھ عزت و تعظیم سے پیش نہ آئیگا اور اسی طرح بے ادبی کریگا تو میں اُس کو اپنے اختیارات کا فرائض ادا نہ کروں گا۔ وہ میرا قیدی ہے اور مجھ کو اختیار ہے کہ اپنے قیدی کے چال و چلن کے اعتبار سے اُس کے ساتھ پیش آؤں۔ میں اُس کے ہوش ٹھیک کر دوں گا۔ وہ کڑوڑوں آدمیوں کا خون کراچکا ہے اور پھر اسی طرح خون کرائیگا اگر قید سے چھوٹ گیا۔ اور میں علی پشا کو بوٹا پارٹ سے زیادہ قابل عزت پر معاش خیل کرنا ہوں۔"

شاہنشاہ نے بعد کو تیس کیس سے کہا: "گورنر سے ملاقات کرنے پر میں اپنے بیٹے کی خدمت کرتا ہوں۔ اور اب میں اُس سے ہرگز نہ ملوں گا۔ اُس کو دیکھتے ہی مجھے غصہ

اجاتا ہے اور یہ بات میرے رتبہ کے منافی ہے۔ اور میرے منہ سے ایسی ایسی باتیں
 ال جاتی ہیں کہ تو ٹی کریمز میں وہ قابل معافی نہیں ہو سکتی تھیں۔ اور یہاں بھی اگر میں قابل
 معافی ہو سکتا ہوں تو اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ میں گورنر کے ہاتھ میں ہوں۔ اور
 وہ جو چاہتا ہے مجھ کو ہتھ پڑتا ہے۔ میری یہی شان ہے اور یہی بات مناسب حال اور
 زیادہ شاندار ہے کہ میں زیادہ استقلال سے کام کروں اور اسی سے زیادہ اثر بھی پڑے گا۔
 ۲۷۔ اگست آج کی گفتگو میں شاہنشاہ نے اپنے دور حکومت کے پچھلے وقت
 کا اعادہ کیا۔ اس نے کہا ”میرے عہدہ ہو جانے پر اٹلی والے اور فرانسسی روتے ہیں
 پولینڈ والے میرے شکر گزار ہیں۔ اور اب اسپین والوں کو بھی نہایت افسوس ہے۔
 طاقتوں میں مساوات باقی نہ رہنے سے یورپ کے بادشاہ بھی افسوس کریں گے۔ اس
 مساوات کے لیے میری فرانسسی حکومت اشد ضروری تھی۔ اب براعظم یورپ نہایت
 خطرناک حالت میں ہے۔ اور کاسک اور تاتاریوں کے ہاتھ سے تاخت و تاراج ہو رہا
 ڈر لگا ہوا ہے۔ اور رہے انگریز تو ان کو اپنی وائٹ لوکی فتح پر ناسف سے ہاتھ ملنا پڑے گا
 اور معاملات ایسے طول پکڑیں گے کہ آنے والی سنیں اور خود میرے زمانے کے روشن خیال
 اور سمجھ دار آدمیوں کو سخت افسوس ہو گا کہ میں اپنی تجاویز میں کیوں کامیاب نہ ہوا
 ۳۔ ستمبر۔ آج ہوا اور بارش کا سخت طوفان تھا۔ شاہنشاہ کمرے میں انگلی کے
 سانے میٹھا تھا۔ اس نے کہا ”آج کی تاریخ نہایت ہی ہولناک خون ریزی کا دہشتہ
 پیشہ آیا تھا۔ یعنی فرانسسی انقلاب میں آج ہی کی تاریخ بڑا قتل عام ہوا تھا۔ پیرس بدنامی
 کا داغ لگا تھا۔ پیرس کی مجلس کی یہ کارروائی تھی۔ اور یہ مجلس طوایف ایلو کی کامیوں
 کی سرپرست اور مجلس قانون ساز کی مخالف تھی۔ اور جب تک جمہور میں غیظ و غضب نہ
 پیدا ہو کوئی ٹکی تبدیلی نہیں ہوتی۔ انہو عوام الناس جب کسی کام میں ہاتھ دالتے ہیں
 لوٹ و خون ریزی کے بغیر نہیں رہتے۔ پیرس سے پریشیا کی فوج صحت ۲۷ مہل

میں دور تھی۔ ڈیوگ آف برنس وک کا مشہور اعلان شہر کی دیواروں پر چسپاں تھا لیکن
 جمہور نے یہی یقین کر لیا تھا کہ ہمارے انقلاب کی خیر ہی میں ہے کہ بوربون کے حامی
 قتل کر دیے جائیں۔ وہ قید خانوں کو دوڑ گئے اور نشہ خون ریزی سے ایسے مہوش
 ہوئے کہ انقلاب کی جے کے نعرے بلند کئے۔ ان کے ظلم و شدت نے ایک فریق پر
 جو مخالف تھا اور تیر دوسرے فریق پر جی کو ان کی مثال سے خون ریزی کا سبق ملا برقی
 اٹھ کر دیا۔ ایک لاکھ والن ٹیر اگر فوج میں شریک ہو گئے اور انقلاب قائم رکھنے میں کامیاب
 ہوئے۔

”میں بھی اپنی فرمان روائی کو اسی طرح سے بچا سکتا تھا یعنی عوام جمہور کو ان لوگوں
 کے پیچھے لگا دیتا جو بوربون بادشاہ کو بحال کرنا چاہتے تھے۔ اور۔ مان تھوہوں۔ تم کو یاد
 ہو گا کہ جب تم اپنی فوج کے کمانیر تھے تو تم نے چاہا تھا کہ قوتیں کو اس کی ٹمک حرامی پر
 سزا دو اور جھکو مختار مطلق مشہور شدہ کر دو۔ لیکن میں نے تمہاری مدد سے اتفاق
 نہ کیا۔ مجھ کو طوایف الملوک کے حامیوں کے بادشاہ بننے سے سخت ہی نفرت آتی تھی۔
 کسی کا کچھ ہی خیال ہو لیکن انقلاب سب سے بڑا عذاب ہے جو خدا کسی قوم پر
 نازل کرتا ہے اور جو قوم انقلاب کو برپا کرتی ہے اپنے اوپر عذاب نازل کرتی ہے اور
 عموماً یہ عذاب سب ہی کو ستاتا ہے۔ تمدنی سچی خوشی تو اسی میں ہے کہ ترتیب قائم رہے
 اور ہر شخص اپنے اضافی لطفوں سے مستمتع ہوتا رہے۔ میں غریبوں کو ہر سال لاکھوں
 روپیہ دیا کرتا تھا اور صنعت کی ترقی میں میں نے بڑے بڑے خرچ کئے لیکن اسلام کی
 بہ نسبت فرانس میں اب زیادہ غریب لوگ موجود ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انقلابوں کا
 یہ خاصہ ہے کہ وہ ہر ایک چیز کو فوراً برباد کر دیتے ہیں اور بڑی مدت مدید کے بعد دوبارہ
 قائم کرتے ہیں۔ فرانس کا انقلاب ایسا زبردست قومی خروشن تھا کہ ہولناک گوہ
 آتش فشاں کی طرح اس کا زور نہ روکا جاسکتا تھا۔ اور جب جمہور کی آنکھ سے محسوس

نہ ہونے والی کاروائیاں پہنچے ہو جاتی ہیں انقلاب واقعہ ہو جایا کرتا ہے۔
 وہ اگر بوربون کا یہ خیال ہے کہ وہ مستقل حکمران ہو گئے تو ان کی سخت غلطی ہے۔
 اور محکومہ تو معلوم نہیں کہ پیرس کو میں پھر دیکھو نگایا نہ دیکھو نگا لیکن یہ بات میں ضرور جاننا چاہیے
 کہ فرانس کے جمہور اس عرصے شاہی کو جو دشمنوں نے لونی ہیجیم کے ہاتھ میں دیا ہے
 چھین کر توڑ ڈالینگے۔

د اور اگر فرانس کے جمہور پر داب نہ ڈالی گئی تو میرا بیٹا فرمان روائی کرے گا۔ اور اگر
 ان لوگوں کو جو لبرل (آزاد خیال) کہلاتے ہیں کامیابی ہوئی تو تاج ڈیوک آف آئرلینڈ
 کو بھونچے گا۔ اور پھر جلد یا بدیر لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کو دھوکا دیا گیا اور کہ ان کے
 واقعی حقوق کی حفاظت میرے خاندان کی فرمان روائی سے ہو سکتی ہے کیونکہ اسی
 خاندان کے مورث (ہیولین) نے اس کام کا بیڑا اٹھایا تھا۔

د میں نے تاج کو غصب نہ کیا تھا۔ میں نے تو اس تاج کو نالی میں پڑا ہوا پایا
 تھا اور اس کو اٹھالیا۔ اور جمہور نے یہ تاج میرے سر پر رکھ دیا۔ میں نے چاہا کہ فرانس
 کا نام پر وہ زمین پر سب سے زیادہ عالی شان اور محبوب ہو جائے میں جمہور کا بادشاہ
 تھا جس طرح بوربون امرا کے بادشاہ ہیں۔ اب چلے دہ اپنی بادشاہت کے جھنڈے
 کو کسی رنگ میں رنگیں اور چاہے جو کچھ کہیں سگے میں تو امرا ہی کے بادشاہ۔ جب جمہور
 پہلے جمہور نے ساتھ دیا اور میں ایلبا سے واپس آیا تو مجھ کو مشورہ دیا گیا کہ فریق شاہی کے
 نامور سرداروں کی طرف متوجہ ہوں۔ اور ان کو سزا دوں۔ لیکن میں نے ہمیشہ انکار کیا
 اور اپنے مشیروں کو بھی جواب دیا کہ اگر جمہور کے دلوں میں میری جگہ موجود ہے تو بوربون
 کے حامیوں سے مجھ کو کچھ سزا کا نہیں۔ اگر جمہور کے دلوں میں گنجائش نہیں ہے تو جمہور
 کے خلاف میرے ہاتھ پیر مرنے سے فائدہ بھی کیا ہوتا ہے۔

کونٹ مانٹھوٹوں کی معرفت سربراہین لو نے ہیولین کو مطلع کیا تھا کہ لائک وٹو کے

مصارف بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں ان میں کمی ہونا چاہیے اور پولیس کو اپنے خاکی علاقے میں
تخفیف کرنا لازم ہے۔ ماہانہ مصارف پچیس ہزار فرانک سے زیادہ نہ ہونا چاہیے جو انگلستان
میں پانچ ہزار فرانک ماہانہ خرچ کی ہر اہمیں۔ اگر حیرل کو پارلیمینٹ خراج میں تخفیف نہ کریگا
تو زائد خرچ کا اس کو خود کفیل ہونا پڑیگا۔ پولیس نے فوراً جواب دیا یہ میں اپنے تمام
مصارف بڑی خوشی سے برداشت کروں گا۔ انگلستان کے دزد اکیسی مہاجن کی کوٹھی کو
سینٹ ہینشا۔ یا پیرس۔ یا لندن میں خود ماز و گردیں جس کی معرفت میں روپیہ کے متعلق
بذریعہ بند مہری خطوط کے خط و کتابت کروں گا اور میں اس بات کا ذمہ دار ہوں کہ خطوط
میں سوائے روپیہ کے انتظام کے کسی اور امر کے متعلق تحریر نہ ہوگی اور اسی طرح وہ
کوٹھی بھی ضمانت دے دیگی۔ پس مجھ کو خط و کتابت کی اجازت دے دی جائے لیکن
سر جسٹس نے جواب دیا یہ نہیں ہرگز نہیں۔ لانگ وڈ سے کوئی بند مہری خط ہر نہیں
جاسکتا اور اس کے بعد اس نے پھر اصرار کیا کہ مصارف میں کمی کی جائے اور نہیں تو
زاید صرف خود پولیس کو دینا ہوگا۔ چنانچہ اس معاملہ میں بڑا رد و بدل ہوا اور شاہ ہنشاہ کو
سخت رنج ہوا۔ مگر سر جسٹس نے ایک نہ سنی اور آخر کار مجبور ہو کر کونٹ مان ٹھولوں
نے سر جسٹس کو سے کہا کہ یہ گورنمنٹ برطانیہ اس بات پر تو راضی نہیں ہوتی کہ شاہ ہنشاہ
اپنے مصارف کے لیے اپنی جائداد سے انتظام کرے پس یہی بات لازم آتی ہے کہ زاید
مصارف کے لیے شاہ ہنشاہ اپنے ظروف بیچے اور ہر مہینے میں کچھ طرف توڑے جائیں
اور قصہ کی بازار میں فروخت ہوں اور ضروریات زندگی کے سبب بھونچائی جائیں۔ چھ
ماہوں کو برخواست کرنے اور نہایت سخت جزدی کرنے پر بھی ساٹھ ہزار
فرانک ماہانہ کا خرچ ہوتا تھا جس میں سے پانچ ہزار فرانک سر جسٹس کو دیتا تھا۔ پس
دھائی ہزار فرانک ماہوار خود شاہ ہنشاہ کو تمہیا کرنا ضروری تھے نہیں تو اپنے دوستوں
میں سے چند اور جدا کرنا لازم اور ضروری تھا۔

۷ ستمبر تاریخ ایک ادا و فکس دن تھا پنولین بیمار اور شکستہ خاطر تھا اور اپنے کمرہ سے باہر نہ گیا۔ رات آئی تو اسیروں پر ایک طہی نازل ہوئی۔ پنولین نے ڈاکٹر اور سہرا کو بلا لیا ڈاکٹر لکھتا ہے دو چھاتھا۔ سامنے لکڑیوں کی آگ جل رہی تھی اور کبھی تو زیادہ روشن ہو جاتی تھی اور کبھی روشنی جاتی رہتی تھی جس سے شاہنشاہ کے چہرے کی اودھائی عجیب طرح ظاہر ہوتی تھی۔ اُس کے ہاتھ زانوؤں پر رکھے ہوئے تھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اپنی مصیبت زدہ حالت پر اُس کو خیال بندہ رہے تھے یا جب ڈاکٹر کمرہ میں داخل ہوا تو ایک لمحہ تنگ خاموش رہنے کے بعد شاہنشاہ نے کہا۔

۸ ڈاکٹر یہ بات تمہارے فن کی قدرت سے باہر ہے۔ میں بڑی کوشش کدہا ہوں کہ مجکو ذرا تیند آجائے لیکن نہیں آتی۔ تمہارے دُور اکاچال وچلن میری سمجھی میں نہ آیا۔ اودھر تو انھوں نے یہ ظاہر کیا ہے کہ میرے مکان کی تیاری اور اُس کی آرائش کے لیے انھوں نے بارہ لاکھ فرانک منظور کئے ہیں اور اودھر میری یہ حالت کر رکھی ہے کہ سپاہیوں کی طرح مجکو مقررہ خوراک دی جاتی ہے اور مجکو اپنے نوکر برفاست کرنے اور اخراجات میں ایسی تخفیف کرنے پر مجبور کرتے ہیں کہ میرے گھر میں سلیقہ باقی نہ رہے اور مجکو کسی طرح کا آرام نہ مل سکے اور پھر ہمارے ایسے لوگراں صاحب مقرر کئے گئے ہیں کہ ایک ایک بوتل شراب پر مشرا بط پر قایم کرتے ہیں اور سیر آدہ سیر گوشت ایسے پس پیش اور احتیاط کے ساتھ دیتے ہیں کہ گویا فرمان رواںیاں اور سلطنتیں تقسیم کرتے ہیں۔ پس ایسی ایسی خلاف درزیاں کی جا رہی ہیں کہ میں اُن کو گوارا نہیں کر سکتا۔ ایک جانب تو کثیر اور فضول خرچ کا اظہار ہے اور دوسری طرف سخت و نازک اور تخفیف نہ خود مجھی کو یہ اجازت کیوں نہیں دی جاتی کہ اپنے مصارف کا خود انتظام کروں وہ اپنی قوم کو کیوں ڈیل کرتے ہیں۔ نہ تو خود ہی میرے ہمراہیوں کی آسائش کا جس کے وہ عادی ہیں بند و بست کرتے ہیں نہ مجھی کو اجازت دیتے ہیں کہ میں خود انتظام کروں

اور خود انھیں کے انتخاب کے لئے ہوئے ساہوکار کی معرفت خطوط بھیجوں۔ ہند اور مہری خطوط کی اس لیے شرط کرتا ہوں کہ کوئی فرامشیسی میرے خطوط کا جواب نہ دیگا اگر اس کو یہ یقین ہو جائیگا کہ اس کے خط کو انگلستان کے وزیر اہلٹھ لینگے۔ کیونکہ اس صورت میں اس کی بوربون بادشاہ سے شکایت کی جائیگی اور یقینی اس کی جائداد ضبط کر لی جائیگی۔ اس کے سوا مختارے ذرا نے اپنی نیک نیتی کی اس معاملہ میں بھی نظیر نہ دکھائی کہ میرا تھورا سلیم جو ہر اقلان جہاز پر موجود تھا کچھ بھی بدیتے۔ بلکہ وہ قسم انھوں نے مجھ سے چین لی اور پھر یہ لوگ ازمرنومیرے مال و متاع کو اپنے قبضہ میں کر لینگے اگر ان کو اس کی جگہ معلوم ہو جائیگی یہ ذرا انگریزی قوم کو دھوکا دے رہے ہیں یعنی جب انگریز دیکھتے ہیں کہ سنیٹ ہلینا کو نہایت کثرت سے اسباب جارہا ہے اور ان کے سامنے طح طرح کی نمائش کی جاتی ہے تو ان کو یقین ہوتا ہے کہ میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا جا رہا ہے۔ لیکن اگر ان کو اصل معاملہ معلوم ہو جائے اور وہ دیکھ لیں کہ واقعی انگریزی قوم کی اس برتاؤ اور بے ایمانی سے کیسی ذلت ہو رہی ہے تو وہ کبھی اس کو برداشت نہ کریں گے ۷

۱۶۔ ستمبر۔ تیس کیس لکھتا ہے: صبح کو میرے ملازم نے مجھ سے ملکہ حاضری کے واسطے نہ قہوہ ہے اور نہ دودھ شکر اور ڈبل روٹی ہے اس سے ایک دن بیشتر یہ واقعہ ہو چکا تھا کہ شام کے کھانے کے وقت میں بہت بھوکا تھا اور میں نے ایک نقد روٹی مانگی تو مجھ سے کہا گیا تھا کہ روٹی نہیں ہے۔ اب اسی اندازہ کر لینا چاہیے کہ محکوم و ریات زندگی سے جن پر ہماری زسیت کا دار و مدار ہے محروم کیا ہے۔ ناظرین اس بات پر شاید یقین نہ لائیں گے لیکن میں نے جو کچھ بیان کیا ہے سب سچ ہے۔

دو تین مہینے کے اندر شاہ ہنشاہ کے تمامی ظروف، توڑ کر فروخت کر دیے گئے اور اب صرف ان ظروف میں سے ایک چاندی کا کاسہ باقی رہ گیا۔ سرہرین کو کوشیہ تھا کہ لاگت و ڈکے اسیروں کے پاس مخفی روپیہ موجود تھا اور اس سختی کی تدبیر اختیار

کرنے سے وہ روپیہ اُن سے جبریہ وصول کر لیا جائیگا۔ جب شاہنشاہ نے دیکھا کہ اُس کے پاس معمولی برتن رہ گئے تو اُس کے دل پر ایسا اثر پڑا کہ اُس سے کھانا نہ کھایا گیا اور میز سے اُٹھتے ہوئے اُس نے کہا: اب یہ فرض کر لینا چاہیے کہ ہم بڑے بڑے قد کے بچے ہیں۔ کیا تم کو شبہ ہے کہ ایسی بدلتا میز ہے پیدا ہونیوالی نفرت پر میں غالب نہیں آسکتا۔ نہیں میں غالب آسکتا ہوں۔ کیونکہ میں وہی تو ہوں کہ بچپن میں کالی رکابیوں میں کھانا کھایا کرتا تھا۔ لیکن مصل تو یہ ہے کہ آج خود مجھ کو اپنے سے شرم آتی ہے۔

اب یہ فوجیت دیکھ کر سرحدس لو کو حرم آیا۔ اُس نے بہت تاسف کیا کہ معاملات اس حد کو بھونچ گئے۔ اور کتنے لگا بچے تھے تو یقین تھا کہ اسیروں کے پاس بڑی دولت موجود ہے اور اگر میں جانتا کہ جنرل بونا پارٹ کو ایسے خراب ظروف میں کھانا کھانا پڑیگا جن میں اس جزیرہ کے غریب سے غریب لوگ کھاتے ہیں تو میں ایک برتن بھی توڑنے نہ دیتا۔

جب شاہنشاہ کی غسرت اور تکلیف کی خبریں اُس کے عزیزوں کو معلوم ہوئیں تو انہوں نے فوراً اپنے مال و دولت کا اُس کو اختیار و بیبا پتولین کی والدہ جوزیف۔ ہورٹس۔ پالاین۔ ایل زاجیروم اور لونی نے پتولین کو اختیار و بیبا کہ اُن کے نام سے بے دریغ جتنے روپیہ چاہے مہاجنوں سے منگالیا لوے۔

۳۰۔ ستمبر پتولین نے ایک انگریزی اخبار میں پڑھا کہ لارڈ کاسل رے نے پیر ایئر لینڈ کے ایک جلسہ میں بیان کیا کہ پتولین نے سینٹ ہلینا میں کہا کہ میں انگلستان سے ہرگز صلح کرنا نہ چاہتا تھا۔ بلکہ انگلستان کو دھوکا دیتا تھا کہ اُس پر اچانک حملہ کر کے اُس کو برباد کر دوں۔ اور پتولین کی سپاہ کو پتولین سے صرف اس لیے محبت تھی کہ وہ فرانس کے امیر سے امیر خاندانوں کی لڑکیوں کی اپنے سپاہیوں سے

شاہی کردیا کرتا تھا۔

یہ پڑھ کر پولین کو غصہ آگیا اور اس نے حسب ذیل جواب دیا۔

”ان بہتانوں پر جو ایسے شخص پر لگے جارہے ہیں جس پر نہایت وحشیانہ ظلم ہو رہے ہیں اور جس کو یہ موقع نہیں دیا جاتا کہ ان بہتانوں کے جواب دے۔ کوئی تعلیم یافتہ اور سچے دار شخص یقین نہ کریگا۔ جب پولین اپنے پہلے تخت پر بیٹھا تو بے لنگ اس کے دشمنوں کو حق حاصل تھا کہ جو چاہیں کہیں پولین کے افعال تمام دنیا پر ظاہر ہوتے تھے اور دشمنوں کی باتوں کا بجائے خود جواب ہوتے تھے اور اب پولین کے متعلق جس کو کچھ کہنے یا اسے قائم کرنا تھا ہے وہ جھوٹا ہے۔ اسے اور تاراج ہے۔ لیکن دوسروں کا پولین کے خلاف بہتان پر ہشامہ سے زیادہ دناؤ اور بزدلی ہے اور اس سے دشمنوں کا مدعا حاصل نہ ہو گا۔ کروڑوں نہایت ان اور تہمتیں روزانہ شاعت پاتی ہیں مگر ان کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔ دنیا کی نہایت شایستہ قوموں میں سے چھ کروڑ باشندے ان بہتانوں کی تردید کرتے ہیں اور پچاس ہزار انگریز جو اس وقت یورپ میں سپرد سیاحت کر رہے ہیں جب انکستان کو لوٹ کر جائیں گے تو انکا ہینڈ اسکاٹ لیٹ اور ایرلیٹ کے باشندوں کے سامنے سچی بات بیان کریں گے اور پھر ان لوگوں کو شرم ایسی لگی کہ انفسوس ہم کو کیسا فریب دیا گیا تھا۔“

اس طرح پولین کی اسیری کا پہلا سال سینیٹ ہلینا میں ختم ہوا اور اگر ان تکلیفوں اور بے شمار ایذاؤں کو جو شہنشاہ کو بھونچائی دی گئیں ہم پوری تفصیل کے ساتھ لکھیں تو ناظرین کے دل کو زیادہ رنج و قلق کے سوا کچھ حاصل نہ ہو گا۔ جن لوگوں کا دل زیادہ غم ناک و استخوانوں کو ٹھنڈا گوارا کر سکتا ہے یہ تمام حالات مختلف کتابوں میں جو سینیٹ ہلینا میں لکھی گئی ہیں اور سرحد سن کوئی سرکاری تحریریں انکی شاہد ہیں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

باب ہفتاد و دوم

اسیری کا دوسرا اور تیسرا سال



سرحدوں کی طرف سے نکالیت۔ چوہین کی تہذیبی اور جس کے صلح نامے اور چھٹی کی اور
روس کی کانگریسوں پر شاہنشاہ کی رائے میں کسی کا ملحد کیا جانا۔ سرحدوں کی طرف
شاہنشاہ کا پیغام کیا جانا۔ لاگ و ٹو کی دیران حالت اور دائمی حالت سے ملاقات بندی شکایت۔

شاہنشاہ کی تمدنی جلد جلد خراب ہو رہی تھی۔ اور اس کے تمام ہمسایوں کے دلوں پر
اور اسی اور افسردگی کی گھٹا چھائی ہوئی تھی شاہنشاہ کو بد دل ہوا ہی ایک انگریزی افسر کے سوار
ہو کر باہر جانے کی اجازت نہ تھی۔ اور اس کے کمرے کی کھڑکیوں اور دروازہ کے سامنے گارڈ بھری
ہوئی بند و قفس لگے اور نگین چڑھائے ہر وقت کھڑے رہتے تھے۔ جزییرہ کے کسی شخص سے
شاہنشاہ کو بات کر نیکی اجازت نہ تھی جب تک کہ انگریز افسر موجود نہ ہو۔ سرحدوں کو نے اصرار کیا کہ
لاگ و ٹو میں رہنے والے اسیروں کو حسب اعلان پر اپنے دستخط کر دینا چاہئے۔

میں اقرار کرتا ہوں کہ میں سنیت ملینا میں رہتا اور ان تمام قیود کو ہوا شک کرنا چاہتا ہوں
جو خود کو باپا کی ذات کو برداشت کرنا چاہیگی۔
لاگ و ٹو کے شرفا کا جی نہ چاہتا تھا کہ ایسے اقرار نامے پر اپنے دستخط کر دیں جس میں

اُن کے شاہنشاہ کی شان میں بڑے گستاخانہ اور بے ادبی کے کلمات وزج تھے۔ لیکن انہوں نے بڑی خوشی سے دستخط کر دئے مگر بجائے بوناپارٹ کے شاہنشاہ کا لفظ لکھ دیا یہ دیکھ کر گوزرنے وہ کاغذ فوراً واپس کر دیا اور کہا: اُسی کاغذ پر جس میں بوناپارٹ کا لفظ لکھا ہوا ہے اپنے دستخط کرو۔ ڈاکٹر ادمیر نے کہا: مجھے یقین نہیں ہے کہ فرانسیسی شرفاے کاغذ پر دستخط کریں گے جس میں شاہنشاہ کی توہین ہے۔

گوزرنے نے کہا: ”نہیں بڑی خوشی سے دستخط کر دئے جائیں گے کیونکہ اس سے فرانسیسیوں کو جبریل بوناپارٹ سے علیحدگی اختیار کر لیں گے۔ اور میں اُن کو حکم دیدوں گا کہ وہ بوناپارٹ سے کنارہ کش ہو جائیں۔“

شاہنشاہ کے ہمراہی بڑی پریشانی کے ساتھ ایک کمرہ میں جمع ہوئے۔ شاہنشاہ نے کہا: ”میرے جان نثاروں کی توہین کی جاتی ہے اور یقین ہے کہ اس توہین میں ہر رُو اضافہ کیا جائے گا۔ پس یہ بات نہ مجھ سے برداشت ہوتی ہے اور نہ مجھ کو برداشت کرنا چاہئے لہذا۔ اے شرفاء تم مجھ سے کنارہ کش ہو جاؤ اسلئے کہ میں یہ بات گوارا نہیں کر سکتا کہ تم بھی وہی قیود برداشت کرو جو میں برداشت کر رہا ہوں اور جو قیود اب اور تباہ و برباد کی جائیں گی۔ تم گواہ رہو کہ یہ باتیں میری بے وقت موت کا سبب ہو رہی ہیں۔ میں تم میں سے کسی کو اجازت نہ دوں گا کہ موجودہ عبارت کے اقرار نامہ پر اپنے دستخط کرو۔ میں تم کو قطعی ممانعت کرتا ہوں۔ میں کسی کو یہ بات کہنے کا موقع نہ دوں گا کہ میں نے انھیں لوگوں سے اپنی ولایت کے کاغذ پر دستخط کرائے جو میری دوران فرمان روائی میں بڑے بڑے با اختیار افسر تھے۔ اور اگر آج ایک احمقانہ ضابطہ کے متعلق یہ موانع حائل کئے گئے ہیں تو کل کو اس سے بھی زیادہ رکیک معاملات میں دوسری دشواریاں پیش کی جائیں گی۔ پس یقینہ کیا گیا ہے کہ تم رفتہ رفتہ مجھ سے جدا کر دئے جاؤ۔ لیکن میری یہ خواہش ہے کہ تم ایک دم مجھ سے جدا ہو جاؤ۔ اور شاید اس کا کچھ نتیجہ بھی نکلے گا۔“

مئی شب میں گیدہ بجے کوٹ برٹ ریڈ کے پاس سر ہنس ٹو کا خط اس مضمون سے پھونچا کہ چونکہ فرانسیسی افسروں نے اقرار نامہ پر دستخط کرنے سے انکار کیا ہے لہذا یہ افسر اور تمامی خانگی ملازمان فوراً اس امید کیسپ آف گڈ ہوپ) کو روانہ ہو جائیں اور ان کو لیجائیٹیم کے لئے جہاز تیار رکھنا انتظار کر رہا ہے۔ اب پریشانی سے مراسیمہ ہو کر یہ سب افسر کپتان پاپ لے ٹن کے پاس گئے۔ آدھی رات کے بعد کا یہ واقعہ ہے۔ اور محوون اقرار نامہ پر بنا چاری دستخط کر دئے اور یہ اقرار نامہ فوراً گورنر صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا۔

۱۶۔ اکتوبر۔ شاہنشاہ نے ڈاکٹر او میرا کو بلا کر کہا کہ سر ہنس ٹو سے کہو کہ آئندہ کی دشواریاں دور کرنے کو پتولین کا نام کرنل میورن یا بیرن دیوراک کے نام سے بتلایا کر دیا جائے اور اگر گورنر اس بات پر راضی ہو جائے تو اس کو چاہئے ہے کہ برٹ ریڈ کو باضابطہ مطلع کر دے کہ ان دونوں میں سے پتولین کا فلاں نام مقرر کر دیا گیا اور اس سے آئندہ کی بہت سی دشواریوں کا دفعہ ہو جائیگا۔

ڈاکٹر او میرا نے سر ہنس ٹو سے پتولین کی ہدایت کے موافق کہا۔ لیکن گورنر نے جواب دیا: یہ تو بڑا ہی اہم معاملہ ہے جس پر بڑی احتیاط سے غور ہونا چاہئے اور میں وزیر انگلستان کو اس کے متعلق فوراً لکھوں گا، جب ڈاکٹر او میرا گورنر سے ملاقات کر کے لوٹا تو شاہنشاہ نے اٹھائے گنگو میں اس سے کہا۔

میں نے فرانس کے تخت سے دست کشی کی ہے۔ خطاب شاہنشاہی سے دست کشی نہیں کی ہے۔ فرمان رواؤں کے عموماً خطاب قائم رہتے ہیں۔ جیسے کہ چارلس بادشاہ اسپین کا خطاب بادشاہ اوجڑٹی اس وقت بھی قائم رہا جبکہ سلطنت

لہ اس امید افریقہ کے سب سے زیادہ جنوبی حصہ میں ایک لاس کا نام ہے اور سیٹ بیٹا ہے

یہ مقام بہت دور ہے۔ مترجم

سے دست کش ہو کر سلطنت اُس نے اپنے بیٹے کو دے دی۔ اگر میں انگلستان میں ہوتا تو میں اپنے تئیں بادشاہ نہ کہتا۔ لیکن اہل مطلب تو مخالفین کا ان تمام جھگڑوں سے یہ ہے کہ دنیا پر ثابت کیا جائے کہ فرامشی قوم کو یہ اختیار حق ہی نہ تھا کہ وہ مجھ کو اپنا فرمانروا بناتی۔ پس اگر فرامشی قوم کو یہ استحقاق نہ تھا کہ وہ مجھ کو اپنا شاہنشاہ بناتی تو پھر اُس کو یہ حق بھی نہیں ہو سکتا کہ مجھ کو اپنا جبرل بنائے۔

”تھامس“ نے قوم وہی تو ہے کہ وہ انگلینڈ کا ایک عرصہ دراز تک باغیوں کا سرغنہ کشتی رہی اور نہ اُس کو اور نہ امریکہ کی طرز حکومت کو تسلیم کیا۔ مگر اُس کی فتوحات نے آخر کو مجبور کر دیا اور وہ خود اور اُس کے ملک کی طرز حکومت کو تختاری قوم نے مان لیا۔ اور صرف کامیابی و جہیز ہے جو کسی کو بڑا آدمی بنا دیتی ہے۔ اور حقیقت میں میرا اپنے تئیں شاہنشاہ کہنا منہج حکم تیرا ام ہو جاتا اگر تختارے وزیرا مجھ کو اپنے تئیں شاہنشاہ کہنے پر مجبور نہ کر دیتے۔ کیونکہ میں اسیر ہوں اور میری مثال بھی انہیں اسیروں کی سی تھی جو بیت لحم یا لندن میں پابجولاں رہے ہیں اور پیال پر سوتے تھے لیکن پھر بھی خیال کرتے تھے کہ ہم بادشاہ ہیں“

پھر شاہنشاہ نے اپنے رفقاء کی شریفانہ شجاعت کا ذکر کیا جبکہ شاہنشاہ چاہتا تھا کہ یورپ چلے جائیں لیکن اپنی محبت کی وجہ سے انھوں نے شاہنشاہ کا ساتھ چھوڑا تھا۔ اسے کہا کہ ”اُن کے پاس محمول غدر یورپ چلے جانے کا موجود تھا۔ یعنی وہ صاف کہہ دیتے کہ ہم ایسے کاغذ پر دستخط نہیں کرتے جس پر ”پولین بونا پارٹ“ کا لفظ لکھا ہوا ہے۔ اس کے سوا میں نے خود اُن کو حکم دیا تھا کہ ہرگز دستخط نہ کریں۔ لیکن انھوں نے باوجود ان باتوں کے بھی دستخط کر دیے اور وہ تو ظالم پولین، یا اسی قسم کے دوسرے الفاظ پر بھی دستخط کر دیتے کہ میرے ساتھ رہ کر میری مصیبت میں شریک ہوں۔ مگر یورپ کو نہ جائیں جہاں وہ بڑے آرام اور شان کے ساتھ رہ سکتے تھے۔ اور جس قدر تختاری گورنمنٹ مجھ کو دلیل کریگی۔ اسی قدر یہ لوگ میری عزت کریں گے۔ اب مصیبت میں میری عزت و تعظیم کرنے سے اُن کو

زیادہ فخر ہے۔ میری شاہنشاہی کے دوران میں میری عزت کرنے سے اُن کو ایسا
فخر تھا۔

۱۸۔ اکتوبر۔ ایس کیس لکھا ہے پانچ بجے تک میں نے شاہنشاہ سے ملاقات کی
اور اب اُس نے ملاقات کے کمرہ میں مجھ کو خود بلایا کسی دن سے وہ بیمار تھا لیکن پھر بھی صبح سے
بیٹھا ہوا اگر لڈ مارشل کو لکھواتا رہا تھا۔ اُس نے اپنے رفقا کو ایک ایک کر کے اپنے پاس بلایا۔
طبیعت افسردہ اور اداس تھی۔ اب وہ اُس کے اعصاب پر برا اثر کیا ہے۔ اس کے
سوا ہم لوگوں کو جو تکلیفیں دی جاتی ہیں اور ہماری توہین کی جاتی ہے وہ اور بھی زیادہ غیر قابل
برداشت ہے۔ گورنر کی ہر ایک لفظ سے ہماری تکلیف بڑھتی ہے۔ آج گورنر نے ہمارے
گروہ میں سے چار شخصوں کو شاہنشاہ سے جدا کر دینے کو منتخب کیا تھا جس سے ہمارے
درمیان ایک عام داؤد ملا تھی جن لوگوں کا انتخاب ہوا ہے اُن کو اپنی جدائی پر سخت رنج و
غم ہے اور جو باقی ہیں اُن کو یہ سو ہان روح ہو رہا ہے کہ وہ بھی اسی طرح شاہنشاہ سے جدا
کے جائینگے۔ دوسرے دن وہ چاروں شخص جہاز میں سوار کر کے راس امید کو جسٹونوبی
افریقہ میں بھیج دیے گئے۔

۲۲ اکتوبر۔ ڈاکٹر او میر نے شاہنشاہ سے پوچھا کہ جہان پناہ نے یہودیوں کی
اس قدر سرپرستی کیوں فرمائی تھی؟

شاہنشاہ نے جواب دیا میں یہ چاہتا تھا کہ وہ سود لینا چھوڑ دیں اور دوسرے
آدمیوں کی طرح ہو جائیں۔ اُن مالک میں جن کا میں فرمان روا تھا کثرت سے یہودی نے
مجھ کو امید تھی کہ اُن کی خامیوں کو دور کر کے میں اُن کو کیتھولک۔ پروٹسٹینٹ اور دوسرے
لوگوں کی طرح بنا لوں گا۔ پھر وہ اپنے شہری نجائیے کے اور جماعت کے اور آدمیوں کی طرح
چلن اختیار کر لینگے۔ اور مجھے یقین تھا کہ انجام کار میں اپنے ارادہ میں کامیاب ہو جاؤں گا۔
اس کے علاوہ میں چاہتا تھا کہ مذہبی خیالات کے اعتبار سے سب کو آزادی حاصل ہو جاتی

میرا طریقہ یہ تھا کہ کوئی ایک مذہب نہ ہو جو سب پر دباؤ ڈالے۔ بلکہ سمجھوں کہ اگر کوئی ایسی قوت ایمانیہ کی رہبری سے عمل درآمد کریں اور سب لوگوں کے حقوق مساوی ہو جائیں خواہ وہ برہمن ٹینٹ ہوں۔ کیتھولک یا مسلمان۔ یا موحد یا دوسرے ہوں۔ لیکن ملازم کو رینٹ حاصل کرنے میں مذہب کا کچھ اثر نہ ہو۔

ڈاکٹر اومیرا نے پوچھا: کیا جیروویٹ فرقہ کو فرانس میں قائم ہو جانے کی آپ اجازت دیتے ہیں؟

شاہنشاہ نے جواب دیا: ہرگز نہیں۔ تمامی گروہوں میں یہ گروہ سب سے زیادہ خطرناک ہے اور سب سے بڑھکر اس نے نقصان کیا ہے۔ اُن کا اصول یہ ہے کہ اُن کا جنرل سب بادشاہوں کا بادشاہ ہے اور تمامی دنیا کا مالک و آقا ہے۔ اور اس جنرل کے احکام کی تعمیل ضرور ہونی چاہئے خواہ وہ قانون کے خلاف اور کتنی ہی ظالمانہ ہوں۔ اور اس جنرل کے احکام کی تعمیل میں ہر ایک فعل کا مرتکب ہونا چاہیے کتنا ہی مذموم وہ فعل کیوں نہ ہو اُن لوگوں کی نظر میں قابل تحسین کام ہے۔ اُن کا جنرل روم میں رہتا ہے اور میں ہرگز ہرگز اس فرقہ کو جو روم کے جنرل کا فرمان بردار ہوا اپنی سلطنت میں قائم نہ ہونے دیتا۔

ڈاکٹر اومیرا نے کہا: اب یہ خطرہ ہو رہا ہے کہ فرانس میں پادریوں اور جیروویٹ فرقہ بہت جلد زور پھو جائیگا۔

پچولین نے جواب دیا: ممکن ہے۔ پوربون مذہبی اعتبار سے متعصب ہیں اور جیروویٹ فرقہ اور مذہبی عدالت کو بخوشی قائم ہونے کی اجازت دینگے۔ مجھ سے پیشتر کی فرمان رطبتوں میں پروس ٹینٹ فرقہ سے یہودی کی طرح براہِ تہذیب کیا جاتا تھا۔ اُن کو آراضی خریدنے کی اجازت نہ تھی۔ لیکن میں نے حقوق کے اعتبار سے اُن کو کیتھولک فرقہ کی برابر کر دیا۔ لیکن پوربون اُن کو پھر باطل کرینگے۔ اور پوربون پروس ٹینٹ اور دوسرے

آزاد خیال لوگوں کو ہمیشہ مشتتہ نظر سے دیکھتے ہیں۔

۱۶ اکتوبر۔ شاہنشاہ کی طبیعت بہت زیادہ بدتر ہو گئی۔ ون نہایت سرد و مرطوب تھا۔ اور ملتے پڑے رمال باندھے وہ آگ کے سامنے بیٹھا تھا۔ اُس کو جاڑا بھی آیا تھا اور دانتوں میں بھی سخت درد تھا۔ اُس نے کہا: آدمی بھی کیا ہی ذلیل و کم زور شے ہے۔ اگر اُس کی ایک رگ پھٹی کسی بیماری کا حملہ ہو تو تمامی نظام بدن پر اثر ہو جاتا ہے۔ اور اس خلاف باوجود تمامی امراض کے جو انسان کی ہلاکت کے واسطے موجود ہیں کبھی یہ ضرورت پیش آتی ہے کہ اسی انسان کو ہلاک کر نیکے لئے جلا و متعین کئے جائیں یہ تن خاکی بھی کیا ہی عجیب کل ہے اور شاید میرا طائر روح اس میں نہیں رہیں اور مقفوس و محبوس رکھا جائیگا۔

یکم نومبر۔ شاہنشاہ کا تمام دن سخت نقاہت و ناتوانی کی حالت میں گزرا۔ اُس نے ایس کے صلح نامہ کی شکست کی طرف اشارہ کر کے کہا: مجھے کیا ایک انیس کے صلح نامہ کے شکست کئے جانے پر اس لئے شدید غصہ آگیا تھا۔ کہ وزراے برطانیہ نے بڑی بدینتی سے جھوٹے بہانے پیش کئے اور اعلان جنگ سے پہلے بہت سے تجارتی چاروں کو گرفتار کر لیا۔ میں نے بڑے اصرار کے ساتھ اس کی شکایت پیش کی تو یہ جواب ملا کہ ہماری گورنمنٹ میں برابری دستور چلا آتا ہے۔ اور سچ ہے کہ اس موقع پر اُنھوں نے سچی بات کہی۔ مگر اب وہ زمانے نہ تھے کہ انگریز اسی قسم کی اور ایسی ہی زیادتیوں کرتے تھے اور فرانس کان نہ ہلاتا تھا۔ میں فرانس کے حقوق اور اُس کی شان و عظمت کو محفوظ رکھتا اور میں نے یہ عزم کر لیا کہ ہمارے اعداء کو ذرا یہ تو معلوم ہو جائے کہ اب اُن کا کہہنا یہ مقابلہ ہے۔ قہرمتی سے دونوں ملک ایسے واقع ہوئے تھے کہ خواہ مخواہ مجبور ہو کر انگریزوں کی دست درازی اور ظلم کا مجھے دست درازی اور ظلم ہی کے ذریعہ سے انتقام لینا پڑتا تھا جو پہلے سے زیادہ سخت ہوتا تھا۔ اور کیسے افسوس کی بات ہے کہ بے گناہوں سے سخت ناچاری کی حالت میں انتقام لیا جاتا تھا۔ لیکن کیا کرنا۔ محکو تو کوئی اور چارہ

کار ہی نہ تھا

۲۔ نمبر۔ شاہنشاہ نے اُن شرائط کا حوالہ دیتے ہوئے جو متحدہ بادشاہوں کے چھٹے نے چینی کن کے مقام پر پیش کی تھیں کہا: میں نے خوب کیا اور میں حق پر تھا کہ اُن شرائط پر جو سب سے آخر میں قائم کی گئی تھیں اور جن پر حصر کیا گیا تھا دستخط نہ کئے اور انکار۔ وجوہ وضاحت کے ساتھ بیان کر دین اور اس چٹان پر اپنی اسیری کی حالت اور مصائب کے درمیان بھی محکوم اپنے انکار پر قطعی افسوس نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ شاہی اشخاص ایسے ہیں کہ میرے مدعا کو سمجھتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے کہ معاملات کا پالسنہ اولٹا پڑا اور کچھ سے کچھ ہو گیا تاہم جمہور کا گروہ ضرور آگاہ ہو جائیگا کہ فرض اور غیرت نے سوائے انکار کے اور وہی پہلو اختیار کرنے کے جو میں نے اختیار کیا میرے لئے کوئی چارہ کار ہی نہ چھوڑا تھا۔ اور اگر میں دستخط کر بھی دیتا اور اس حد تک دلیل کرنے میں متحدہ بادشاہ کامیاب بھی ہو جاتے تو کیا یہ بادشاہ اسی پر بس کرتے۔ کیا وہ اُن تمامی فوائد سے فائدہ اٹھا کر جو اس عدنانہ سے اُن کو حاصل ہو جاتے سازشوں کے ذریعے وہی کام پورا کرنے کی کوشش نہ کرتے جو بدوشمیر انھوں نے آغاز کیا تھا۔ پس فرانس کی امن۔ آزادی اور آئینہ کی بے سودی کا کیا حشر ہوتا۔ اور میری غیرت اور میرا حلف جو فرانسیسیوں کے ساتھ میں نے کیا تھا کہاں جاتا۔ کیا متحدہ بادشاہ میری قوم کی نظروں سے مجھے گرا کر اسی طرح کافی طور سے برباد نہ کر دیتے جیسا میدان جنگ میں انھوں نے محکوم برباد کیا۔ قوم کے دلوں پر وہی اثر بیٹھا جو وہ بٹھالنا چاہتے تھے پھر کہتے افسوس کی بات ہوئی کہ قوم مجھ پر الزام دھر دیتی کہ پولین نے دشمنوں میں وہی سلطنت تقسیم کر دی جو قوم نے اُس کی حفاظت میں دی تھی۔ کیا ایسے فرانسیسی جنگو اپنی عالی رتبت فتوحات اور کارناموں پر ناز تھا اُس بار کو برداشت کر سکتے تھے جو عنایتین اُن پر ڈال دیتے۔ اور بدیہی نتیجہ یہ ہوتا کہ قوم میں جو شخص تازہ پھیلنا طوائف اسلو کی

بربادی ہوتی۔ پس میں نے غم کر لیا کہ تمامی معاملات کا فیصلہ تلوار ہی سے ہو اور اگر ضرورت ہو تو میں فرمان روائی سے دست کش ہو جاؤں۔ لیکن اگر یہ معاملات کی اہل حالت بھی ہے جو ہیں۔ نے ہلان کی مگر موزین کو شاید میرے ساتھ انصاف کرنے میں دشواری پیش آئیگی کیونکہ تمام دنیا جھوٹے بہتانوں سے بھر دی گئی ہے اور میرے کاموں کو دوسرے رنگ سے دکھایا اور میرا چالچلن سیاہ کیا گیا ہے۔
کسی نے کہا کہ جیسا زمانہ گزرتا جائیگا بدگوئی و دوسہوتی جائیگی۔

شاہنشاہ نے کہا یہ بالکل صحیح ہے۔ میرا حال دوسرے لوگوں کے حال سے بالکل جدا ہے۔ عام قاعدہ ہے کہ زوال سے آدمی کی عزت گھٹ جایا کرتی ہے۔ لیکن اس کے برخلاف میرے زوال نے میرے چال چلن اور میری عزت کو بہت زیادہ بڑھا دیا ہے۔ اور جو دن گزرتا جاتا ہے ثابت کرتا جاتا ہے کہ میں ظالم نہ تھا۔ میں تو کچھ اور ہی تھا۔
میرا نمبر شاہنشاہ نے روس کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ روسیوں کے انبوه کا نیا کرتے ہوئے کون ایسا ہے جو کانپ نہ جاتا ہو۔ یہ انبوه ایسا ہے کہ جس پر نہ عقوبت سے حملہ کیا جاسکتا ہے نہ ایک بازو سے۔ پھر یہ انبوه جب ہم پر یورش کرے تو کامیابی کی حالت میں اپنے سامنے ہر شے کو برباد کر دیتا ہے اور اگر نہ ہر میت اٹھاتا ہے تو بہت کر اپنے سرد ویرانوں میں چلا جاتا ہے جس کو اس انبوه کی محفوظ فوجیں سمجھنا چاہئے۔ اس کے ساتھ ہی پھر جب اس کے جی میں آئے ان ویرانوں سے خدج کر سکتا ہے۔ کیا یہ انبوه افسانہ کے ہیڈرا اور اینٹیس کا سامر نہیں ہے؟ اس کی بربادی تو صرف اسی صورت سے

لے یونانیوں کے قدیم افسانوں میں ہیڈرا ایک ایسے عجیب الخلق جانور کا تذکرہ کیا گیا ہے جس کے ایک سر تھے لیکن حالت یہ تھی کہ اگر اس کا ایک سر کاٹ ڈالا جاتا تھا تو فوراً ہی زخم ہوئے اور خون بہنے لگتا تھا۔ لیکن اگر خون آگ سے فوراً روک دیا جاتا تو نئے سر پیدا ہو جاتا۔ اس جانور کو ہر کوئی زہر دینے والا سمجھتا تھا۔ اس کا ایک نیم دیوتا سورما تھا جو لباس کی مدد سے ہلکے پھلکے

مکن ہو سکتی ہے کہ اس انجود کو ایک دم سے ہٹا اور ہلاک کیا جائے لیکن ایسا ہر کیولیز
کماں سے آجے جو اس کو ایک دم سے ہلاک کر دے۔ صرف ایک فرانس ایسے اہم
کام کا خیال کر سکتا تھا اور یہ اقرار کرنا ضروری ہے کہ فرانس نے ایسا قصد کیا لیکن
اُس کا قصد بھونڈا تھا۔ اور اگر دوسری ایسا غائبانہ شاہ پیدا ہو جائے جو شجاع۔ باعزم
اور ذکی ہو یا مختصر لفظوں میں ایک دانشور والا زار پیدا ہو جائے تو یورپ ابھی اُس کے
قبضہ میں آجائے۔“

۱۳۔ نومبر۔ سر برٹن کو کی طرف سے کچھ نئی چیزیں پیدا ہوئی۔ اور اس کیس نے کہا
جہاں پناہ افسوس ہے کہ یہ شخص ایسی ناشائستہ حرکات کرتا ہے کہ انگریزوں کی طرف سے
آپ کو اور بھی زیادہ نفرت ہوتی جاتی ہے۔“

یہ سن کر تپ لین نے کہا: ”نہیں ایسا مت کہو اور ایسا مت خیال کرو۔ ایسا کما
یا خیال کرتا اونٹنی اور عامی آدمی کا کام ہے۔ بلکہ یہ کہو کہ سر برٹن کو کی حرکات سے میرے
دل میں صرف سر برٹن کو کی طرف سے نفرت پیدا ہوتی یا بڑھتی ہے۔ لیکن چونکہ اب یہ
مضمون چھڑ گیا ہے تو میں اتنا اور کہتا ہوں کہ ایک مرد۔ یعنی واقعی جو مرد ہے۔ کبھی نفرت
دل میں نہیں لاتا۔ اُس کا غصہ یا بد مزاجی ایک خاص لمحے کی شخصیت سے آگے متجاوز
نہیں ہوتی۔ یعنی ایک برقی اثر ہوتا ہے۔ اور ایسا جو ان مرد جو اعلیٰ فرائض اور محنت
کے لئے خلق کیا جاتا ہے وہ افراد انسانی پر نظر نہیں ڈالتا بلکہ وہ معاملات اُن کے

بقیہ نوٹ صفحہ ماقبل اور کامیابی اس صورت سے ہوتی کہ ہر کیولیز نے ہیڈرا کے خون میں اپنے
تیر کی چمکان کو تر کر لیا جس کی تاثیر سے زخم اچھا نہ ہوتا تھا اور ہر کیولیز ایک سر کاٹتا تھا اور ایک لاس سرخ
لوہے سے فوراً خون روک دیتا تھا اور آخر کار ہیڈرا ہلاک ہو گیا۔ مترجم۔

غلط آئین تین بی یونانیوں کے قدیم افسانوں میں مذکور ہے۔ یہ نہایت تومند ایک دیوتا تھا اور لکھا ہے
کہ یہ عطار وادریہ کا بیٹا تھا۔ اس کو بھی ہر کیولیز نے ہلاک کیا تھا۔ مترجم۔

وزن اور اُن کے نتائج کو دیکھا کرتا ہے۔

ایک زبردست و ماغ لیکن کج اخلاقی خصلتوں والے شخص کا تذکرہ کرتے ہوئے شاہنشاہ نے کہا: ”اُس کی ابتدائی تعلیم میں نقص ہوتا ہے۔ اُس کے بچپن کی ٹپیاں جن سے وہ آغاز طفلی و شیر عوارگی میں کسا گیا تھا نفیس اور صاف نہیں ہوتیں۔“

۱۲ نمبر۔ کیس کیس نے لکھا ہے ”تین بجے کے قریب شاہنشاہ نے مجھے بلایا۔“

وہ ہوا خوری کرنا چاہتا تھا۔ اُس کی تعاہت اور چہرے کی زردی سے ہم کو بڑی فکر ہو گئی تھی۔ جب ہم جنگل میں ہو کر گزرے تو شاہنشاہ نے اُن حفاظتی عمارتوں کو دیکھا جو ہم امیروں کی حرمت کے لئے زیر تعمیر تھیں۔ ان بیکار اور بے فائدہ تیاریوں کو دیکھ کر شاہنشاہ مسکرائے۔ لگا۔ اُس نے کہا: ”ہمارے قیام گاہ کی ارد گرد کی زمین گھاس سے ڈھکی ہوئی مٹی کے چھیل لئے جانے سے بے رونق ہو گئی اور دیکھو یہ مٹی بے فائدہ و مددوں کے بلند کرنے میں صرف کی گئی۔“ لہذا حقیقت دو ماہ سے گورنر برابر خندقیں اور دے اور بازھیں تیار

کرانے میں مصروف ہے۔ اُس نے لاٹک و ڈمیں ہم کو بالکل محصور کر دیا ہے اور صطبل حقیقت میں ایک گڈہ سا معلوم ہوتا ہے۔ ہم کو سچے ذریعوں سے معلوم ہوا ہے کہ سر دربار رات میں سوتے سے چونک پڑتا ہے اور ہماری مزید حفاظت و حرمت کی تدبیریں سوچتا ہے۔ شاہنشاہ نے کہا: ”یقیناً یہ سب احتیاطیں توجہوں کی حد کو بھونچ گئی ہیں۔ یہ لوگ آرام سے کیوں نہیں سوتے اور ہم کو ہمارے حال پر کیوں نہیں جھوڑتے ہیں۔ کیا گورنر

اتنا سمجھنے کی عقل نہیں ہے کہ یہ کم نجت جزیرہ ہی ایسے مقام پر واقع ہے کہ ہزاروں حفاظتوں کی ایک حفاظت ہے۔ پھر یہ ڈر کے مارے کیوں ڈبے ہوئے جاتے ہیں۔“

۲۰ نمبر۔ شاہنشاہ پر ایک تازہ مصیبت نازل ہوئی۔ یعنی اُس کا سچا اور وفادار دوست کیس کیس بغیر اس کے کہ ایک لفظ کے ذریعہ سے بھی اطلاع دی جائے شاہنشاہ سے چھین لیا گیا۔ اور ایک ماہ سخت حرمت میں رکھے جانے کے بعد مع اپنے بیٹے

کے کیس کیس پہلے تو اس امید کو افریقہ کے جنوب میں بھیجا گیا اور بعد کو وہاں سے انگلستان روانہ کیا گیا۔ اس ظالمانہ گرفتاری کا عندیہ قائم کیا گیا تھا کہ کیس نے ایک خط کے ذریعہ سے لیڈی گلے ورننگ کو شاہنشاہ کی حالت لکھی تھی اور یہ خط گورنر کے ہاتھ میں نہ دیا گیا تھا چنانچہ تنہائی اور بیماری کے حال میں شاہنشاہ کے لئے یہ صدمہ بہت خوفناک تھا کیس کو یہ اجازت بھی نہ دی گئی کہ شاہنشاہ سے رخصت ہو لے یا اس سے ایک بات کرے۔ لیکن شاہنشاہ نے اپنے نچم جان و دوست کو ایک خط لکھا جس کا مضمون حسب ذیل خیالات ظاہر کرتا تھا۔

”میرے شفیق کیس کیس جو کچھ تم پر گزری ہے اُس سے میرے دل پر بلا کا صدمہ ہے۔ پندرہ دن ہو گئے کہ تم مجھ سے ناخن کے گوشت کی طرح جدا کئے گئے اور اُس وقت سے تم سخت حرارت میں ہو۔ اور کوئی موقع نہ دیا گیا کہ میں تم کو کچھ لکھوں یا تجکو بھاری سلی خبر معلوم ہو۔ سیت پلٹیا میں بھی بھاری تمامی زندگی کی طرح تمہارا چال و چلن قابلِ عزت اور بے داغ رہا ہے اور میں بڑی محبت سے اس کا اعتراف کرتا ہوں۔ تمہارے کاغذات کے گرفتار کرنے کا ہمانہ دھونڈا جاتا تھا۔ لیکن اپنی لندن کی ایک دوست کے نام تمہارا خط لکھنا کوئی ایسا مجرمانہ فعل نہ تھا کہ پولیس آتی اور تم پر حملہ آور ہوتی۔ اس لئے کہ خط میں نہ کوئی سازش لکھی ہو تھی نہ کوئی امراء تھا اُس میں تو ایک سہ لہجہ اور سچے دل کے خیالات درج تھے۔

”تمہارے ایسے کاغذات جن میں سب کو معلوم ہے کہ میرے کاغذات بھی شامل تھے گرفتار کئے گئے۔ کوئی سنا لہجہ عمل میں نہ لایا گیا اور یہ واقعہ خوفناک مسرت کے ساتھ میرے قیام گاہ کے قریب عمل میں لایا گیا۔ جگو اس کی چند لہجوں کے بعد خبر ہوئی۔ میں نے اپنی دیکھی سے دیکھا کہ لوگ تم کو لئے جا رہے تھے۔ اور میری نظر میں جنوبی سمندر کے جنیرے والوں کا سماں پھر گیا جو اپنے قیدیوں کے گرد ناچتے ہیں اور پھر تھوڑی دیر

میں ان کو کھالیا کرتے ہیں۔

”تمہارا میرے پاس موجود ہونا ضروری تھا۔ صرف تم ہی ایک ایسے شخص تھے جو انگریزی زبان کو پڑھ-بول-اور سمجھ سکتے تھے۔ تم نے کتنی راتوں میں بیماری کی دورانیہ میں بیٹھ کر میری تیمارداری کی ہے۔ لیکن باوجود ان تمام باتوں کے میں تم سے دھوکا کھاتا ہوں بلکہ تم کو حکم دیتا ہوں کہ تم گورنر سے کہو کہ وہ تم کو یورپ کو بھونچا دے وہ تمہارا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس کو تم پر کوئی اختیار نہیں ہے سوائے اس اقرار نامہ کے جس پر تم نے اپنی خوشی سے دستخط کر دیے تھے اور یہ معلوم ہونے سے کہ اب تم ان ممالک کی طرف جارہے ہو جہاں سینٹ ہلینا سے زیادہ خوشی ہے مجھ کو نہایت خوشی ہوگی۔ جب تم یورپ پھونچو خواہ تم انگلستان جاؤ یا فرانس کو لوٹو۔ تم کو ایسی کوشش کرنا چاہیے کہ تم ان مصائب کو جو تم کو برداشت کرنا پڑی ہیں فراموش کر دو۔ اور صرف اس خیال سے اپنے جی کو تسلی دینا کہ پولین کے ساتھ تم نے حق و قیاداری ادا کر دیا اور مجھ کو تم سے ویسی ہی محبت ہے۔ اگر کبھی اتفاق سے تم میری بیوی اور بیٹے کو دیکھو تو ان سے بغل گیر ہونا۔ دو برس ہو گئے کہ کسی طرح سے بلا واسطہ یا بالواسطہ مجھ کو ان کی خبر نہیں ملی ہے۔ اس جزیرہ میں جرمی کا علم نہانات کا ایک عالم ہے اور اس نے اپنے آپ سے چند ماہ قبل دونوں کو اسگون ہرن کے باغ میں دیکھا تھا۔ اور ان ظالموں نے یہ انتظام کیا ہے کہ اس عالم کو میرے پاس کسی طرح آنے نہیں دیتے کہ اپنی بیوی اور بچہ کا حال میں اس سے دریافت کر لوں۔

”اس کے ساتھ ہی تم میرے دوستوں کو تسلی دینا۔ اس میں شک نہیں کہ جہانی اعتبار سے میرے دشمن مجھ کو تکلیف پہونچاتے ہیں۔ اور انتقام لینے میں کوئی قہر فروگزاشت نہیں کرتے اور ایسی ایذا نہیں دیتے ہیں کہ آہستہ آہستہ میرا کام تمام ہو جائیے مگر اللہ تعالیٰ ایسا منصف حقیقی ہے کہ یہ عذاب بہت زیادہ طول نہ کھینچے پائینگے۔

جزیرہ کی آب و ہوا ایسی ناقص ہے اور ضروریات زندگی کی طرف سے ایسی محرومی ہے کہ میرا خاتمہ جلد ہو گا اور پھر گورنر کا حال دنیا پر ظاہر ہو جائیگا اور بڑی نفرت کیساتھ تمام یورپ اُنس پر نفیس کرے گا اور برطانیہ کے سچے اور اصلی باشندے صاف پکار کر کہیں گے کہ سر پر برطانیہ کا ایک قرونہ تھا۔

”چونکہ ہر طرح سے یہ قرینہ ہے کہ تم کو میرے پاس آنے اور مجھ سے ملاقات کرینی اجازت نہ دی جائیگی۔ لہذا میں اس خط کے ذریعہ سے تم کو خدا حافظ کہتا ہوں اور یقین دلاتا ہوں کہ تمہاری محبت اور عزت میرے دل پر نقش ہے۔ اور اب میں دعا کرتا ہوں کہ پُروردگار عالم تم کو خوش و خرم رکھے۔“

تمہارا محبت کرنے والا دوست پتھو لین۔

لاٹک ووڈ۔ ۱۱ اربوریسٹریٹ

اس خط کو نبذ کر کے غم لگائی گئی اور سر پتھو لین کو کے پاس بھیج کر درخواست کی گئی کہ ایس کیس کو دیدیا جائے۔ لیکن اُس نے یہ خط فوراً شاہنشاہ کو واپس کر دیا اور کہا کہ یہ خط اُس وقت تک نہیں دیا جاسکتا جب تک کہ میں خود اس کو کھول کر پڑھ نہ لوں اور منظور نہ کر لوں۔ شاہنشاہ اپنے پیستیر پر لیٹا ہوا تھا کہ یہ خط اُس کے پاس واپس آیا۔ شاہنشاہ نے کچھ نہ کہا اور ہاتھ بڑھا کر خط کو لے لیا اور اُس کی جیر توڑ کر وہیں دیدیا اور قاصد کے چہرہ کو بھی آکھ اٹھا کہ نہ دیکھا۔ ایس کیس کو شاہنشاہ سے ملنے کی کسی طرح اجازت نہ دی گئی۔ ۱۰ سہر و سمبر کو وہ سینٹ ہلینا سے روانہ کر دیا گیا۔ اُس کا دل خوش بہرہ روی سے متحرک رہا تھا اور وہ کھانا پکھا دیا۔ اسے اسیر شاہنشاہ پتھو لین سے میں جدا ہونے پر کیسا مجبور کیا گیا ہوں اب وہ تنہا اور بے یار و مددگار ہے۔ پتھو لین نے ڈاکٹر او میرا سے کہا: اب مان مٹھو لوں کی باری ہے اور وہ مجھ سے جدا کیا اور سینٹ ہلینا سے روانہ کیا جائیگا۔ اب جسے کہ ان لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے

کہ وہ میری بڑی قسّی اور قسّی کا سبب ہے اور میرا بہت بڑا ہمدرد دوست ہے۔ لیکن میں
میں کہیں اور مان تھوڑوں کے مقابلہ میں زیادہ خوش نصیب ہوں۔ کیونکہ مجھے ایک شخص
بھی اپنے رفقا میں ایسا نہیں معلوم ہوتا کہ میرا گھر سے باہر مل کر جاسکے اور اُس کے ساتھ
نسایت ہی ذلیل کرنے والی قیدی نہ لگائی جائیں مجھے افسوس ہے کہ دو ماہ قبل کا شخص
کیوں روانہ نہ کر دیے گئے۔ ان تمام منظام کو تنہا رہ کر برداشت کرنے کی مجھ میں بہت
موجود ہے۔ او میرے رفقا کو یہاں چند ماہ اور رکھنے سے صرف یہی مراد ہے کہ ان کو
اور زیادہ تکلیف پہنچائی جائے۔ جب یہ سب مجھ سے جدا کر دیے جائیں گے تو پھر آخر میں
تم بھی نصرت کر دے جاؤ گے اور جرم کی پوری تکمیل ہو جائیگی۔

”راہ میں۔ تو میں کبھی شکایت کا ایک حرف بھی زبان پر نہ لانا۔ مگر میں خوب جانتا ہوں
کہ جب انگریزی قوم تمہارے وزراء سے تھکنا کی مٹی ہوگئی تو یہ ذرا صاف کدینکا
”ہنولین نے کبھی شکایت نہیں کی۔ اور اس سے ظاہر ہے کہ اُس کو علم تھا کہ اُس سے
بہت اچھا برتاؤ کیا گیا اور اس لئے اُس کے پاس کوئی شکایت کی وجہ نہ تھی، اور اگر یہی
نہ ہوتی تو شکایت کرنے کو میں اپنی ذلت خیال کرتا۔ اگرچہ اس پانچ گورنر سے میں اتنا
دق ہوں کہ اگر مجھ کو یہ خبر معلوم ہو کہ میرے گولی سے مار دیے جانے کا حکم آیا ہے تو نہایت
نوش ہوں اور اُس کو ایک رحمت و برکت خیال کروں“

اب پولین قطعی اپنے کرد میں بند ہو گیا اور کتب کے مطالعہ اور دعا و محنت سے
اُس نے اپنے رخ و غم کے بھلا دینکی کوشش کی۔ کسی کو وہ اپنے پاس نہ آنے دیتا تھا۔
اور نہ وہ باہر نکلتا تھا کہ گارڈ اُس کے ہمراہ جا کر اس کی مرہمت و نگرانی کر کے اُس کو ذلیل
کرے۔

کولٹ مان تھوڑوں کا بیان ہے کہ ایک دن شاہنشاہ بول رہا تھا اوز میں لکھتا
جاتا تھا۔ اتنے میں خادم نے آکر کہا: ”آدھ گھنٹے سے گورنر برابر مصر ہے کہ میں خود مکان

کے اندر جا کر اپنی آنکھوں سے شاہنشاہ کو دیکھوں گا تاکہ مجھ کو پورا یقین ہو جائے کہ وہ فرار تو نہیں ہو گیا۔ اور گورنر یہ بھی دیکھ دیتا ہے کہ اگر دروازہ کھول نہ دیا جائے گا تو کوڑا توڑ دے جائیگا۔ شاہنشاہ نے یہ سن کر بے پروائی سے چوہا پوہا چاؤ چھوڑ کر صلیب صاحب سے کہہ دیا کہ آپ کو اختیار ہے۔ دروازہ کو کھڑیوں سے توڑ دیجئے لیکن یہ بھی یاد رہے کہ اگر آپ نے اندر قدم رکھا تو کسی کی نقش نظر آئیگی۔

جب سر پڑسن لو سنہ چوہا پوہا چاؤ چھوڑ کر اس ہو کر سپر حاکم کارستہ لیا۔ محکمہ کی عدالت اعلیٰہ کا جج سر طامس اسٹریچ سینٹ ہلینا میں آیا۔ سر پڑسن نے شاہنشاہ سے درخواست کی کہ جج کو ملاقات کی اجازت دی جائے۔

شاہنشاہ نے جواب دیا: گورنر سے جا کر کہہ دو کہ وہ لوگ جو قبر میں جاسوئے میں ملاقاتیں نہیں کرتے اور جج میرے جواب سے آگاہ کر دیا جائے۔

کونٹ مان تھوٹوں کا بیان ہے: "جنرل برٹ ریڈ کی زبانی یہ جواب سنکر سر پڑسن کو ایسا غصہ آیا کہ ضبط نہ ہو سکا لیکن سر پڑسن تو سے بڑھ کر اس کے نائب سر طامس ریڈ کو غصہ آگیا اور آپ نے اس موقع پر حسبِ میل گل افشانی فرمائی۔

”اگر میں گورنر ہوتا تو اس فرامیسی کتے کے اوسان بھیک کر دیتا۔ جی اُس کے یاروں سے اُس کو خد کر دیتا جو اُس سے کسی طرح بہتر نہیں ہیں۔ پھر میں اُس سے اُسکی سب کتابیں چھین لیتا اور وہ حقیقت یہ ایک ملعون حفاظت قانونی سے تعلق رکھتا ہے اور میں اُس سے وہی برتاؤ کرتا جس کا وہ مستحق ہے۔ اور خدا کی قسم بادشاہ فرانس کے ساتھ بڑا سلوک ہوتا اگر اس شخص کا قطعی قبیضہ پاک کر دیا جاتا۔ اور بڑی بزدلی کی گئی کہ اس کا کورٹ مارشل نہ کیا گیا اور یہ سبٹ ہلینا بھیجا گیا۔ پس ایسے ایسے شریفوں سے سر پڑسن کا اسٹات مزین تھا۔

ایک اور موقع پر جنرل ریڈ نے ہلینا میں آیا اور لاٹک وڈ دیکھنے کے لئے مدعو

کیا گیا۔ شاہنشاہ کا خط جو کہ از مدخل نے لکھا تھا کھلا ہوا سر پڑسن کو کو دیا گیا اور اُس نے جبرل میڈ کو یہ خط بھیج دیا۔ لیکن خط پڑھ کر جبرل میڈ نے جواب دیا: میں بڑی خوشی سے لانگ وڈو آتا لیکن جو جو قیدیں لگی ہوئی ہیں اُن کا حال مجھ کو معلوم ہے اور اس کے ساتھ ہی مجھ کو رنر سے اجازت لینے کی ضرورت ہوگی۔ علاوہ بریں جہاز کی روانگی میں جلدی نہ ہے اور مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ میں اُس کو روکوں۔

ڈاکٹر اومیر اکتا ہے: میری بعد کو سر پڑسن کو سے ملاقات ہوئی اور مجھ سے اُس نے پوچھا: جبرل میڈ کے انکار کر دینے پر جبرل بونا پارٹ نے کیا کہا؟ میں نے جواب دیا کہ شاہنشاہ نے کہا: ”مجھ کو یقین ہے کہ سر پڑسن کو نے جبرل میڈ کو لانگ وڈو آنے سے منع کر دیا۔“ اور شاہنشاہ نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ میری رائے سے سر پڑسن کو کو بھی آگاہ کر دینا، جیسی ہی میرے منہ سے یہ الفاظ نکلے گورنر کا چہرہ غصہ سے متغیر ہو گیا اور نہایت غیظ کے لہجے سے وہ کہنے لگا: ”وہ مک (کتا) ہے یک جھوٹا مرد و وٹک سیاہ دل کینہ میں نے جبرل میڈ سے چاہا تھا کہ وہ لانگ وڈو جاوے اور کہا تھا کہ جاوے۔ اور سوئے ایک سیاہ دل کینہ کے دوسرا ایسا خیال میری طرف سے جی میں نہ لاؤں گا۔ جبرل بونا پارٹ سے کہہ دینا کہ یہ خیال کہ میں نے جبرل میڈ کو اُس سے ملاقات کرنے سے روکا نہایت مذموم چھوٹا خیال ہے اور جس شخص نے ایسا کہا بڑا کاؤب ہے۔ اور تم اُس سے میری یہ تعلیم ایک ایک کہہ دینا، لیکن یہ قدرتی بات ہے کہ ایسا پیغام بھیجنا اُسے ڈاکٹر اومیر نے انکار کر دیا۔

۱۲ جنوری ۱۸۸۱ء۔ شاہنشاہ میر سے اٹھا اور قریب کے تختہ سے اپنی ٹوپی اٹھائی لیکن ایک بڑا سا چوہا اُس میں سے کودا اور شاہنشاہ کی ٹانگوں کے درمیان ہو کر بھاگ گیا۔ یہ دیکھ کر اُس کے رفقاء کا کلیجہ خون ہو گیا اور انھوں نے آپس میں کہا: ”عجب زمانہ کی گرمش ہے کہ آج وہی شاہنشاہ عالی جاہ جو ٹوٹی لڑائی اور سینٹ کلاؤڈ کے

ایوانوں میں رہا کرتا تھا۔ ۱۔ ایسے زندان میں بند ہے جو چوہوں اور حشرات الارض کا مسکن ہے۔
 ۱۸۔ فروری۔ ڈاکٹر اومیر لکھتا ہے "میں نے سر پطرس کو سے لائیک ووڈ کے پلان
 ٹے میں پچیس میں ملاقات کی۔ شاہنشاہ کے مطالعہ کے لئے لائیک ووڈ میں جانے والے
 اخباروں کو وہ جانچ رہا تھا۔ سر طاس ریڈ نے ایک تقریر کی جس کا خلاصہ مدعا یہ تھا کہ
 بوٹا پارٹ کے پاس ہر ایک اخبار کا جانا منا سب سے تھا اور صرف وہی اخبار جانا چاہیے جن کو گورنر
 پہلے مطالعہ کر لے۔ سر پطرس نے چند اخبار علیحدہ کر لئے اور کہا "ان اخباروں کا پتہ لیج کے
 پاس جانا اچھا نہیں ہے۔ اگرچہ میرا ایسا کرنا ایک عجیب سی بات معلوم ہوگی۔ لیکن جنرل بوٹا پارٹ
 کو میرا شکر گزار ہونا چاہیے کہ میں بلا امتیاز اس کو جان نہیں بچتا۔ اس لئے کچھ مضامین
 ایسے ہوتے ہیں کہ اس کی طرف ذرا سی توجہ دینے سے اس کے دل میں امیدیں پیدا ہونگی اور جب یہ امیدیں پوری نہ ہونگی تو اس کو ضرور سوچ ہوگا۔ اس کے
 سوا گورنمنٹ برطانیہ کا یہ بھی منشا ہے کہ اخباروں کے جملہ مضامین سے اس کو آگاہ کرنا عطا
 مصلحت ہے۔"

ایک دفعہ غصہ کی حالت میں اس دن گورنر نے اپنے کتب خانہ سے اپنے اسیر کو ایک
 نہایت مذموم بتانوں کی کتاب جس کا نام "پتولین کے محلی تشنگات" تھا بھیجی۔ اور نیز
 ایک کتاب اور بھیجی جس کا نام تھا "مشہور عیار" یا "تمامی اقوام کے بہت سے قابل نفرت
 رذیل خاندانوں کے بد معاش جنہوں نے شاہنشاہ یا شاہ۔ یا فرمان روا کے عہدوں کو
 غصب کیا تھا" اور گورنر نے کہا کہ ممکن ہے جنرل بوٹا پارٹ اس کتاب میں بعض شخصوں کو
 اپنے مشابہ پائے۔

۲۸ فروری۔ تمام رات شاہنشاہ کو درد کی وجہ سے بڑی بے چینی رہی تھی اور وہ
 نہایت افسردہ تھا۔ علم نباتات کا وہ عالم جس نے جرمنی سے آتے وقت شاہنشاہ کی
 بیوی اور بچے سے باتیں کی تھیں اب سینٹ ہلینا سے جانے کو تھا۔ اور اس کو شاہنشاہ

سے ملنے اور بات کرنے کا موقع نہ دیا گیا تھا۔ پوئین نے ڈاکٹر اور میرا سے بڑے ہاسٹ کے ساتھ کماہ وحشی سے وحشی ملکوں میں بھی یہ ہوتا ہے کہ ایسے اسیروں کو کبھی جنگو سڑکے موت دی جانے کو ہوتی ہے یہ اجازت دی جاتی ہے کہ اُس شخص سے باتیں کر کے اپنے دل کو تسلی دیے لیں جس نے ان اسیروں کے بیوی بچوں سے باتیں کی ہیں حتیٰ کہ انقلاب کی ہولناک ظالمانہ عدالتوں میں بھی ایسی سنگدل اور شدید ظلم کی مثال دیکھی نہیں گئی۔ لیکن سخت تعجب کا مقام ہے کہ بھاری انگریزی قوم جس کی عالی حوصلگی اور فیاضی کی دنیا میں بڑی شہرت ہو رہی ہے ججہ پر ایسا ظلم جائز رکھتی ہے۔ اور حقیقت میں ایسا شخص نہایت ہی سخت سنگدل ہو گا جو کسی کو ایسے شخص سے باتیں کرنے اور تسلی پانے کی اجازت نہ دے جس نے اُس کے بیوی اور بچے سے باتیں کی ہوں اور ان سے ہاتھ ملایا ہو اور اُن کو دیکھا ہو۔ اور پھر یہ اسیر بھی وہ اسیر کہ چند وزرا کی حکمت عملی اور عداوت سے ایسا زندانی بنایا گیا ہو کہ تازلیت جس کو اس بیوی اور بچے کے دیکھنے کی کوئی اُمید باقی نہ ہو۔ جنوبی سمندر کے مردم خوار جشیوں میں بھی تو یہ عمل درآمد نہ ہو گا کھالینے سے پہلے وہ اپنے مظلوم اسیروں کو ایک دوسرے سے باتیں کر لینے دیتے ہیں اور مظالم پر جو یہاں ہو رہے ہیں مردم خوار بھی تو نفرس کریں گے۔ اتنا کہنے کے بعد شاہنشاہ گاجی بھرایا کہ اُس کی آواز میں غرض پھدا ہو گئی اور اپنے دلی صدمہ کو وہ پوشیدہ نہ کر سکا۔

۲ مارچ۔ پوئین مغموم و اندوہ پلنگ پر لیٹا تھا۔ اٹانے گفتگو میں اُس نے ڈاکٹر اور میرا سے کہا: اخباروں میں سب ہی باتوں کو مجھ سے منسوب کیا جاتا ہے اور جو کچھ اُن کے مفید مطلب ہوتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔ بھارے وزرا کو ایسا جھوٹ بولنے میں کبھی تامل نہیں ہوتا جس سے اُن کی مطلب برآری ہوتی ہو۔ یہ بڑی بے غرضی اور شرم کی بات ہے کہ مسیبت زدہ کو غبٹلایا جائے اور اس سے دوسری ذلت ہوتی ہے کہ ایسے شخص پر ہتھان رکھتے جائیں جو اپنے بس میں ہو۔ اور جواب کی طرف سے اُس کا

مکہ مندر کر دیا گیا ہو۔

مہر پرچ۔ شاہنشاہ فرس پٹھان رہا تھا اور خوش معلوم ہوتا تھا۔ اس نے ڈاکٹر اومیر سے پوچھا: بھلا بتاؤ تو میرے ڈاکٹر ہونے سے پہلے تم محکوم کیسا خیال کر تے تھے میرے چال و چلن کی طرف سے تمہاری کیا رائے تھی۔ اپنی رائے کا حال محکوم بے تکلفی سے صاف صاف بتاؤ۔

اومیر نے جواب دیا: میں آپ کو ایسا آدمی خیال کرتا تھا کہ آپ کی لیاقتوں کی بنا پر آپ میں جاہ طلبی تھی اور اگرچہ ان بُہتانوں کے دسویں حصہ کو بھی میں باور نہ کرتا تھا جو آپ کی ذات سے منسوب کئے جاتے تھے تاہم محکوم ان یقین ضرور تھا کہ اپنے مفید مطلب کسی جرم کے کرنے میں آپ کو پس و پیش یا دروغ نہ تھا۔

پتھانوں نے کہا: "ہاں بیشک اسی جواب کی محکوم توقع بھی تھی اور شاید یہی رائے فاروق الیحد اور بہت سے فرانسیسیوں کی بھی ہے۔ لیکن اب میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ یہی بات نہیں ہے کہ میں نے کبھی جرم نہیں کیا۔ بلکہ میں جرم کا خیال بھی کبھی جی میں نہ لایا میں نے ہمیشہ ایک گروہ کثیر اور واقعات کی حالت کو دیکھ کر کام کیا۔ میں نے افرو کی رائے کا کبھی خیال نہ کیا بلکہ جہور کی رائے کا خیال رکھا۔ پھر جہوریم کے مرتکب ہو سنے مجھے کیا فائدہ تھا۔

اور باوجود ان تمام بُہتانوں کے محکوم اپنی شہرت کی طرف سے ذرا بھی اندیشہ نہیں ہے۔ میرے ساتھ آئینوالی نسلیں انصاف کر سکیں گی۔ میرے اچھے کاموں کا میری بُرائیوں سے مقابلہ کیا جائیگا۔ میں نے تو صرف ایک قانون ہی کے مجموعہ کی ایسی تدوین کی ہے کہ ہزار ہا سال تک میرا نام زندہ رہے گا۔ نیت کی حالت سے میں نے اپنے تئیں دُنیا کا سب سے بُرا ناجدار بنا کر دکھا دیا۔ مہری جاہ طلبی عظیم الشان تھی۔ لیکن اس کا باعث واقعات اور بڑے بڑے گروہوں کی رائے ہونے۔ میری ہمیشہ یہی رائے رہی کہ

شاہنشاہی اور فرمان روائی جمہور کی رائے پر منحصر ہے۔ اور اگر یہ نظر غور کیا جائے تو میری شاہنشاہی ایک قسم کی جمہوری حکومت تھی۔ قوم نے محکوم سردار بنایا تھا۔ پس میرا دستور اہل یہی تھا کہ پیدائش اور دولت کا کچھ لحاظ نہ ہو لایقوں کو ترقی ملنا چاہیے اور یہی ہمہ ساری اور مساوات کا وہ طریقہ تھا جس کی وجہ سے تمہارے امرا نے مجھ سے نفرت کی۔

۱۰۔ اراج۔ آجکستان سے ایک جہاز آیا جس میں مسٹر وارڈن کی لکھی ہوئی ایک کتاب بھی آئی۔ مصنف نے یہ کتاب دوستانہ طریقہ سے لکھی تھی جس میں پتولین کے تاریخی امبرلیٹھباز کے قیام کے زمانہ کے حالات لکھے تھے پتولین نے اس کتاب کو دلچسپی سے پڑھ کر کہا۔ ”اس کی بنیاد صحیح ہے لیکن جو کچھ مصنف سے کہا گیا اُس کو وہ بُری طرح سمجھا۔ مسٹر وارڈن فرنیسی زبان نہیں سمجھتا ہے۔ اُس نے میرے طرز گفتگو کا حال لکھنے میں غلطی کی۔ بجائے یہ لکھنے کے کہ جملہ باتیں اُس کو ایک ترجمان کے ذریعہ سے پوچھیں وہ اس پر ایہیں لکھتا ہے کہ گویا میں نے اُس سے خود ہمیشہ باتیں کی ہیں۔ اور وہ میری باتوں کو سمجھتا تھا۔ اور اس کا نتیجہ ہوا کہ اس کتاب میں اُس نے میرے منہ سے وہ باتیں گویا نکلوائیں جو میرے شکایاں نہیں اور نہ میری گفتگو کا یہ طرز ہے“

۱۱۔ اراج۔ ڈاکٹر آدمیہ نے لکھا ہے ”پتولین سے خام میں ملاقات ہوئی۔ وہ پتولین سے پڑھا رہا تھا۔ میں نے بے ساختہ کہا ”بہت سے لوگوں کو یقین نہ ہوگا کہ آپ ایسی کتاب پڑھا کرتے تھے۔ اس لئے کہ یہ خبر عام ہے اور بہتوں کو یقین بھی ہے کہ آپ ملحد ہیں“ شاہنشاہ نے مسکرا کر جواب دیا ”یہ تو صحیح نہیں ہے۔ میں ہرگز ملحد نہیں ہوں۔ باوجود مذہب کھانے والوں کی نا انصافیوں اور مکرو فریب کے میں نے حتیٰ المقدور مذہب قائم کرنے کی کوشش کی۔ لیکن میری یہی تھی کہ مذہب خوش اخلاقی اور نیک اصولوں کی شیک بنجائے اور انسانی قوانین کا صرف مد نہ ہو۔ آدمی کو حقیقت میں ایک حیرت خیز شے کی حاجت ہے۔ اس کے علاوہ دینداروں کے لئے مذہب ایک بڑی تسلی کا ذریعہ ہے“

۴۔ اپریل۔ ڈاکٹر وسیر نے شاہنشاہ کی لاکھ روٹی کی قیام گاہ کا حسبِ فیل بیان۔

لکھا ہے۔

”چوہوں کی وہ کثرت ہے کہ شمار میں نہیں آتے۔ میں نے دیکھا ہے کہ موصو دن پر جو باور چھانڈ کے باہر پھینکا جاتا ہے وہ مرغی کے بچوں کی طرح کثرت سے جمع ہو جاتے ہیں۔ فرش اور لکڑی کی پردہ کی دیواروں میں جن سے کمرہ جدا کئے گئے ہیں انہوں نے ہر طرف سے سوراخ کر دیے ہیں۔ اور جب یہ پردہ کی دیواروں کی آڑ میں گھوڑ دوڑ چاتے ہیں تو ایسا شور کرتے ہیں کہ یقین نہ آئیگا۔ رات کو جب وہ میرے کمرے میں داخل کرتے ہیں اور میرے ہینک پر دوڑتے ہیں تو اکثر میں اپنے بوٹا یا اور چیز جو فوراً ہاتھ میں آ جاتی ہے اُن کو ڈرانے کے لئے پھینکتا ہوں۔ لیکن کیا ممکن ہے کہ وہ ذرا بھی خالی ہوں۔ اور انجام کار تنگ ہو کر رہتے اٹھتا اور اُن کو بھگاتا ہوں۔“

”چونکہ عمارت نہایت ذلیل اور کمزور حالت میں ہے اور اُس کی چھت کاٹھکی ہے اور اندر کی طرف بھی لکڑی لگی ہوئی ہے اور اوپر سے روغن اور رال کا لٹخا ہوا بھورا کاغذ منڈھا ہوا ہے اور پردہ کی دیواریں بھی عموماً لکڑی کی ہیں چوہوں کو دخل کرنے کا خوب موقع ملتا ہے۔ اس کے سوا ایک اور بڑی بھاری دشواری اور مصیبت یہ ہے کہ گرمی سے رال بہتی اور ٹپکتی ہے اور ٹپک جانیکے بعد ایسی دریاں ہو جاتی ہیں کہ بارش کی حالت میں اندر باہر ایک سا مینہ برستا ہے۔ اور راتوں میں کونٹاں مانتھوں کی بیوی اٹھتی ہے اور اپنا اور اپنے بچوں کا پلنگ کمرہ میں ادھر سے ادھر ہٹاتی پھرتی ہے کہ ٹپکتے ہوئے پانی سے پناہ ملے۔ اور چھت کی ایسی ساخت ہے کہ مرمت بھی نہیں ہو سکتی کیونکہ تیر و دھوپ پڑتے ہی اور نئی وزنیں پڑ جاتی ہیں۔ چونکہ میری یہ کتاب ایسے ناظرین کے ہاتھ میں آ جائیگی جنکو متذکرہ بالا بیان کا یقین نہ آئیگا تو میں ایسے معززین سے بہ التجا درخواست کرتا ہوں کہ جب کبھی دورانِ سفر میں اُن کا جہاز سینیٹ ہلینا چھوئے تو وہ ضرور تھوڑی

سی تکلیف گورافر مار لاٹک وڈوٹک تشریف لیجائیں اور اُس مکان کو بچش بخود ملاحظہ فرمائیں جس میں چھ سال پہلے ہمارے کفر فرانس کے شاہنشاہ عالی مقام یعنی نپولین اعظم نے داعی اجل کو لبیک کہا ہے۔

۱۲۲ مئی۔ ایک انگریز نے لوئی بیجیہم کے متعلق کچھ کلمات توہینِ مٹھ سے نکالے اس پر شاہنشاہ نے کہا۔

”آپ کو واقعات کی غلط اور خراب طور سے اطلاع ہوئی ہے۔ اور آپ لوئی بیجیہم کے ساتھ نا انصافی کرتے ہیں جب میں ایلینا سے لوٹ کر آیا اور جس زمانہ کا نام ”ایامِ صدر روزہ“ رکھا گیا ہے تو لوئی بیجیہم اور اُس کے خاندان کے کسی شاہزادہ کی طرف سے بزدلی کا مظاہرہ نہیں ہوا۔ اور جو کچھ اُن سے ہو سکتا تھا اُنھوں نے کیا۔ تمامی جمہور نے اُن سے نفرت کی اور اُن کو تارکانِ وطن کا بادشاہ خیال کیا۔ چونکہ بعض تارکانِ وطن کی طرف سے بہت ہی زیادہ سختی کا اظہار ہوا تھا جمہور میں سخت شورش پیدا ہو گئی اور اس شورش کو بوربون دفع نہ کر سکے پھر بوربون کی طرف جمہور میں مرضِ متعدی کی طرح عداوت و عناد پیدا ہو گیا۔ اور قوم کے سب درجوں پر اُس کا اثر چھوٹا۔ بوربون بہادروں کی نسل سے ہیں۔ اُنھوں سے صرف یہی غلطی ہوئی کہ امراء کے حقوق کی اُنھوں نے حمایت کی پس نئی فرانس کے جمہور نے اُن کو مرو کر دیا۔“

اس کے بعد شاہنشاہ نے پھر کہا۔

”کسی قوم کے جمہور کو ایسی آزادی حاصل نہ ہوئی جیسی میرے عہد میں فرانسیسیوں کو نصیب ہوئی۔ یورپ کی کوئی ایسی ریاست نہیں ہے جہاں فرانس سے زیادہ اشخاص مختلف وجوہ سے گرفتار اور اسیر نہ کئے گئے ہوں۔ اگر انگلستان کے مجموعہ ضابطہ فوجداری کا فرانس کے مجموعہ سے مقابلہ کیا جائے تو فوراً معلوم ہو جائے گا کہ فرانس کا مجموعہ قیامت ہے رہے آسٹریا۔ روس۔ پروسیا۔ اور یورپ کی دوسری سلطنتوں کے قوانین فوجداری تو نہ

ہاں پورا اعلان ہے اور نہ گواہوں کے جرح اور تردید کے انتظام ہیں۔ اٹلی والوں نے میرے قوانین کی ٹہری قدم کی اور کوئی دوسرا ملک بھی ایسا موجود نہیں ہے جہاں میرے قوانین داخل ہوئے ہوں اور رعایا نے عرصہ شدت و شہس کی ہو کہ یہی قانون جاری کر دیے جائیں مختصر آنکہ کوئی یہ ثابت کر دکھائے کہ مجھ سے بڑھ کر دوسرے بادشاہ کو عدل گستری کا نیا وہ خیال تھا یا دوسرے فرمان روا نے اپنے حقوق کو رعایا کے حقوق سے مجھ سے بڑھ کر آمینہ کیا تھا۔ اور مجھ کو افسوس ہے کہ اس سے زیادہ کر دکھانے کا محکوم موقع نہ ملا۔ مگر مجھ کو یہ بھی معلوم ہے کہ ہمیشہ اپنے دوران فرمان روائی میں میرا دستور عمل اسی پر تھا کہ جو کچھ ہو فرانسسیسی قوم کے واسطے ہو۔

۲ جولائی۔ لارڈ ڈائمر سٹرا انگلستان جاتے ہوئے سینٹ ہلینا میں اوترا اور شاہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ ملاقات کے ختم ہونے پر لارڈ موصوف نے شاہنشاہ سے کہا کہ ”اگر شاہنشاہ ولی عہد کو کوئی درخواست بھیجی ہو تو مجھ کو دیدیجئے میں بھونچا دوں گا“ اس کے جواب میں شاہنشاہ نے بڑی شان کے ساتھ لیکن غم آلودہ لہجہ سے کہا۔

”مجھ پر تھارے بادشاہ یا تھاری قوم کو کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ انگلستان ایسی مثال دکھا رہا ہے کہ دو کروڑ باشندے ایک شخص کو ستارے ہیں۔ اگر اپیل کو جو قانون پاس کیا گیا ہے اُس سے صرف یہی مدعا پٹوایا ہو کہ جو کچھ نفسانیت اور عناد ہے وہ صرف میری ذات سے ہے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ اب یا پھر کبھی ہی قانون انگلستان کے لئے باعث شرم ہو گا۔ جس پارلیمنٹ نے اس قانون کو پاس کیا اُس کو یہ یاد رہا کہ پارلیمنٹ عیسوی جماعت ایک واجب الحرام اور منصف جماعت ہے اور اس قانون کے

۱۷ جولائی ۱۸۵۷ء۔ ہندوستان کا گورنر جی رہا ہے جس نے ۱۸۵۷ء سے ۱۸۵۸ء تک ہندوستان میں حکومت کی۔ اس کے زمانہ میں جنگ برپا ہوئی اور بالکلے پوکا ۱۸۵۷ء میں عہد نامہ ہوا اور انگریزوں نے اراکانہ۔ آسام اور مٹا سرم پر قبضہ کر لیا۔ ۱۷ مترجم

پاس کرنے سے انگلستان کے دامن شہرت و غیرت کو دوجہ لگ رہا ہے۔ اس غارتگر حقت مجبوریت سے باہر نکلنے کی محکوم اجازت نہیں اور اگر باہر نکلوں تو گارڈ مشعین کئے جاتے ہیں۔ میری بیوی کا خط مجھے تک نہیں آسکتا۔ اور یہی حال میری ماں اور میرے رشتہ داروں کے خطوط کا ہے۔ اگر کوئی آئے تو کھولا جاتا ہے اور پہلے پڑھ لیا جاتا ہے۔

”آخر ان تمامی یہود وہ قیود سے منشا کیا ہے۔ کیا میں بھاگ جاؤنگا۔ یہ کیونکر ممکن ہے۔ کثرت سے کشتی جہاز خیرہ کے گرد موجود رہتے ہیں۔ جزیرہ کے اندر ہر مقام پر پیر الگا ہوا ہے اور ایک مقام سے دوسرے مقام تک خبر پھونچانے کا پورا انتظام ہے۔ جزیرہ کے ساحل پر کوئی جہاز ایسا نہیں آتا اور جزیرہ سے کوئی جہاز ایسا روانہ نہیں ہوتا جس کو گورنر کے گشتے پہلے معائنہ نہ کر لیتے ہوں۔ اور صد ہا سنتری چھ بجے شام سے لیکر چھ بجے صبح تک لاٹک دوڑتی حد پر متعین رہتے ہیں۔“

”لیکن در صورت امکان اس سے بھی بڑھ کر ردائیاں کی جاتی ہیں یعنی یہ خواہش کی جاتی ہے کہ میں ایک نہایت مہتمم بالشان واقعہ سے انکار کروں اور ایسی بات تسلیم کر لوں جس سے فرانس کی سخت توہین اور ذلت ہے۔ اور وہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ یہ ثابت کر چاہتے ہیں کہ فرانسیزیوں کو میرے سر پر تاج شہنشاہی رکھنے کا استحقاق نہ تھا اور سر طرسن کو کے قانون کے موافق میری پیشانی سے وہ پاک روغن دھو ڈالنا چاہتے ہیں جو پوپ صاحب نے میری تاج پوشی کے وقت میری پیشانی پر اپنے ہاتھ سے ملا تھا۔ میرا نام اور لقب جبریل ہونا پارٹ اس وقت تک تھا جبکہ کمپو فورمیا اور لیون وایل میں میں نے شہنشاہ آسٹریا سے صلح نامہ کر کے شرائط لکھوائی تھیں۔ یہی نام میرا اس وقت بھی تھا جبکہ انگریزوں سے میں نے امین کا صلح نامہ کیا اور مجھ کو اب بھی اسی نام پر فخر ہوتا ہے۔ لیکن فرانس کی غیرت و آبرو کے خیال سے میں مجبور ہوں اور ہرگز نہیں تسلیم کر سکتا کہ انگلستان کے بادشاہ کو فرامیسی تہم کے باعث اہل کے ناجائز ٹھرانے کا حق ہے۔ میرا یہ ارادہ ہوا کہ اپنا نام ڈیوراک رکھوں۔ لیکن

تھامسے وزیر اور اُن کا اچیر طوا اور قاتل سر ٹرسن کو اپنی سازشوں سے مجبو ایسا نہیں کیا دیتے بلکہ مجبور کرتے ہیں کہ اپنا لقب شاہنشاہ پولین قائم رکھوں۔ اور اگر تختاری گورنمنٹ کو میرے لقب "شاہنشاہ پولین" سے انکار کرنے کا واقعی حق حاصل ہے تو ضرور بالضرور اس کے یہی معنی ہیں کہ جب تختاری گورنمنٹ سے ایسے میں میرا صلح نامہ ہوا اور تختاری طرف سے لارڈ لارڈ ویل اور لارڈ کاسل سے وکیل منتخب ہوئے تو گویا اُس وقت فرانس کا شاہنشاہ میں وہ مقابلہ کوئی ہیجڑم تھا۔

”میں نے انگلستان سے صلح کرنے کی خواہش ہمیشہ کی اور سچے جی سے خواہش کی تھی انقلابوں کے خدقوں کو پاٹ دینکی کوشش کی اور یورپ کے ایوان کو حشبنش دیے بغیر سب کے فائدہ کی غرض سے اس ایوان کو از سر نو تعمیر کرنا چاہا اور میں نے بادشاہ مامور کئے کہ برطانم یورپ کو مساوات سے فائدہ پہونچے اور یہ ایسا فائدہ تھا کہ تختارے اور میرے ملک کو انقلاب کی مصائب اٹھائے بدوں حاصل نہ ہوا تھا۔ اور میں مکر رکتا ہوں کہ مجکو صلح کی تمنا تھی اور صرف اسی کے حاصل کر نیکیوں نے جنگ کی۔ سو اپنی کانگریس کو خیال ہے کہ وہ یورپ کے واسطے یہ فائدہ حاصل کر لیگی۔ وہ غلطی میں ہے۔ سلطنت کی خاکستری پچھ نہایت ہی خوف ناک جنگ نشوونما پا رہی ہے۔ جلد یا بدیر قومیں اٹھیں گی اور بڑے ظلم کے ساتھ اُن بادشاہوں سے اُن کی ناشکری کا انتقام لینی جن کو میں نے تلج پھنائے اور جنگی خطائیں معاف کیں۔ اور تم شاہزادہ ولی عہد اور پارلمینٹ سے جس کے تم خاص ممبر ہو میری طرف سے کہدینا کہ میں جلد قتل کرو یا جاؤں گا کہ اُن توہینوں اور ظلموں کا جو میرے حیر کے ہاتھوں سے مجھ پر ہو رہے ہیں خاتمہ ہو جائے“

ان ہتھوں نے لکھا ہے کہ لارڈ ایمبرسٹ نے اس بڑے اور مجروح شخص کی شکایت کو بڑے ہنسٹ کے ساتھ سنا۔ اور اپنی دلچسپی کو جوان معاملات میں اُس کو تھی اُس نے پوچھنا کیا۔ اور وعدہ کیا کہ شاہزادہ ولی عہد سے یہ تمام حالات بیان کیے

جائیں گے اور ادب کے ساتھ یہ بھی کہا کہ سر ہڈسن تو سے سفارش کی جائیگی۔

لیکن شاہنشاہ نے کہا: ”سفارش اور کمنا سنا سب بیکار ہے۔ اس سر ہڈسن کی فطرت میں یہ بات ہے کہ عجب سے نفرت کرے اور میرے خلاف جرائم کا مرتکب ہو۔ اُس کے خطا نفس کے لئے یہ امر ضروری ہے کہ محکوم شیر بکر غدا دے جو اپنے شکار کو اپنے منہ میں سے بھاڑتا اور جاں گئی کی حالت میں اُس کی تکلیف ٹہر جانے سے خوش ہوتا ہے۔“

۷۔ اکتوبر۔ اُن توہمیوں اور قیود کی وجہ سے جن سے اُس کا دل ہر دم گھائل کیا جاتا تھا کئی مہینے سے شاہنشاہ پولین اپنے کمرہ سے باہر نہ نکلا تھا۔ اُس کی تندرستی جلد بخیر ہو رہی تھی۔ ڈاکٹر امیرا نے جب سخت اصرار کیا کہ شاہنشاہ کو باہر نکلنا اور کچھ ہوا خوری کرنا چاہیے۔ تو شاہنشاہ نے جواب دیا۔

”جب تک موجودہ قواعد جاری ہیں میں ہرگز باہر نہ جاؤں گا کیونکہ اگر یہ جی ہوتا ہے کہ ایک سنتری محکوم اسی طرح روکے اور میری اُسی طرح توہین کرے جس طرح چند روز ہوئے اُس نے میڈیم برٹ ریڈ کو روک کر توہین کی تھی۔ اگر بجائے میڈیم برٹ ریڈ کے میں ہوتا تو وہ محکوم بھی اسی طرح روکتا کیونکہ اُس کو ہر شخص کے روکنے کا حکم ہے۔ پس اس لئے کہ میری توہین نہ ہو میں نے اپنے تئیں کمرے میں بند کر لیا ہے۔ اور چونکہ محکوم ہر شخص سے جو مجھے ملے بات کرنے کی ممانعت کی گئی ہے یہ ایسی توہین ہے کہ اس سے بڑھ کر انسان کی توہین ہو نہیں سکتی۔ یہ سچ ہے کہ اب چند روز سے یہ قید اٹھا دی گئی ہے لیکن چونکہ گورنر کو ہر ایک قسم کی قید لگانے کا اختیار ہے ممکن ہے کہ کسی بہانہ سے وہ یہی قید پھر لگا دے باہر جانے سے محکوم ہر روز توہین برداشت کرنا پڑے گی اس لئے کہ اگر سنتری نے اپنے فرض کو پوری طرح ادا کرنا چاہا تو محکوم بتا دیا کہ میں فلاں شخص ہوں۔“

ڈاکٹر امیرا نے کہا: ”گورنر نے مخفی طور سے یہ اشارہ کیا ہے کہ آپ کی نیست خود کشی کی ہے اور اسی لئے آپ کمرہ میں بند رہتے ہیں۔“

شاہنشاہ نے جواب دیا: اگر میری یہ نیت ہوتی تو کبھی کاہن خود اپنے ہاتھ سے ہلاک ہو چکا ہوتا اور ایک سپاہی کی موت مرنے لیکن میں ایسا حق نہیں ہوں کہ اپنے کمرہ میں اسلئے بند ہو جاؤں کہ گڑھ گڑھ کر اور گھل گھل کر جان دوں۔ تکلیف وہ اور طولانی جنگ کو بھی تو میں نے کبھی پسند نہ کیا۔ لیکن اپنی توہین اور زلت کے مقابلہ میں میں ہر قسم کی موت کو ترجیح دوں گا خواہ وہ کسی قسم کی کیوں نہ ہو۔ اگر میں باہر جاؤں اور سنتری ایک دفعہ روک کر میری توہین کرے تو اس سے میری صحت کو زیادہ نقصان پہونچے گا۔ لیکن چھ ماہ اپنے کمرہ میں بند رہنے سے اتنا نقصان نہیں پہونچ سکتا۔ لیکن گورنر تو اخلاقی محسوسات سے قطعی بے نصیب ہے۔

۱۸ اکتوبر۔ شاہنشاہ کو اتفاق سے یہ معلوم ہوا کہ ڈاکٹر او میر کے نام یہ حکم آیا ہے کہ شاہنشاہ کی صحت کے متعلق روزانہ باضابطہ رپورٹ کیا کرے۔ چنانچہ شاہنشاہ نے ڈاکٹر سے کہا کہ ایک دن کی رپورٹ اُس کو بھی دکھاوے۔ ڈاکٹر نے یہ رپورٹ شاہنشاہ کو دکھائی۔ جسے دیکھ کر اُس کو معلوم ہوا کہ وہ جنرل کے لقب سے موسوم کیا گیا ہے۔

”شاہنشاہ نے کہا: میں یہ بات ہرگز گورانیس کر سکتا کہ میرا طبیب مجھ کو جنرل کے لقب سے موسوم کرے۔ اُس کو میرا راز دار ہونا چاہئے۔ پس ضرور ہوا کہ میں بھی ان رپورٹوں کو گورنر کے پاس جانے سے قبل دیکھوں۔ آدمی کا طبیب بھی آدمی کے پادری کی طرح ہوتا ہے اور پادری کا کام ہے کہ آدمی کے گناہوں کے اقرار لے لے اور جب تک اجازت نہ دی جائے اُن کا دوسروں پر اظہار نہ کرے۔ اگر آئندہ تم نے مجھے دکھائے بدوں رپورٹ بھیجی تو میں تم کو جاسوس خیال کروں گا۔ اور میرے جیلر کی یہی خواہش ہے کہ تم جاسوسی کرو۔ میں کبھی پسند نہیں کرتا کہ تم ایسی رپورٹوں میں مجھ کو جنرل کے لقب سے موسوم کر دو۔ فرانس کو جاتی ہیں۔ جہاں میں ایک زمانہ میں شاہنشاہ رہ چکا ہوں۔ اور چونکہ یہ رپورٹیں میرے پاس سے جاتی ہیں میری طرف سے فرانس میں یہی گمان ہو گا کہ میں جنرل کے لقب پر راضی ہو گیا ہوں اور یہ ایسی بات ہے کہ میں مرجانا پسند کروں گا مگر اس بات پر راضی نہ ہوں گا۔ اور اگر تم میری تہمت

عمل نہ کرو گے تو میں تم کو اپنا طبیب بننا دوں گا۔
یہ بات ڈاکٹر امیر نے سرمد حسن کو سے کہی۔ اُس نے شاہنشاہ کے لقب کو تسلیم کرنے سے فوراً انکار کر دیا مگر اس بات پر راضی ہو گیا کہ شاہنشاہ کو نپولین بونا پارٹ لکھیں: شاہ کو پتولین کو اس کی اطلاع ہوئی۔ اُس نے کہا۔

”میں ہرگز خیال نہیں کر سکتا کہ میرا طبیب میری شان میں ولت کے الفاظ لکھتے ہیں خود تجویز کر چکا ہوں کہ میرے نام کے ساتھ کوئی لقب یا خطاب منسوب نہ کیا جائے بلکہ محکو کرنل سپورن یا ڈیوراک لکھا جائے لیکن اس کا کوئی جواب نہ دیا گیا۔ پس اب میں یہ توہین کیونکر گوارا کر سکتا ہوں کہ یہ لوگ جس نام سے خود چاہیں محکو موسوم کریں۔ اور اس نام کے بارے میں یہ لوگ جتنی ہٹ کر نیگے اُسی قدر میں بھی اصرار کر دوں گا۔ غیرت ہی کے موقع پر میں نے اپنی فرمان روائی سے دست کشی کی اب سود فوج میں اپنی جان دینے کو اس بات پر آمادہ ہوں کہ ہرگز اپنی یوں توہین نہ ہونے دوں گا کہ میرے ستارے والے جو چاہیں میرا نام رکھ لیں۔“

زیادہ گفتگو ہونے کے بعد شاہنشاہ نے کہا: ”اچھا محکو مرضی کے نام سے موسوم کیا جائے۔“ اور یہ تجویز سرمد حسن کو کے سامنے پیش کی گئی لیکن اُس نے فوراً بے رحمی سے انکار کر دیا۔ اور کہا: ”میرے اسیر کو کسی قسم کی رپورٹ ہو۔ برابر جنرل بونا پارٹ یا پتولین بونا پارٹ لکھا جائے۔“ جب اس کی شاہنشاہ کو اطلاع ہوئی تو اُس نے کہا۔

”گورنر کی یہ خواہش ہے کہ مجھ میں اور میرے طبیب میں رنج ہو جائے۔ اور محکو اُس پر اعتماد نہ رہے۔ اور جب اپنے طبیب پر اعتماد نہ رہا تو طبیب کے رکھنے سے کیا فائدہ ہے۔ مجھ سے ایسا بڑا ذکر و کہ گویا میں انگریز ہوں۔ اگر میں تم کو اپنے ہمراہ نہ رکھتا تو تم جانتے ہو کہ محکو فرانسیسی طبیب دیا جاتا۔ اور وہ میری اجازت کے بغیر رپورٹ نہ کرتا۔ اور اگر تم لارڈ بائیسٹ کے طبیب ہوتے تو بتاؤ کہ اُس کی اجازت کے بغیر تم سوائے اُس کے رشتہ وادوں کے اُس کی صحبت کا حال تبنا سکتے یا شائع کر سکتے تھے۔ پس میں بھی اصرار کرتا ہوں کہ تم میرے ساتھ

بجائی کر دو۔“

کئی دن گزر گئے۔ شاہنشاہ ڈاکٹر امیر کو اپنے پاس دو سٹلہ وضع سے آنے کو دیا۔
 علیا لیکن اپنی بیماری سے متعلق اس کو کسی قسم کا ہاتھ نہ دیتا تھا۔ شاہنشاہ بہت بیمار تھا۔
 اور شکستہ دلی اور درد سے اس کو بڑی تکلیف تھی۔ اور آخر کار سر پھسن کو اس بات پر راضی ہو گیا
 کہ سر وست بیماری کے متعلق کوئی رپورٹ تحریر نہ کی جائے اور شاہنشاہ نے ڈاکٹر امیر کا
 علاج شروع کر دیا۔ ڈاکٹر امیر نے لکھا ہے کہ ”وہ سب پہلو میں شاہنشاہ کے خفیف خفیف درد
 ہمیشہ رہتا تھا۔ اس کی اشتہام ہو گئی تھی۔ اس کی ٹانگوں میں خصوصاً رات میں ورم آجاتا تھا۔
 مثلی رشتی تھی اور نیند کم آتی تھی“ اور اس طرح اسیری کی مصائب کا دوسرا سال ختم ہو گیا۔

۲۸ اکتوبر۔ سر پھسن کو اور ڈاکٹر امیر میں خوب جھڑپ ہوئی ڈاکٹر لکھتا ہے ”بہت تھی
 شریفانہ اور شاہیہ لفظوں میں جو سر پھسن کو نے استعمال کیں یہ بھی فرمایا۔ مگر ابے تو ڈوگڈ
 کی طرح جنرل بونا پارٹ کی خاطر چروں کی تلاش میں دوڑا اور اچھا ہے“ اور ایک دفعہ ایسا
 غصہ چڑھا تھا کہ مجھ سے کہا ”کہ مرض کے متعلق باتوں کے سوا آپ کو نیولین بونا پارٹ سے
 کسی اور قسم کی باتیں یا علاقہ رکھنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے“

۱۲ نومبر۔ سر پھسن کو سے شاہنشاہ نے بہت دنوں سے کسی قسم کا کوئی تعلق باقی
 نہ رکھا تھا۔ ایک دن سر پھسن کو لاگ ووڈ کی کھڑکی کے سامنے سے ہو کر نکلا۔ شاہنشاہ
 اس کو دیکھ کر کہا۔

”جب میں اس شخص کو دیکھتا ہوں تو مجھ کو ایڈورڈ دوم کا قاتل یاد آ جاتا ہے جس نے مجھ سے
 کی گرم سلاخ سے برکلی کے قلعہ میں اس بادشاہ کا کام تمام کیا تھا۔ میری طبیعت کو اس کی
 طرف سے ایک گھن ہے۔ وہ قابیل کی طرح سنگ دل ہے اس نفرت کی وجہ یہ نہ سمجھو کہ مجھ کو
 ایڈورڈ دوم انگلستان کا بادشاہ تھا جس نے ۱۸۵۷ء سے ۱۸۵۹ء حکومت کی۔ اس کی ملکہ ایڈیلا نے

اپنے آبشار مدنی مرکی مد سے اس کو برکلی کے قلعہ میں قید کر کے قتل کرا دیا۔ مترجم ۱۲

تھاری توں انگریزی سے کوئی خواہ خواہ کی عداوت ہے اس لئے کہ امیر البحر ملک برن کی طرف سے میا کھی ایسا خیال نہ ہوا۔ عجب اُس پر بڑا اعتماد تھا اور اُس کے مقرر کئے ہوئے طبیب یا کسی اور شخص کو میں بڑی خوشی سے قبول و منظور کرتا تھا۔

۱۰۔ راجہ شہنشاہ بہت سے تکلیف دہ مہینے گزر گئے اور سر ڈیٹن کو جس کا نام ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بدنام رہیگا۔ مرتے ہوئے مظلوم بھولین پر طرح طرح کے جور و ستم و ذلالت کو بردہا چونکہ ڈاکٹر اومیر نے اس گورنر کی سازش میں شرکت سے انکار کر دیا تھا وہ ہر طرح کی ذلتوں کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ اور انجام کار گورنر نے ڈاکٹر اومیر کو بھی اگرچہ وہ ایک انگریز اور تھاکر قید کر کے یہ حکم دیدیا کہ لاٹک وڈ کی حدود سے باہر نہ نکلے پائے۔ اور یہ دیکھ کر ڈاکٹر کو سوائے استعفا دینے کے کوئی چارہ نہ رہا اور اُس نے فوراً استعفا دیدیا۔ اور بڑے غم اور تاسف کے ساتھ وہ جان بلب شہنشاہ سے رخصت ہونے کو آیا۔

شہنشاہ نے کہا: ڈاکٹر اب عنقریب تم ہم لوگوں سے رخصت ہونے والے ہو۔ لیکن دنیا کو معلوم ہو جائیگا کہ یہ لوگ ایسے دنی تھے کہ آخر کار انھوں نے میرے ڈاکٹر پر بھی حملہ کیا۔ میں تھاری ہمدردی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اب جتنی جلد ممکن ہو اس منحوس جبرائیم گاہ سے تم رخصت ہو جاؤ۔ اور اب میرا بھی اس بستر پر بیماری کے ہاتھوں سے کیونکہ اب علاج وغیرہ کا بھی سامان نہ رہا بہت جلد خاتمہ ہو جائیگا۔ لیکن میری موت سے تمہارا ملک برباد ہو جائیگا۔

ہر شخص کو جو بھولین سے ہمدردی کا اظہار کرتا تھا سر ڈیٹن کو ستایا کرتا تھا۔ مسئلہ یہ کہ جس نے بری چیزیں بھولین کو غرایا تھا۔ یورپ کو روانہ ہوا۔ اور جزیرہ کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہا۔ یہ دیکھ کر مسٹر بال کو مہی گورنر کی سختی کی وجہ سے مستغنی ہو کر جزیرہ سے چھٹا ہے۔ شہنشاہ نے اُس کو ستر ہزار فرانک کی ایک ہینڈوی لکھدی اور اپنے سر بایہ سے جو فرانکس میں موجود تھا بارہ ہزار فرانک سپلائی کی اُس کی پیشین بیچری اور چلتے وقت اُس کو

ایک خط میں اپنی شکر گزاری کے اظہار کے بعد لکھا۔

”مجھ کو یقین ہے کہ تمہارا جزیرہ کوچھوڑنا اور یورپ جانا اور یہاں کے تمامی کاروبار سے دست کش ہو جانا صرف اس وجہ سے ہے کہ تمہارے خاندان اور لانگ وڈ کے اسیروں کے درمیان رشتہ دوستی تھا اور اسی وجہ سے اور نیز اس سبب سے کہ سینٹ ہلینا میں آسنے پر تم نے میرے ساتھ خاص طور سے ہمدردی کا اظہار کیا تھا گورنر نے تم سے طرح طرح کی سخن کی۔ اب میری خواہش ہے کہ تم اس ششاسائی پر جو میرے اور تمہارے درمیان ہو گئی تھی ذرا بھی افسوس نہ کرو۔“

متحدہ بادشاہوں کے کمنٹر سینٹ ہلینا میں موجود تھے اور انھوں نے ڈاکٹر او میرا کے استعفیے کے معاملہ میں گورنر سے اس قدر محبت اور محبت کی کہ مجبور ہو کر گورنر کو ڈاکٹر کے متعلق قیود اٹھا دینا پڑیں اور سٹائیس دن قید رہنے کے بعد اس کو شاہنشاہ کے پاس بدستور رہنے کی اجازت دیدی گئی۔

۱۶ مئی۔ گورنر نے ایک اعلان کے ذریعہ سے تمامی افسروں اور جزیرہ کے باشندوں کی سینٹ ہلینا کے اسیروں سے خط و کتابت یا کسی قسم کی بات چیت کرنے کی ممانعت کر دی۔ ۲۵ جولائی۔ ڈاکٹر او میرا مریض شاہنشاہ کے پاس سے واپس آ رہا تھا کہ ذیل کی اطلاع اس کو دی گئی۔

”پلان تے شن ہوس۔ ۲۵ جولائی ۱۸۱۵ء

جناب من لفٹننٹ جنرل سر ہنری ٹو نے مجھ کو ہدایت کی ہے کہ آپ کو مطلع کروں کہ ازل باختر سٹ کا ایک مراسلہ مورخہ ۱۶ مئی ۱۸۱۵ء موصول ہوا ہے جس میں ہدایت کی گئی ہے کہ آئندہ آپ جنرل بوٹا پارٹ کا نہ تو علاج کریں اور نہ لانگ وڈ کے ساکنوں سے کوئی ملاقات کریں۔ اور صیغہ بھر کے رہبر ایڈمیرل ٹیمپن کو ہدایتیں بھیج دی گئی ہیں کہ جب آپ جزیرہ سے روانہ ہونگے تو آپ کو کہاں جانا ہو گا لہذا آپ کو حکم دیا جاتا ہے کہ اس مراسلہ

کے پاتے ہی آپ لانگ وڈ کو چھوڑ دیں اور وہاں کے باشندوں سے کوئی بات یا خط و کتابت نہ کریں۔ فقط آپ کا تابعدار قلعت کرل آئڈورٹون کیڑا۔ سکرٹری صیغہ حرب۔

ڈاکٹر اومیر الکتا ہے۔ مروت و رحم اور اپنے پیشہ طبابت کا فرض۔ اور شاہنشاہ پنپولین کی صحت کی اصلی حالت کا خیال اس ظالمانہ حکم کو دیکھتے ہی میرے دل پر ایسا غالب ہوا کہ میں نے بے پس و پیش عزم بالجزم کر لیا کہ اس حکم کی ہر گز تعمیل نہ کروں گا چاہے نتیجہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ پنپولین کی حالت دیکھتے ہوئے یہ بات اشد ضرورت تھی کہ میں اُس کے پرہیز اور آئندہ غذا کے انتظام کروں اور ایسی ادویات تیار کروں کہ طبیب کی عدم موجودگی میں وہ اُن کو استعمال کرتا رہے کیونکہ یہ محکوم خوب یقین تھا کہ گورنر کے مقرر کئے ہوئے طبیب کو وہ منظور نہ کرے گا۔ ڈاکٹر اور شاہنشاہ میں ایک غم ناک ملاقات ہوئی اور شاہنشاہ نے کہا۔

”جب تم یورپ پھونچو تو میرے خاندان کے حالات معلوم کرنا۔ اور اُن کو مبالغت کرنا کہ یہاں میری ذلت اور تکلیف دیکھنے کو نہ آئیں۔ کوئی میری اچھی ماں اور پالائین کو میرا سلام دو وعاکنا۔ اگر میرا بچہ ملے تو پیار کیجیو۔ اور میری دعا ہے کہ اُس کو یہ بات کبھی فراموش نہ ہو کہ وہ فرانس کا شاہزادہ ہے۔ لیڈی ایلینڈ کی خدمت میں میری طرف سے اظہارِ شکر گزاری مگر نامیہ سیرے بچہ کی تعلیم کا صحیح حال لکھیو۔ ڈاکٹر اب تم کو خدا کو سونپتا ہوں۔ تم خوش رہو۔“

دو مہینے تک انھیں قیود کے ساتھ ڈاکٹر اومیر کے ساتھ لگائی گئی تھیں گورنر نے شاہنشاہ کے لئے انگریزی ڈاکٹر مقرر کرنے کی کوشش کی لیکن کچھ نتیجہ نہ ہوا لیکن آخر میں شاہنشاہ کی صحت کو جلد جلد خراب ہوتے دیکھ کر گورنر نے ہر تہمیر کو کچھ قیود اٹھا دیں اور شاہنشاہ روزانہ ہوا خوری کرنے لگا۔ چھ ماہ سے شاہنشاہ کے پاس کوئی معالج نہ تھا اور اُس کی تندرستی یو مافیو ماخراب ہوتی جاتی تھی۔ اس طرح شاہنشاہ کی اسیری کا تیسرا سال بڑی تکلیف اور دشواری کے ساتھ ختم ہوا۔

باب ہفتاد و سوم

اسیری کا چوتھا اور پانچواں سال

ڈاکٹر اسٹوکامعالج ہوا۔ سرہرسن کو کاشی نئی تکلیفیں دینا۔ شاہنشاہ کی مذہبی تقریریں میں اپنے ہاتھ سے محنت کرنا۔ شاہنشاہ کے مکان کے کمرہ۔ تعاقبت کاٹرہنا۔ پولین کی پچوں محبت عجیبی کاظرف۔ پُر لطف واقعہ۔ چوٹیاں۔ شاہنشاہ کی محبت فرزند کی خانگی معاملہ میں اس کی مخصوص صفات۔

نومبر اور دسمبر کے دو ماہ کے حالات میں کوئی تازہ واقعہ یا قابل ذکر بات نہیں ہے۔ صرف رنجور شاہنشاہ کی تکلیف اور بیماری کا حال ہے۔ لٹلہ بڑی نشست کے اسیر پولین کے واسطے شروع ہوا۔ اب اس کی حالت اسی قابل ہنس اور ردی ہو گئی تھی کہ ۱۰ جنوری کو وہ اس بات راضی ہو گیا کہ اس کے دوست ڈاکٹر اسٹوکو جو انگریزی جہاز کا نکر کا سرجن تھا بلالین۔

ڈاکٹر اسٹوکو نے آکر دیکھا تو شاہنشاہ سخت درد کی وجہ سے صاحب فراش ہو رہا تھا۔ ایک یا دو دفعہ یہ ڈاکٹر آیا لیکن جبر پورہ کے حکام نے اپنی طرف سے ایسی قیدیں پولین کی قوت کے متعلق لگائیں کہ ڈاکٹر نے مجبوراً آنا موقوف کر دیا اور ۱۹ جنوری کو لکھا۔

”آج جو واقعہ میرے ساتھ پیش آیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجھے لاٹک وڈ آنے کو نہ ملیگا۔ یعنی یا تو حکام بالادست مجھ کو حکم دیدینگے کہ میں لاٹک وڈ نہ جاؤں لاٹک وڈ

آنا خود میرے لئے ایسا باعث رنج و توہین ہو گا کیسے شاہنشاہ کے پاس آنے اور اس کا علاج کرنے سے باز ہو گا۔

ڈاکٹر اسٹو کو نے بڑی مفت وزاری سے سرٹھسن لو کو اس معاملہ میں لکھا لیکن اس کو ررنے و راجھی رجم نہ کیا اور آخر کار ۲۱ جنوری کو بنا چاری ڈاکٹر اسٹو کو اپنے مریض سے جدا ہو گیا۔ اور پھر شاہنشاہ بے دوا اور بغیر کسی معالج کے تکلیف برداشت کرنے اور ررنیکہ رہ گیا وہ ناظرین جن کو یقین نہ آئے گا کہ ایک ستائشہ آدمی کے ہاتھ سے مظلوم اسپر پراسیے ایسے ظلم ہوئے ہونگے خرامہ ربانی کر کے لیس کس۔ اچیرا۔ اور مان تھو لوں کی شہادتوں کو ملاحظہ فرمائیں اور خود ذات شریف سرٹھسن لو کا رسالہ پڑھیں۔ جن سے ان واقعات کی پوری تصدیق ہو جائیگی۔

تنہائی اور غم کے نواہ گزر گئے اور طرح طرح کے عذاب اٹھا ہوا شاہنشاہ موت کے قریب ہو تا تھا سرٹھسن لو یا اس کے شر کا کی طرف سے کسی قسم کے ظلم میں کوتاہی نہ کی جاتی تھی۔ اگست کے مہینے میں کونٹ مان تھو لوں بیمار تھا اور شاہنشاہ کی طرف سے خط و کتابت نہ کر سکتا تھا۔ چنانچہ یہ خواہش ظاہر کی گئی کہ کونٹ برٹ ریٹڈ یہ خط و کتابت کا کام کرے لیکن گورنر نے انکار کر دیا اور کہا کہ یہ نہ ہو گا۔ یا تو براہ رست شاہنشاہ کو یہ کام کرنا ہو گا یعنی یا تو بذریعہ خطوط کے کام ہو گا یا ایک انگریزی افسروں میں دو دفعہ پھولین کے پاس جا کر زبانی معاملات طے کیا کریں گے پھولین بھی اس زمانہ میں زیادہ بیمار تھا اور اس نے حکم دیا کہ کمرہ کے کوڑا قطعی بند کر دیے جائیں کہ کوئی انگریز افسر اندر نہ آنے پائے۔ پھولین کو اس سے سخت صدمہ تھا کہ اب اس کی بیماری کی حالت میں اس کے کمرہ میں مداخلت کی جانے کو تھی۔ اور جب یہ نوبت پہنچی تو شاہنشاہ نے حسبِ قیل اعلان دیا۔

۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵ اگست ۱۹۱۱ء کو پہلی دفعہ یہ کوشش کی گئی کہ شاہنشاہ پھولین کے مسکونہ مکان میں جس کی اب تک جرئت کی گئی تھی مداخلت کی جائے۔ اس نے اس

داخلت کو اس طرح روکا کہ دروازوں کو بند کر کے مقفل کر لیا۔ یہی حالت میں شاہنشاہ پھر دی با
کتا ہے جو اُس نے مختلف اوقات میں کی اور کہلوائی ہے کہ اگر اُس کے دروازہ توڑے
گئے اور اُس کے مکان میں بیجا داخلت کی گئی تو اُس کی زندگی کی حالت میں یہ بات ممکن نہیں
ہے بلکہ جب وہ مارا جا چکے گا تو ایسی بات ہو سکے گی۔ اُس نے ہر شے سے دست برداری
کر لی ہے اور تین سال سے وہ اپنے مکان کے چھ چھوٹے کمرہ میں صرف اس غرض سے
مبذپ کہ اُس کی توہین نہ کی جائے اور اُس پر ظلم نہ ہو۔ اور اگر محض دنارت سے اُس کی اس
حالت پر حسد کیا جائے گا تو اس کا قطعی ارادہ مگر قبر میں چلے جانے کا ہے۔

دو سال سے وہ دائمی امراض تلخہ میں جو اس حیرت کی آب و ہوا کا خاصہ ہے براہِ مبتلا
ہے اور ایک سال سے اُس کو کسی طرح کی دوا نصیب نہیں ہے کیونکہ جولائی ۱۸۸۷ء میں
ڈاکٹر اومیر اکو اور جنوری ۱۸۸۹ء میں ڈاکٹر اسٹوکوز بریوٹی کر کے شاہنشاہ کے پاس سے مشا
کیا ہے۔ اور شاہنشاہ کی حالت چند بار نہایت نازک ہو ہو گئی ہے۔ پس وہ متواتر اپنے بستر
پر پڑا رہا ہے اور کبھی ایسا ہوا ہے کہ برابر پندرہ پندرہ اور بیس بیس دن تک پانگ سے نہیں
اٹھا ہے۔ اور اب ہی جبکہ اسکی حالت نہایت خطرناک ہو اور نو دن سے وہ پانگ سے نہیں اٹھا
اور مرض کے روکنے میں صرف پریز اور صبر اور غسل سے چارہ جوئی کی گئی ہے چھ دن سے اس
استراحت میں محلِ سونکی تخفیف اور ظلم سے دھکی دی جا رہی ہے جو کہ شاہنشاہ کے ہوا
اور لارڈ لیوی پوول اور تمام یورپ اچھی طرح جانتا ہے کہ شاہنشاہ برداشت نہ کر سکا ہے

۱۸۹۰ء میں گورنمنٹ برطانیہ اس بات پر راضی ہو گئی کہ پولین کے دوست یورپ سے
اُس کو کوئی طبیب بھیج دیں۔ ۱۹ ستمبر ۱۸۹۰ء کو ڈاکٹر ایتھواچی جس کا انتخاب ہوا تھا سینٹ
میں بھیج دیے گئے۔ ڈاکٹر کے ہمراہ دو پادری بھی آئے کیونکہ پولین نے بار بار تاکید سے لکھا تھا
کہ لاٹ وڈ میں رسوم مذہبی باقاعدہ ہونا چاہئے۔ ان دونوں میں سے ایسی بونے وٹیا
پولین کی ماں کا بوڑھا پادری تھا جو اُس کے پاس ایلیا میں۔ اور نیز نشانہ لوی پالین کے

ہر لہ روم میں رہا تھا۔ اور دوسرا پوری جس کا نام وگنا لی تھا جوان آدمی تھا۔
 ۱۷ ستمبر ڈاکٹر ٹیوٹی کی پتولین سے پہلی ملاقات ہوئی۔ اُس نے شاہنشاہ کو ایک
 چھوٹے تاریک اور غیر آراستہ کمرہ میں پلنگ پر لیٹا ہوا پایا۔ سوا دو بجے دن کا وقت تھا۔ کمرہ
 میں لمبی مہلی کی مٹی کہ جب ڈاکٹر اندر آیا پتولین اُس کو نظر نہ آیا۔ یہ دیکھ کر شاہنشاہ نے نرم آواز
 سے کہا ”اومر تشریف لائے“ پتولین نے ڈاکٹر سے اُس کے والدین۔ اور اُس کے پچھلے
 حالات کے متعلق بہت کثرت سے سوال کئے اور پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہوئی کہ تم نے اس
 مصیبت خیز جزیرہ میں آنا منظور کر لیا۔ اور پھر اُس کی تعلیم کا حال دریافت کیا۔ ڈاکٹر کے
 جوابوں سے مطمئن ہو کر پتولین نے اپنے یورپ کے احبابوں کا حال بڑی آرزو سے پوچھنا
 شروع کیا۔

اس کے بعد پتولین نے دونوں پادریوں سے ملاقات کی۔ ملاقات کے ختم ہونے
 کے قریب پتولین نے اُسی شخص کے طح جس کی آنکھوں کے سامنے موت بھرتی ہے
 بڑی سنجیدگی سے کہا۔

”ہم کو مذہبی برکات سے اتنے دنوں سے محرومی ہے کہ اب زیادہ صبر نہیں ہو سکتا
 اور یہ تمنا ہے کہ یہ برکتیں جلد حاصل ہوں۔ کیونکہ اب موقع موجود ہے۔ اب آئینہ باقاعدہ نماز
 ہونی چاہئے اور مذہبی معاہدے کے موافق اُن آیام کا احترام لازم ہے جو مقرر کر دیئے گئے
 ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ یہاں بھی قرآن کی طح مذہبی رسوم کی پابندی ہو اور ایسے موقعوں
 کے لئے ہم کھا کھانے کے کمرے میں ایسا ممبر کہ لینے جو اپنی جگہ سے ہٹایا جاسکے گا۔ اور
 پادری صاحب آپ چونکہ ضعیف اور بوڑھے ہیں میں آپ کے لئے وہ اوقات مقرر کروں گا کہ
 آپ کو نہایت آسانی ہوگی۔ آپ نو اور دس بجے دن کے درمیان آنا مسکھ کریں“

شام کو شاہنشاہ کے پاس کونٹ مان مٹھوں کے سوا کوئی اور نہ تھا۔ مان مٹھوں
 دیندار آدمی نہ تھا اور وہ صاف کہا کرتا تھا کہ لشکر میں رہتے تھے میں مذہب کو بھول گیا

پولین نے ان محمولوں سے بڑی خوشی کے ساتھ کہا کہ مکمل میں نمازیں شریک ہونگا۔ اس کے بعد اُس نے کہا۔

”جب میں فرماؤں اتھا اور میرے گرد ایسے جنرل جمع تھے جبکہ مذہب کوئی واسطہ نہ تھا۔ میں انکار نہ کروں گا۔ کہ عجوبہ عام رائے کا بڑا خیال تھا۔ اور مجھ میں بڑی بڑی تھی اور شاید آواز کئے کی تجھ میں جرات نہ تھی کہ میں دیندار شخص ہوں۔ میں اُس زمانہ میں کہا کرتا تھا کہ مذہب ایک قوت اور ملکی کل ہے۔ لیکن اُس وقت بھی جب کوئی براورست مجھ سے سوال کرتا تو میں یہی جواب دیتا کہ ہاں میں عیسائی ہوں۔ اور اگر میرے مذہب کی جانچ میں میری جان بھی جاتی تو میں اس سے پھر جانے والا نہ تھا۔ میں نہایت مستقل اور مضبوط تھا۔ بیشک میں جان ویدیتا لیکن اپنے مذہب سے انکار نہ کرتا۔ اور اب جبکہ میں سیٹھ ملہیا میں ہوں کوئی وجہ نہیں کہ میں اپنے دلی عقیدہ سے ہٹ جاؤں۔ یہاں میں صرف اپنے واسطے زندہ ہوں۔ عجوبہ دینی کی خواہش ہے۔ جبکہ مذہبی رسوم ادا اور عبادت کرنا چاہیے۔ میں ضرور نماز کو جاؤں میں کسی کو مجبور نہیں کرتا کہ میرے ساتھ نماز کو چلے لیکن جبکہ مجھ سے الفت ہے میرے ساتھ جائینگے۔“

جنرل برٹ ریڈ تو کھلا کا فٹھا اور اکثر مذہبی معاملات میں کلمات تو بین کہتا پولین کو ناخوش کر دیا کرتا تھا۔ انھیں ایام کا ذکر ہے کہ ایک دن شاہنشاہ برٹ ریڈ سے الحسا و پر گفتگو کر رہا تھا۔

اُس نے کہا کہ کیا تمہاری روح بھی اُسی چوپان کی سی ہے جس کو تم بھیڑوں کا گلہ چراتے ہوئے نیچے داوی میں دیکھتے ہو۔ اور کیا تم میں اور اُس چوپان میں وہی فرق نہیں ہے۔ جو گھوڑے اور آدمی میں ہے۔ لیکن تم اس بات کو کس طرح جانتے ہو۔ تم نے اُس کی روح کو بھی دیکھا نہیں ہے۔ نہیں۔ دندے اور بہیم کی روح بھی آنکھ سے دکھائی نہیں دیتی۔ اور اس نظر آنے کی صفت میں وہ بشری روح کے برابر ہے۔

”لیکن تم نے خیال سے باتیں کی ہیں۔ تم نے اُس کے چہرہ کو نور سے دیکھا ہے۔ تم نے اُس سے سوال لگے ہیں اور اُس کے جوابوں سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ وہ کیسا آدمی ہے۔ پھر تم علت کا معلول سے اندازہ کرتے ہو۔ اور صحیح اندازہ کرتے ہو۔ یقیناً بھاری دکاوت تمہارے قوائے فطرتی چوپان سے بہت زیادہ فائق ہیں۔ بہت اچھا اسی طرح میں اندازہ کرتا ہوں۔ ربانی ضعیف محکوم ایک خالق کے وجود کے موجود ہونے پر یقین لانی کہ مجبور کرتی ہیں۔ ہاں ایک عجیب و غریب خالق ہے۔ ایک عقل کامل ہے اور ایک لامحدود و پردہ نگار ہے۔ وہی علت اعلیٰ ہے۔ اور وہی عقل ہے جس نے عقل کو پیدا کیا ہے۔ ضرور ایک عجیب و غریب وجود موجود ہے اور جنرل برٹ رینڈ جس کے مقابلہ میں تم ایک ذرہ کی برابر بھی حقیقت نہیں سمجھتے اور جس کے مقابلہ میں مجھ پنولین باوجود اپنی تمامی دکاوت کے محض بے حقیقت اور واقعی لاشے ہے۔ تم سمجھ گئے میں اُس کو دیکھتا ہوں۔ وہی خدا ہے۔ میں اُس کو مشاہدہ کرتا ہوں مجھ کو اُس کی حاجت ہے اور میں اُس پر اعتقاد رکھتا ہوں۔ اگر تم اُس کو مشاہدہ نہیں کرتے اور اگر تم اُس پر اعتقاد نہیں رکھتے۔ بہت عمدہ بات۔ اور تمہارے حال پر سخت افسوس ہے۔ لیکن جنرل برٹ رینڈ باوجود اپنے انکار کے تم کو اُس ذات باری کا اعتقاد ہے۔ میں بہت سی باتوں کو معاف کر سکتا ہوں۔ لیکن ملحد اور مادے کے قائل سے مجھ کو سمجھ چڑھتی ہے۔ کیا تم یہ خیال کر سکتے ہو کہ ایسے شخص سے واقعی میرے دل میں سچی محبت پیدا ہو سکتی ہے جو روح کے وجود کا قائل نہیں جو اپنے تئیں مادہ اور مٹی کا ایک ٹھہر خیال کرتا ہے اور جانتا ہے کہ میں بھی اُسی کی طرح اپنے تئیں خاک کا ٹھہر سمجھوں اور روح سے انکار کروں۔“

یورپ کو واپس جانے پر جنرل مان تھولوں نے مانشیور ڈی بورٹرن سے کہا۔
 ”ہاں شاہنشاہ پنولین عیسائی تھا۔ ایمان اُس میں خلقی تھا اور اُس کا اصل لایا تھا۔ خارجی عنوسات اور اتفاقیہ ذریعہ خیال پر اُس کے دل میں فوراً مذہبی حس پیدا

ہو جاتی تھی۔ اور جب کوئی سنگ دلی یا بد مذہبی کی بات اُس کے سامنے پیش آجاتی تھی تو اُس کے دل پر نہایت گہرا اثر ہو جاتا تھا۔ جس کو وہ روک نہ سکتا تھا۔ وہ خلاف میں گفتگو کرنے لگتا تھا وہ مقابلہ کرتا تھا اور جبرہم ہو جاتا تھا۔ یہ اُس کا قدرتی چال و چلن تھا۔ میں نے یہ سب جبرہم خود دیکھا ہے۔ ہاں میں نے چشم خود دیکھا ہے۔ اور میں کہ ایک فوجی سپاہی لشکروں میں رہنے والا آدمی ہوں۔ اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ میں مذہب کو بھول گیا تھا اور مذہب پر عمل نہ کرتا تھا۔ پہلے تو شاہنشاہ کی حالت دیکھ کر مجھے تعجب ہوا۔ لیکن اُس کے بعد یہ بی بی میں بھی خیالات پیدا ہوئے اور میرے دل پر ایسا اثر پڑا کہ اب تک موجود ہے اور میں بڑے تعجب سے اُس پر غور کرتا ہوں۔ میں نے شاہنشاہ کو مذہب بھول دیکھا۔ اور میں اپنے دل سے کہتا ہوں کہ وہ عیسائی مرا اور خدا سے ڈر رہا تھا۔ میں یہ بات نہیں بھول سکتا کہ اب میرا بھی بڑا عیاں ہے اور موت قریب ہے اور میں جی شاہنشاہ ہی کی طرح اس دنیا سے دوں کو خیر باد کہنا چاہتا ہوں۔ مجھے کوئی پیچیدہ نہیں کہ جنرل برٹ رینڈ بھی میری طرح شاہنشاہ کی مذہبی تقصیریں اُس کی موت کو یاد کرتا ہے۔ اور ممکن ہے کہ جنرل برٹ رینڈ بھی اپنے شاہنشاہ اور اقلکی طرح اپنی زندگی کو ختم کر گیا۔

سینٹ ہلینا میں اکثر مذہبی گفتگو ہوا کرتی تھی۔ ایک دن پولین حضرت مسیح علیہ السلام کی انوہیت کا بیان کر رہا تھا کہ جنرل برٹ رینڈ نے کہا۔

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ جیسا بڑا شخص اس بات پر عقیدہ رکھتا ہے کہ خدای تعالیٰ نے ایک انسان کی شکل میں جس کے جسم چہرہ۔ منہ اور آنکھیں بھتیں جلو فرمایا تھا۔ مسیح علیہ السلام کو آپ چاہے کچھ تصور فرمائیں عیسیٰ اُن میں اعلیٰ ترین ذکاوت۔ تھی۔ سب سے پاک ل تھا اور وہ سب سے زیادہ حیرت انگیز شخص تھے میں تسلیم کرتا ہوں۔ لیکن باوجود ان تمام اوصاف کے وہ تھے بشری جنہوں نے اپنے عقیدت مندوں کو تعلیم دی۔ ضعیف الاعتقاد لوگوں کو دام فریب لائے۔ اور وہی کارروائیاں کیں جو اور وہی کیں۔ کن فیوشس اور برہانے کیں۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسے فاضل تھے جس طرح جنرل برٹ رینڈ نے خیال کر لیا ہے رسول عربی سے وقت ہی تھا

سچ نے بھی اپنی اسی طرح پرستش کرائی جس طرح اُن سے پہلے ایسٹس نے اسے جس جو پتھر اور جو نو نے مکتبہ سے اپنی پرستش کرائی تھی۔ سچ کی فضیلت بھی اُن کے زمانہ میں ایسی ہی تھی جیسی افسانوں میں دیوتاؤں اور سوراؤں کی دیگی جا رہی ہے۔ اگر مسیح نے جوش سے بھر کر کروہوں کو اپنے رتھ کے ساتھ خلیج کر لیا تھا۔ اور دنیا میں انقلاب برپا کر دیا تھا تو میں دیکھتا ہوں کہ یہ صرف اُن کی قوت و حکومت اور حکماں روح کا ایک کرشمہ تھا۔ جس نے دوسرے قباہ لوگوں کی طرح جیسے اسکندر سیمرز اور جہاں پناہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو مطیع و مستخر کیا تھا یعنی تلوار کے زور سے۔

پتھریلین نے فوراً جواب دیا۔

”آدمیوں کو میں جانتا ہوں۔ اور میں تم کو جانتا ہوں کہ عیسیٰ مسیح آدمی نہیں ہے۔ یہ سبھی خیال کے اور نظام ہیں۔ لوگ مسیح اور دنیا کے سلطنتوں کے بانیوں اور دوسرے مذہب کے دیوتاؤں کے درمیان تشبیہ اور نسبت قائم کیا کرتے ہیں لیکن اصل میں اس تشبیہ کا کوئی وجود نہیں ہے یہی مذہب اور ہر ایک دوسرے مذہب میں لا اتمہا فرق ہے۔

”تم ہر ایک دوسرے مذہب کے بانی کی نسبت کہہ سکتے ہو کہ وہ نہ خدا کا مرسل ہے اور نہ خدا ہے۔ بلکہ وہ کذب و دروغ کا پھیلانے والا ہے اور اسی خاک سے بنا ہے جس سے دوسرے انسان بنے ہیں۔ اور اُس میں وہی جذبات اور بدیاں ہیں جو دوسرے آدمیوں میں پائی جاتی

بقیہ نوٹ صفحہ ماقبل۔ اُس کی دشمنیت کی کم مائی قابل افسوس و معافی ہے۔ مترجم ۱۱

۱۲ ایس معر کی دیوی۔ اسیس کی ملکہ تھی۔ مصر والوں کا عقیدہ تھا کہ جب وہ شوہر کے غم میں روتی تھی تو دیائے نیل میں طغیانی آتی تھی۔ مترجم ۱۲

۱۳ اسیس۔ مصر کا بادشاہ شالیتگی پھیلائی اور فن زراعت کی تعلیم دی قصائے عالم میں پھر کہ مخلوق کو نہایت ہی

۱۴ جو پتھر۔ یونانیوں کا سب سے قوی دیوتا۔ مترجم ۱۴

۱۵ جونو۔ یونانی دیوتاؤں کی ملکہ۔ جو پتھریلین کی بہن۔ مترجم ۱۵

ہیں اور یہ جذبات اور بیاں اُس کی ذات سے جدا نہیں ہو سکتیں۔ اور اُس کی عبادت گاہ اور اُس کے تائبوں سے اُس کی من گڑھت باتوں کی اشاعت ہوتی ہے۔ اور جو شخص دینا دلچسپ اور بت پرستی کے معبودوں کا امتحان کر گیا یہی فیصلہ کر گیا اور اُس کا ایمان یہی کہیگا جو جیتنے کا دینو تان کے عقلا۔ اور سقراط۔ فیثاغورس۔ افلاطون اور پیرس لینے نے بت پرستی کو کبھی حق نہ تسلیم کیا۔ لیکن مسیح کے مبعوث ہونے کے بعد نچل کے اصولوں اور اسرار پر بڑے عقلا نے زمانہ سچا اور پاک حقیقہ لے آئے اور صرف پوسے۔ اور دین لینے ہی نہیں کہ یہ تو واعظ ہی تھے بلکہ وائس کارڈر۔ یونین۔ کیپ۔ فٹنر۔ پیکل۔ کاریل۔ ریسین۔ شارلیمان اور لوئی چارم جیسے اشخاص ایمان لے آئے۔

”بت پرستی آدمی کی ایجاد سے ہے۔ اور غور کیا جائے تو یہاں پر انسان کے صنعت عقل کا پودہ فاش ہوتا ہے۔ یہ لاف زن و لوتا دوسرے فانی انسانوں سے بڑھ کر کون سی بات جانتے ہیں۔ اور یہی حال دوسروں کا بھی ہے۔ یعنی یونانی اور رومی داصنعان قانون کا نیو ما اور لائی کرکس کا ہندوستان اور ممفس کے واعظوں کا۔ لپیوشس اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

۱۷۲۹ء میں یونان کے دار الحکومت شہر آتھینز کا نامی تدبر۔ علوم و فنون کا سرپرست۔ پلگ سے ۱۷۲۹ء سے قبل مسیح انتقال ہوا۔ ۱۷۲۹ء میں لین۔ اصل تلفظ نے لایگ۔ فرانس کا بڑا پادری۔ لوئی چارم کے زمانہ میں تھا۔ جلاوطنی میں انتقال کیا ولادت ۱۷۲۹ء وفات ۱۷۸۰ء ڈیس کارڈر اصل تلفظ ڈیس کارڈ فرانسسی فلاسفر تھا۔ ولادت ۱۷۲۹ء وفات ۱۷۸۰ء ۱۷۲۹ء میں یونان کا سب سے بڑا فلسفی ہوا ہے۔ ولادت ۱۷۲۹ء وفات ۱۷۸۰ء لیپ۔ فٹنر۔ جیمز کا فلسفی مفصل نوٹ پہلے دیا جا چکا ہے ولادت ۱۷۲۹ء وفات ۱۷۸۰ء پیکل۔ فرانس کا فلسفی۔ ولادت ۱۷۲۹ء وفات ۱۷۸۰ء کارنیل۔ اصل تلفظ کڈنے۔ فرانس کا ڈراما یعنی سوانگ لکھنے والا۔ ولادت ۱۷۲۹ء وفات ۱۷۸۰ء مترجم ہے ریسین پہلے نوٹ لکھا جا چکا ہے۔ ۱۷۲۹ء شارلیمان مشہور جنگ جوا بدشاہ یورپ کا ۱۷۲۹ء لوئی چارم فرانس کا پھر بادشاہ ۱۷۲۹ء روم کا دوسرا بادشاہ۔ اس نے مذہبی تیو ہار قائم کئے اور قانون

کا۔ یہ کچھ بھی زیادہ نہیں جانتے۔ انہوں نے اخلاق کو درہم و برہم کر دیا۔ انہوں نے کسی ایک نے بھی ہماری آئینہ حالت کے متعلق کوئی نئی بات نہ بتائی۔ اور نہ روح۔ نہ وجود باری۔ اور آفرینش اور کائنات ہی کے بارے میں کوئی نئی بات کہی۔ تم بہت پرستی کی مذہبی تحقیقات کرو تو بڑی ہی بڑی برہمی پاؤ گے۔ ہزاروں اختلافات نظر آئیں گے۔ دیوتاؤں میں جنگ جہل دیکھو گے۔ غیر متحرک اور عیسٰی پتھروں سے تراشے ہوئے بت اور اصنام ہونگے توحید کو توڑ کر پیر۔ پیر۔ پیر بنے کر دیا گیا ہو گا۔ اور صفات ربّانی کے خراب خستہ کئے ہوئے حصّہ مختلف دیوتاؤں کے قبضہ میں ہونگے جہالت اور وہم و قیاس کی دلائل باطل ہونگی۔ نفرت خیر سوا لگ اور تائید ہونگے۔ گندہی اور نفرت انگیز چیزوں کی پرستش ہوگی۔ اور سب قسم کی پرمحسبت بے بصیرتی ہوگی۔ گھنی اور شرعی کاٹھ۔ اور ایک بت اور اس کا پوجاری پایا جائیگا۔ پس اس سے نہ خدا کی عزت و تعظیم ہی ہوتی ہے اور نہ اس کی شان جلیل ملتی ہے۔ اور کیا یہی مذہب ادیبی دیوتا یعنی مذہب سے مقابلہ کئے جا سکتے ہیں۔

”اور اگر اس سوال کا مجھ سے جواب پوچھا جائے تو میں یہی جواب دیتا ہوں کہ ہرگز مقابلہ نہیں کئے جا سکتے۔ اور جس کا جی چاہے مجھ سے مباحثہ کرے۔ بس دیوتاؤں کو جانچنا ہوں۔ اور ان کی بیکار صورتوں کے سامنے ہرگز مسجد نہ کروں گا۔ روم۔ پھینز۔ چین اور ہندوستان کے دیوتا اور شاہنشاہی ایسا کوئی سرمایہ نہیں رکھتے کہ مجھ کو مرعوب کر سکیں۔ یہ نہیں ہے کہ میں تم سے سادہ کوئی نا انصافی کرتا ہوں۔ نہ اس کے برخلاف میں ان کی قدر کرتا ہوں کیونکہ میں ان کی قد جانتا ہوں۔ اور میں انکار نہ کروں گا کہ ایسے فرماں روا جن کا نام آج ان کے حسن انتظام اور جبروت کی وجہ سے دلوں پر نقش ہے اور یادگار چلا آتا ہے۔ کوئی معمولی بشر نہ تھے۔

بقایہ نوٹ صفحہ ماقبل۔ بنایا۔ ساتویں اور آٹھویں صدی میں مسیح سے پیشتر ہوا۔ عہد لائی کرکس۔ اسپٹاکا مشہور قانون ساز مسیح سے قبل مسیح کے وفات پائی۔ عہد مقدس مصر کا قدیم دار الحکومت۔ قاہرہ سے دس میل اب وہاں ہے۔ عہد کنیوٹس۔ چین کا فلاسفر ولادت ۳۵۰ قبل مسیح و وفات ۲۵۰ قبل مسیح۔ مترجم۔

”میں اقرار کرتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ لائی کر گرس۔ اور نبیو ماہی صرف ایسے عظیم الشان آدمی تھے جنہوں نے اعلیٰ مراتب حاصل کرنے پر قوانین مرتب کئے اور تمدن کے دشوار مسئلہ کو حل کر دیا۔ لیکن ان میں بھی مجھ کو کوئی شان الوہیت نہیں معلوم ہوتی۔ اور خود انہوں نے کوئی ایسا دعویٰ پیش نہ کیا بلکہ انہی عبودیت کا اعلان کرتے رہے۔ پس میں دیوتاؤں اور ان جلیل القدر اشتیاق کو اپنے مثل جانتا ہوں۔ انہوں نے بھی اپنے زمانوں میں میری طرح بڑے بڑے کام کئے۔ اور ان میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو الوہیت سے منسوب کی جائے بلکہ ہر بات پر خلاف اُن کے اور میرے درمیان بہت مشابہت اور مماثلت کی باتیں موجود ہیں۔ یعنی وہ نقص اور بے غلطیاں ہیں جو اُن کو مجھ سے اور دوسرے انسانوں سے مشابہہ کرتی ہیں۔“

”لیکن سچ کا یہ حال نہیں ہے۔ اُن کی ہر بات سے مجھ کو حیرت ہوتی ہے۔ اُن کی روح سے مجھ پر رعب طاری ہو جاتا ہے اور اُن کے غم سے میں حیران ہو جاتا ہوں اُن میں اور دنیا کے کسی آدمی میں مشابہت کی ایک بات بھی ممکن نہیں ہے اور واقعی وہ انوکھی اور بے مثل ہیں۔ اُن کے خیالات۔ اُن کی رائے۔ اور اُن صداقتوں کی جن کا انہوں نے اعلان کیا اور اُن کے یقین دلانے اور دل نشیں کرنے کے ایسے طریقے ہیں کہ نہ تو انسانی ترکیب اور نہ نوع انشیا سے حل ہوتے یا سمجھ میں آتے ہیں۔“

”اُن کی پیدائش۔ اور اُن کی زندگی کے حالات۔ اُن کے اصولوں کا معنی۔ جو زبردستی زبردست و مشاہدوں پر حاوی ہے۔ ان دشواریوں کا حیرت انگیز حل ہے۔ اُن کی کتاب مقدس۔ اُن کی صورت۔ اُن کی فرمان روائی۔ اور ہر زمانہ اور ہر ملک میں اُن کا اثر مختصر اُن کہ اُن کی ہر بات مجھ کو عظیم الشان معلوم ہوتی ہے۔ اور ایک اسرار لاخصل ہے کہ میں سورج میں ٹھہر جاتا ہوں۔ اور مجھ کو عجیب ایک راز معلوم ہوتا ہے کہ جس سے نہ انکار کر سکتا ہوں اور نہ جس کی شہج کر سکتا ہوں اور پس ہی وہ مقام ہے کہ جہاں کوئی بشریت نظر نہیں آتی۔“

”میں جتنا قریب چھو پختا ہوں اُسی قدر زیادہ احتیاط سے جانچتا ہوں۔ اور ہر بات میری

عقل کی رسائی سے بالاتر ہے اور عظیم الشان نظر آتی ہے کہ محکو مغلوب و مجبور کر دیتی ہے اُن کے مذہب میں ایسی دجیاں ہیں کہ یقیناً اُن کی عظمت کو دیکھتے ہوئے بشری امکان سے باہر معلوم ہوتی ہیں۔ اُن میں گہری اصلیت اور عریق ایجاد و جدت ہے جن سے نصیحتوں اور نفلوں کا ایسا سلسلہ پیدا ہوا ہے کہ پیشہ معلوم نہ تھا۔ ہمارے علوم سے سمجھنے کے کچھ بھی عاریت نہ لیا۔ سو اُنے خود مسیح کی ذات کے اُن کی زندگی کی مثالیں کہیں پائی نہیں جاتی۔ مسیح فلسفی نہ تھے اس لئے کہ اُن کے ساتھ معجزے تھے اور اُن کے معتقد شروع سے اُن کی پرستش کرتے تھے وہ اپنے معتقدوں اور مخالفوں کو اُن کے دلوں سے استغناء کر کے ترغیب دیتے تھے جو نہ عام و متوا اور رائج طریقہ یا منطق سے متعلق بات ہے۔ اور اُنھوں نے ان مخاطبوں پر کبھی اس بات کا زنا نہ دیا کہ وہ ابتدائی مطالبے کریں یا پہلے علم حاصل کر لیں۔ بلکہ اُن کا مذہب صرف اعتقاد پر مبنی ہے۔ اور اصل بات تو یہ ہے کہ علوم فلسفہ نجات میں کسی طرح ممدوحین ہیں بھی نہیں۔ اور مسیح دنیا میں آسمان کے راز اور روح کے قوانین ظاہر کرنے کو تشریف لائے تھے۔ اور اُن کو روح کے سوا کسی اور شے سے بحث بھی نہیں ہے۔ مادہ اور زمانہ دنیا کے مالک ہیں۔ مسیح کی آواز دو دنوں میں ترتیب قائم ہو گئی۔ علوم فلسفہ ذیلی اور تابع ہو گئے اور روح نے پھر اپنی نفیست سلطانیت کو فتح کر لیا۔ اور ایک لفظ اعتقاد کے سامنے ساری عمارت کی طرح تمامی عالمانہ پارٹیر زمین پر گر پڑی۔

”سبحان اللہ۔ کیسا آقا تھا اور کسی اُس کی نفطیں تھیں۔ کہ یہ انقلاب پیدا کر دیا۔ اور یہ اقدار سے وہ انسانوں کو عبادت کرنا تعلیم کرنا تخلص وہ اعتقاد لانے کا حکم دیتا ہے۔ اور یہ مقام تک اُس سے اختلاف کرنے کے لائق کوئی نہ ہوا۔ اور پہلے تو یہ بات ہے کہ انجیل پر پاکیزہ ترین اخلاق کا گنجینہ ہے اور اُس میں اسرار نہانی کا جہاں تک ذکر ہے وہ اُن معاملہ سے متعلق ہیں جہاں تک کہ بشری آگے اور عقل کی رسائی نہیں ہے۔ اگر ایک دلیر سیلحہ جبر اپنے جہاز میں قصائے عالم کی سیر کی ہو برف سے ڈھکے ہوئے پہاڑوں کی چوٹیوں

عجائبات بیان کرے جسکو صرف اُسی نے جرات کر کے جاکر دیکھا ہے تو ایسا احمق کون ہے جو کہیگا کہ ”نہیں ایسا نہیں ہے“ اسی سٹیج کے مانند مسیح کا بھی حال ہے۔ اور یہ بات تو اور ہے کہ کوئی مذہب ذہن حالت میں رہے لیکن یہ اعلان یہ کہنے کی کسی میں جرات نہیں ہو سکتی کہ ”نہیں ایسا نہیں ہے“

۱۔ اس کے ماسوا اب دیکھو کہ فلسفی جو ہر انسان اور اصل مذہب کے پراسرار مسئلوں کے بارہ میں کیا کہتے ہیں اور کیا جواب دیتے ہیں۔ اور ایسا سمجھدار آدمی کہاں ہے جس نے الہیات اور علم ما بعد الطبیعت کے نظام و ترتیب سے خواہ وہ قدیم ہو یا جدید کچھ بھی سیکھا اور معلوم کیا ہو اگرچہ الہیات اور علم ما بعد الطبیعت محض ٹھکوسلا اور محض تخیلات کا سلسلہ نہیں ہیں اُن کو ہمارے امور خانگی اور ہمارے جذبات سے پورا تعلق ہے۔ اس میں کلام نہیں کہ سوچنے کی عادت سے سہلہ اور افلاطون کی فلسفہ کی کلید ہاتھ آ سکتی ہے۔ لیکن ایسا کرنے کے لئے انسان کو علم الہیات، مابہرہ و ناپہرہ ضرور ہے۔ اور اُس کے ساتھ برسوں مطالعہ کیا ہو اور اسکی ذات میں اس کی قابلیت بھی ہو۔ لیکن یہاں مسیحی مذہب میں ان جھگڑوں اور طوائفوں کی ضرورت ہی نہیں۔ ذرا سمجھو۔ دل ہو اور ایمان دار روح ہو اور مذہب مسیحی سمجھ میں آجائیگا۔

۲۔ مسیحی مذہب میں نہ یہ عقیدہ ہے کہ دنیا سراسر دھوکا ہے اور نہ وہ محض علم الہیات ہی ہے بلکہ ایک عملی قاعدہ ہے جو انسان کے افعال کی رہنمائی کرتا ہے۔ انسان کی غلطیوں کو دور کرتا اور اُس کو نیک مشورہ دیتا ہے اور انسان کے تمامی عادات میں معین و مددگار ہوتا ہے بائبل میں واقعات اور تاریخی آدمیوں کا۔ زمانے۔ اور ازل وابد کی تصریح کے لئے ایسا مکمل سلسلہ ہے کہ کسی دوسرے مذہب کے دلیا پیش نہ کیا۔ اگر اس مذہب کو اب بھی کوئی حق نہ مانے تو اپنی ذہیب خوردگی متعلق وہ نہایت قابل معافی ہے اس لئے کہ مسیحی مذہب میں ہر شے عظیم الشان اور خدا کے شایاں ہے۔ تاریخ میں سچم کا مد مقابل تلاش کرنے سے ایک فرد بھی نظر نہیں آتا جس میں تشبیہ دینے یا تصریح کرنے کے لائق ہوں۔ یہاں ہر شے انوکھی

اور حیرت انگیز ہے۔ اور جتنا میں انجیل پر غور کرتا ہوں اتنا ہی مجھ کو یقین ہوتا ہے کہ اُس کی ہر بات عظیم النظر ہے۔ اور بشری دماغ سے بالاتر ہے۔ یہاں تک کہ وہ نے اور عجمی انجیل کی نفرت سے انکار کرنے کی کبھی جرات نہ کر سکے۔ جس سے اُن کے دلوں میں مجبور ہو کر ایک عورت کا عظیم پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جو لوگ اُس پر عقیدہ رکھتے ہیں یہ کتاب اُن کو عجیب مسرت بخشتی ہے۔ اور جو اُس پر غور کرتے ہیں اُس کی نادرباتوں کی کسی تحسین کرتے ہیں کتاب ہے کہ ثانی نہیں رکھتی۔ دل میں وہ اخلاقی حُسن پیدا ہوتا ہے کہ پہلے جس کا وجود نہیں ہوتا۔ اور صانع حقیقی کی وہ عظمت معلوم ہوتی ہے کہ اُس کی صنعت کاریوں کو دیکھ کر پیدا نہیں ہو سکتی۔ پس سوائے خدا کے کسی چیز کو نہ پیدا کر سکتا تھا۔ اور وہ ایسا مکمل نمونہ ہے کہ بے مثل اور اصل ہے۔

”مسیح کے صرف چند ضعیف ناتوان حواری تھے جبکہ وہ صلیب کے حوالہ کئے گئے۔ یہود کا غصہ اُن پر ٹوٹ پڑا۔ اور قوم نے اُن سے نفرت کی۔ اور خود اُن کے معتقدوں نے اُن کو چھوڑ دیا اور اُن سے پھر گئے۔“

مسیح نے فرمایا ”قریب ہے کہ وہ مجھ کو کپڑا کر صلیب پر چڑھا دیں۔ تمام دنیا مجھ کو چھوڑ گی۔ میرے خاص معتقد میری سزا کے آغاز میں مجھ سے روگردانی کرینگے۔ میں بدکاروں کے ہاتھ میں چھوڑ دیا جاؤں گا۔ لیکن ربانی انصاف ہو چکنے کے بعد اور میری تکلیف سے اصلی گناہ کا کفارہ ہو جانے پر بندوں اور اُس کے خدا کا رشتہ پھر قائم ہوگا۔ اور میری موت میری معتقدوں میں تازہ جان ڈالیگی اور باوجود میرے موجود نہ ہونے کے وہ پہلے سے زیادہ قوی ہو جائیں گے۔ کیونکہ وہ مجھ کو بھرتے ہوئے دیکھیں گے۔ میں آسمان پر چڑھ جاؤں گا اور ایک روح بھیجوں گا جو اُن کو تعلیم کریگی۔ اور صلیب اُن کو انجیل سمجھنے کے لائق بنائیگی۔ مختصر یہ کہ وہ اُس پر اعتقاد لائیں گے وہ اُس کا وعظ کیں گے اور وہ دنیا کو مسیحی مذہب میں لائیں گے۔“

”اور یہ انوکھا وعدہ جس کے متعلق پال نے کہا تھا کہ ”صلیب کی حاجت ہے“ اور اسے شخص کی جو بڑی ایذا کے ساتھ صلیب پر چڑھایا گیا تھا یہ پیشین گوئی بہ حرف پوری ہوئی

اور غالباً خود پیشین گوئی سے اُس کی ٹھیکس کا طرزِ نیا وہ عظیم الشان ہے۔

۴۔ صرف ایک دن یا ایک جنگ سے اس معاملہ کا فیصلہ نہ ہو گیا۔ بلکہ وہ انسان کی انسانی عمر ہے۔ نہیں یہ ایک طولانی جنگ ہے اور عین سو برس کی بڑی سلسلہ وار لڑائی ہے جو حواریوں نے شروع کی اور اُن کے جانشینوں اور عیسائیوں کی پشتوں نے جاری رکھی۔ اس جنگ میں روئے زمین کے تمام تاجدار مع اپنی انواع کے ایک طرف صف بستہ تھے۔ لیکن دوسری جانب جھگو کوئی لشکر نظر نہیں آتا۔ بلکہ پُر اسرار غم و غربت۔ اور دنیا میں چند افسراد اور ہر اچھے متشرع تھے جن کے پاس اعتقاد کے اتحاد کے اور کوئی سامان نہ تھا۔ اور اُن کے ہاتھوں میں پُر اسرار صلیب تھی۔

”لیکن کیا یہی راز سے بھری ہوئی یہ نشانی تھی یعنی یہ صلیب وہی آلہ تھا جس سے ممکن یہ شکل انسان خدا کو منادوی لگی تھی۔ اُس کے معتقد اسی آلہ سے مسلح تھے۔ وہ کہتے تھے یہ مسیح خدا آدمیوں کی نجات کے لئے ہلاک ہوا ہے۔ اور اس لہذا خدا کے عاجز جھنڈے کے گرد ان سادے الفاظ نے کیا کیا طلسم و طوفان برپا نہ کر دیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف تو قدرتِ عظم اور غصہ تھا اور دوسری طرف حلم۔ جرأتِ اخلاقی اور لا انتہا صبر تھا۔ تین سو برس تک یہی جنگ رنج اور عیش کی حیوانیت۔ ایمان اور خود سرسٹ دھرمی۔ جان اور جسم۔ اور نیکی اور بدی کے درمیان ہوتی رہی۔ عیسائیوں کے خون کے دریا بہ گئے لیکن مرتے وقت بھی وہ اپنے قاتلوں کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے تھے۔ صرف روح شکایت کرتی تھی لیکن جسم نے اپنے تئیں سب غداؤں کے والہ کر دیا تھا۔ ہر مقام پر عیسائی مارے جاتے تھے لیکن ہر مقام پر انھیں کو فتح ہوتی تھی۔“

”تم میرا اور اسکندر اور اُن کی فتوحات اور اُس جوش کا ذکر کرتے ہو جو یہ لوگ اپنے سپاہیوں میں بھر دیتے تھے۔ لیکن تم کسی ایسے شخص کا نام بھی تو بتاؤ کہ جو مڑکا ہوا اپنی یادگار کے جاں نثاروں کی فوج سے فتوحات حاصل کی ہوں۔ اور مجھی کو دیکھو کہ زندہ بیٹھا ہوں اور میری سپاہ جھگو بھول گئی یہی بال سے فاتح کی فوج بھی اُس کو اسی طرح بھول گئی تھی۔ پس ہم لوگوں

کی طاقت کا اسی سے اندازہ کر لو۔ اگر ایک لڑائی بھی ارجا جاتے ہیں ہمارا خاتمہ ہو جاتا ہے اور ہمارے رفقا کو ہماری بدبختی منتشر کر دیتی ہے۔

”کیا تم سیرز کو خیال کر سکتے ہو کہ وہ روم کا دہائی حکومت کرنے والا فرمان روا تھا اور اب بھی اپنے مقبرہ سے روم کا نگراں ہے ہرگز نہیں خیال کر سکتے۔ لیکن اس کے خلاف میں اوپنہ بیان کر چکا کہ مذہب مسیحی نے دنیا کو کس طرح مستحکم کیا۔ عیسائیوں کے خدا کی بڑی طاقت تھی۔ اور مسیحی عقیدہ کا معجزہ اور اُس کے متعلق مذہب کا اشاعت پانا نہایت متم الشان شے ہے۔ قومیں کی قومیں فنا ہو جاتی ہیں اور فنا ہو گئیں اور بڑے بڑے تاجداروں کے اورنگ و دیہیم کا نشان بھی باقی نہ رہا لیکن گرجے موجود ہیں۔ پس وہ کون سی طاقت ہے جس نے گرجا کی حمایت و حفاظت کی۔ باوجود دیگر زمانے کے غیظ و عناد کے طوفان کی موجوں نے اُس کو فنا کر دینا چاہا۔ اور وہ کون سا ہتھیار ہے کہ جس نے اٹھارہ سو برس سے گرجا کو بچا یا اور اُن کا حلیہ مدد اِسیسے ایسے حادثات سامنے آئے کہ اُس کا بچنا محال معلوم ہوتا تھا۔“

”سوائے مسیح کے ہر شخص میں نقص پائے جاتے ہیں۔ ایسا کن صاحب کا چال و چلن دکھایا گیا ہے کہ موانع پیدا ہونے کی حالت میں مغلوب نہ ہو گیا ہو۔ ایسا کونسا شخص ہے کہ ہر برج حالات اور رُتبہ نے اثر نہیں کیا۔ اور زمانے کے اثر سے مجبور و مغلوب نہیں ہوا۔ اور جذبات اور رسوم سے موافقت نہیں کی۔ لیکن اقل دن سے لیکر آرتھک مسیح کو دیکھئے اُن کی ایک ہی حالت ہے۔ اور ہمیشہ وہی حالت ہے یعنی شاندار۔ اور وہ لا انتہا مضبوط اور لا انتہا حلیم۔“

”عالم کا دستور ہے کہ سچائی غالب آتی ہے۔ یہی حال مسیحی مذہب کا ہے۔ صرف یہی مذہب ہے جس نے فرقوں کے باہمی بغض و عناد کو دور کر کے اعلان کیا کہ تمامی افراد بشر اکبریں ہیں۔ بھائی ہیں۔ یہی مذہب ہے جو صرف روحانی اور آسمانی ہے اور مختصر آنکہ صرف یہی ایک ایسا مذہب ہے جو بلا امتیاز سب کے لئے بہشت کا راستہ کھولتا اور بندہ کو اُس کے خالق سے ملاتا ہے مسیح نے ثابت کر دیا کہ وہ خدا کا ابدی اور ازلی بیٹا ہے اور اُس کے ساتھ زمانے کی کوئی تقصیر

اور غالباً خود پیشین گوئی سے اُس کی ٹھیکس کا طرز زیادہ عظیم الشان ہے۔
 • صرف ایک دن یا ایک جنگ سے اس معاملہ کا فیصلہ نہ ہو گیا۔ بلکہ وہ انسان کی
 تمامی عمر ہے۔ نہیں یہ ایک طولانی جنگ ہے اور تین سو برس کی بڑی سلسلہ وار لڑائی ہے
 جو حاربوں نے شروع کی اور اُن کے جانشینوں اور عیسائیوں کی پشتوں نے جاری رکھی۔
 اس جنگ میں روئے زمین کے حامی تاجدار مع اپنی افواج کے ایک طرف صف بستہ تھے۔
 لیکن دوسری جانب مجکو کوئی لشکر نظر نہیں آتا۔ بلکہ پراسرار غم و غثات۔ اور دنیا میں چند افسر اور
 اور محرم ہتھیار تھے جن کے پاس اعتقاد کے اتحاد کے اور کوئی سامان نہ تھا۔ اور اُن کے ہاتھوں
 میں پراسرار صلیب تھی۔

• لیکن کیا ہی باز سے بھری ہوئی یہ نشانی تھی یعنی یہ صلیب وہی آلم تھا جس سے مشکل
 یہ شکل انسان خدا کو مرادی لگی تھی۔ اُس کے معتقد اسی آلم سے مسلح تھے۔ وہ کہتے تھے مسیح
 خدا آدمیوں کی نجات کے لئے ہلاک ہوا ہے۔ اور اس بستر خدا کے عاجز جھنڈے کے گرد ان
 ساوے الفاظ نے کیا کیا طلسم و طوفان برپا نہ کر دیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف تو قدرت ظلم
 اور غصہ تھا اور دوسری طرف ظلم۔ جرات اخلاقی اور لا انتہا صبر تھا۔ تین سو برس تک یہی جنگ
 رنج اور عقل کی حیوانیت۔ ایمان اور خود سرسٹ و حرمی۔ جان اور جسم۔ اور نیکی اور بدی کے قیام
 ہوتی رہی۔ عیسائیوں کے خون کے دریا بہ گئے لیکن مرتے وقت بھی وہ اپنے قاتلوں کے
 ہاتھوں کو بوسہ دیتے تھے۔ صرف روح شکایت کرتی تھی لیکن جسم نے اپنے تئیں سب خدا بول
 کے والہ کر دیا تھا۔ ہر مقام پر عیسائی مارے جاتے تھے لیکن ہر مقام پر انہیں کو فتح ہوتی تھی۔
 دو تہ سیریز اور اسکندر اور اُن کی فتوحات اور اُس جوش کا ذکر کرتے ہو جو یہ لوگ اپنے
 سپاہیوں میں بھردیتے تھے۔ لیکن تم کسی ایسے شخص کا نام بھی تو بتاؤ کہ جو مرچکا ہو اور اپنی یادگار
 کے جاں نثاروں کی فوج سے فتوحات حاصل کی ہوں۔ اور مجھی کو دیکھو کہ زندہ بیٹھا ہوں اور میری
 سپاہ مجکو بھول گئی۔ مینی بال سے فاتح کی فوج بھی اُس کو اسی طرح بھول گئی تھی۔ پس ہم لوگوں

کی طاقت کا اسی سے اندازہ کرو۔ اگر ایک لڑائی بھی ہار جاتے ہیں ہمارا خاتمہ ہو جاتا ہے اور ہمارے
رہنما کو ہماری بیعتی منتشر کر دیتی ہے۔

”کیا تم سیرز کو خیال کر سکتے ہو کہ وہ روم کا دہری حکومت کرنے والا فرمان روا تھا اور اب بھی
اپنے مقبرہ سے روم کا نگراں ہے ہرگز نہیں خیال کر سکتے۔ لیکن اس کے خلاف میں اوپر
بیان کر چکا کہ مذہب مسیحی نے دنیا کو کس طرح مستحکم کیا۔ عیسائیوں کے خدا کی بڑی طاقت تھی۔
اور مسیحی عقیدہ کا معجزہ اور اُس کے متعلق مذہب کا اشاعت پانا نہایت متم الشان شے ہے۔
قومیں کی قومیں فنا ہو جاتی ہیں اور فنا ہو گئیں اور بڑے بڑے تاجداروں کے اورنگ و دیہیم کا
نشان بھی باقی نہ رہا لیکن کبے موجود ہیں۔ پس وہ کون سی طاقت ہے جس نے گرجا کی حمایت
و حفاظت کی۔ باوجود دیکر زمانے کے فتنہ و عناد کے طوفان کی موجوں نے اُس کو فنا کر دینا چاہا۔
اور وہ کون سا ہاتھ ہے کہ جس نے اٹھارہ سو برس سے گرجا کو بچا یا اور اُن کا حلیہ صد ہا ایسے ایسے
حادثات سامنے آئے کہ اُس کا بچنا محال معلوم ہوتا تھا۔“

”سولے مسیح کے ہر شخص میں نقص پائے جاتے ہیں۔ ایسا کن صاحب کا چال و چلن
دیکھا گیا ہے کہ موانع پیدا ہونے کی حالت میں مغلوب نہ ہو گیا ہو۔ ایسا کونسا شخص ہے کہ جس پر
حالات اور رتبہ نے اثر نہیں کیا۔ اور زمانے کے اثر سے مجبور و مغلوب نہیں ہوا۔ اور جذبات
اور رسوم سے موافقت نہیں کی۔ لیکن اقل دن سے لیکر آج تک مسیح کو دیکھئے اُن کی ایک ہی
حالت ہے۔ اور ہمیشہ وہی حالت ہے یعنی شاندار۔ اور وہ لائٹا مضبوط اور لائٹا حلیم۔“

”عالم کا دستور ہے کہ سچائی غالب آتی ہے۔ یہی حال مسیحی مذہب کا ہے۔ صرف یہی مذہب
ہے جس نے فرقوں کے باہمی بغض و عناد کو دور کر کے اعلان کیا کہ تمامی افراد بشر آپس میں
بھائی ہیں۔ یہی مذہب ہے جو صرف روحانی اور آسمانی ہے اور مختصر آنکہ صرف یہی ایک ایسا
مذہب ہے جو بلا امتیاز سب کے لئے بہشت کا راستہ کھولتا اور بندہ کو اُس کے خالق سے ملا رہے
مسیح نے ثابت کر دیا کہ وہ خدا کا ابدی اور ازلی بیٹا ہے اور اُس کے ساتھ زمانے کی کوئی تقصیر

اور غالباً خود پیشین گوئی سے اُس کی کھیل کا طرز زیادہ عظیم الشان ہے۔
 صرف ایک دن یا ایک جنگ سے اس معاملہ کا فیصلہ نہ ہو گیا۔ بلکہ وہ انسان کی
 تمامی عمر ہے۔ نہیں یہ ایک طولانی جنگ ہے اور تین سو برس کی بڑی سلسلہ وار لڑائی ہے
 جو حاریوں نے شروع کی اور اُن کے جانشینوں اور عیسائیوں کی پشتوں نے جاری رکھی۔
 اس جنگ میں روئے زمین کے حامی تاجدار مع اپنی افواج کے ایک طرف صف بستہ تھے۔
 لیکن دوسری جانب مجکو کوئی لشکر نظر نہیں آتا۔ بلکہ پُر اسرار غم و غمات۔ اور دنیا میں چند افسراد
 اور ائمہ منتشر تھے جن کے پاس اعتقاد کے اتحاد کے اور کوئی سامان نہ تھا۔ اور اُن کے ہاتھوں
 میں پُر اسرار صلیب تھی۔

لیکن کیا ہی راز سے بھری ہوئی یہ نشانی تھی یعنی یہ صلیب وہی آلہ تھا جس سے مشکل
 پر شکل انسان خدا کو مراد دی گئی تھی۔ اُس کے معتقد اسی آلہ سے مسلح تھے۔ وہ کہتے تھے مسیح
 خدا آدمیوں کی نجات کے لئے ہلاک ہوا ہے۔ اور اس لبشر خدا کے عاجز جھڑے کے گرد ان
 سادے الفاظ نے کیا کیا طلسم و طوفان برپا نہ کر دیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف تو فقرت ظلم
 اور غصہ تھا اور دوسری طرف ظلم۔ جرات اخلاقی اور لا انتہا صبر تھا۔ تین سو برس تک یہی جنگ
 روح اور عقل کی جو اینٹ۔ ایمان اور خود سرسٹ دھرمی۔ جان اور جسم۔ اور نیکی اور بدی کے قیام
 ہوتی رہی۔ عیسائیوں کے خون کے دریا بہ گئے لیکن مرتے وقت بھی وہ اپنے قاتلوں کے
 ہاتھوں کو بوسہ دیتے تھے۔ صرف روح شکایت کرتی تھی لیکن جسم نے اپنے تئیں سبب غناؤں
 کے نہ کہ روایا تھا۔ ہر مقام پر عیسائی مارے جاتے تھے لیکن ہر مقام پر انھیں کو فتح ہوتی تھی۔
 دوسرے سیریز اور اسکندر اور اُن کی فتوحات اور اُس جوش کا ذکر کرتے ہو جو یہ لوگ اپنے
 سپاہیوں میں بھر دیتے تھے۔ لیکن تم کسی ایسے شخص کا نام بھی تو بتاؤ کہ جو مرچکا ہو اور اپنی یادگار
 کے جاں نثاروں کی فوج سے فتوحات حاصل کی ہوں۔ اور مجھی کو دیکھو کہ زندہ بیٹھا ہوں اور میری
 سپاہ مجکو بھول گئی مینی بال سے فاتح کی فوج بھی اُس کو اسی طرح بھول گئی تھی۔ بس ہم لوگوں

کی طاقت کا اسی سے اندازہ کرو۔ اگر ایک لڑائی بھی ہار جاتے ہیں ہمارا خاتمہ ہو جاتا ہے اور ہمارے رفقا کو ہماری بدبختی منتشر کر دیتی ہے۔

”کیا تم سیرز کو خیال کر سکتے ہو کہ وہ روم کا دہری حکومت کرنے والا فرمان روا تھا اور اب بھی اپنے مقبرہ سے روم کا نگرا رہے ہرگز نہیں خیال کر سکتے۔ لیکن اس کے خلاف میں اوپر بیان کر چکا کہ مذہب مسیحی نے دنیا کو کس طرح مستحکم کیا۔ عیسائیوں کے خدا کی بڑی طاقت تھی۔ اور مسیحی عقیدہ کا معجزہ اور اُس کے متعلق مذہب کا اشاعت پانا نہایت مہتمم الشان شے ہے۔ قومیں کی قومیں فنا ہو جاتی ہیں اور فنا ہو گئیں اور بڑے بڑے تاجداروں کے اورنگ و دیہیم کا نشان بھی باقی نہ رہا لیکن گرجے موجود ہیں۔ پس وہ کون سی طاقت ہے جس نے گرجا کی حمایت و حفاظت کی۔ باوجودیکہ زمانے کے نیض و عناد کے طوفان کی موجوں نے اُس کو فنا کر دینا چاہا۔ اور وہ کون سا ہتھ ہے کہ جس نے اٹھارہ سو برس سے گرجا کو بچا یا ورنہ حالیہ صد ہا ایسے ایسے حادثات سامنے آئے کہ اُس کا بچنا محال معلوم ہوتا تھا۔

”سوائے مسیح کے ہر شخص میں نقص پائے جاتے ہیں۔ ایسا کن صاحب کا چال و چلن دیکھا گیا ہے کہ موانع پیدا ہونے کی حالت میں مغلوب نہ ہو گیا ہو۔ ایسا کوئی شخص ہے کہ جس پر حالات اور رتبہ نے اثر نہیں کیا۔ اور زمانے کے اثر سے مجبور و مغلوب نہیں ہوا۔ اور جذبات اور رسوم سے موافقت نہیں کی۔ لیکن اقل دن سے لیکر آج تک مسیح کو دیکھئے اُن کی ایک ہی حالت ہے۔ اور ہمیشہ وہی حالت ہے یعنی شاذ۔ اور سادہ لا انتہا مضبوط اور لا انتہا حلیم۔

”عالم کا دستور ہے کہ سچائی غالب آتی ہے۔ یہی حال مسیحی مذہب کا ہے۔ صرف یہی مذہب ہے جس نے فرقوں کے باہمی بغض و عناد کو دور کر کے اعلان کیا کہ تمامی افراد بشر اکہیں میں بھائی ہیں۔ یہی مذہب ہے جو صرف روحانی اور آسمانی ہے اور مختصر آنکہ صرف یہی ایک ایسا مذہب ہے جو بلا امتیاز سب کے لئے بہشت کا راستہ مکتولت اور بندہ کو اُس کے خالق سے ملاتا ہے مسیح نے ثابت کر دیا کہ وہ خدا کا ابدی اور ازلی بیٹا ہے اور اُس کے ساتھ زمانے کی کوئی تقیہ و

نہیں ہے۔ اُس کے سبھی اصولوں سے صرف ایک ازلی خدا ثابت ہو گیا۔

دیہ سچ ہے کہ مسیح نے ہمارے عقاید میں اسرار کا ایک سلسلہ داخل کیا ہے۔ وہ اقتدار کے ساتھ حکم دیتے ہیں کہ ہم اُن پر ایمان لائیں اور سوائے اُن خوفناک اور ہیبت ناک لفظوں کے کوئی اور دلیل نہیں دیتے کہ ”میں خدا ہوں“ یا وہ اُن لفظوں کو علانیہ کہتے ہیں۔ اور اُن لفظوں سے اُنہوں نے اپنے اور مذہب کے دوسرے بانیوں کے درمیان بہت بڑا فرق کر دیا ہے اور اگر یہ لفظیں کہ ”میں خدا ہوں“ سچی نہ ہوں۔ تو کیسی دلیری۔ کیسا انحراف اور کیسی بے ادبی اور کلمہ کفر ہے۔ میں اس سے بھی زیادہ اکتا ہوں یعنی اگر ایسے دعوے میں پوری کامیابی نہ ہوتی جو واقعی خدا ہی کی کامیابی معلوم ہوتی ہے تو وہ ہیبت اور الحاد کے واسطے ہمارے پاس محقول عذر تھا۔

”اس کے علاوہ ان اسرار کو حل کرنے میں مسیح قدرت سے مشابہ ہیں جس میں خود نہ ہر اسرار بھرے ہوئے ہیں۔ یعنی ”میں کہاں سے آیا ہوں“ میں کہہ جاؤں گا“ ”میں کون ہوں“ اپنی اصلیت کے اعتبار سے بشر کی زندگی بجائے خود ایک راز ہے۔ یہی حال اُس کی ترکیب اور اُس کے انجام کا ہے۔ آدمی کے اندر۔ اور آدمی کے باہر۔ اور قدرت۔ غرض یہ کہ ہر شے میں راز نظر آتے ہیں۔ کائنات اور دنیا کا انجام ایسے عین راز کے خارج ہیں کہ تھاہ کا پتہ نہیں ہے اور یہی حال اس عالم اور عالم کے انجام کا ہے۔ اور ہر فرد واحد کے خاتمہ کا ہے۔ کم سے کم سچی مذہب نے ان بڑے سوالوں کو چھوڑ نہیں دیا ہے۔ وہ ان سوالوں کا دلیری سے مقابلہ کرتا ہے۔ اور ہم میں سے ہر ایک اعتقاد لانے والا ان سوالوں کے حل کو اصول مذہب میں پاسکتا ہے۔

”انجیل کے اندر دل میں پیوست ہو جانے اور دل کو تسلی بخشنے والی محقق اور نہ پاس نیکو کاری اور پُر اسرار اثر موجد ہے۔ اور ہمدردی پائی جاتی ہے۔ اگر اُس پر غور کیا جائے تو اُس میں وہی بات موجود ہے جو آسمانوں کے حالات پر غور کرنے والے کو حاصل ہوتی ہے۔ انجیل کتاب نہیں ہے۔ وہ تو ایک حی القام شے ہے جو کام کرتی ہے اور اُس میں ایک حکمت

ہے جو اُس کی اشاعت کو روکنے والے پر حملہ کرتی ہے۔ دیکھو۔ یہ میسر پہ انجیل رکھی ہوئی ہے جو سب کتابوں پر فائق ہے۔ اور یہ مکمل شاہنشاہ نے بڑی سنجیدگی سے اُس پر ہاتھ رکھ دیا۔ اور پھر کما میں اس کو پڑھنا کبھی ترک نہیں کرتا اور ہر روز اُسی مسرت سے پڑھتا ہوں۔

”مجھ کو ایسی حیرت انگیز اخلاقی مقولوں اور دلفریب خیالات کے سلسلہ کا سواے انجیل مقدس کے اور کتاب میں ایسا پتہ نہیں ملتا۔ اور یہ آسمانی سپاہ کی طرح دوسرے خیالات کو منہدم کر دیتے ہیں۔ اور ان پر غور کرنے سے دل پروہی اثر ہوتا ہے جو موسم گرما کی شب میں تاروں بھرے آسمان کو دیکھنے اور صانعِ حقیقی کی صنعت پر غور کرنے سے ہوتا ہے۔ ہمارا دل صرف محو حیرت ہی نہیں ہو جاتا بلکہ اُس پر ایک نامعلوم شے اپنا قبضہ کر لیتی ہے۔ اور جس آدمی نے اس کتاب کو اپنا رہنما بنالیا وہ رہ راست سے کبھی نہ بھٹکا۔ اور جب ہم اپنی روح کے مالک ہو جاتے ہیں انجیل مقدس ہم سے محبت کرنے لگتی ہے۔ خود خدا ہمارا دوست ہو جاتا ہے۔ وہی ہمارا باپ اور واقعی خالق نظر آنے لگتا ہے۔ اور خدا کے مقابل میں ایک ماں بھی اپنے پیارے بیٹے کو رنجہ کی ویسی داشت و حفاظت نہیں کر سکتی۔

”پس سبحان اللہ۔ مسیح کی الوہیت کا کیسا نادربنوت موجود ہے جس کی سلطنت یوں محیط ہے۔ اور اُس کا صرف ایک انجام ہے یعنی انسانی افراد کا روحی اتحاد۔ ایمان کی صفائی اور اور اُس شے میں جو سچی ہے سب کا واحد ہونا اور روح کی پاکیزگی۔

”مسیح بولتا ہے اور تمامی نسلیں اور بیعتیں قریب ترین رشتہ داروں سے بڑھ کر اُس سے قریب اور اُس کی یگانگی ہو جاتی ہیں۔ اور اتحاد کا وہ پاک رشتہ قائم ہو جاتا ہے کہ قطع نہیں ہو سکتا۔ مسیح محبت کا ایسا شعلہ روشن کرتا ہے کہ اُس کے سامنے آدمی کو خود اپنے نفس اور ذوات سے محبت نہیں رہتی اور مسیح کی محبت سب محبتوں پر غالب آ جاتی ہے۔ دوسرے مذہبوں کے بانی ایسی محبت دلوں میں کبھی پیدا نہ کر سکے۔ یہ محبت تو ایک اسرار ہے اور مذہبِ مسیحی کا جوہر ہے۔ اور اس محبت کو بڑی خوبی سے کریمِ انفسی کے نام کے ساتھ موسوم کیا گیا ہے۔ اپنے

ہر ایک ارادے میں کہ آدمی محبوب ہو جائے اُس کو اپنی خامی اور کمزوری نظر آتی ہے۔ پس مسیح کاسب سے بڑا معجزہ فیاضی اور کریم نفسی ہے۔

”میں نے بھی لوگوں کے دلوں میں ایک جوش پیدا کر دیا تھا اور وہ میرے واسطے اپنی جانیں فدا کر دیا کرتے تھے لیکن خدا نہ کرے کہ میں سپاہی کے جوش کو سیپی کریم نفسی سے تشبیہ دوں۔ کیونکہ ان دونوں میں وہی فرق ہے جو انکی علتوں کے درمیان ہے۔ اور پھر یہ بھی اقرار کرنا چاہیے کہ میرے سپاہیوں کو میری موجودگی کی ضرورت ہوتی تھی اور وہ میری آنکھ کی چمک میری آواز اور میری ایک لفظ کے سننے کے بعد جان نثاری کرتے تھے۔ اور مجھ میں ضرور ایک طلسماتی طاقت کا راز تھا کہ جس سے جوش کو تحریک ہو جاتی تھی۔ لیکن مجھ میں یہ طاقت نہ تھی کہ یہ طلسماتی طاقت کاراز دو مہروں کو دلیسکتا۔ اور نہ میرے پاس وہ ذریعے تھے کہ اپنے نام کو ابدیت دلیسکتا۔ اور لوگوں کے دلوں میں اپنی طرف سے محبت پیدا کر دیتا اور ان باتوں کے لئے عجک و ماوسی اور جہانی طاقت کی حاجت نہ ہوتی۔“

”اب جبکہ میں سینٹ ہلینا میں ہوں۔ اب جبکہ میں تنہا ہوں۔ اور اس پہاڑی پر پانچو لائے ہوں کون لڑتا اور میرے لئے مالک فتح کرتا ہے اور اب میری اسیری اور بدبختی میں میرے اراکین و بارکساں ہیں۔ میرا کون خیال کرتا ہے۔ اور یورپ میں میرے چھوٹے کون کو شش کرتا ہے میرے دوست کہاں ہیں۔ ہاں صرف دو یاقین ایسے شخص ہیں۔ اور وہ تم ہو کہ محض اپنی وفاداری سے میرے شریک مصیبت ہوئے اور اپنا نام لازوال کر دیا۔ اور میری اسیری اور جلا وطنی میں میرا ساتھ نہ چھوڑا۔“

”اتنا کہنے کے بعد شاہنشاہ کی آوازیں غم سے ایک نفرش پیدا ہو گئی اور کچھ دیر غلوں نے ہنسنے کے بعد اُس نے پھر کہنا شروع کیا۔“

”ہاں ایک وقت تھا کہ تخت و تاج کی شان و عظمت سے ہماری زندگی بھی چمک رہی تھی اور برٹ ریڈ تھا رہی حالت بھی ویسی ہی پُر فیاض تھی جیسے ہمارے ان و سے لٹس کے

سنٹرے گنبد آفتاب کی شعاعوں میں چمکا کرتے تھے۔ لیکن مصائب کا چوم ہوا۔ اور چمکتے ہوئے سونے کی چمک دمک میں کمی شروع ہوئی۔ اور بدبختی اور تباہی نے جس نے ساتھ ظلم اور توہین کے طوفان اب مجھ پر ہر روز توڑے جاتے ہیں سونے کی چمک کو بالکل زائل کر دیا۔ اور اب ہم مجائے چمکتے ہوئے سونے کے محض سیاہ اور بے نور سیسہ پر گاہ ہیں اور برٹ ریٹڈ وہ وقت قریب آ گیا ہے کہ میں قبر میں جا سؤں گا۔

”دلیس اب غور سے بڑے آدمیوں کے انجام کو دیکھو۔ یہی حال سیریز اور اسکندر کا تھا۔ اور میں خود بھی فرموش کر دیا گیا۔ صرف کالجوں کی خواندگی میں شاہنشاہ اور فاتح کا نام باقی رہ گیا۔ ہماری مہمات کے مدرس شاگردوں کو سبق پڑھاتے ہیں۔ اور جج بنکر ہمارے افعال پر فیصلہ دیتے اور ہماری تعریف یا مذمت کرتے ہیں۔ اور غور سے سوچو کہ غنیمت میری کیا حالت ہونے والی ہے۔ انگلستان کے وزیر اگویا مجھ کو قتل کر کے میرے وقت سے پہلے مجھ کو قبر میں بھونچا دینگے جہاں میرا جسم کڑیوں کی غذا ہو جائیگا۔ اور اُس شخص کے قریب آتے ہوئے انجام کو دیکھ لو جو ”نیولسن“ عظیم مشہور تھا۔ اب اسی سے مذہب مسیحی کی عظمت و رفعت کا اندازہ کرو کہ آج اُس سے وہی محبت ہے۔ اُس کا اعلان کیا جاتا ہے۔ اُس کی پرستش ہو رہی ہے اور وہ تمام دنیا پر پھیل رہا ہے۔ کیا اسی کو مر جانا کہتے ہیں۔ نہیں یہ قطعی نجات کا عالم ہے۔ رہے ہیں۔ توبہ توبہ مسیح کا مر جانا! وہ تو خدا کا مرنا ہے۔“

ایک لمحہ کو شاہنشاہ خاموش ہو گیا اور جب جنرل برٹ ریٹڈ نے کوئی جواب نہ دیا تو شاہنشاہ نے سنجیدگی سے کہا۔

”جنرل برٹ ریٹڈ اگر اب بھی تم کو نہیں معلوم ہوتا کہ مسیح خدا تھے تو میں نے تم کو خیر بنانے میں غلطی کی۔“

۲۲ ستمبر ۱۸۱۹ء ڈاکٹر ایٹو مارچی دس بجے آیا۔ اور دیکھا کہ شاہنشاہ مہوز اپنے پلنگ پر

لیٹا ہے۔ رات میں درو کی وجہ سے نیند نہ آئی تھی۔ ایشائے گفتگو میں شاہنشاہ نے پوچھا۔
 ”ڈاکٹر محرم میرے لئے کوئی کتاب نہیں لائے۔“

ایشو مارچی نے جواب دیا: جہاں پناہ ہمارے پاس چند کتابیں تو ہیں۔ لیکن مجھ کو یہ نہیں
 معلوم ہے کہ وہ کیا کتابیں ہیں۔ کیونکہ اُن کو میں نے نہیں خریدا ہے۔
 شاہنشاہ نے کہا: میں تم کو مطلع کرتا ہوں کہ میں اُن میں سے ہر ایک کو دیکھ چکا ہوں
 ڈاکٹر نے جواب دیا جہاں پناہ ممکن ہے کہ اُن میں آپ کے خلاف کچھ الزام اور رہتا
 ہوں۔“

شاہنشاہ نے کہا: ہشت۔ آفتاب میں داغ کہاں سے آئے۔ بہتان لگانا ہوا
 کا لگہ بہتانوں کی تمامی چرگاہ کو چرچکا۔ اب اس کے پاس کیا باقی ہے۔ میں ہر بات کو
 پڑھ چکا ہوں۔

اسی وقت لانگ وڈ میں ایک گاڑی آئی جس میں کتابیں تھیں۔ اور کتابوں کے
 صندوق اندر لائے اور کھولے گئے۔ اور چند کتابیں شاہنشاہ کے ہاتھ میں دی گئیں۔
 لیکن شاہنشاہ نے بڑے اضطراب سے کہا: ”میں صاحب نہیں۔ میں ان کتابوں
 کو نہیں چاہتا۔ ان صندوقوں کو غور سے دیکھو۔ یورپ سے مجھ کو صرف کتابیں ہی بھیجی گئی
 ہوں گی۔ اُن کے اندر کچھ اور بھی ہو گا۔“ اور واقعی جب غور سے دیکھا گیا تو ایک صندوق میں سے
 شاہنشاہ کے محبوب بیسے کی تصویر جو چین نے رکھ دی تھی مل آئی۔ اور وہ شاہنشاہ کو دی
 گئی جس کو دیکھ کر وہ بے اختیار رونے لگا۔ اُس کو بوسہ دیتا تھا اور کہتا تھا کہ ”اے بچے اگر
 تو معاملات ملکی کے مظالم کا شکار نہ ہوا تو ثابت کر دے گا کہ تو میرا خلیفہ ہے۔“ شاہنشاہ کی
 عجیب حالت ہو گئی تھی اور اس محبت پوری کو دیکھ کر گردے کے سب آدمیوں نے اپنے اپنے
 کام چھوڑ دیے اور بڑے ادب اور ہمدردی سے یہ نظارہ دیکھتے رہے۔

۲۳ ستمبر تمام رات شاہنشاہ اخبار پڑھتا رہا اور صبح کے قریب بے چین اور تھکا ہوا

معلوم ہوتا تھا۔ اُس کے بچے کی تصویر اب بھی اُس کے ہاتھ میں تھی اور اُسی گودہ دیکھ جاتا تھا وہ کہنے لگا۔ ڈاکٹر لو! اُس بچے کی تصویر کو بھی آئینہ ان کے اوپر کارنس پر رکھ دو جہاں اُس کی ماں میرا لوتیا کی اور دو تصویریں جو ریفائن کی ہیں۔ مجکو جو ریفائن سے بڑی محبت تھی۔ تم دیکھتے ہو کہ میرے آئینہ ان کی کارنس پر کوئی شاندار آرالیش کا سامان نہیں ہے ایک میرے بچے کی تصویر ہے دو شمع دان ہیں۔ دو گھٹ کے پیالے اور گھٹوں کے پانی کی دوشیشیاں ایک قنچی اور ایک چھوٹا گلاس ہے۔ اور بس۔ ٹوٹی لڑنے کے ایوان کا سا آرالیش کا سامان نہیں ہے۔ لیکن کوئی پروا کی بات نہیں۔ اگر اقتدار و اختیار کے اعتبار سے میری یہ ٹوٹا ہو گئی ہے تو میری شان و عظمت اس سے کسی طرح نہیں گھٹتی۔ مجکو اپنی سب باتیں یاد ہیں۔ دنیا میں ایسے فرمان روا کم گزرے ہیں جنہوں نے اپنی رعایا پر اپنے شیئ فدا کر دیا ہو۔ اور ایسی جان نثاری قربانی حسن سے خالی نہیں ہو سکتی۔

پولین کی سکونت کے مکہ کا حال ڈاکٹر اینٹوماچی نے حسب ذیل لکھا ہے۔

”ایک گوشہ پر چھوٹا سا آہنی سفری پلنگ تھا۔ لیکن نہایت ساوہ جس میں چار سیم عطا بنے ہوئے تھے اور نشین پر دے تھے۔ مکہ میں دو چھوٹی کھڑکیوں سے جن میں کسی قسم کا سامان نہ تھا روشنی آتی تھی۔ کھڑکیوں کے بیچ میں لکھنے کی ڈھلوان میز پڑی تھی جس پر ایک بڑا آلات جراحی کا صندوق رکھا تھا۔ اور میز کے سامنے ایک آرام گری پڑی تھی جس پر شاہنشاہ لکھنے پڑھنے کے وقت بیٹھا کرتا تھا۔ اُس سے بائیں ہاتھ کو ایک دوسری کرسی بھی تھی۔ واسنے ہاتھ کو وہ تلوار تھی جو اس سرگزر کی جنگ میں شاہنشاہ کے زیب کمر تھی۔ مکہ سے غسل خانہ کو جانے کا ایک دروازہ تھا جس پر ایک پرانا پردہ پڑا تھا۔ اور اُس کے پاس اُسی کی طرح ایک کمرہ پلنگ تھا جس پر سفید سوئی گیر ٹاپر ہوا تھا۔ اور عموماً اسی پلنگ پر پولین لیٹا کرتا تھا اور رطوبت اور مچھروں سے پناہ پانے کو ایک ڈھیلے فلائین کے تھیلے میں اپنے پاؤں ڈال لیا کرتا تھا اور اس پلنگ سے قریب ہی کو ایک سٹرل سی میز تھی جس پر

شاہنشاہ کی کتابیں یا ہاشمہ رکھا جاتا تھا۔ دوسرا کمرہ بھی اسی کمرہ کی طرح نفیس تھا۔ یعنی کچھ لونڈے کا بنایا ہوا تھا۔ وہ سات فٹ اونچا۔ پندرہ فٹ لمبا اور بارہ فٹ چوڑا تھا۔ اس میں صرف ایک کھڑکی تھی۔ اُس کے اندر سامان کا یہ حال تھا کہ ایک سفری پلنگ اور چند بندوقیں دو چینی پردے ایک دروازوں دار صندوق۔ دو چھوٹی میزیں۔ جن میں سے ایک پر کتابیں اور ایک پر بوتلیں رکھی جاتی تھیں۔ ایک کرسی اور ایک خوشنما غسل کرنے کی چوکی جو ایسا ہی سہی سے آئی تھی۔ پس یہی ذلیل وہ مکان تھا جس میں شاہنشاہ پولین اسیر تھا۔ اور واقعی برطانیہ کی آرائش اور شان و شوکت کا یہ بڑا شریفانہ اور اعلیٰ نمونہ تھا۔

۲۷ ستمبر رات میں شاہنشاہ کو بڑی تکلیف رہی تھی۔ اور دس بجے ڈاکٹر نے آکر دیکھا کہ شاہنشاہ کتاب پڑھ رہا اور وقت کو اس طرح گزار رہا ہے۔

ڈاکٹر ایٹو باپچی نے لکھا ہے کہ کمرہ میں بڑی کثرت سے نمی اور رطوبت تھی۔ اور وہ ہر چیز کو حملہ کر کے غارت کرتی تھی۔ ذیل دوسوتی جوتا فٹے کے بجائے دیوار پر آویزاں تھی گل کر حلیہ پڑے ہو گئی تھی۔ ہم نے اس کو اتار لیا اور شاہنشاہ کی نگاہ کے سامنے زیادہ خوش نما شے آویزاں کرنے کی کوشش کی یعنی اس دوسوتی کے بجائے مل کا ایک پاجما اور ایک جہم نے خریدنا تھا اور اس کو ہم نے صحر کے پردوں کی تصویروں سے جو ایک کاغذ پر ہمارے پاس چھپی ہوئی تھیں مزین کیا۔ ہم نے اپنی تصویروں کو ایک جگہ کر کے سج میں ایک عتاب کی تصویر رکھی۔ اور فتح کی اس نشانی کو دیکھ کر شاہنشاہ مسکراتے لگا۔ اور بولا کہ پیارے عتاب۔ تو اب بھی پروا کرتا ہوتا اگر ان لوگوں نے جن کو تیرے بانوں نے ٹھکا تھا تیرے پروا کو روک نہ دیا ہوتا۔

۲۸ اکتوبر۔ شاہنشاہ نہایت کمزور اور افسردہ تھا۔ وہ ڈاکٹر کے ساتھ باہر نکل کر درختوں کے نیچے گھاس پر بیٹھ گیا۔ اور تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد بولا۔
”افسوس ڈاکٹر۔ کو سیکال کی خوش نمائندی و ہوا کہاں گئی۔ تقدیر نے مجھ کو ان چیزوں کے

دیکھنے سے محروم کر دیا جو بچپن میں مجھ کو بڑی عزیز تھیں۔ مگر میں کورسیکا سے غارت گزریں ہو جاتا تھا شاید پھر عنان حکومت ہاتھ میں لینے کا خیال نہ کرتا۔ اور میں ہر طرف سے مجروح نہ کیا جاسکتا اور جو وعدہ کیا گیا تھا نہ توڑا جاتا اور میں یہاں نہ ہوتا۔

”کورسیکا نے میرے دل میں عجیب عجیب یاد گاریں چھوڑی ہیں۔ اُس کے سبزہ زاروں اور کوہستانوں کا اب بھی خیال و تصور میں میں لطف اٹھاتا ہوں۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اُس کی زمین پر چل رہا ہوں اور اُس کی پھولوں کی خوشبوؤں سونگھتا ہوں پھر اُس نے اُن تجویزوں کا بیان کیا جو اس جزیرے کی ترقی کے لیے سے اُس نے سوچی تھیں۔ اور اُس نے کہا۔

”ڈاکٹر۔ دیکھو میری تو یہ نیت اور یہ ارادے تھے۔ لیکن میرے دشمنوں نے میری تمام زندگی کو میدان جنگ میں تلف کر دیا۔ اور اُس شخص کو جو امن و امان کی برکت پھیلا رہا تھا تھا جنگ کے بھوت سے بل دیا۔ اور قوموں کو اپنے مکر سے دھوکا دے دیا۔ میرے حلقے سب نے مکر باز دھلی اور میں مغلوب ہو گیا۔“

شاہنشاہ نے یہ سب باتیں کچھ ایسے موثر لہجہ سے کیں کہ ڈاکٹر کے آنسو نکل آئے اور اُس کا یہ حال دیکھ کر شاہنشاہ نے تاسف کے ساتھ کہا ”ہائے ڈاکٹر! ہمارا ملک کتنا بڑا بھی کیا ہی محبوب ملک تھا اور اگر یہ منحوس سینٹ ہلینا اور اُس کے برہمنہ پہاڑ فرانس ہوتے تو میں ان کو بھی جان کی برابر عزیز سمجھتا۔“

۸ اکتوبر۔ آج شاہنشاہ کی حالت پہلے سے بہتر تھی اور وہ گونہ لبشاش معلوم ہوتا تھا۔ اُس نے جنرل برٹ ریڈ کے بچوں کو اپنے کمرہ میں بلایا۔ جب شاہنشاہ ان بچوں کو اپنے کمرہ بلایا کرتا تھا تو یہ بڑے خوش ہوتے تھے۔ اور بڑی خوشی سے وہ اپنے کھلونے لے ہوئے کمرہ میں دوڑتے ہوئے آئے۔ اور خوشی سے چیخنے اور کلک لیں مارتے تھے۔ اور اتنے ہی اچھے نے شاہنشاہ کو اپنے ایک معاملہ میں بیچ بنا دیا۔ شاہنشاہ بڑی خوشی سے ان کے کھیلوں

میں شریک ہو کر خود بخود کی طرح کھیلنے لگا پھر اپنے ساتھ ان کو کھانا کھلا کر ان کو نصرت کیا اور کہا: میں تم کو کچھ بہت جلد بلاؤں گا جب یہ بچے چلے گئے تو شاہنشاہ نے کہا۔

”جب میں ان بچوں کو بلاؤں گا یا ان سے کھیلتا ہوں تو یہ کیسے خوش ہوتے ہیں انکی سب خوشیاں پوری ہو جاتی ہیں۔ ابھی جذبات نے ان کے دلوں پر قابو نہیں پایا ہے۔ وہ بچوں کے کمال کو محسوس کرتے ہیں۔ ان کو اس کا لطف اٹھانے دو جب میں خود ان کی عمروں میں تھا تو میری بھی یہی حال تھا۔ لیکن پھر اس وقت سے کیا کیا طوفان نہ برپا ہوئے۔ ہماری چھوٹی ہونٹیں کسی بڑے سی اور تڑپتی کر رہی ہے۔ لیکن اگر وہ زندہ رہی تو مجھ کو خوبصورت بچوں کی آسائش میں غل ہوگی۔ اور میں اس وقت زندہ نہ ہوں گا۔“

ہمارے اکتوبر۔ رات میں شاہنشاہ بہت پیچیدہ رہا تھا۔ اور درحکے سے بڑی تکلیف رہی تھی۔ میڈیم برٹ ریڈنگ کی طرف سے جو بیمار تھی اس کو بڑی فکر تھی۔ اس نے کہا: ہم مردوں کی تو اور حالت ہے کہ ہر قسم کی ایذا اور تکلیف کے عادی ہوتے ہیں۔ لیکن عورت جبکہ وہ یکایک اور تمامی چیزوں سے محروم ہو جائے جو زندگی کو خوش منہا بناتی ہیں اور جلاوطن کر کے سینٹ پٹین جیسے مقام کو پہنچ دی جائے۔ نہایت قابل افسوس ہے اور اس کو بڑے صبر کی حاجت ہے۔ اپنی بیماری کی وجہ سے میڈیم برٹ ریڈنگ میں اٹھتی ہے۔ وہ نمازیں غریب نہیں ہو سکتی لیکن باوجود اس کے وہ نماز کو ہونے ہوئے دیکھ کر خوش ہوتی ہوگی۔ اور جب میں نے نماز کا وقت مقرر کیا تھا مجھے یہ خیال نہ تھا کہ وہ معذور ہے۔ میں نے صرف پادری صاحب کے نصیحت ویرانہ سالی کا خیال کیا تھا۔ میڈیم سے کہہ دو کہ میں پادری وگ نالی کو متعین کئے دو ہوں اور وہ مکان پر نماز ادا کر دیا کریگا۔ اور میڈیم وگ نالی کو اس وقت سے مطلع کر دے جو میڈیم اپنے لئے مناسب خیال کرتی ہے۔ اور وہ بلا تو ایک جگہ سے دوسری جگہ ہٹ سکا دلا مبر جائے یا ہمارا ہمارا استعمال کرے۔ اور ہر شخص جس کو میڈیم اجانتا ہے اس کے یہاں نماز کو جا سکتا ہے۔ پھر شاہنشاہ نے پادریوں کو تاکید کی کہ بچوں کی تعلیم پر توجہ کرتے رہیں۔

پولین کو اس سے بڑی مایوسی ہوئی کہ یہ دونوں پادری جن کو کارڈنیل فیس کیونے
یورپ سے اُس کے پاس بھیجا تھا نہایت محدود ہجہ کے آدمی تھے اور اُن کو عام آگاہی نہ
تھی۔ بوڑھا پادری تو چند روزہ کر چلا گیا۔ لیکن نوجوان پادری سے پولین خوش تھا۔ اور یہ سمجھا
کہ اُس کی تعلیم میں غفلت ہوئی تھی شاہنشاہ نے اُس کو کتا پس دیں اور اُس کے پٹھنے کے
اوقات کا خود انتظام کیا اور اُس کا امتحان اُس کی ترقی دیکھنے کو خود لیتا تھا۔ اور ہمارے
ناظرین کو یہ دیکھنے سے ضرور لطف آئے گا کہ پولین اب علم الہیات و معرفت کا عالم بن کر کسی پرہیزگار
اپنے شاگرد کا امتحان لے رہا ہے۔ بوڑھا پادری تانچے سے ایسا ناواقف تھا کہ ایک دن
پولین سے بولا: آپ تو روم کے سب سے لائق جنرل اسکندر عظیم سے مشابہ ہیں، اور اُن
حالیہ اسکندر عظیم یونانی تھا، لکھا ہے کہ گھن سال پادری کی اس فاس غلطی پر پولین نے
اُس کو یہ مزہادی تھی کہ اُس کو رولن نامی ایک کتاب دی اور کہا: اس کے دس صفحے روزانہ
پڑھا کیجئے اور جو کچھ اُن کا مطلب ہو اگر وہ مجھ کو سنا دیا کیجئے، چنانچہ پادری صاحب
پڑھتے اور مطلب سنایا کرتے تھے۔

انہیں حالات میں امیری کا چوتھا سال بھی ختم ہو گیا۔

سہرہ نمبر شاہنشاہ کے مرض نے اب سخت علامتیں اختیار شروع کیں۔ ہر روز
درد کی شکایت زیادہ بڑھتی جاتی تھی اور ضعف کو ترقی تھی۔ آج زیادہ کمزوری تھی اور بڑی شہابی
سے وہ باغ تک چل کر گیا۔ وہ منہموم و ملول بیٹھ گیا اور اداس منظر کو افسردگی سے دیکھ کر
کہنے لگا۔

”افسوس ڈاکٹر فرانس اور اُس کی لطیف آب و ہوا کہاں ہے۔ کاش مجھ کو ایک ہی
دفعہ فرانس اور دیکھنا نصیب ہو جاتا۔ کاش مجھ کو فرانس کی ذرا سی ہوا مل جاتی۔ وہ سرزمین جہاں
میں پیدا ہوا تھا کیسی ٹھیک دوا ہے۔ اینٹیں میں زمین کے مس کرتے ہی طاقت آگئی تھی۔
اور میں خیال کرتا ہوں کہ اگر وہ ساحل مجھ کو دیکھنے کو مل جائے تو مجھ میں بھی طاقت عود کر

ہنگامی۔ ہائے ہارنے ملک کے ساحل۔ افسوس۔ صندہ ارافسوس۔ بزدلوں کے ہاتھ فتح
اُس طرح لگ گئی جیسے اندھے کے ہاتھ بٹیر لگاتی ہے اور ان بزدلوں کے فیصلہ کا کہیں
مرافعہ نہیں ہے ۱۱

۱۲ اور نمبر۔ شاہنشاہ کی طبیعت اچھی تھی۔ درد بالکل نہ تھا۔ البتہ کمزوری زیادہ تھی۔ وہ
ڈاکٹر کے ہمراہ باغ میں گیا۔ لیکن اتنا ہی چلنے میں ایسا ضعف محسوس ہوا کہ وہ کئے لگا
ڈاکٹر میں کیا جتن کروں۔ میرے ضعف کی اب توجہ داتی نہیں ہے۔ چار قدم چلنے سے
یہ حال ہو گیا ۱۳

ڈاکٹر نے کہا ”جہاں پناہ۔ بخوری سی ورزش کیا کیجئے“
پتوین نے جواب دیا ”ورزش کیا خاک کروں۔ ان لال گرتی کے گوردوں نے تو
مجھ کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے“

ڈاکٹر نے جواب دیا ”نہیں۔ جہاں پناہ ورزش کی دوسری صورت بھی ہے۔ اسی
باغ میں زمین کھودنے اور پودوں کو زراعت سے بھی یہی مدد حاصل ہو سکتا ہے۔ توہن بھی
نہ ہوگی۔ ورزش بھی ہو جایا کریگی“

شاہنشاہ نے تامل کر کے جواب دیا ”ارے کیا میں اور زمین کو اپنے ہاتھوں سے
کھودوں“ اور پھر سوچا اور بولا ”ہاں کتنے تو ٹھیک ہو۔ میں بے شک ایسی کام کرونگا،
امیو ماچی لکھتا ہے ”باغ سے سم واپس آئے۔ اور شاہنشاہ نے گھر میں بیٹھ کر
سب انتظام کیا اور دوسری صبح کو کام کے لئے مستعد ہو گیا۔ اُس نے مجھے بلا بھیجا۔ اور
بیچلے ہاتھ میں لیکر منسا اور کتنے لگا۔ اب ڈاکٹر صاحب فرمائے۔ آپ اپنے مریض سے خوش
ہیں۔ اور آپ کا کتنا وہ ماننا ہے یا نہیں۔ دیکھئے وہ آپ کا کیسا فرمان بردار ہے اور ڈاکٹر صاحب
کو کیوں سے یہ کام زیادہ مفید ہے۔ اور اب تم مجھے سہل نہ دینا، اور پھر مستعدی سے کام
میں لگ گیا۔ لیکن چند ساعتوں کے بعد ٹھکر بولا۔

دو ڈاکٹر یہ کام تو محنت مانگتا ہے میں شک کیا۔ میرے ہاتھوں نے میرے ضعف سے سادش کر لی ہے تم نہیں رہے ہو بخاری ہنسی کی وجہ جو معلوم ہو گئی۔ تم میرے گورے گورے ہاتھوں پر برس کھاتے ہو لیکن میں نے جسم کو سیدھے غم کا مطیع رکھا ہے اور ابھی میں اس کو مطیع رکھوں گا۔ اور اُس کو ورش کا علوی بناؤں گا۔

ایٹو ماچی نے لکھا ہے کہ شاہنشاہ نے برابر یہ کام کیا اور اُس کا شایق ہو گیا۔ وہ نرم مٹی ایک مقام سے دوسرے مقام کو لے جاتا تھا اور لانگ چوڑے کے تمامی رفتار اور ملازمین کو اسرار کر کے اپنے ساتھ کام میں لگایا تھا صرف لیڈیاں اس محنت سے بچ گئی تھیں اور وہ بھی بڑی دشواری سے۔ شاہنشاہ اُن پہنٹا تھا۔ اُن کو مجبور کرتا تھا خوشامد کرتا تھا اور غیب دینے کے سو سو جتن کرتا تھا۔ اور بچے چند ہی روز میں ہمارے گرد منظر کی صورت ہی کچھ اور ہو گئی کیس پر تو چکر بن گئے اور کہیں پر زمین میں گہرا طرف تیار کیا گیا۔ اور روشیں اور پٹیاں تیار ہو گئیں۔ ہم نے سایہ دار کوپے اور کچ اور آبشار بنائے۔ جھاؤ سرو۔ بلوط اور آٹرو کے چوڑے نصب کر لئے کہ مکان کے گرد سایہ ہو سکے۔ پھر آرائش کے ساتھ ہی مفید اور کارآمد کام شروع کئے۔ ہم نے مٹر بونے لیکن اب گورنر نے ہماری باغبانی کا حال سنا اور مستحقہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ اور وہ نور لانگ وڈ میں موجود ہوا۔ میں معمولی تفریح کو نکلا تھا کہ وہ مجھے رستہ میں مل گیا اور مجھ سے پوچھا کیوں صاحب کیا یہ ورزش جنرل بونا پارٹا آپ کے مشورہ سے کرتا ہے؟ میں نے جواب دیا ”جی ہاں میرے مشورہ سے کرتا ہے“ اُس نے یہ جواب سنکر اپنے کندھے سے سکوڑے۔ اور بہت تانک بھوں چڑھائی۔ اور کہا ”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس محنت سے کیا نتیجہ ہے یہ پودے سب جلتے رہینگے“ اُس کی طرز سے معلوم ہوتا تھا کہ جو کچھ ہم کر رہے تھے اُس کو گوارا نہ تھا۔ میں نے یہ واقعہ شاہنشاہ سے کہا کہ مجھ کو رنر ملا تھا اور اُس سے ایسی ایسی باتیں ہوئی تھیں۔

شاہنشاہ نے کہا یہ گورنر خوش بد ذات ہے۔ ہمارے ایک ایک لمحہ کو حسد سے تلخ کرتا

چاہتا ہے۔ وہ تو میری موت چاہتا ہے۔ اور اس لمحہ کی اُس کو مٹائیں ہیں۔ لیکن اُس کے آنے میں اتنی دیر ہے کہ گورنر بے صبری سے تھکا جاتا ہے۔ لیکن اُس کی تسلی ہو جائیگی جزیرہ کی آب و ہوا میں جراثیم اور ظلم کا زہر آمیز کر دیا گیا ہے۔ اور یہ دونوں اپنا اثر گورنر کی توقع سے جلد کر دکھائیں گے۔

ایٹومارچی لکھتا ہے۔ میں نالیاں بنایا اور شاہنشاہ اُن میں بیچ ڈال کر مٹی سے حکمت جاتا تھا۔ ایک دن شاہنشاہ فراموشی طرک کی کیاری بنا رہا تھا کہ اُس نے چھوٹی چھوٹی جڑیں دیکھیں اور نباتات کی عجیب صورت طبعی پر تعجب کرنے لگا۔ اور اُس نے اپنی عجیب فطرت سے اُن کی تجزیہ کر کے اُن میں صنعت پروردگار کی جو تامی کائنات پر حاوی ہے موجود کر دکھایا۔

مداور بولا۔ تم کو اس پر یقین نہیں آتا۔ تم ڈاکٹروں کا گروہ ایسے عقیدہ کو کمزوری کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ لیکن مجھے اتنا تو بتاؤ کہ تم نے اپنے جراحی علوں میں انسان کے جسم کا ریشہ ریشہ چھان ڈالا ہے لیکن تم کو اپنے نشتر اور چھری کے نیچے کبھی روح بھی ملی ہے۔ روح کہاں رہتی ہے۔ اُس کا کن اعضاء میں مسکن ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اطباء خدا پرست نہیں لاتے۔ ریاضی دان تو عموماً مذہبی لوگ ہوتے ہیں۔

۲۰ دسمبر۔ ایک مہینہ سے شاہنشاہ کی تندرستی اچھی حالت میں تھی اور وہ لبشاش رہتا تھا۔ لیکن پولیس کے متعلق گورنر نے کچھ ایسے قانون بنا دیے تھے کہ لانگ ووڈ کے رہنے والوں کو سخت مصیبت کا سامنا تھا۔ اپنی سیر کے دوران میں ڈاکٹر ایٹومارچی پولیس کے سٹرڈین کے ہاتھ میں اکثر گرفتار ہو چکا تھا لیکن پولیس اس توہین سے صرف اسلئے بچا ہوا تھا کہ وہ اپنے کمرہ سے کہیں نہ جاتا تھا۔ اور انجام کار مجبور ہو کر ڈاکٹر ایٹومارچی نے گورنر اور وزرائے انگلستان کو شکایت لکھی۔

اُس نے لکھا۔ میں ایسے جزیرہ میں ہوں کہ آدمیوں کے رہنے کے لائق نہیں

ہے۔ اور پھر اس پر یہ نظر ہے کہ محکو قطعی آزادی نہیں ہے۔ چاروں طرف سے ایسی مٹینیں لگائی گئی ہیں کہ ہمارے رہنے کے اندر دنی کر دیا کے اندر کا حال دیکھا جاتا ہے۔ اور ایسی ترکیب سے تاریقی قائم ہے کہ کمرہ کے اندر کے حالات فوراً بذریعہ رپورٹ کے تیار پر بھیجے جاتے ہیں۔ اگر میں اس ذرا سی محدود جگہ کے باہر جانا چاہتا ہوں تو گورنر کے گماشتے میرے سلیڈ کی طرح میرے ہمراہ ہوتے ہیں۔ اور ان گماشتوں کو حکم ہے کہ جو کچھ میں ان کے سامنے کہوں یا کروں سب کی گورنر کو اطلاع دی جائے اور اسی خوف سے نہ میں آزادی سے کسی سے مل سکتا ہوں نہ بات کر سکتا ہوں۔ سارے چھ بجے شام کے بعد محکو یہ اجازت بھی نہیں ہے کہ اپنے مکان کے قریب رمنڈ میں ٹھل سکوں۔ اور اس سے برتریہ بات ہے کہ سارے چھ بجے شام کے بعد اگر اس لانگ وڈ کا کوئی ساکن باہر ہو تو پھر مکان والیں آپنی اجازت نہیں ہو سکتی اور یہ حادثہ مجھ پر تین دفعہ ہو چکا ہے اور خصوصاً ایسے جلتے ہوئے گرم آب دھوا والے خبریرہ میں متذکرہ بالا کارروائیوں سے بڑھکر بیہودہ اور ظالمانہ اور کونسی کارروائیاں ہو سکتی ہیں۔

”سارے چھ بجے شام کے بعد لانگ وڈ کی حدود ویرجن کا دور صرف دو سو فٹ کے قریب ہے کثرت سے سنتری متعین ہو جاتے ہیں اور ان کو یہ قطعی حکم ہے کہ کسی کو باہر سے اندر اور اندر سے باہر مت آنے دو اور اگر کوئی نظر آئے اس کو گرفتار کر لو۔ نوبے شب کو یہ سنتری اپنے حلقہ کو اور تنگ کرتے ہیں اور ہمارے مکانوں سے اتنے قریب آ جاتے ہیں کہ پھر مجال نہیں ہوتی کہ میں اپنے کمرہ سے نکل کر دو خانہ۔ یا کونٹ برٹ ریڈ کے کمرہ یا اسٹبل تک جاؤں اور محکو یہ خطرہ نہ ہو کہ میرے سنگین نہ بھونک دی جائیگی۔ اور محکو سنتریوں کے ہنگامہ ڈر کا ٹھیک ٹھیک جواب دینا نہیں آتا کیونکہ میں ان کی زبان کو نہیں سمجھتا۔“

سرطین کو نے ڈاکٹر ایشیو ہارپی کو ڈوا اور آزادی دیدی۔ لیکن گستاخی کے ساتھ کہلا۔

نچلین غاصب ہے اور اگر تم اپنے مراسلات میں اس کو شاہنشاہ لکھو گے تو مراسلات

الحاج ابانہ دیا جائیگا

چند روز کے بعد ایک ایسا پر لطف واقعہ پیش آیا کہ چند گھنٹوں کے واسطے لانگ وڈ کی یکساں مغموم اور تکلیف دہ حالت دل لگی اور مذاق سے بدل گئی۔ لانگ وڈ کے اسیروں نے ایک گول حوض بنانا شروع کیا تھا۔ شاہنشاہ ایک ڈھیلہ سا پتاون اور جاکٹ اور ایک بڑی سی گھاس کی ٹوپی پہنے ہوئے تھا۔

چند چینی مزدور بھی اس حوض پر کام کر رہے تھے اور شاہنشاہ کے اس لباس پر بہت ہنستے تھے۔ شاہنشاہ نے پوچھا یہ لوگ کیا کہتے ہیں؟ اور پھر خود ہی کہا: شاید میرے لباس کو دیکھ کر سنس رہے ہیں۔ واقعی عجیب بے کینڈے اور بھونڈا لباس ہے۔ لیکن باوجود ان کی ہنسی کے ان کو جلتی ہوئی دھوپ سے محفوظ رکھنا چاہیے اور ان کو میری طرف سے گھاس کی بنی ہوئی ایسی ہی ایک ایک ڈوپٹی دیدو!

شاہنشاہ ایک گھوڑے پر سوار ہو کر پہلے تو اس کو ادھر ادھر پھرتی دور تک لے گیا اور پھر ایک گھوڑا خیر کر کے بڑی تیزی کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ کر ٹھہر گیا اور اپنی دوپٹوں سے چاروں طرف دیکھا اور پھر جلدی سے واپس آگیا۔ پھر کیا تھا تمام جزیرہ میں تلاطم برپا ہو گیا اور فرما سہم سن کو کو تار دیا گیا۔ اور اس بودے گورنر کے چلے ہوئے دماغ میں فوراً یہ بات سمائی کہ کوئی بڑی بھاری سازش ہوئی ہے۔ پولیس نے بھی محض مذاق سے گورنر کے خطرہ کو اور بڑھا دیا۔ اور پادری صاحب کو وہی اپنا سا لباس پہنا کر اپنے گھوڑے پر سوار کیا اور اپنی دوپٹوں کے ہاتھ میں دیدی اور کمال جلدی مقام پر پہنچ کر دوپٹوں سے چاروں طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ پادری نے یہی کیا۔ اب تو تار پتار روانہ ہوتا شروع ہو گئے تھے۔ سینٹا ہلینا میں جلیب جلیب سے افسروں کو اپنے سرشتہ کے افسروں کو ہمراہ لیکر لانگ وڈ بھاگا۔ بھو آیل۔ اور جب اس نے دیکھا کہ ایک پادری صاحب اپنے جیل خانہ کی حدود کے اندر پہنچی پر کھڑے تھے اور اتنی ہی سی بات پر تہائی جزیرہ درہم درہم ہو رہا ہے تو ذرا مت اور ہشمتی

۵۸۵

سے واپس گیا

ڈاکٹر ایٹو مادی نے لکھا ہے کہ گورنر صاحب اور واپس تشریف لے جا رہے تھے کہ میں اُن کو مل گیا۔ وہ میرے قریب آئے۔ اور غصہ کی کوئی حد باقی نہ تھی۔ فرمانے لگے جس مرد کو نے یہ میری سہمی بنائی ہے غاصب ہے اور بہت کچھ بکے اور قس کھاتے رہے۔ اور پھر فرمایا کہ وہ قطعی غاصب ہے۔ اور میں اس سے ہرگز انکار نہ کروں گا۔

گورنر کی یہ باتیں ڈاکٹر ایٹو مادی کو ناگوار گزریں اور اُس نے طنز سے کہا: "گورنر صاحب۔ بجا ارشاد ہوا وہ حقیقت میں غاصب ہے۔ پہلا غصہ تو اُس نے یہی کیا کہ تو لون میں سٹھ کو انگریزوں کے ہاتھ سے جھین لیا۔ اور تو لون کو بربادی اور آتش زدگی سے اس طرح بچا یا کہ حملہ آور انگریزوں کے ہاتھ سے اُس مشعل کو جس سے وہ آگ لگانے والے تھے ہر روز غصہ کیا کر لیا۔ اور پھر اپنی پے در پے تیز فتوحات سے اُس نے تمامی دنیا کی تحسین آفریں کو غصہ کیا۔ ڈاکٹر کی واپسی پر پتو لین نے اُس سے پوچھا: سر میں سن توئے تم سے کیا کہا۔ کیا اُس کو بیخبر ہے کہ ایک دن پر لگا کر میں سینٹ ہلینا سے اڑ جاؤں گا اور میں نہروں گا۔

ڈاکٹر نے کہا: یہ تو مجھے معلوم نہیں۔ لیکن میں اُس سے یہ بیان کر رہا تھا کہ آپ نے عالم گیر شہرت کو کس طرح غصہ کر لیا ہے۔ اور اس بیان سے کھسیا نا ہو کر وہ چل دیا۔ پتو لین نے کہا: اس بچارہ کے حل پر افسوس ہے۔ لیکن آج ہم نے اُس کو ایسا چیخا اور دق کیا ہے کہ اتنا نہ چاہیے تھا، پھر شاہنشاہ اور باتیں کرنے لگا۔

حوض کی تیاری میں کئی مہنت کام ہوتا رہا۔ ایک دن جبکہ نل قائم کئے جا رہے تھے شہر سے کالی گٹھا دوشی۔ پتو لین کو تو مسب ہی کے ساتھ ہمدردی تھی اس لئے اُس نے چاہا کہ اُس کے چینی مزدور بھی میدان میں نہ رہیں۔ اور اُس نے ڈاکٹر ایٹو مادی سے کہا: آدمیوں کے چھوڑنے سے کیا فائدہ ہے حوض کی کچھ جلدی نہیں ہے۔ اور اُن کو آرام کرنے اور دم لینے دو۔ ہم اُن کو بعد کام شروع کر دیں گے۔ اور اس کے سوا مجھ کو چند شاہدے کرنا ہیں۔ آؤ۔ میرے ہمراہ چلو۔ اور

ان مشاہدات میں تم کو بھی لطف آئیگا۔

شاہنشاہ ڈاکٹر کو کمرہ میں لے گیا اور اُس کو چیونٹیاں دکھائیں جن کی عادات کا وہ مطالعہ کیا کرتا تھا۔ یہ چھوٹی چیونٹیاں کثرت سے نکل کر اُس کی میز پر چڑھی تھیں جہاں عموماً تھوڑی بہت شکر رکھی رہا کرتی تھی۔ اور اس نعمت کو چیونٹیوں نے دیکھ پایا تھا اور شکر لے لے کر اپنے سوراخ تک جہاں اُن کا ذخیرہ جمع تھا ایک باقاعدہ قطار قائم کی تھی۔ پنولین یہ ٹونہ چاہتا تھا کہ اُن کے انتظام میں مثل ہو لیکن اُن کی سمجھ پر غور کرنے کے اشتیاق میں شکر کے ظرف کو ایک جگہ سے دوسری جگہ مٹا دیتا تھا لیکن وہ اس ظرف کو فوراً تلاش کر لیتی تھیں۔

پنولین نے کہا: ”یہ صرف عقل حیوان ہی نہیں ہے بلکہ کچھ اُس سے بھی بڑھ کر بات ہے یہ ایسی ذہانت اور ہوشیار ہی ہے کہ ان کے صُمن تمدن کا پتہ دیتی ہے لیکن ان چھوٹے کیڑوں میں ہماری طرح جذبات اور لالچ نہیں ہے۔ یہ ایک دوسرے کو مردودیتے ہیں لیکن برباد تباہ نہیں کرتے۔ میں نے بہت کوشش کی کہ ان کو ان کے مقصد میں ناکام کروں لیکن کام نکلے گا۔ میں نے شکر کے ظرف کو کمرہ میں جا بجا رکھا۔ اور وہ اُس کو کبھی ایک ن اور کبھی دوسرا اور مین تین دن تلاش کرتے رہے اب میرا یہ خیال ہے کہ ظرف کو پانی میں رکھ دوں اور وہ کیوں کہ پانی سے یہ کیڑے رکتے ہیں یا نہیں۔ ڈاکٹر۔ تھوڑا سا پانی منگا گا۔“

ظرف کے گرد پانی بھر دیا گیا۔ اور یہ ہلکی چیونٹیاں صاف اُس کو پار کر گئیں۔ شاہنشاہ نے کہا: ”چھا۔ اب سرکہ کو آزاؤ، اور فوراً سرکہ لاکر رکھ دیا گیا۔ لیکن ہوشیار چیونٹیاں اُس کے قریب بھی نہ گئیں۔“

شاہنشاہ نے کہا: ”دیکھا۔ صرف عقل حیوانی اُن کی رہنما نہیں ہے۔ بلکہ کسی اور چیز سے جس کو میں نہیں جانتا اُن کی ہدایت ہوتی ہے۔ اور وہ اصول جو اُن کی رہنمائی کرتا ہے وہ کچھ بھی ہوتا ہم آدمیوں کے لئے غور اور مشاہدہ کی معقول مشعل ہے۔ اور غم و اشتغال ہی سے مقصد حاصل ہوتا ہے۔ کاش ہم لوگوں میں بھی ایسا ہی اشتغال ہوتا اور یہی اتفاق ہوتا۔ لیکن

قوموں میں بھی غفلت اور کاہلی کا زمانہ آجاتا ہوا اور خلقت ہنسی کی کمزوری کی رعایت کرنا چاہیے لیکن قوم کو سب افراد و طوفان کے سامنے مغلوب نہیں ہوئے۔ اور کثیر التعداد جمہور کے جوش و خروش کا وہی حل رہا جو آغز فتوحات میں تھا۔ اور ملکہ تھا کہ ہم تمام یورپ کو زیرِ نیت ویرہیتے۔ اور وہ تابعدار جوابِ فخر سے پھولے ہوئے ہیں کہ جمہوری بادشاہ اُن کا مد مقابل نہیں ہے میرے سامنے مانڈ اور سپنت ہو جاتے۔“

اس کے بعد شاہنشاہ نے اوسل اصول پر تقریر کی جس کو جائز اور موروٹی بادشاہت کہا جاتا ہے۔ شاہنشاہ نے کہا ”عجب مضحکہ خیز دعویٰ ہے جس میں مخالف و متباہین موجود ہے۔ کیا یہ اصول مذہبی احکام کے مطابق ہے۔ کیا قومیں ایسی احمق ہیں کہ اپنے تئیں کسی خاص خاندان کی ملکیت سمجھتی ہیں۔ کیا حضرت داؤد جنھوں نے صلیٰ کو تخت سے اوتارنا جائز اور موروٹی بادشاہ تھے۔ کیا داؤد کو اور حق تھا سولے اس کے کہ قوم اُن سے ساری تھی۔ خود فرانس میں یکے بعد دیگرے مختلف خاندانوں نے حکومت کی۔ اور اُن کی نسلیں قائم ہوئیں۔ اور اُن کو یا تو جمہور نے بادشاہ تسلیم کیا اور یا انھیں جمہور کی طرف سے وکلا اقام ہوئے جو پارلیمنٹ کہلایا۔ یا اُس زمانہ میں قوم کے قائم مقام امراء اور قبیلوں نے کام کیا۔“

”یہی حال انگلستان میں مختلف خاندانوں کا رہا ہے۔ اور یہی وہ خاندان جو پہلے باؤغا کو تخت سے اوتار حکومت کر رہا ہے۔ اسی لئے فرمانِ روا ہے کہ موجودہ انگریزوں کے آباؤ اجداد نے اپنے مقاصد کی بہبودی اور فلاح کے واسطے اسی خاندان کو اپنا فرمان روا بنانا مناسب خیال کیا تھا۔ اور بعض بوڑھے اب بھی موجود ہوئے جنھوں نے خود دیکھا تھا کہ مغزول استوارٹ اسکاٹ لینڈ میں اس غرض سے آئے کہ اپنے تخت کو چھین لیں اور اُن کے حامیوں نے اُن کو مدد بھی دی۔ لیکن مخالفین نے اُن کا مقابلہ کیا اور انکو بادشاہ نہ ہونے دیا۔ اس لئے کہ وہ استوارٹ خاندان کو اپنے لئے مفید خیال نہ کرتے تھے۔“

شاہنشاہ کی صحبت اب یوگنیوا خراب ہوتی جاتی تھی۔ اور کئی مہینے اسی طرح

نصف تکلیف کے ایک ہی افسردہ حالت کے ساتھ گزر گئے۔ ۲۶ جولائی ۱۹۲۳ء کو وہ اپنے مرطوب ویران اور تاریک کمرہ میں ہلنگ پر پڑا تھا اور اُس کا خیال شہر روم کی طرف گیا جیسا اُس کی وجہ استعظیم والدہ اس زمانہ میں رہتی تھی۔ اور اُس شفقت و محبت کو یاد کر کے جو اُپام طفلی میں اس ماں سے ظاہر ہو کر تھی شاہنشاہ نے کہا۔
 ”دو کڑم کو مجھے بڑی محبت ہے اور جس بات سے تم دیتے ہو کہ مجھ کو آرام ملے گا اسے کرنے میں تم اپنی آرام تکلیف اور تھکائی وغیرہ کا ہر گز خیال نہیں کرتے۔ لیکن پھر بھی وہ تسلی اور تقنی اور چیز ہے جو اس سے حاصل ہوتی ہے۔“ اور پھر ایک آہ سر بھر کر اپنی والدہ میڈیم لیشیا کا نام لیا اور دونوں ہاتھوں کو چہرہ پر رکھ کر بہت دیر تک دم بہ خود افسردہ بیٹھا رہا۔

۲۸ جولائی ۱۹۲۳ء پٹر انورانی اور خوشنماؤں متاعوض تیار ہو کر پانی سے بھر دیا گیا تھا پھلیاں بھی آگئی تھیں اور شاہنشاہ کی یہ خواہش تھی کہ پھلیوں کو اپنے ہاتھ سے خوش میں چھوئے۔ اُس نے سب بچوں کو خفیں کئی دن سے اپنے پاس نہ بلایا تھا جمع کیا کہ اُن کی مسرت سے خود بھی لطف اٹھائے۔ بچوں کا گردہ خوشی اور امید سے باغ باغ اُس کے چاروں طرف جمع تھا اور پہلین ان سب کو ہمراہ لیکر خوش کے کنارہ گیا اور شقائق پانی میں پھلیوں کو تیرا ہوا اور تیر کی طرح ادھر سے ادھر جلتے ہوئے دیکھنے لگا۔

وہی سے پہلے اُس نے بہت رینڈ کی خورد سل بیٹی کو جس کا نام ہورٹس تھا اپنی گویں اٹھالیا۔ اور اپنی جیب سے مرجان کی خوبصورت دریاں نکال کر کہا: ”ڈاکٹر صاحب کہہ رہے ہیں۔“ اور ان چھوٹی خوبصورت کانوں کی گدیوں کو چھید دیں۔ اور سب کے سب بلوط کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ کونٹ ماں تھوڑوں نے ہورٹس کو گود میں بٹھال لیا اور پہلین غور سے دیکھتا رہا لیکن بہت دیر نہ کاچھوٹا بیٹھ آ رہا تھا ان تیار یوں کو دیکھ کر ڈر گیا۔ اور اپنے ہاتھ ملکر اور زمین پر اپنے پیروں سے دھم دھم کر کے چل گیا اور کہا کہ میں کبھی اپنی ماں کو تکلیف پہنچانے نہ دوں گا۔

چولین نے کہا یہ بھلا بے چارے۔ اگر چہ نہ دیکھا تو میں تیرے کان بھی جھدوا دوں گا۔ جوش نے
خاموشی اور یہی کان چھد گئے اور دُریاں پہنا دی گئیں۔ چولین نے بچی کو گود میں اٹھالیا
اور منہ چوم کر کہنے لگا۔

”وہ جاؤ اپنی دُریاں ماں کو دکھاؤ۔ اور اگر وہ کہے کہ کان اچھے نہیں چھدے تو میرا نام
نہ لینا۔ کناؤ اکثر صاحب نے چھیدے ہیں۔“
مہر مین نے کہا ”بہت اچھا جہاں پہاڑ“ اور کچھ اریں ملتی ماں کی تلاش میں
روانہ ہو گئی۔

آخر کے جوش سے چولین کو حیرت ہوئی۔ اور اُس نے کہا ”مقام نے اس کی ضد اور
مضبوطی کو دیکھا۔ اس عمر میں یہ ابھی یہی حال تھا۔ میں بڑا شور مچایا اور لڑا کرتا تھا۔ اور میں کسی سے
نہ ڈرتا تھا۔ لیکن میری ماں کی سختی میں محبت آمیز تھی اور وہ بے روبرو رعایت انعام یا سزا دینا
کرتی تھی۔ اور ہماری اچھائی یا بُرائی کبھی رایگاں نہیں جاتی تھی۔ یعنی اچھائی پر نعام اور بُرائی
پر سزا پاتے تھے۔ ہماری والدہ بے نظیر احتیاط سے ہماری دہشت دکھائی کرتی تھی۔ اور
ہمارے ذلیل اور بُرے خیالات اور افعال پر سخت ہی نفرت کا اظہار کرتی تھی اور ہم کو وہی
بات سکھاتی تھی جو اعلیٰ اور شریفانہ ہوتی تھی۔ جھوٹ سے اُس کو ہلکی نفرت تھی اور ہم جب
تا فرمانی کرتے تو سزا دیتی اور ہماری کسی تقصیر کو نظر انداز نہ کرتی تھی۔“

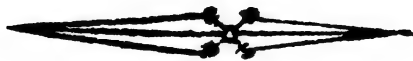
اب وسط سببہ آچھو نچا تھا۔ اور شاہنشاہ کے حالات یقینی ردی ہوتے جاتے تھے
اگرچہ روادت کا غلبہ آہستہ آہستہ ہو رہا تھا۔ ڈاکٹر نے ایک دن اُس کو پلنگ پر مضطرب ٹپا ہوا
دیکھ کر اُس کو اٹھانے کی کوشش کی۔

چولین نے آہ بھر کر کہا ”ڈاکٹر صاحب معاف کرنا۔ میند میں ہم بہت آسانیش
سے جوتے ہیں۔ بھوک پیاس۔ فکر پریشانی اور ترو دوسے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ اور
اتنا کم کر کے پر سر رکھ دیا اور اسی طرح غافل ہو گیا۔“

موسم کی ایسی ناقص حالت تھی کہ شاہنشاہ اپنے اواداس کمرہ سے بہت دلوں تک باہر نہ آسکا۔ اور ہمیشہ ضعف و ناتوانی اور درو کا سامنا رہا چہرہ پر مرنی چھا گئی تھی۔ اور اُس کو اوزار لیا تھا۔ اب ایسا کم زور ہو گیا تھا کہ بہ دغوار بی بستر سے اٹھا جاتا تھا۔ ۱۴ اکتوبر آئی۔ اور ظالمانہ خلاف قانون اور بے رحم اسیری کا پانچواں سلسلہ ختم ہوا۔

نوٹ۔ اس باب میں شاہنشاہ کی ایک تقریر اس عنوان سے اوپر گزری ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام خدا تھے، چوں کہ تقریر مسلمان ناظرین کی نظر سے بھی گزریگی۔ اس لئے ترجمہ کی حیثیت سے یہ لہ فرض معلوم ہوتا ہے کہ اس تقریر پر ایک نہایت مختصر سانٹ لکھ دوں۔

دشمن شاہ اپنی تقریریں خصوصاً اُس وجہ سے کہ وہ رومن کیتھولک عیسائی تھا اپنے عقیدہ کے اظہار کرنے میں حق بہ جانب تھا۔ اور چونکہ وہ مصائب میں پھنسا ہوا تھا اور موت کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا تھا۔ اُس کے مذہبی عقاید میں جدت فطری بات ہے اور ہم کو کسی قسم کا حق حاصل نہیں ہے کہ اُس کے خیالات اور غلو پر نکتہ چینی کریں۔ ہم صرف اپنے مسلمان ناظرین کو بس اتنی توجہ دلا سکتے ہیں کہ آپ قرآن مجید پر کتنا اشدہ نے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اُس میں مسیح علیہ السلام کو مسیح ابن مریم کہا ہے اور بہ دلائل قوی ثابت ہو چکی ہیں کہ مسیح تریوید ہے۔ اور ناظرین کے سکون قلب اور اطمینان خاطر کے لئے اسی قدر کافی ہے۔ رہی دوسری بات کہ شاہنشاہ اپنے تئیں حضرت سرور کائنات کا منشا بہ بتاتا ہے اور عیسائیوں کو لکھتا ہے کہ اپنے قاتلوں کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے تھے۔ تو تاریخ کا فیصلہ اور واقعات ایسے موجود ہیں کہ یہاں پر ایک حرف بھی لکھنا فضول ہے۔ تاریخ اندلس اور مسیحی جہاد کی تاریخ جو ارض مقدس سے تعلق رکھتی ہے مسیحی علم کا کافی ثبوت دیتی ہے۔ فقط مترجم ۱۲



باب ہفتاد و چہارم

پتولین کی حیات کے انخراہ

(صفحہ ۵۸۸)

۵

اپنے مدد کوست پر شاہنشاہ کے برہارک۔ مچلیوں کا مرجانا۔ شہزادی ایلزہ کے انتقال کی خبر موصول ہوا۔ اعلیٰ اور پین پر برہارک۔ سر ڈس کو کاظم۔ لطافت۔ شاہنشاہ کا اپنے بیٹے کے نام خط۔ لارڈس سپر کی مری رسم کا ادا کرنا شاہنشاہ کا وصیت کرنا آخری لمحوں کے حالات۔ انتقال اور تجزیہ و تکفین۔

شاہنشاہ کی مصیبت خیز اسیری کا اب چھٹا برس شروع ہوا تھا لیکن پروردگار کا حال تو بڑا رحمن و رحیم ہے اُس نے صرف چھ ہی ماہ اور باقی رکھے تھے اور پھر شاہنشاہ کی تمامی مصائب کا خاتمہ کر دیا۔ اب بھی وہی تکلیف وہ اور روح فساد و ادب سے آتے اور چلے جاتے تھے اور اس سیاہ چٹان کو کہہ کر چھپا رکھا تھا اور اس کی سر و تاریک چوٹیوں پر باد و باران کے طوفان سر ٹکرا رہے تھے۔ ۲۲۔ اکتوبر کو بیماری کچھ تر کسی لگی اور شاہنشاہ کو خفیت سا افادہ معلوم ہوا۔

اُس نے ڈاکٹر ایٹو ماپنی سے کہا: "ایک دفعہ میری صحت قائم ہو جائے تو میں تم کو مختارے علوم کی پیروی کی اجازت دے دوں گا۔ تم یورپ جانا اور اپنی کتابوں کی اشاعت کرنا۔ میں ہرگز گوارا نہ کروں گا کہ تم اس ویران چٹان پر اپنی زندگی برباد کرو۔ اگر مجھ کو صحیح یاد ہے تو تم نے مجھ سے کہا تھا کہ تم نے فرانسس نہیں دیکھا ہے۔ پھر تم اس فرانسس کو بھی جا کر دیکھنا۔"

تم کو وہ نہیں اور یادگاریں نظر آئیں گی جن سے میں نے اپنے دور حکومت میں فرانس کو رونق دی تھی۔ میرا دور فرمان روائی بہت ہی تھوڑا تھا۔ لیکن اس سے کیا نقصان ہو سکتا تھا۔ اتنے ہی زمانہ میں میں نے فرانس کو افادہ گاہوں سے معمور کر دیا تھا۔

اگرچہ فرانس میں بڑا انقلاب ہوا تھا۔ لیکن اپنے آئین و قوانین جاری کر کے میں نے انقلاب کو مفید بنا دیا۔ میرے قوانین کا مجموعہ فرانس کے جہاز کا لنگر ہے اور پشت پائنت تک میرا نام یادگار رہیگا۔ اپنے دور فرمان روائی کے آغاز ہی میں میرا پہلا کام یہی تھا کہ گوہستان آلیس پر برتکیں تیار ہو جائیں۔ میں اٹلی میں داخل ہوا اور محکمہ معلوم ہوا کہ اس گوہستان کی وجہ سے کشتہ میں بڑی دشواریاں تھیں اور بڑا وقت صرف ہوتا تھا اور میں نے دریائے رون کی دادی سے اٹلی تک صاف سڑک قائم کر دیئے کا غم کر لیا میں نے یہ بھی غم کر لیا کہ دریائے رون میں کشتیاں چل سکیں اور وہ پہاڑ اڑا دیا جائے جس کے نیچے ٹھس کر اس دریا کا پانی غائب ہو جاتا تھا۔ میں نے انجینئریں کئے۔ مصارف بے شمار در کاتے اور میں نے ڈائریکٹروں کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا۔ لیکن فوراً ہی دوسرے معاملات پیش آ گئے اور میں مھر کو چلا گیا اور پھر اس طرح کسی کو توجہ نہ ہوئی۔

اپنی دہسی پر میں نے یہ کام پھر اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور ڈائریکٹروں کو مغرول کر دیا اور میری راہ میں موانع باقی نہ رہے۔ اور میں نے آپس پر کام کرنا شروع کیا۔ اور میں وہ کام انجام کو پہنچا دیا کہ رومیوں کو جس کے خیال کرنے کی بھی ہمت و جرات نہ ہوئی تھی۔ اور سنگ خارا کو تراش کر وہ سڑک بنادی کہ نہرا ہا برس تک قائم رہیگی۔

۲۶۔ اکتوبر۔ شاہنشاہ کو شدید لرزہ آیا جس کے ساتھ بڑی پیاس بھی۔ موسم سرد اور مرطوب تھا۔ اور شاہنشاہ نے کثرت سے آگ روشن کرائی کہ بدن کو گرم کرے لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اب معلوم ہوتا تھا کہ بدن سے سب طاقت زائل ہو گئی تھی۔ اور اس نے

کہا: اس کا نام زندگی نہیں ہے۔ یہ تو صرف ایک بان ہی جان باقی ہے۔ موت میری ٹیکلیوں کا جلد غائمہ کر دیگی۔ ڈاکٹر آخر میری یہ کیا ناست ہے۔ ہر ایک چیز مجھ کو اب بار معلوم ہوتی ہے کہ مجھ کو تھکائے دیتی ہے۔ میں اپنے تئیں سہال ہی نہیں سکتا۔ کیا بھار بن جیبا بست میں ایسی کوئی تدبیر نہیں ہے کہ یہ کل پھر چلنے لگے؟

۶۔ نمبر۔ شاہنشاہ اگر یہ بے حد کم زور تھا لیکن وہ حوض کے پاس آیا جو اُس نے بنوایا تھا۔ اُس کی عادت تھی کہ پانی کے کنارہ ایک بیچ پر گھنٹوں بیٹھا کرتا تھا اور مچھلیوں کا تماشا دیکھتا تھا اور اُن کے سامنے روٹی کے ریزہ چینکا کرتا تھا۔ اور اُن کی عادتوں پر غور کرتا تھا۔ لیکن مچھلیوں کو کچھ ایسی بیماری ہوئی کہ وہ ایک ایک کر کے مر گئیں اور پانی کی سطح پر اتر آئے لگیں۔ اور ان کے مرجانے سے کہ وہ نہ اُس کے دل بہلانا بکا سامان تھیں شاہنشاہ کو بڑا رنج ہوا۔ اور ایک دو مچھلیوں کی پانی کی سطح پر اتر آئے دیکھ کر اُس نے کہا۔

وہ آپ لوگ دیکھتے ہیں کہ عجیب سہ نونت سے میرا سامنا ہے۔ یعنی ہر شے جس سے مجھ کو الفت ہے یا جو میری سہ فنا ہونی جاتی ہے۔ اور فوراً اُس پر کبھی سی گرتی ہے؟ ڈاکٹر میٹو ماچی نے لکھا ہے: ”آج سے موسم کی خواہ کوئی حالت ہو اور شاہنشاہ کیسا ہی علیل کیوں نہ ہو لیکن ہر روز وہ حوض پر خود جاتا اور مچھلیوں کو اپنی آنکھ سے دیکھتا تھا۔ اور مجھ سے اصرار کرتا تھا کہ مچھلیوں کے بچانے کی تدبیر کروں۔ اور میری سمجھ میں نہ آتا تھا کہ یہ بیمار کیسے وجہ سے پیدا ہوئی تھی۔ میں نے پانی کا کیمی امتحان کیا کہ شاید پانی میں کچھ نقص ہو مگر شاہنشاہ کو سخت بے قراری تھی۔ اور وہ مجھ کو دن میں کئی کئی بار بلاتا اور حوض پر یہ دیکھنے کو بھیجتا کہ کوئی اور مچھلی تو نہیں مری۔ اور آخر کار مجھ کو وجہ معلوم ہو گئی ہم نے حوض کے پینڈے میں ایک مصالح لگایا تھا جس میں تابنے کا بھی ایک جز شامل تھا اور انسی تابنے سے زہر پیدا ہوا اور مچھلیوں کی ہلاکت کا باعث ہوا تھا۔ لہذا ہم نے

ان مچلیوں کو جو ہنوز زندہ تھیں کال کر ایک طبیب رکھ لیا۔

۱۹۔ نمبر۔ شاہنشاہ کو کئی رات سے اچھی طرح تپندہ آئی تھی۔ اور دردِ بکر سے

ہر وقت بے چینی رہتی تھی۔ اور اب اُس میں ذرا بھی طاقت یا ہمت باقی نہ تھی۔

اُس نے کہا: ڈاکٹر! آرام بھی کیا ہی خوش آئندہ شے ہے۔ میرا بستر میرے لیے

حیش کی مسند ہو گیا ہے اور اگر تاملی دنیا کی فرمان روائی مجھ کو دی جائے تو اس بستر سے

نہ تبدیل کرونگا۔ اللہ اللہ کیا ہی تبدیلی اور کیا ہی انقلاب ہے۔ میں وہی ہوں جو تین ہوں کہ

میرا جیتی کاپایاں نہ تھا اور میرا دل غم کی غافل نہ ہوتا تھا۔ لیکن اب وہ حالت ہے کہ ہر وقت

غفلت رہتی ہے اور اپنی آنکھ اوپر اٹھانے میں مجھ کو کوشش کرنا پڑتی ہے کبھی وہ زمانہ تھا

کہ چار چار اور پانچ پانچ میری نیشوں کو میں مختلف مضامین لکھواتا تھا اور ان کو اتنا ہی جتنی

میرے منہ سے جلد نکلے جتنی تھیں لکھنا پڑتا تھا لیکن اُس وقت میں چھوٹا تھا اب میں

بڑھ چکا ہوں۔ اور میرے تو اسے جسمانی درد جانی جواب دینے اور میں زندہ نہیں ہوں صرف

سانس چلتی ہے۔

دو مہینے سے شاہنشاہ کے ضعف و بیماری میں ایسی ترقی تھی کہ نہ وہ کمرہ سے باہر

آسکا تھا اور نہ اُس نے کوئی بات کی تھی۔ اور ڈاکٹر کے سخت اصرار پر کہ اُس کو دو اتوپی لینا

چاہیے۔ اُس نے کہا۔

”ڈاکٹر صاحب مجھ کو کیا امید باقی ہے۔ دو سے مجھ کو کیا نفع ہوگا۔ پس بے کار

تدبیروں سے کیا حاصل ہے۔

۲۰۔ دو مہینے ضعف و بیماری کا بدستور حال تھا۔ تمام شب بے خوابی اور درد سے

ایذا اٹھانے کے بعد چھوٹے نے کمرہ میں ٹھٹھنے کی کوشش کی لیکن ضعف نے ٹھٹھنے نہ دیا۔

اور مجبور ہو کر وہ بیٹھ گیا۔

اُس نے کہا: پاؤں بے جان ہو گئے ہیں۔ ان میں کچھ باقی نہیں صرف پوت

واستخوان ہے ہر شے کا ایک انجام ہوتا ہے اور میں بھی اپنے خاتمہ کی طرف جا رہا ہوں۔
لیکن جبکو اس کا تاسف نہیں ہے۔ اس لیے کہ زندگی میں اب کوئی دلچسپ چیز باقی ہے
جس کا مجھے لالچ ہو۔ اور یہ زندگی تو اب ایک ناگوار بوج ہے۔

۲۶۔ دسمبر یورپ سے کچھ اخبار آئے۔ شاہنشاہ نے اُن کو بڑی رغبت سے
پڑھا۔ اور اُن میں اُس کو اپنی بہن ایلیزا کے مزید حالات معلوم ہوا۔

ڈاکٹر ایڈم اپنی نے لکھا ہے۔ اس خبر کے پڑھتے ہی شاہنشاہ پر ایک غشی کی سی لگتی
طاری ہو گئی۔ وہ آرام چوکی پر بیٹھا تھا۔ اُس کا سر تھک کر سینہ سے آگیا۔ اُس غم کی کوئی
انتخابہ معلوم ہوتی تھی۔ وہ ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں بھرتا تھا۔ آنکھیں اٹھاتا تھا اور پھر جھکا جاتا
تھا۔ اور جھک کر دیکھتا تھا۔ پھر نگاہ زمین پر گر جاتی تھی۔ اور منہ سے کچھ نہ کہتا تھا۔ پھر اُس نے
میری طرف ہاتھ بڑھایا اور میں نے اُس کی نبض دیکھی نبض نہایت کم زور اور بے قاعدہ
چل رہی تھی۔ میں نے اُس سے کہا کہ تھوڑا سا آگلی نارج کاعرق پی لیجیو۔ لیکن ایسا معلوم
ہوا کہ اُس نے میری آواز نہ سنی پھر میں نے اُس سے یہ التجا و داری عرض کیا کہ ذرا باہر
تازہ میو چلیے۔

”اس کے جواب میں اُس نے ناتوان آواز سے کہا کہ ڈاکٹر اس سے میری
مصیبت اور میرا غم گھٹا نہیں سکتا۔“

”میں نے عرض کیا۔ جہاں پناہ۔ ضرور فائدہ ہو گا۔ اور وہ عسرق بھی
پنی لیجیو۔“

پہلوئین نے وہ عرق پی لیا۔ اور کہا کہ ڈاکٹر تم مجھ سے باہر چلے کو کہتے ہو۔ پتھا چلو
اور بہ دشواری تمام اٹھا اور ڈاکٹر کے کندھے سے سہارا لگا کر بولا۔ افسوس میں بڑا ہی
ناتوان ہو گیا۔ مجھ سے چلا نہیں جاتا۔

اس وقت موسم کی بہت ابھی حالت تھی۔ ڈاکٹر کے سہارے سے شاہنشاہ

باغ کے ہنگامہ لگایا۔ لیکن پھر آگے نہ چلا گیا اور ایک تپانی پریٹھیہ گیا۔ محو طشی و پر خاموش
سہنے کے بعد اس نے کہا۔

مذاخیر میں لکھا ہے۔ کہ شاہزادی ایلینز نے بخار سے انتقال کیا اور اپنے بچوں کا
معاظہ جیروم کو بنایا۔ پھر ورنیک اپنی مرحومہ ہمیشہ کی تعریف کر کے بولا۔ اخبار کے طرزیان
پر میں نہیں کہہ سکتا کہ کہاں تک یقین آنا چاہیے۔ لیکن میرا خیال جہاں تک ہے وہ
جیروم کو اپنے بچوں کا معاظہ نہ بنا سکتی تھی۔ اور اگر یہ بات مان لی جائے تو معاملہ دو معاملوں
سے خالی نہیں۔ یا تو ایلینز آکا شوہر کی بیوی بھی انتقال کر چکا ہے یا غیر حاضر ہے۔ ورنہ قانون
اور قدرت دونوں کے اعتبار سے بچوں کا وہی معاظہ ہے۔

شاہنشاہ امپراطور ڈاکٹر کے کندھے سے ٹیک لگا کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ ڈاکٹر
تم نے دیکھا۔ ایلینز نے رستہ دکھا دیا۔ اور موت نے جو اب تک ہمارے خاندان کو بھولی ہوئی
تھی اپنا دخل شروع کر دیا۔ میری باری بھی اب کچھ دور نہیں ہے مجھ میں اب کوئی طاقت
اور دم باقی نہیں ہے۔ میں اب دنیویں نہیں ہوں۔ تم تاحی مجھے امید دلاتے ہو۔
اور میں کہ پرداز کے قریب اس کو واپس بلانا چاہتے ہو۔ تقدیر کے سامنے مختاری
مذہب فضول ہے۔ اس کا وقت مل نہیں سکتا۔ اس کے فیصلہ کا مدافع نہیں۔ اور خاندان
کا پہلا شخص جو ایلینز کے بعد نصرت ہو گا وہ "نپولین" ہے جو اس ویران اور محسوس
پہاڑی پر ساعت شماری کر رہا ہے لیکن اب بھی جس کے نام سے یورپ کو لرزہ چڑھتا
ہے۔ اور خوف ناک چٹان پر میرا تاملہ جلد ہو گا۔

ڈاکٹر اور شاہنشاہ مکان کو واپس آئے اور شاہنشاہ شدت ضعف و ماندگی
سے بستر پر لیٹ گیا۔ اس نے اپنے بیٹے اور میریا لونیٹا کا ذکر کیا جن کو دیکھنے کی اہلی کی
امید باقی نہیں رہی تھی۔ ڈاکٹر نے اس تکلیف دہ یاد سے شاہنشاہ کو اور طرف متوجہ
کرنا چاہا۔ اس پر شاہنشاہ نے کہا۔ ڈاکٹر میں تمہارا مطلب سمجھ گیا۔ اچھا آؤ اگر ایک باپ

ایسا ممکن ہو تو اس یاد کو دل سے بھلا دیں۔

۲۶۔ جنوری ۱۸۵۷ء۔ سینیٹ بلینا میں یہ خبر آئی کہ اسپین اور نیپلس میں انقلاب بغاوت کے سامان ہو رہے ہیں۔ شاہنشاہ نے کہا کہ فردوسی نیند اپنے اوپر تو حکومت کر نہیں سکتا۔ اسپین پر کیا حکومت کر لگا۔ یہی نیپلس کی بغاوت۔ تو اس کی مجھے کسی طرح توقع نہیں ہو سکتی۔ کون خیال کر سکتا ہے کہ اٹلی کے چند شور و شر برپا کرنے والے اسپین کے باشندوں کی جھوٹی نقل کر کے اسپین والوں کے ہموں کا اٹلی میں عملان کرینگے اور ان کی شجاعت کی خود نظیر دکھلاینگے۔ اسپین کے فرمان رونا لائی ہی لیکن یہاں پر ان فرمان رواؤں سے بحث نہیں ہے۔ بحث تو اسپین اور اٹلی کے باشندوں سے ہے اور دونوں کی شجاعت غم اور علو مہمتی میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور یا تو نیپلس کے باشندے مجوں ہو گئے ہیں یا ان کی یہ حرکت ایک عام بغاوت کا پیش خیمہ ہے۔ اٹلی کے فرمان رواؤں کے ہوتے ہوئے یہ نیپلس کے باشندے اگر ان کی پشتی پر کوئی بڑی قوم نہ ہو کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ ان کی حامی اگر کوئی بڑی قوم ہے نیپلس والوں کی حب الوطنی کی میں داد دیتا ہوں۔ لیکن اگر کوئی بڑی قوم مددگار نہیں ہے تو اپنے سیدھے اور پیارے اٹلی والوں کے حال پر مجھے بہت تاسف ہے یہ مفت بھینٹ چڑھ جائینگے اور ان کی خون ریزی سے اٹلی کو جہاں وہ پیدا ہوئے ہیں کچھ بھی فائدہ نہ ہوگا۔ جکو ان پر افسوس ہے۔ ہاے کیسے بد قسمت ہیں۔ وہ تو مختلف گروہوں میں تقسیم ہیں۔ ان کے درمیان جدا جدا فرمان روا ہیں جن کو ایک دوسرے سے حسد اور عداوت ہے۔ جو ان کی اتحاد کی گرہ کو کاٹ رہا اور باہم شرکت سے کام کرنے کو روک رہا ہے۔ اور ان کو عام آزادی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور یہی نفاق تھا جس کی جڑ اٹھاڑنے کی میں نے کوشش کی تھی۔ اور اسی نیت سے میں نے اٹلی کے ایک حصہ کا فرانس سے الحاق کر لیا تھا اور دوسرے حصے کی ایک جدا سلطنت قائم کر دی

تھی میں نے مقامی عادتوں کا استیصال کرنا چاہا تھا۔ اور خود غرضانہ تنگ خیالات کو میٹ
رینے کی کوشش کی تھی تاکہ دھل کر تاملی باشندوں کی ایک عادت ہو جاتی۔ اور وہ
فرانس کے قوانین پر عمل کر نیے عادی ہو جاتے۔ اور پھر ان کو متحد کر کے ان کی قدیم
شان و شوکت واپس کر دی جاتی۔

مدیر جونیوٹی کہ تاملی جھوٹی چھوٹی ریاستیں مستحکم کر کے ایک خود مختار طاقت قائم
کر دی جاتی جس پر میرا دوسرا بیٹا فرمان روا ہوتا۔ اور اپنی قدیمی شان و عظمت کے ساتھ
شہرِ روم اس کا پایہ تخت ہو جاتا۔ عمارت کو میں ٹیلیس سے علیحدہ کر دیتا۔ اور سمندر سے
لیکر کوہستان آئیں تک ایک ہی فرمان روا کا پھر میرا ہوا میں لہراتا۔ اور اٹلی کے نفع
کی غرض سے میں نے اس تحریر پر کارروائیاں بھی شروع کر دی تھیں۔ شہرِ روم کی
صفائی میں کاریگر سروت کر دیے گئے تھے۔ اور دلدلوں سے پانی نکالا جا رہا تھا۔
لیکن جنگ شروع ہو گئی اور ایسے حالات پیش آ گئے کہ میں جو چاہتا تھا نہ کر سکا۔ ڈاکٹر
انہیں باتوں نے مجبور رک دیا اور میں کام نہ کر سکا۔

دہلے۔ ڈاکٹر کیسی کیسی یادگار باتیں اور خوبصورت اٹلی کے کیسے کیسے زمانے
آج مجھ کو یاد ہیں۔ اور مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آج ہی میں نے اٹلی کی افواج کی سپہ سالاری
کی تھی جنہوں نے اس کو فتح کیا تھا۔ میں اُس وقت بھاری طرح جوان تھا۔ اور بھاری طرح
مجھ میں جیتی اور تیزی تھی۔ مجھ کو اپنے قواء کا علم تھا اور بڑے شوق سے فوج میں بھرتی ہونا
چاہتا تھا۔ اور میں اپنی کامیابیوں کے ثبوت دے چکا تھا۔ میری لیاقت اور ہر ہندی
میں کسی کو کلام نہ تھا۔ لیکن میں ایسا کم سن نوجوان تھا کہ بوڑھے سردار جن کی تمام عمر میدان
حرب و ضرب میں کٹ چکی تھی ناخوش تھے۔ یہ دیکھ کر مجھ کو ضرورت معلوم ہوئی کہ اپنی عادتوں
میں نہایت زہادانہ وضع سے انوکھا پن دکھاؤں اور پھر جب ان اصولوں پر میں کاغذ
ہوا تو پھر تمام عمر ان ہی اصولوں کا پابند رہا۔ بڑے بڑے کارہائے نمایاں کی ضرورت

تھی کہ فوجی لوگ مجھ سے محبت کریں اور مجھ پر اعتماد پیدا ہو۔ اور میں نے بعض کارہائے نمایاں کئے۔ چنانچہ مجھ نے قدم آگے بڑھائے اور فتوحات حاصل کیں اور جمہور اور سپاہ میں میرا نام محبوب ہو گیا۔ اور مجھ کو اس کا علم تھا کہ میں ہر دلعزیز ہو گیا ہوں۔ پس میں نے کارہائے نمایاں کئے سوہ جملہ باتوں کی طرف سے متھ موڑ لیا۔ میں جدھر ہو کر کل جاتا تھا تختیں و آفرین کے نعروں سے ہوا گو بجنے لگتی تھی۔ ہر بات میرے اختیار میں تھی۔ لیکن مجھ کو صرف اپنی سپاہ۔ قرائس اور آنے والی نسلوں کا خیال تھا۔

جنوری اور فروری ۱۱۸۷ء میں شاہنشاہ کی بیماری کی بہت ہی زیادہ خراب حالت رہی اور اس کی مصائب کی نہایت قابل افسوس صورت تھی۔ درد اور بیماری میں جبکہ جزیرہ پر کمر کا دھند چھایا رہتا تھا اور باد و باران کے طوفان برابر چل رہے تھے شاہنشاہ اپنے کمرہ میں بند رہا اور دن اور رات بے ہوشی میں گزرتے چلے گئے۔

۴۔ مارج شاہنشاہ کے سامنے علوم اور فنون لطیفہ کا ذکر چلا۔ ایک شخص نے حاضرین میں سے موسیقی کا بڑی ناقدی کے ساتھ ذکر کرنے میں اپنی رائے کا صاف صاف اظہار کیا۔ اس پر شاہنشاہ نے کہا: آپ غلطی پر ہیں۔ تمامی فنون میں آدمی کے جذبات پر موسیقی سب سے بڑا اثر رکھتی ہے۔ اور فرمان روادوں کو لازم ہے کہ اس کی سب سے زیادہ سرپرستی کریں۔ اچھا نظم کیا ہوا راگ نہایت ہی مؤثر چیز ہے۔ اور اس کا اثر اخلاق کے فعل پر غالب ہے۔ اخلاقی کاموں سے ہماری عقل کو تسکین ہو سکتی ہے لیکن ہمارے محسوسات میں گرمی یا محبت نہیں پیدا ہوتی۔ اور نہ ہماری عادتوں میں ذرا سافرق پیدا ہوتا ہے۔

۱۷۔ مارج۔ بوڑھے پادری کی صحت اس جزیرے کی ناموافق آب و ہوا سے لڑی خراب ہو گئی تھی کہ اب زیادہ قیام سے اس کی جان کا خطرہ تھا۔ اور اسی لیے ہونین نے اس کو یورپ بھیج دیا تاکہ وہ اس کی تین ہزار فرانک سلامت پیشین بخاری

شاہنشاہ نے کہا: پادری صاحب کے ہمراہ ہمیں ٹون تک جاؤ۔ اور چونکہ سفر نہایت دھندلا اور سب سے جمیع انتظام میں ان کی مدد کرو۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ بہ خیریت تمام شہر روم کو پہنچیں۔ اور حادثات سفر سے محفوظ رہیں۔ تم کو معلوم ہے کہ روم میں پادری صاحب سے کیا سلوک ہوگا کیا تم کو خیال ہے کہ اچھا سلوک نہ ہوگا۔ نہیں ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک ہوگا اور یہ سلوک محض میری وجہ سے ہوگا۔ کیونکہ اگر میں نہ ہوتا تو آج نہ معلوم مذہب اور گرجا کا کیا حشر ہوا ہوتا۔

۲۰۔ مہاراجہ۔ میڈیم برٹرنیڈ۔ شاہنشاہ کو دیکھنے آئی۔ اگرچہ وہ نہایت ضعیف و ناتوان تھی لیکن شاہنشاہ کے سامنے اس نے اپنے چہرے کو بے نشان بنانے کی کوشش کی۔ پولین نے سنجیدگی سے کہا: میڈیم ہم کو مرنے کی تیاری کرنی چاہیے اور خورد سال ہو رہے کی طرف مخاطب ہو کر بولا: ہو رہے کی طرف دو نوں اسی چٹان پر مریں گے۔ پھر میڈیم کی طرف مخاطب ہوا: میڈیم میں پہلے روانہ ہو گا۔ تم میرے بعد جاؤ گی اور اس کے بعد ہو رہے کی طرف روانہ ہو گی۔ اور ہم سب کی بہشت میں ملاقات ہو گی۔ اس کے بعد شاہنشاہ نے روح کی رخصت کے متعلق یہ چند دل گداز استعارے۔

شعار

کیوں ہو کر خستہ و ناکارہ	ہے جگر تھی تو آب گل سے
ہو قالے اب جلد جدا	ملقین عسزہ ہیں پڑھتے
گزار تجرہ کے گل چمن	دامن چاروں سے جگر چڑا
ہے محلِ علی بے برگ بن	زیر دامن شفاعت آ
دیتا ہے مرگ ساحلِ امان	طوفان و تلاطم کا کیا ڈر
آیا ہے تجھ پر خواب گراں	تا جگر اب چین سے سویا کر

جلدی کر پٹنے کی جلدی یہ وقت گزرنہ جائے کہیں

اب ہلے اور واسے نہ کراتنی شب آخر ہے اور صبح قریب

۲۹۔ پیرج۔ مرض کا شاہنشاہ پر نیا وہ غلبہ ہوتا جاتا تھا۔ خارجی علین میں تو اس کو کوئی غدر نہ تھا لیکن دو اپنے کی طرف سے اس کو سخت نفرت تھی۔ اور اس نے ڈاکٹر سے کہا: ”مجھ سے دو انہیں پی جاتی۔ یہ تو میرے امکان سے باہر ہے۔ دوا کی طرف سے مجھ کو بلا کی نفرت ہو گئی ہے۔ میں نے بے وسواس اپنے تئیں خطرات میں ڈال ڈال دیا ہے اور موت کو بڑے استقلال سے دیکھا کرتا تھا۔ لیکن باوجود کوشش و بہت کے دوا پیالہ ہونٹھوں تک لایا نہیں جاتا۔ اور کوئی شک نہیں کہ میں ایک بگڑا ہوا بچہ ہوں۔ جس کو دوا سے کوئی سروکار نہ تھا۔“ اور پھر میڈیم برٹ رینڈ سے پوچھتے لگا۔ ”میڈیم تم دوا کیسے پی لیتی ہو؟“

میڈیم نے جواب دیا: ”میں دوا کی طرف خیال نہیں کرتی اور پی لیا کرتی ہوں اور میں جہاں پناہ کو بھی مشورہ دیتی ہوں کہ دوا کی طرف خیال نہ فرمایا کریں پی لیا کریں۔“

پولین نے اپنا سر ہلایا اور پھر جنرل مان ٹھوٹوں سے یہی سوال کیا۔ اور

مان ٹھوٹوں نے بھی وہی جواب دیا جو میڈیم برٹ رینڈ نے دیا تھا۔

شاہنشاہ نے کہا: ”تو۔ صرف ایک میں ہی ایسا شخص ہوں جو دوا سے بھاگتا ہے۔ اب میں نہ بھاگوں گا۔ اچھا لاؤ۔ دوا پلاؤ۔“ اور شاہنشاہ نے بیڑی مضبوطی کر کے پیالہ لیا اور دوا پی گیا۔

۳۰۔ پیرج۔ اردلی کے افسر کو جسے پولین کی موجودگی کی تصدیق کرنا پڑتی تھی یہ حکم تھا کہ گورنر کو روزانہ رپورٹ کیا کرے کہ میں نے جنرل بونا پارٹ کو آج جہیز پیش خود دیکھا ہے۔ ان دونوں برابر، پیرج سے شاہنشاہ اپنی شدید بیماری کی

وجہ سے کمرہ میں بند تھا اور باہر نہ آسکتا۔ لیکن یہ افسر ایسا شریف تھا کہ اس سے اس بات پر ہرگز زور نہ دیا کہ مرنے ہوئے مظلوم کے کمرہ میں زیر دستی جا کر اس کو چشم خود دیکھے۔ اب پتہ میں کو صرف اتنی ہی تنہائی کہ اس کو دلچسپی کے ساتھ مرنے کی اجازت دی جائے اور اس کے قید کرنے والے اس کے سامنے اپنی مکروہ صورتیں نہ لائیں۔ اس پر سرٹھن کو کوخصتر چڑھ آیا۔ اور اپنے ماتحت افسروں کو ہمراہ لے کر لانگ وڈ آدھ کھانا و شامینشاہ کے مکان کے گرد بھڑنا شروع کیا اور دلی کے رپورٹ کرنے والے افسر سے کہا کہ اگر میرے حکم کی تعمیل نہ کریگا تو نہایت سخت سزا دوں گا۔

افسر سچاپے کو سخت پریشانی تھی۔ اور اس نے جنرل مان مٹھو لوں اور مارچنڈ سے استدعا کی۔ ان دونوں نے افسر کی پریشانی دیکھ کر ایسا انتظام کیا کہ یہ افسر شامینشاہ کو دلچسپی لے اور شامینشاہ کو خبر نہ ہو۔ اندھیرے کمرے میں جس وقت شامینشاہ لیٹتے تھے اٹھا اور مان مٹھو لوں اور ڈاکٹر اینیٹو مارچی نا تو ان شامینشاہ کے پاس کھڑے تھے مارچنڈ نے پردہ کو ڈرامہ کا دیا اور باغ کی جانب دیکھنے لگا۔ گورنر کا افسر پاس ہی باہر کھڑا تھا اور اس نے جھانک کر شامینشاہ کو چشم خود دیکھ لیا اور نقدیقی رپورٹ کر دی۔

لیکن سرٹھن کو کو ملتے پر اطمینان نہ ہوا اور اس نے کہا کہ مگر افسر کو روزانہ کمرہ کے اندر جاکر جنرل بونا پارٹ کی حاضری کا اطمینان نہ کرنے دیا جائیگا تو میں اپنے سرختم سمیت لانگ وڈ آکر زیر دستی کمرہ کے کوٹ توڑ ڈالوں گا اور اندر گھس جاؤں گا اور کچھ خیال نہ کروں گا۔ جنرل مان مٹھو لوں نے گورنر کو اس توہین کے ظالمانہ فعل سے باز رہنے کی ترغیب دی اور کہا یہ مصیبت زدہ کی مصیبت کا لحاظ چاہیے۔ دوسرے آپ کے سہانے جانے سے شامینشاہ کو بڑی ایذا ہوگی۔ کیونکہ اب وہ جاں بلباس سو رہا ہے۔ لیکن بھلا سرٹھن کو پھر ان باتوں کا کیا اثر ہونے والا تھا۔ اور اس نے کچھ توجہ نہ کی۔ یہی باتیں سو رہی تھیں کہ ڈاکٹر اینیٹو مارچی آگیا اور گورنر کی مایم بائیں سنکر

ختم سے آگ ہو گیا۔

گورنر نے غور سے پوچھا: جنرل بونا پارٹ کہاں ہے؟

ایٹو ماپی نے اسی طرح حرکت کر جواب دیا: یہاں کوئی جنرل بونا پارٹ نہیں گورنر نے پوچھا: وہ کب غائب ہو گیا؟

ایٹو ماپی نے جواب دیا: میں ٹھیک نہیں کہہ سکتا۔ آخری جنگ بس میں جنرل بونا پارٹ نے سپہ سالاری کی تھی وہ ابو کرہ کی جنگ تھی۔ اور وہ شائستگی کا ہر فرد پر کرتا تھا اور تم نے ظلم اور وحشت کی سرپرستی کی تھی۔ اس نے تمہارے وحشی اور ظالم رفیقوں کو فاش اور کامل ہر میت دی تھی۔ اور ان کو سمندر میں ڈھکیل دیا تھا۔ اور پھر اس جنگ کے بعد سے جنرل بونا پارٹ کا نام میرے سننے میں نہیں آیا ہے۔ لیکن آپ کو قسم ہے کہ اپنی پرتو میں تجھ پر دوں میں۔ سب کچھ اٹھانے رکھنا کہ شاہنشاہ کل مرتا ہو تو آج ہی مر جائے، سرٹھن لو نے طاقت سے کہا: شاہنشاہ کیا خوب۔ کون شاہنشاہ؟

ڈاکٹر ایٹو ماپی نے کہا: جی۔ وی شاہنشاہ جس نے انگلستان کے حواس گم کر دیے اور بظلم یورپ کے ہاتھیں وہ آلہ دیدیا کہ تمہارے امواد کا ایک امروز فردا میں خاتمہ ہوا جاتا ہے۔

ڈاکٹر ایٹو ماپی کتاب ہے کہ سرٹھن لو کی روح دریا سے مٹس کی پلیدی سے ضرور ضرور بنی تھی کہ وہ ایسی ساعتوں میں جبکہ شاہنشاہ کی آخری حالت تھی اور وہ جان لیوا تھا اس پر شاید رو اڑھتا اور اس کو ستاتا تھا اور دیکھے اس پر کسی کے کہنے کچھ اثر نہ ہوا اور وہ باز نہ آیا۔ لہذا مجبور ہو کر کونٹ برٹ ریڈ اور جنرل مان مٹو لوں نے اس طوفان کے فرو کرنے کی ایک اور تجویز نکالی یعنی خوش نصیبی سے انہوں نے شاہنشاہ کو اس بات پر راضی کر لیا کہ ایک دوسرے ڈاکٹر کو مشورہ میں شریک کر لیا جائے۔ شاہنشاہ نے ڈاکٹر آرٹ کو انتخاب کیا اور اسی کو گورنر نے شاہنشاہ کی موجودگی کا ذمہ وار کر دیا۔

وہ مجبوراً گورنر کو روناہ رہوٹ بھیتا رہا کہ میں نے شاہنشاہ کو چشم خود دیکھا ہے۔
۲۔ اپریل۔ برطانیہ کی گورنمنٹ نے اب شاہنشاہ کے رہنے کے لیے اس
موجودہ ذلیل مکان سے بہتر ایک اور مکان خرید کر لیا تھا۔ لیکن اب تک شاہنشاہ کو یہی
اوجاڑہ موش خانہ میں رہنا پڑا تھا۔ اب سرطرس کو کے مقرر کیے ہوئے ڈاکٹر نے یہ اصرار
کیا کہ شاہنشاہ کو اس جدید مکان میں آٹھ چلنا چاہیے۔ شاہنشاہ نے اس کی بات کو
خاموشی سے سنا۔ اور پھر اپنے ڈاکٹر انیٹو ماری کی طرف مخاطب ہو کر یوں کیا ڈاکٹر یہ
تمہارے رے رے کہ میں اس مکان میں آٹھ چلاؤں گا۔

ڈاکٹر انیٹو ماری نے جواب دیا۔ نہیں میری رے میں ہے بجار بہت زیادہ
تیز ہے۔ اور ایک مکان سے آٹھ کر دوسرے میں جانا صرت سے غالی نہیں۔
شاہنشاہ نے ڈاکٹر آرنٹ سے کہا۔ تم نے سنی لیا۔ لہذا اب دوسرے
مکان کا تذکرہ نہ ہو۔

ڈاکٹر آرنٹ نے پھر اصرار کیا۔ لیکن شاہنشاہ نے کچھ جواب نہ دیا۔

۵۔ اپریل۔ میں دن سے شاہنشاہ کا خط نہ بنا تھا۔ ان ایام میں ڈاکٹر نے
چند بار جاہا کہ خدمتگاروں میں سے کوئی خط بنا دے لیکن شاہنشاہ براہر مثال مثال
کیا تھا۔ آخر کار ایسی تکلیف برسی کہ شاہنشاہ نے خود خواہش ظاہر کی کہ اس کا خط بننا
چاہیے۔ ڈاکٹر نے تمام بلائے کی تجویز کی۔ شاہنشاہ نے اس معاملہ پر ذرا غور کیا اور
کہا۔ میں تو اپنا خط خود بنالیا کرتا ہوں اور آج تک میرے چہرے کو کسی کا ہاتھ
نہیں لگا ہے لیکن اب مجھ میں طاقت نہیں ہے اور مجبوراً ایسی بات گوارا کرنا پڑیگی جس
میں بالطبع پسند نہیں کرتا لیکن۔ ڈاکٹر سرگزیدہ ہو گائیں یہ نہ کہلو اوگاکا کہ میں نے اپنا
چہرہ دوسرے کو چھونے دیا صرف تم کو اجازت دیتا ہوں کہ تم میرا خط بنا دوگا
ڈاکٹر نے اپنی کم مشقی کا غدر کر کے کہا۔ کہ کسی ہوشیار آدمی سے خط بنوایا جاوے

شاہنشاہ نے کہا: بہت اچھائیوں ہی سہی۔ لیکن یقیناً سوائے تمہارے کسی اور کو غمزدہ ہو گا کہ میرے سب جہزے کو لٹا لگایا۔

۷۔ اپریل۔ شاہنشاہ کو کسی قدامتہ تھا۔ اور بہت کر کے اُس نے بیچ کر اپنا خط خود بنایا اور لباس تبدیل کر کے آرام کسی پٹیا۔ انگریزی اخبار پڑھتے پڑھتے ایک موقع پر اُس کو اپنے دو جنروں کے متعلق ایک رنج دہ واقعہ نظر پڑا۔ اُس نے کہا: ”میشک خطا واقع ہوئی تھی۔ لیکن خط سے کون پاک ہے شہریوں تک کا تو یہ حال ہے کہ امن چین اور ملینان سے بیٹھے ہو چکے باوجود خطا کر بیٹھے ہیں تو پھر کس طرح توقع ہو سکتی ہے کہ وہ افسر جنکے شب و روز جب کے میدان میں فکر و تردد کے ساتھ گزرتے ہیں ان شہریوں سے بھی بڑھ جائیں اور خطا نہ کریں اور صاحبِ رائے کا ایسا صحیح تیر ہو کہ ہمیشہ نشانے ہی پر پڑے۔“

۸۔ اپریل۔ آج تمام دن شاہنشاہ وصیت لکھنے میں مصروف رہا۔ وصیت کا حسب ذیل الفاظ سے شروع ہوا تھا۔ ۱۔ میں روٹن کیتھولک عیسائی فرما ہوں اور یہی مذہب میں پچاس سال سے زیادہ ہوئے کہ میں پیدا ہوا تھا۔ ۲۔ میری تمنا ہے کہ فرانس میں دنیا کے سین کے کندے میں انہیں لوگوں میں جن سے مجھ کو محبت ہے دفن کیا جاؤں۔ ۳۔ مجھ کو اپنی محبوب بیوی ملکہ میرا بولویا سے ہمیشہ محبت رہی ہے اور اب آخری لمحوں میں بھی اُس کے محبت کا میرے دل میں وہی حال ہے۔ لہذا میرے اُس سے یہ التجا کرتا ہوں کہ میرے بیٹے کی بڑی ہوشیاری سے پرورش کرے تاکہ اُس کی جان ان خیالوں سے محفوظ رہے جو بحسن سے اس بچہ کو گھیرے ہوئے ہیں۔ یہ میں اپنے بیٹے کو یاد کرتا ہوں کہ وہ یہ بات کہی فراموش نہ کرے کہ وہ فرانس کا شاہزادہ پیدا ہوا ہے۔ اور کبھی ان ظالموں کے ہاتھ میں ایسا آلا نہ بنے جو یورپ کی قوموں کو نشانہ ہیں۔ اس کو لازم ہے کہ فرانس کے خلاف کبھی جنگ نہ کرے اور فرانس کو کسی طرح نقصان

نہ ہو بخائے۔ اور اُس کو میرے دوستوں پر کاغذ ہونا پائیے کہ راجہ کو کچھ ہے وہ فرانس
کے بادشاہ کے واسطے ہے۔

شاہنشاہ نے اس وصیت نامے میں اپنے تمامی دوستوں کو جو ہنوز زندہ تھے اور ان
دوستوں کے بیوہ بچوں کو جو مر چکے تھے جی فیاضی سے یاد کیا اور اُس کی شکر گزاری کرنے
لیک کو بھی فراموش نہ کیا۔

۱۷ اپریل۔ شاہنشاہ نے کوئٹہ ماں بھوتوں کو تین بجے بلایا۔ اُس کے چہرے
پر اس وقت مخصوص نشان تھی۔

شاہنشاہ نے کہا: جنرل برٹ ریڈ سے اس وقت باتوں باتوں میں یہ ذکر
ہوا کہ میرے دھی لڑکوں کو میرے بیٹے سے کیا کہنا چاہیے جبکہ اُن کی اُس سے ملاقات
ہو۔ تو میں چاہتا ہوں کہ لکھنؤ لفظوں میں وہ نصیحت لکھو اور وہ جو بطور وصیت کے میں
اُس سے کہنا چاہتا ہوں اور اس سے تم کو آسانی ہوگی کہ میرے خیالات میرے
بیٹے تک پہنچا سکو۔ اچھا۔ میں بول ہوں لکھو۔

اور شاہنشاہ نے یہ حیرت انگیز خط اپنے بیٹے کے نام حسب ذیل لکھنا شروع کیا۔
”میرے بیٹے کو میری موت کے انتقام لینے کے خیالات نہ کرنا چاہیے۔ میری
موت سے اُس کو عبرت و نصیحت حاصل کرنا چاہیے۔ میرے کارناموں کو وہ کبھی فراموش
نہ کرے۔ میری طرح اُس کو سر تا پا فرانسیسی ہونا لازم ہے۔ اُس کا مدعا یہ ہونا چاہیے کہ
صلح اور امن کے ساتھ حکومت کرے۔ اور اگر محض میرے قدم پر قدم رکھ کر وہ جنگ شروع
کرے اور واقعہ میں اس جنگ کی کوئی سخت ضرورت نہ ہوگی تو یہ محض مٹھ چڑانا اور بھونڈی
نفل کرنا ہوگا۔ اور اسی کام کو پھر سے کرنا جو میں نے کیا تھا یہ معنی رکھیگا کہ میں نے کچھ نہ کیا
تھا۔ لیکن اگر اُس کام کے مکمل کرنے کی کوشش کی جائیگی تو ثابت ہوگا کہ میری جگہ ہوئی
بنیادیں مستحکم ہیں۔ اور نیز یہ تمہیں یہ بھی ثابت کر گئی کہ ایوان کا خاکہ صرف میں نے طے کیا وہاں

تھا۔ اور یاد رکھنی بات ہے کہ ایک ہی صدی میں ایک ہی کام دو دفعہ نہیں ہوتا۔ میں
 مجبور تھا کہ یورپ کو اپنے زور اور فن حرب سے خالیف کر دوں۔ اب اس وقت صرف اس کام
 باقی ہے کہ یورپ کو یقین کرا دیا جائے کہ یورپ غلطی پر تھا میں نے وہ انقلاب کو بچا لیا جس کے
 نتائج خاک میں مل جانے کے قریب ہو گئے تھے۔ میں نے اس کی ابڑی تعمیر کو پھر بنایا۔ اور
 اس کی بنیاد چک۔ نینا کو دیکھا ہے۔ میں نے فرانس اور یورپ کے دونوں میں متعلقہ
 قائم کر دیے۔ اور اب وہ ٹکڑ نہیں سکتے۔ پس میرے بیٹے کا فرض ہے کہ میرے لگائے ہوئے
 پودے کی پرورش کر کے اس کو پزیراں چڑھائے۔ اس کو لازم ہے کہ سرسبز اور دولت کے
 ان عناصر کو جو فرانس کی زمین میں مدفون ہیں کا نڈ بنائے اور اسی سے وہ بڑا بلاو شاہ ہو سکتا
 مد میرے انتقال کے بعد یورپ فرانس کے تحت پر قائم نہ رہیں گے اور فرانس میں
 ہر مقام پر اور نیز انگلستان میں میری حمایت کو لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور لوگوں کا میری
 حمایت میں یوں مستعد ہو جائے گا کہ میرے بیٹے کے لیے عمدہ ترکہ ہو گا۔ یہ ممکن ہے کہ اپنے داغ
 بنامی کو بیٹے کی غرض سے کیونکہ میرے ساتھ انگلستان نے بڑے بڑے ظلم کیے ہیں یہ ہی
 انگلستان میرے بیٹے کو فرانس کا فرمان روا بنانے پر آمادہ ہو۔ لیکن پھر بھی انگلستان سے میں جمل
 قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی تباہی مقاصد میں اس کی مخالفت نہ کی جائے لیکن
 اس ضرورت سے دو نتیجہ پیدا ہوں گے یعنی یا تو انگلستان سے جنگ کی جائے یا دنیا کی تجارت
 میں اس سے شرکت ہو۔ اور موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے پچھلا نتیجہ اور اسی پر غور کرنا سب
 ہو گا۔ اور یہی ممکن بھی ہے۔ فرانس میں خارجی معاملات کا داخلی معاملات پر زیادہ عرصے تک اثر اور
 غلبہ ہے گا۔ میں اپنے بیٹے کے لیے ترکہ میں کافی طاقت اور ہم دردی چھوڑتا ہوں۔ کہ وہ
 میرا کام جاری رکھے اور اس کو صرف زیرک اور موافق مشیروں کی مدد کی ضرورت نہ رہ جائے گی
 دو دینا میں میرے بیٹے کی حالت قابل افسوس ہے۔ یہ بات ممکن معلوم نہیں ہوتی
 کہ اسٹریٹا بلا خرابی لکھوئے اس کو آزاد کر دے۔ لیکن فرانس اول تو میرے بیٹے سے بھی

زیادہ نازک حالت میں تھا اور اس سے اُس کے فراموشی ہونے میں کوئی غلط نہ تھا
 میرا بیٹا غیر بادشاہوں کی مدد سے تخت نشین ہونے کو کبھی گوارا نہ کرے۔ اُس کی
 صرف یہی خواہش نہ ہونا چاہیے کہ کسی نہ کسی طرح سے اُس کی فرمان روائی کی تمنا
 پوری ہو جائے نہیں بلکہ اُس کو اس طور سے فرمان روائی کرنا چاہیے کہ اُسے ولی تسلیم
 اُس کے نام کو ہر شکر گزاری یاد رکھیں۔ اور جب اُس کو اختیار اور قابو ہو اُس کو لازم ہے
 کہ میرے خاندان سے پوری محبت کرے۔ میری ماں پورانی وضع کی خاتون ہے۔
 جو رعیت اور یوچین میرے بیٹے کو اچھی اور نیک صلاح دینگے ہو مرنس اور کیرولین بڑی
 اعلیٰ صفات کی عورتیں ہیں۔ اگر میرے بیٹے کو جلا وطنی ہی میں رہنا ہو تو اُس کو چاہیے
 کہ میری کسی بھتیجی سے شادی کرے۔ اور اگر فرانس اُس کو اپنا فرمان روائے تو
 اُس کو روس کی شہزادی سے شادی کرنا چاہیے۔ اور اسی روس کے دربار کی یہ حالت
 دیکھی گئی ہے کہ رشتہ کو حکمت عملی پر ترجیح دی جاتی ہے۔ اُس کو اپنے نئے رشتہ کے ذریعہ
 سے فرانس کے خارجی اثر کو ترقی دینا چاہیے اور یہ نہ ہو کہ باہر کے لوگ آئیں اور اُس کے
 مجلس مشورت میں اپنا اثر ڈالیں۔ فراموشی قوم پر ہر شہ طیکہ غلط رشتہ نہ چلائی جا
 دوسرے قوموں کے مقابلہ میں زیادہ آسانی سے حکومت کی جاسکتی ہے۔ بات کو
 آسانی اور تیزی کے ساتھ سمجھنے میں فراموشی قوم اپنا نظیر نہیں رکھتی اور اُس کو فوراً
 معلوم ہو جاتا ہے کہ کون شخص قوم کے واسطے محنت کرتا ہے اور کون شخص قوم کے خلاف
 کارروائیاں کرتا ہے۔ اور اسی قوم کے لیے ضروری ہے کہ اُس کی سمجھ کے موافق
 بات کی جائے۔ نہیں تو اُس کی چلبلی اور بے چین روح پٹے کھاتی ہے اور آخر میں
 جوش مار کر اہل پرتی ہے۔

میرا بیٹا فرانس کی خانہ جنگیوں کے بعد فرانس کا فرمان روا ہو گا۔ اس کو صرف
 ایک فریق سے خدشہ ہو گا اور وہ فریق وہ ڈیوک آف آئینس کا ہے۔ یہ فریق بہت

عصرہ سے نشو و نما پا رہا ہے۔ میرے بیٹے کو کسی فریق کا خیال نہ ہونا چاہیے۔ صرف یہ دیکھنا چاہیے کہ جمہور کا کیا خیال ہے۔ سوائے اُن لوگوں کے جنہوں نے اپنے ملک فرانس کے ساتھ بغاوت اور نمک حرامی کی ہے میرے بیٹے کو باقی تہمی لوگوں کے چال و چین کو معافی کی نظر سے دیکھنا چاہیے۔ اور ارباب جو ہر کی جہاں وہ ہاتھ آئیں سرپرستی اور قدر کرنا چاہیے۔ اور میں یہ بھی کہتا ہوں کہ چھیو برائڈ جس نے میرے خلاف نہایت ہی مذہم بہتانوں کا رسالہ لکھ کر محکوم بنام کیا ہے نہایت ہی اچھا فراموشی ہے۔ ”فرانس ایسا ملک ہے جہاں قریعوں کے سرخناؤں کا اثر نہایت ہی کم ہے اور ان سرخناؤں کی مدد پر پھونائیت کی بنیاد تعمیر نہایت ہے۔ صرف عام جمہور کے گروہ کی مدد سے بڑے بڑے کام ہو سکتے ہیں۔ علاوہ بریں فرماں روا کو چاہیے کہ وہ اسی مقام سے طلب کرے جہاں سے مدد مل سکتی ہو۔ اخلاقی قانون بھی جسمانی قوانین کی طرح مضبوط و مستحکم ہوتے ہیں۔ بوربون چاہے جس قسم کا طرز حکومت قائم کریں لیکن مدد کے لئے وہ صرف امر اور قسیسوں پر ہی بھروسہ کر سکتے ہیں۔ اور باوجود اس کے کہ کلوں کے زور نے ایک لمحے کے لیے پانی کی سطح کو بلند کر دیا ہے لیکن پھر وہ اکثر اپنی اصلی سطح پر ضرور آئے گا۔ اس کے برخلاف میں نے بلا متناہت جمہور کی مدد پر اعتماد کیا تھا اور میں نے ایسی فرماں رواؤں کی نظر و کھلاوی تھی جس میں سب ہی کا نفع تھا اور میں نے صرف امر اور قسیسوں۔ شہریوں یا تاجروں کی مدد یا نفع کی غرض سے حکومت نہ کی تھی بلکہ فرانسیسی قوم کی پوری جماعت اور خاندانوں کے واسطے فرماں رواؤں کی تھی۔

”میرے امر اور میرے بیٹے کی مدد کریں گے۔ اور مجھ تک پشت سے زیادہ پشتوں کی مدد سے چٹو برائڈ کے ساتھ کا اوپر سہم مصلح حال لکھ چکے ہیں۔ ایسے شخص کو نوین کانوں آسانی سے صاف کر دینا کیا ظاہر کرتا ہے۔ یہی ظاہر کرتا ہے۔ یہی ظاہر کرتا ہے کہ نوین جیسے فیاض اور عالی حوصلہ شخص کی نظیر معدوم ہے۔ مصنف ۱۲۔

ضرورت تھی کہ امر اور بیرنگ اختیار کر کے میری فتوحات کی جو خلاق سے متعلق تھیں پاکیزگی
کو محفوظ رکھتے۔ مسئلہ ۴ سے تمامی امر اور نے دوسرے فریق کی حمایت شروع کر دی۔
اور مجھ کو اپنے دشمنوں یا امر اور پر مجبور نہ رہا حتیٰ کہ اپنے گنہگاروں پر اعتماد نہ کر سکا۔ لیکن
اس کے برخلاف تمامی جمہور اور تمامی قوت کپتانوں کے درجہ تک میری حامی رہی۔ اور
اُن پر اعتماد کرنے میں میں نے دغا نہ کھائی۔ اُن پر میرے بڑے احسان تھے اور
میں اُن کا سچا قائم مقام تھا۔ اور بغیر میرے مختار مطلق بنائے اُن کو چارہ کار نہ تھا۔
اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ میری خواہش سے زیادہ وہ مجھ کو طاقت و اختیار دینے پر
ہمیشہ آمادہ رہے۔ لیکن آج یہ نوبت ہے کہ ضرورت سے زیادہ کوئی شے ممکن نہیں
ہے۔ اور میرے بیٹے کے ساتھ بھی حال ہوگا۔ اُس کے اختیارات پر جھگڑا کیا جا گا
اور اُس کو پہلے سے یقین کو لینا چاہیے کہ آزادی مانگی جائیگی۔ اور موجودہ زمانہ میں
تنہا حکومت کرنے سے مجالس مشورت کی مدد سے حکومت کرنا آسان بھی ہے یعنی
بہت سی باتوں کی یہ مجلسیں ذمہ دار اور جواب دہ ہو جاتی ہیں مگر غلبہ رائے اپنے لیے
ماہل کرنے میں کوئی دشواری نہیں۔ مگر اُس کے ساتھ ہی اتنا ہوشیار رہنے کی ضرورت
ہے کہ ملک میں برا خیال نہ پیدا ہونے پائے۔ گورنمنٹ کا اثر فرانس میں بے انتہا ہے۔
اور اگر گورنمنٹ سمجھ کر کام کرے تو پھر چاروں طرف سے مدد حاصل کرنے کو اُسے رشتوں
دینے کی حاجت نہیں۔ فرماں روا کا صرف یہ ہی کام نہیں ہے کہ فرماں دہانی کرے۔ بلکہ
اُس کا یہ فرض ہے کہ تعلیم و اخلاق کی اشاعت کرے اور خلائق بہبودی میں جان و دل سے
محنت کرے۔ اور جو چیز چھوٹی اور فریب دینے والی ہے ناقص مدد ہے۔

”اپنی جوانی میں تجھے بھی چند دھوکے ہوئے تھے۔ لیکن اُن کا حال مجھ کو جلد معلوم ہو گیا۔
بڑے بڑے مقرر جو اپنی فصاحت کی آجے تاب سے مجالس پر حکومت کرتے ہیں معاملات
ملکی میں اُن کی محض معمولی لیاقت ہوتی ہے اور اُن کے طریقے میں اُن سے اختلاف کرنے

کی کوئی حاجت نہیں ہے کہ وہ تم سے زیادہ لغائی ہی لغائی کرنا جانتے ہیں اور اس آگے نہ صلیح ہوتی ہے۔ اگر اُن کی فصاحت کا مقابلہ ہی کرنا منظور ہو تو متین اور منطقی دلائل سے انکی تردید کرنا چاہیے۔ انکی طاقت محض بے سرو پا باتوں پر منحصر ہوتی ہے۔ اور انکو پھر کرد واقعات کی اہلیت کی طرف لانا چاہیے۔ میری مجلسوں میں مجھ کو زیادہ فصیح و بلیغ اراکین موجود تھے لیکن میں اُن کو ہمیشہ اس سادی دلیل سے کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں شکست دیدیا کرتا تھا۔

”فرانس میں بڑے ذکی عملی کام کرنے والے لوگ موجود ہیں۔ صرف ضرورت یہ ہے کہ وہ تلاش کر لے جائیں۔ اور مناسب رتبوں پر بھونچنے کے اُن کو ذریعہ ہم چھونچا دیے جائیں۔ اور ایسی لیاقتوں کے اشخاص جن کو مشورہ کی کونسل کارکن ہونا چاہیے مقابل چلا رہے ہیں اور اس کے خلاف وہ لوگ وزارت کے قلمدان میں بیٹھے ہیں جن کو بل جوتا چاہیے تھا اگر ایسے لوگ جو دیکھتے ہیں ہر صورت سے محتول نظر آتے ہیں نہایت ہی نامعقول اور بیہودہ مشورہ دیں تو میرے بیٹے کو تعجب نہ کرنا چاہیے۔ فرانس میں اعلیٰ سے اعلیٰ اور منصفانہ اور ذلیل سے ذلیل ظالمانہ طرز کے مشورہ دینے والے لوگ موجود ہیں۔ لیکن میرے بیٹے کو دونوں کی بابت غور سے سننا چاہیے اور اُن میں سے اعلیٰ اور قابل قدر باتوں کو چن لے۔ اور آپ کو لایق سے لایق لوگوں کو انتخاب کر کے جمع کر لے۔ فرانسیسیوں میں دو قومی جہتیں ہیں یعنی وہ آزادی پسند ہیں اور رتبہ کے دلدادہ ہیں۔ اگرچہ یہ دونوں جذبات بظاہر مخالف اور متضاد معلوم ہو سکتے ہیں۔ لیکن دونوں ایک حس سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور اگر گورنمنٹ کی طرف سے نہایت پورا انصاف کیا جائے تو ان جذبات کی شکیں ہو جاتی ہے۔ گورنمنٹ کے افعال و قوانین سب کے ساتھ برابر ہونا چاہیے اور اُن لوگوں کو صلے اور اعزاز بخشنے جائیں جو سب کی نگاہ میں مستحق ہوں یا بل جو ہر تو

معاف کئے جائیں لیکن سازش کرنے والوں کو معاف نہ کرنا چاہیے لیکن آف آنے والے لوگوں کو حصول لیاقت نیکو کاری اور شجاعت کی بڑی ترغیب و تحریص دی ہے لیکن اگر دربار کی سازش یا کلب کے دباؤ سے لیجن آف آئرز کا غیر مستحق کو اعزاز بخشا جائیگا تو نہایت ناقص نتیجہ ہو گا یعنی سپاہ بے دل ہو کر کنارہ کشی کر لیگی۔

میرے بیٹے کو مجبور ہونا پڑیگا کہ مطیع کو آزادی دے۔ زمانہ موجودہ میں اسکی ضرورت ہے فرمان روائی کر نیچے غرض سے کم و بیش مکمل اصول کی پیروی کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ اسی سامان پر عمارت تعمیر کرنا چاہیے جو اپنے دسترس اور اختیار میں ہو اور ضروریات وقت کا تابع ہو کر ان سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ یہی مطیع کا حال ہے کہ گورنمنٹ کے ہاتھ میں وہ گورنمنٹ کا زبردست معین ہو اور سلطنت کے گوشے گوشے میں مفید مذہبی اصول اور اخلاق حمیدہ کے پھیلانے کا ذریعہ بن جائے۔ لیکن مطیع کی آزادی کی طرف سے بے خبر ہو جانا اور اس کو اس کے حال پر چھوڑ دینا خطرے کے کنارہ پر پڑ کر سو جانا ہے اگر محکوم صلیغ نصیب ہو جاتی تو میرا یہ ارادہ تھا کہ مطیع کے متعلق ایک سیرشتہ قائم کرتا جس کا افسر اعلیٰ ایک ڈائریکٹر ہوتا اور اراکین ملک کے لائق سے لائیں اشخاص ہوتے اور میں فرانس کے جمونپٹرے جمونپٹرے میں اپنے خیالات اور اپنے اصولوں کو چھوٹا دیتا۔ اب یہ ناممکن ہے کہ مین سو برس قبل کی طرح خاموشی سے بیٹھ کر جماعتوں کی ہدایت تبدیل ہوتے ہوئے دیکھی جاسکے اب تو وہ زمانہ آگیا ہے کہ خطہ جان میں پڑ کر یا تو ہر بات کی رہائی کیجا دے یا اس کو روکا جائے۔

”میرے بیٹے کو نئے خیالات کا آدمی ہونا چاہیے اور اسی اصول کی سرپرستی کرنا چاہیے جس کا ہر مقام پر میں نے بول بالا کر دیا ہے۔ اس کو ایسی افادہ گاہیں قائم کرنا چاہیے کہ امرائی قوانین کا استیصال ہو جائے اور بشر کا رتبہ مستحکم اور ان پود چلا

کی سربزری کا نشو و نما ہو جو صدیوں سے کوہل اور کلیاں نکال رہے ہیں۔ اُس کو اُن تہائی مالک میں جو شائستگی کو نہیں بھجوتے اور وحشی ہیں سچی مذہب کے فوائد اور شائستگی پھیلانے کی کوشش کرنا چاہیے۔ پس میرے بیٹے کے یہی مقاصد اور یہی خیالات ہونا چاہیے جو اوپر بیان ہوئے۔ اور یہی وہ خیالات اور مقاصد تھے جنکی پیری کر کے میں اما اور تاجداروں کی نفرت کا نشانہ بن کر شہید ہو میرے بیٹے کو کھانا رکھنا چاہیے کہ میرے مقاصد محترم تھے۔ اور عجب ہے میرے قاتلوں پر اور ذرا انکی صورت تو دیکھو کہ کل تک تو بدربون کے مشہر تھے اور کل ہی پر اپنے ملک کے حامی بن گئے اور میں اور میرے رفیق عذاب جھیل جھیل کر اُن برکات کا کفارہ دے رہے ہیں جو ہم نے قوموں کو بھونچا ناچابی تھیں۔ میرے دشمن بنی نوع انسان کے دشمن ہیں وہ جمہور کو بھیڑیں خیال کر کے مقید کرنا چاہتے ہیں۔ وہ دالسن پر ظلم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اُلٹی گنگا بہا ناچاہتے ہیں مگر ذرا اُن کو ہوشیار ہو جانا چاہیے کہ کبیر دریا بند توڑ کر باہر نہ نکل جائے۔

”میرے بیٹے کے مقابلے میں تہائی مخالفتیں صلح اور آشتی کی صورت اختیار کر لینی نئے خیالات پھیل کر طاقت حاصل کرنے کے۔ کوئی انقلاب یا زلزلہ عظیم پیش نہ آئے اور خلق خدا بڑی بڑی مصائب سے محفوظ رہیگی۔ اور ایک تو یہ صورت ہو سکتی ہے جو میں بیان کر چکا۔ لیکن ایک دوسری صورت بھی ممکن ہے۔ اور وہ یہ صورت ہے کہ اگر میری وفات کے بعد بھی اپنی اندھی نفرت سے یورپ کے بادشاہوں نے میرا اولاد کو ستانہ چھوڑا تو میرا اُن سے انتقام لیا جائیگا لیکن بڑے تشدد اور ظلم کے ساتھ انتقام لیا جائیگا اور اگر قوموں نے اپنی حدود سے تجاوز کیا تو ہر صورت سے شائستگی کا خون جو جائیگا اور لوہے کے دریا بہ جائیگے اور اندزدنی اور میرزدنی جنگ سے علوم و فنون کا چراغ گل ہو جائیگا۔ نہایت شدید اور تکالیف کے متن“

ہر س درکار ہونے کے پھر ویسی شاہی حکومت قائم ہو جس نے میرے قلیل دوران میں حکومت میں سب درجے کے لوگوں کے حقوق کا لحاظ رکھا تھا اور یہ وہ حکومت تھی کہ کئی صدیوں سے اپنے قائم ہونیکے پہلے چودھویں اور پندرہویں صدی کی قیود لو میٹ دینے کے لیے لڑی تھی۔ اور اگر اس کے برخلاف شمال سے روس نے شائستگی پر یورش کی تو جھگڑا طے تو لھوڑی سی مدت میں ہو جائیگا لیکن صدمہ بڑا عظیم الشان پھونکے گا۔ تمامی اقوام کی بہبودی اور وہ نیچے جنکے حاصل ہونے میں بدیں صرف ہو گئی ہیں خاک میں مل جائیں گے اور کون کہہ سکتا ہے کہ کیا کیا بھول ناک نیچے نکلیں میرے بیٹے کے تحت نشین ہونے سے قوموں اور بادشاہوں دونوں کا فائدہ ہے۔ اور ان خیالات اور اصولوں کے دائرے کے باہر جنکے لیے ہم نے جنگ کی تھی اور باوجود تمامی دشواریوں کے کامیابی حاصل کی تھی مجھے سوائے غلامی اور فرانس اور یورپ کی دہری دہری کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔

”وہ اس سب کو جو میں نے لکھایا لکھایا ہے تم شائع کرنا اور بیٹے سے کہنا کہ اس کو پڑھے اور اس پر غور کرے۔ تم اُس سے کہنا کہ وہ اُن تمامی اشخاص کی حفاظت کرے جنہوں نے میری خدمت اور مدد کی ہے اور اُن کی تعداد بڑی ہے۔ میرے سپاہی جو میرے جان نثار اور نہایت شریف انجیال تھے شاید اب روٹیوں کو محتاج ہونگے۔ ان فرانسیزیوں میں بڑی شجاعت اور شہسبازی ہے۔ اور یہ دولت کیسی پامال اور فوں ہو گئی کہ اب نہ ابھری گی اور نہ دنیا کی روشنی دیکھی گی۔ یورپ ایک نہ بھٹنے کی تبدیلی کی طرف قدم بڑھا رہا ہے اور اس ترقی کی راہ سے اُس کو واپس کر سکی کوشش کرنا ایک بے کار جھگڑا ہے۔ اپنی قوت کو زائل کرنا ہے۔“

”قوم میں ایسی خوشنہیں پیدا ہو گئی ہیں کہ جلد یا بدیر وہ پوری ہو کر رہیں گی۔“

پس اسی نتیجے کی طرف رہنمائی کرنے میں دیلمی سعی ہونا چاہیے۔ میرے بیٹے کو بھی بڑی بڑی دشواریاں پیش آئیں گی۔ اس کو چاہیے کہ وہ کام جو معاملات کی صورت نے مجھ کو مجبور کر کے پڑھو مشیر کر لیا تھا بلعموں کے اتفاق اور رضامندی کی مدد سے کرے جب مسئلہ ان میں سے روس پر فتح پائی تو سو برس کی صلح کا مسئلہ حل ہو گیا تھا۔ میں نے قوموں کی پیچیدہ گرہ کو کاٹ دیا تھا۔ اب قوموں کی گرہ کو پھر باز نہ منا چاہیے۔ اور ان فرمان روائیوں کی یاد کو میٹھا دینا چاہیے جو میں نے اپنی عام حکمت عملی کے مدعا سے قائم کی تھیں۔ مسئلہ ان میں میں نے اپنے بھائیوں کو ان کی فرمان روائی فراموش کر دیتے اور صرف اتنا یاد رکھنے پر قطعی مجبور کر دیا تھا کہ وہ فرانس کے شاہزادے ہیں۔ اسی مثال کی میرے بیٹے کو پیروی کرنا چاہیے۔ اور اس کے خلاف عمل کرنے سے اگر شور و فساد برپا ہو تو کچھ بے جا نہ ہوگا۔

ملک شمال میں اب بڑے اور اہم حل طلب مسائل پیش آئیں گے بلکہ یہ مسئلے بحر روم میں پیش آئیں گے۔ اور وہاں مختلف بادشاہوں کی جاہ طلبی کے لیے جھگڑنے کے سامان موجود ہیں۔ اور وحشی ممالک کے حصے حاصل کر لینے سے شایستہ قوموں کو خوشی نصیب ہو سکتی ہے۔ بادشاہوں کو مقبول بات پر توجہ کرنا چاہیے۔ یورپ کے اندر وہ سامان نہ رہے گا کہ یہ سب باہم کٹھن ہیں۔ بدظنی اور تعصب منتشر اور مشترک ہے۔ تجارت کی راہیں زیادہ ہوتی جاتی ہیں۔ اور اب قوم کا تجارت پر اجارہ کر لینا ممکن نہیں ہے۔ اور یہ بات معادم کرنے کو کہ اس کی حکومت اچھی ہے یا بُری ہے۔ میرے بیٹے کو چاہیے کہ سزایا بیوں کا ایک سالانہ نقشہ اپنے سامنے طلب کے مقابلہ کرے اگر جرائم کی تعداد میں زیادتی ہو۔ ناچاہیے کہ حیثیت بڑھ گئی ہے اور جماعت پر اچھی حکومت نہیں ہے اور اگر جرائم میں کمی ہے تو نتیجہ اس کے برعکس سمجھنا چاہیے۔ درجیہ اوٹھنے خیال کے نفسی نمو یافتہ بن کر آئیں کہ مذہبی خیالات کا کچھ

اثر نہیں ہوتا یہ یقین غلط ہے۔ مذہبی خیالات کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ ان خیالات سے انسان کی بڑی بڑی خدمات ہو سکتی ہیں۔ پوپ صاحب سے اتحاد قائم رکھنے کا نتیجہ ہو سکتا ہے کہ دس کروڑ شخص اس پر اثر پڑ سکتا ہے۔ پوپ پائیس ہفتم کی میرے بیٹے کی طرف ہمیشہ اچھی نیت رہی۔ وہ روشن خیال اور غیر متعصب بوطرح آدمی ہے۔ اور میرے اور پوپ کے درمیان مناقشے کی نہایت مہلک وجوہ قائم ہو گئی تھیں جن کا مجھے سخت افسوس ہے۔ کارڈینل فینین میرے مدعا کو نہ سمجھا تھا۔ اس نے فرانس میں ایسے مذہبی فریق کی حمایت کی تھی جو فرانس کے لیے سخت مضر تھی۔ اگر تم کو فرانس لوٹنے کی اجازت دیجائیگی تو تم اب بھی فرانس میں میرے بہت سے پیرواہ دیکھو گے۔ اور میری یادگار کے ساتھ اس کا سب سے بڑا سلوک یہ ہو گا کہ نظام سلطنت کے متعلق اپنی مجالس میں میں نے جو خیالات ظاہر کیے ہیں ان کو ایک جگہ جمع کریں اور اسی طرح اس ہدایتوں کو ہم کریں جو میں نے اپنے وزیر کو وقتاً فوقتاً کی ہیں اور ان کاموں کی ایک فہرست مرتب کریں جو میں نے ہاتھ میں لیے تھے۔ اور ان تمامی یادگاروں کی ایک فہرست جدا تیار کریں جو فرانس اور اٹلی میں ہیں تعمیر کی ہیں۔ اور جو کچھ مجالس سلطنت میں میں نے کہا تھا اس میں یہ امتیاز کریں کہ وہ کونسی بات تھی جو اس وقت خاص کے لیے کہی تھی اور وہ کونسے اصول تھے جو دائمی مؤثر تھے۔

دو میرے بیٹے کو چاہیے کہ میرے کارنامہ کو پڑھتا اور اس پر غور کرتا رہے۔ اور ایسی سچی فلسفہ ہے۔ اس کو بڑے بڑے سپہ سالاروں کی لڑائیوں کی تاریخ بھی مطالعہ کرنا چاہیے اور اسی ذریعہ سے فن حرب سیکھا جاسکتا ہے۔ لیکن اگر اس کے دل میں وہ پاک جوش اور نفع رسانی کا ذوق نہیں ہے جس سے بڑے کام ہوتے ہیں تو تمہارا اس کو نصیحت و تعلیم کرنا اور اس کا پڑھنا یا سیکھنا سب رائگان ہے

لیکن مجھ کو اُمید ہے کہ جس تقدیر کے لیے وہ خلق کیا گیا ہے اُس کا اہل ثابت ہو گا۔

۱۹۔ اپریل۔ کئی رات اور کئی دن کی تکلیف کے بعد شاہنشاہ کو کسی قدر افاقہ معلوم ہوا۔ اور اُس نے نامی سپہ سالاروں کا تذکرہ کیا۔ اُس نے کہا بدمل ہو ایسے تنگ دماغ کا شخص نہ تھا کہ میدانِ حرب ہی تک اُس کے خیالات محدود ہوتے وہ جنگ بھی کرتا تھا اور عدناموں کے متعلق خط و کتابت بھی کرتا تھا۔ وہ سپہ سالار بھی تھا اور مدبر بھی تھا۔ کیا اُس کے محاربات کی تاریخ بیسویں رجنٹ میں موجود ہے؟

ڈاکٹر آرنٹ نے کہا ”میرا خیال ہے کہ موجود نہیں ہے۔“

شاہنشاہ نے کہا ”کچھ حرج نہیں ہے۔ یہ کارنامہ میرے پاس موجود ہے اور میں بڑی خوشی سے بیسویں رجنٹ کو دیتا ہوں۔ ڈاکٹر کو یہ کارنامہ لو اور میری طرف سے رجنٹ کے کتب خانہ میں داخل کر دو۔“

سرہنس لو نے ڈاکٹر کو یہ کتاب لینے پر بڑی ملامت کی۔ اور یہ کتاب رجنٹ کے کتب خانہ میں نہ جانے دی۔ اور صرف یہ خطہ تھا کہ انگریزی سپاہیوں میں پنولین زیادہ ہر لغزینہ ہو جائے کیونکہ وہ ان سپاہیوں میں پہلے سے ہر لغزینہ تھا اور لاڈلایندہ بھی شرافت سے لکھتا ہے یہ ڈاکٹر آرنٹ کو اُس کے افسرانِ بالا نے حکم دیا کہ کتاب پنولین کو واپس کر دی جاوے اس لیے کہ اول تو یہ کتاب بذریعہ گورنمنٹ ہوس کے بیجی لگی تھی دوسرے وہ شاہنشاہ پنولین کے نام سے تھی جنرل بوٹاپارٹ کے نام سے تھی۔ اور یہ عداوت و حسد بھی کیسا قابلِ نفرت اور تنگ دلی کا اظہار کرنے والا ہے اور گورنمنٹ اور اُس کے عہدہ داروں دونوں ہی کے لیے موجبِ ذلت ہے۔“

۲۰۔ اپریل۔ شاہنشاہ کو دروسے کچھ افاتہ تھا۔ اور خوش معلوم ہوتا تھا اور یہ دیکھ کر کہ اُس کے رفقا کو اب صحت کلی کی امید ہو چلی تھی اُس نے مسکرا کر کہا: میرے دوستو! تم غلطی میں ہو۔ اگرچہ میں آج اچھا معلوم ہوتا ہوں لیکن باوجود اس کے میں جانبا ہوں کہ میرا خاتمہ قریب ہے۔ میرے مرنے کے بعد تم نسب کو یورپ کی واپسی سے سختی ہو گی۔ بعض تم سے اپنے عزیزوں سے ملنے کے اور دوستوں سے بھگتے ہو گئے اور میں عالم جاودانی کے نورانی میدان میں اپنے دوستوں سے ملو گا۔ کلبر ویزے بے سے ریز و پورا ک۔ تے۔ مرات۔ سینا اور برتھیر مجھ سے ملنے آئیں گے۔ وہ مجھ سے تذکرہ کریں گے کہ ہم نے ملکر کیا کیا کام انجام دیے۔ اور میں اُن سے اپنی زندگی کے پچھلے ثلث بیان کروں گا۔ اور مجھ کو دیکھ کر وہ جوش مسرت سے باغ باغ ہو جائیں گے۔ اور ہم اپنے حربی کارموں کا دوسرے سپہ سالاروں سپہ سپہ بانی بال۔ سیرز اور فریڈرک سے ذکر کریں گے، اور پھر تبسم کر کے بولیں اور عالم ارواح میں بڑی مسرت ہو گی بہ بشرطیکہ اتنے بہت سے جنگجو لوگوں کو دیکھ کر وہاں والے خالی نہ ہو جائیں۔“

اسی اثنائیں ڈاکٹر آرنلڈ آگیا۔ شاہنشاہ نے بڑے اخلاق سے اُس کو لیا اور چند لمبے گفتگو کرنے کے بعد کہا: ڈاکٹر! میرا کام تو تمام ہو گیا۔ اور کوہ کا نقارہ بج گیا موت قریب ہے اور میں بہت جلد اپنے جسم خاک کو سوپنا لا ہوں۔ برتھ رینڈ میرے قریب آؤ۔ اور جو کچھ میں کہتا ہوں اُس کا ترجمہ اس بشریت ڈاکٹر کو سننا اور میں اُن توہینوں کا بیان کرتا ہوں جو ایسے شخص نے کی ہیں کہ صرف وہی شخص ایسی توہینیں کر سکتا تھا۔ میری باتوں کا ڈاکٹر کو پورا مطلب سمجھا۔ ایک لفظ بھی چھوٹے نہ پائے۔“

دو میں انگریزی قوم کا ہمارا چہرہ کر آیا تھا۔ میں نے فیاضانہ حفاظت و امن کی درخواست کی۔ لیکن تمامی حقوق کو جو دنیا میں واجب الاحترام سمجھے جاتے ہیں

خاک میں ملا کر میں پایہ زنجیر کیا گیا۔ اسکندر شاہنشاہ روس مجھ سے یہ سلوک ہرگز نہ کرتا۔ حتیٰ کہ پروشیا کا بادشاہ بھی انگریزی گورنمنٹ سے بہتر برتاؤ کرتا۔ یہ بات انگلستان ہی کی تقدیر میں لکھی تھی کہ بادشاہانِ یورپ کو دھوکا دے کر برا بیچتے کرتا۔ اور چار بڑی زبردست سلطنتوں کا دنیا کو تماشہ دکھاتا جنہوں نے بڑے ظلم کے ساتھ انہیں تنہا شخص کے مقابلہ میں جتھہ بانڈھا۔ اور مجھ کو قاتلوں کی طرح ہلاک کرنے کی نیت سے تمھارے وزرائے میری قید کے وسط اس ہولناک پہاڑی کو منتخب کیا جہاں کچھ کے رہنے والوں کا تین سال کے اندر کام تمام ہو جاتا ہے۔ اور جب سے میں آیا ہوں میرے ساتھ کیا سلوک کیا جا رہا ہے کونسی ایسی ولت و توہین ہے جو بڑے شوق و آرزو کے ساتھ مجھ سے نہیں کی جاتی۔ سادہ سے سادہ خانہ انی تعلقات جو کہیں اور بھی قطع نہیں کیے جاتے میرے حق میں قطع کر دیے گئے ہیں۔ میرے خاندان کی کوئی خبر یا کوئی کاغذ مجھ تک پہنچنے نہیں دیا جاتا میری بیوی اور بچہ کا یہ حال ہے کہ گویا میرے نزدیک وہ زندہ نہیں ہیں۔ چھ سال سے نہایت سختی کے ساتھ مجھ کو اسیر بنا بنا رکھا ہے اور اس جزیرے میں انتخاب کر کے ایسا مقام سکونت کے لیے مجھ کو دیا گیا ہے کہ جہاں حرارت کی مہلک شدت سب سے زیادہ کام تمام کرتی ہے اور میں جس کو تمام یورپ میں گھوڑے پر چڑھے چڑھے پھر نیکی عادت تھی اب ایک چار دیواری میں محبوس و مقفوس کیا گیا ہوں۔ اور جس چار دیواری کی آب و ہوا صحت کے لیے زہر قاتل ہے اور طولانی عذاب و تکالیف دیکر مجھ کو کھلا کھلا کر مارا ہے اور اس معاملہ کی پہلے سے تجویزیں سوچ لی گئی تھیں اور تمھارے وزیر کی مذحوم غلامانہ تجویزوں کا پورا کرنے والا وہی اویا پی سربراہن لو ہے۔ تم لوہے کی تنگہمیزی حکومت کی طرح مجھ کو مارو گے۔ اور میں اس کمرہ خان پر مرکب ہوں میں ہر شے سے محروم ہوں اپنی موت کی بدنامی اور ہولناکی انگلستان کے حکمران خاندان کے لیے تو کے میں چھوڑناؤں گا

ایک بے شب کو شاہنشاہ نے پادری سے باتیں کرنے کی خواہش ظاہر کی اور وہ شاہنشاہ کے پاس روحانی تسلی دینے کو ایک گھنٹہ بیٹھا رہا۔ جب پادری رخصت ہو گیا مان گھوٹوں کمرہ میں آیا۔ اور اُس نے شاہنشاہ کو خاموش سوپن میں ڈوبا ہوا پایا۔ اور چند ساعت مذہبی باتیں کرنے کے بعد شاہنشاہ نے نگلیہ پر سر رکھا اور سو گیا۔

۲۱۔ اپریل۔ شاہنشاہ اگرچہ نہایت کمزور تھا لیکن تمام دن لکھنے اور لکھوانے میں مصروف رہا اور سہ پہر کو پادری ایسی دگنالی کو بلا کر اُس سے کہا۔

”پادری صاحب میں چاہتا ہوں کہ میرے انتقال کے بعد کمرے میں رسوم مذہبی آپ ادا کریں۔ او پھر ان رسوم کی جن کو شاہنشاہ ادا کرنا چاہتا تھا اُس نے پوری تفصیل کی۔ ڈاکٹر اینٹو مائی ایک منکر دین شخص تھا اور اکثر اپنی اول قول باتوں سے شاہنشاہ کو ناخوش کروا کرتا تھا۔ چنانچہ اس موقع پر بھی ڈاکٹر سے کچھ حقارت کا اظہار ہوا یہ دیکھتے ہی شاہنشاہ کو غصہ آگیا اور جھڑک کر کہا: بس صبا تم ملے ہو۔ تم ایک طبیب ہو طبیبوں کا کسی بات پر اعتقاد نہیں ہوتا کیونکہ وہ مادہ کا علن کرتے ہیں۔ میں خدا کا قایل ہوں۔ میرا وہی مذہب ہے جو میرے باپ کا تھا تمہارا جی چاہتا ہے تم ملے ہو لیکن میں تو کیتھولک پیدا ہوا تھا اور تمامی رسوم مذہبی جن کا مذہب سے حکم ہے ادا کروں گا۔ اور خدا مان دین سے روحانی تسلی چاہوں گا۔ ہر شخص ملے نہیں ہو سکتا۔“

شاہنشاہ پھر پادری کی طرف مخاطب ہو کر بولا: آپ برابر نماز پڑھاتے ہیں اور میرے مرنے کے بعد بھی پڑھاتے ہیں اور جب تک میں دفن نہ کرویا جاؤں موقوف نہ کریں جس وقت میں مر جاؤں آپ میرے سینے پر صلیب رکھ دیں۔ اور قربان گاہ کو سر ہانے قائم کر دیں اور جب تک میں دفن نہ کرویا جاؤں۔ ورنہ نماز و مذہبی رسوم برابر

ہوتے رہیں ۛ

جب پاوری چلا گیا تو شاہنشاہ نے ایٹومارچی سے پوچھا ۛ ایسی بد اعتقادی
خمس کہاں سے آگئی۔ کیا تم جو دباری پر جس کے موجود ہونے کا کائنات کی ہر شے
سے تہت ملتا ہے کسی طرح یقین نہیں لا سکتے۔ خالق کے وجود کے تو بڑے بڑے
مختلار قائل ہیں ۛ

ایک اور موقع پر ڈاکٹر ایٹومارچی سر وہری سے لکھتا ہے ۛ نولین مختلف وضع کی
عبادتوں کا ذکر کیا کرتا تھا۔ اور مذہبی اختلافات اور تجاویز کا جو مختلف فرقوں کو متحد کرنے
میں اُس کو امتیاز کرنا پڑی تھیں بیان کرتا تھا۔ لیکن ایسے حادثات پیش آئے کہ وہ اپنی
تجاویز پر عمل نہ کر سکا ۛ اور پھر یہی بندہ ایٹومارچی لکھتا ہے۔ ۛ یہ ہر حال نولین نے مذہب
کو قائم کر دیا اور ایسی خدمت تھی کہ بس کے تباہ اندازے سے باہر تھے۔ کیونکہ جو
تمام باتوں کے اگر آدمی کو مذہب سے کوئی سروکار نہ ہو تو ایک سیب یا زولبورت لٹکی
کے واسطے مار ڈالے ۛ

۲۵ اپریل۔ رات کے بڑے حصہ میں شاہنشاہ آرام سے سویا۔ کونٹ مان
تھو لوں اُس کے بستر کے پاس بیٹھا تھا۔ چار بجے صبح کو پو لین اٹھ بیٹھا۔ اور خواب
کی زبان میں اس طرح کئے لگا دیں نے اپنی چچی جو ریلیا میں کو ابھی دیکھا ہے لیکن
وہ مجھ سے بغل گیر نہ ہوئی۔ اور اُسی وقت جبکہ میں اُس سے بغل گیر ہونا چاہتا تھا وہ
غائب ہو گئی۔ وہ دانا بیٹی تھی۔ اور مجھ کو ایسی معلوم ہوتی تھی کہ میں نے گویا اُس کو
کل شام دیکھا تھا۔ اُس میں وہ ابھی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ اُس کی وہی حالت ہے
اور اُس کو مجھ سے وہی پہلی سی محبت ہے۔ اور وہ یہ لنتی ہوئی چلی گئی کہ ہم دونوں
بہت جلد ایسے یلنے کے چہ جہانہ ہونگے۔ کیوں مان تھو لوں تم نے بھی تو اسے دیکھا
اور اتنا کمزور نہ پھر ویسی ہی بیٹ گیا اور سو گیا۔

صبح کو جنرل برطانیہ شہنشاہ کو انگریزی اخبار سنار ہاتھ لگا کر ایک موقع پر
کالن کورٹ اور سیوہرے کے متعلق سخت قہقہے بہتان نظر آیا۔ لکھنا کہ ڈیوک ڈی نکین
کے ظالم قتل میں اہل مجرم ہی دونوں ہیں۔ پنولین ایسا عالی حوصلہ تھا کہ اُس
سے یہ بات گوارا نہ ہو سکتی تھی کہ اُس کے عہد حکومت کا کوئی بدنام فعل اُس کے دوستوں
سے منسوب کیا جاتا۔

شہنشاہ نے کہا یہ مان گھوٹوں یہ بہتان تو نہایت ہی شرمناک ہے۔ اچھا
میرا وصیت نامہ لے آؤ اور وصیت نامہ لے کر اُس نے بین السطور میں اپنے
ہاتھ سے ذیل کا اعلان درج کر دیا۔

دو شخص میں تھا جس نے ڈیوک ڈی نکین کو گرفتار کر کے مقدمہ کر لیا کیونکہ
یہ کارروائی فرانس کے مقاصد امن اور عزت کے لیے ضروری تھی۔ اور کونٹ ڈی
آرٹوایز کو خود قتل کیا تھا کہ اسے قاتلوں کو دھپیرس میں تنخواہیں دیتا تھا اور اگر ایسے ہی
حالات پر پیش آتے تو میں ہی کارروائی پھر کرتا۔

یہ عبارت بڑھا دینے کے بعد شہنشاہ نے خاموشی سے وصیت نامہ مان گھوٹوں
کے ہاتھ میں پھر دیدیا۔ پنولین کے اس اعلان میں ایک بات نہایت عجیب ہے۔ اول
تو پنولین سنجیدگی سے اس قتل کی تمام جوابدہی اپنے ذمہ لیتا ہے اور اس قتل کے
بارے میں جو جو باتیں قابل الزام ہوں خود منظور کیے لیتا ہے دوسرے اُس کا بیان
نہایت ہی واضح ہے یعنی وہ کہتا ہے کہ ڈیوک ڈی نکین کو میں نے گرفتار کر کے
مقدمہ کر لیا۔ لیکن اس بات کی صاف گواہی موجود ہے کہ باوجود ڈیوک کے جرم
کے ثابت ہو جانے کے پنولین کی بڑی آرزو تھی کہ اُس کی تقصیر معاف کر دیتا ڈیوک
کو سزا موت دی تو گئی لیکن پنولین کو اُس سے نہایت قلق ہوا۔ لیکن پھر بھی عجیب
بات ہے کہ پنولین تامی الزام اور نکتہ چینی کو خود اپنے سر لیتا ہے کہ اُس کے عہد حکومت

کے کسی غیر ہر دل غریزہ فعل کی ذمہ داری دوسرے پر نہ پڑے۔
اس کے بعد نپولین نے اپنے خاستگان مارچنڈ کو حکم دیا کہ صندوقوں کی اشیاء
کی فہرست لاوے اور پھر ایک صندوق میں سے لباس کا گلوبند نکال کر مارچنڈ کو
دیا اور کہا۔

”یہ گلوبند مجھے معلوم نہیں کہ میری املاک کا یورپ میں کیا حال ہے۔ یہ گلوبند
مجبور پاری ہورٹس نے دیا تھا کہ شاید مجھ کو روپیہ کی ضرورت پڑے۔ میں یقین کرتا ہوں
کہ یہ دولاک فرانک کی مالیت ہے۔ اس کو اپنے جسم پر کہیں مخفی کر لو۔ جب تم فرانس
پھونچو تو اس کو صرف کر کے اُس رستم کا انتظار کرنا جو تمہارے واسطے میں نے وصیت
کے اندر لکھ دی ہے۔ رخت کے ساتھ شادی کرنا اور میرے اولاد کا رٹو کے افسروں
یا سپاہیوں میں سے کسی کی بیٹی کو منتخب کرنا اور ان بہادروں میں سے بہت سے
خوش حال ہیں۔ اگر فرانس پر ادا بار کی گھٹانہ چھا جاتی تو یہ اور بھی خوش حال ہوتے
اور معاملات ہمارے موافق رہتے ہوتے تو ان کی اولاد اعتراف کرتی کہ ہم نے
فرانس کے لیے کیا کیا بہتری کی سامان کیے تھے۔“

پھر شاہنشاہ نے مان ٹھوٹوں سے کہا ”سر پرنس لو کے نام ایک خط کا سوڈو
لکھ لو جس سے میرے انتقال کی اس کو اطلاع دینا۔“

”جناب گورنر صاحب۔ شاہنشاہ نے — تاریخ کو انتقال کیا جس کی وجہ
طوفانی بیماری اور درد تھا۔ میں آپ کو اس واقعہ سے اطلاع دیتا ہوں۔ اور اگر
آپ کو ناگوار خاطر نہ ہو تو آپ کو شاہنشاہ کی ایک خواہش سے آگاہ کرتا ہوں یعنی
آپ مجھ کو ان تجاویز سے مطلع فرمائیں جو آپ کی گورنمنٹ نے شاہنشاہ کا جنازہ
فرانس بھیجنے کے متعلق طے کی ہیں اور اس کے سوا اس کے زرقا اور ملازمین کے
بارہ میں کیا تجویز ہے فقط آپ کا تابعدار کوٹ مان ٹھوٹوں۔“

۲۸۔ اپریل۔ شاہنشاہ قطعی صاحب فراش ہو گیا تھا۔ وہ اپنی موت کا بڑے
 استقلال سے ذکر کرتا تھا۔ اُس نے کہا۔ میرے انتقال کے بعد جواب کچھ دو نہیں
 ہے۔ میری خواہش ہے کہ تم میرے جسم کو چاک کرنا۔ میں یہ بھی بہ اسرار کہتا ہوں کہ تم
 مجھ سے وعدہ کر لو کہ کوئی انگریز ڈاکٹر میری نعش کو ہاتھ نہ لگائے اور اگر ایسی ہی ضرورت
 لاحق ہو تو تم صرف ڈاکٹر آرٹ کو اجازت دینا۔ میری یہ بھی خواہش ہے کہ تم میرے
 دل کو نکالو اور اُس کو اسپرٹ شراب میں رکھ کر پارالمیجا ہو اور میری عزیز بیوی میرا
 لوبیا کو دینا اور کہنا کہ مجھ کو اُس سے بڑی محبت تھی اور یہ محبت ہمیشہ رہی تم اُس سے
 میری تمامی دستان غم بیان کیجو اور میں یہ بھی ہدایت کرتا ہوں کہ میرے معدے
 کو اچھی طرح جانچنا۔ اور جس حالت میں تم اُس کو پانا اس کی صحیح حالت لکھ کر
 میرے بیٹے کو دینا۔ مجھ کو آبکائی پر آبکائی چلی آتی ہے اور بار بار قے ہوتی ہے اس سے
 مجھ کو خیال ہے کہ میرے معدے ہی میں سب سے زیادہ بیماری کا اثر ہے اور مجھ کو
 یقین ہے کہ مجھ کو وہی بیماری ہے جو میرے باپ کی ہلاکت کا باعث ہوئی تھی یعنی
 میرے تم معدہ میں سخت دہل ہے۔ اور جب سے یہ استفراغ شروع ہوا ہے۔
 اسی وقت سے مجھ کو یہ شہ ہے۔ میں التجا کرتا ہوں کہ تم بڑی احتیاط سے جلیج کریو
 تاکہ تم میرے بیٹے سے جب تم اُس کو ملو اپنا مشاہدہ اچھی طرح بیان کر سکو اور مسکو
 مناسب دو ابتاد کہ وہ استعمال کرے۔ جب میرا انتقال ہو جائے تو تم روم کو
 جانا۔ تمکو میری ماں اور میرے خاندان کے لوگ یلینگے۔ تم اُن سے میری حالت
 جو تم نے دیکھی ہے اور میری بیماری اور موت کا حال بیان کرنا جو اس خوفناک
 اور مصیبت خیز چٹان پر واقع ہوگی۔
 اتنی باتیں کرنے سے شاہنشاہ بالکل تھک گیا اور بیہوش ہو کر نہ بانی
 بے تعلقی قعرے کئے لگا۔

۲۹- اپریل۔ شاہنشاہ کی حالت جلد جلد رومی ہوتی جاتی تھی۔ تکلیف کی وجہ سے اس کو نیند نہ آتی تھی۔ اور چار بجے صبح کو اس نے اپنے پلنگ کے قریب مین منگائی اور بیٹھ کر مان مھتوں کو دو گھنٹے تک دوسیلے کے ایوان کے استعمال اور پیرس کی حفاظت کے لیے میٹنل گارڈ کی ترتیب کے متعلق دو تجویزیں لکھائیں صبح کو ڈاکٹر اینٹوپاچی نے شاہنشاہ کو سکون اور حواسوں کی اچھی حالت میں پایا اگرچہ اس کی حالت جلد جلد رومی ہو رہی تھی۔ ڈاکٹر کی تجویز پر کمرہ پر بلا سٹر ڈالنا چاہیے شاہنشاہ نے کہا۔

دو چونکہ آپ کی رے ہے۔ اچھا پلاسٹر ڈال دیجئے۔ صرف یہی نہیں ہے کہ اس سے کچھ فائدہ ہوگا بلکہ میں جانتا ہوں کہ میرا وقت بہت قریب آگیا ہے۔ اور یہ پلاسٹر میں صرف اس لیے ڈالو اے لیتا ہوں کہ آپ کی توجہ اور پرداخت کا شکریہ ادا کروں۔

معدے میں ایسی حدت بڑھ گئی تھی کہ شاہنشاہ کثرت سے ٹھنڈا پانی پیتا تھا۔ اور عجیب وضع کی شکر گزاری سے اس نے کہا۔

اگر میں تقدیر سے چمکا ہوتا تو اس مقام پر جہاں یہ پانی بہتا ہے ایک یادگار تعمیر کرانا اور چشمے کو بڑی بارونی جگہ بنا دیتا اس لیے کہ اس کے سرد پانی سے میری بڑی تسکین ہوتی ہے۔ اگر میں مر جاؤں اور میری نعش سے بھی اسی طرح نفرت کی جائے جس طرح میری حیات میں میرے جسم سے کی گئی ہے اور فرانس میں مجھ کو دفن نہ ہونے دیں تو کورسیکا میں لے جا کر جیشیو کے گرجا میں دفن کرنا اور اگر میرے مولد میں بھی میرے دفن کئے جانے کی اجازت نہ ملے تو اسی سرد اور صاف پانی کے چشمے کے قریب دفن کر دینا۔

۲- مئی۔ رات سے شاہنشاہ کو نہایت شدید پت تھی اور سکڑی حالت تھی

اور بھونک کی حالت میں دو پچھلے واقعات کہ کہ اٹھتا تھا پھر محبوب فرانس کا ذکر کرتا تھا اس کے بعد اپنے رفقاء سے گویا باتیں کرتا اور اپنے بیٹے کا نام لیتا۔ اور اپنی شوق منختوں اور اپنی شان عظمت کا بیان کرتا اور پھر اُس کا خیال جنگ کے طوفان کی طرف جا پھونپتا کہ اُس کے بے رحم مخالفوں نے اُس کے بے باک کرے کو ایکایک کیا اور وحشت سے وہ پکارتا۔

دراستین جل۔ ڈیزے سیناس فتح سامنے ہے دوڑ چھٹو۔ حملہ آوروں کو آگے بڑھاؤ۔ اب دشمن کہاں جاتا ہے؟

اور اپنے جوش میں اپنی قوت کو جمع کر کے وہ پلنگ سے اوتر کر اُسی غفلت میں نیچے زمین پر کھڑا ہو گیا اُس میں طاقت کا نام بھی باقی نہ تھا اور وہ فوراً زمین پر گر پڑا نوبے صبح کو بخار میں کمی ہوئی۔ اور شاہنشاہ کے حواس پھر قائم ہوئے اور اُس نے ڈاکٹر کو اپنے بستر کے قریب بلا کر کہا۔

دو میں نے جو کچھ کہا ہے کہ میرے مرنے کے بعد ہونا چاہیے اُس کو اچھی طرح یاد رکھنا۔ میرے معدے کی بہت احتیاط کے ساتھ جانچ کرنا۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا بیٹا اس ظالم مرض سے محفوظ رہے۔ ڈاکٹر تم اُس سے ملنا اور اُس کو سب سے مناسب اور بہتر تجویز بتانا کہ وہ اس تکلیف سے جو میں جھیل رہا ہوں محفوظ رہے اور یہ آخری درخواست ہے جو میں تم سے کرتا ہوں۔

سہ پھر کو مرض کا پھر غلبہ شروع ہوا۔ اور پولین نے ڈاکٹر کے چہرہ کو حسرت سے دیکھ کر کہا۔

دو ڈاکٹر میں نہایت سخت بیمار ہوں۔ مجھ کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں مر رہا ہوں۔ شاہنشاہ اتنا کہنے کے بعد پھر بیہوش ہو گیا۔ لاٹک وٹ کے تمامی ساکن پولین کی تیار داری اور دادوش میں بڑی بھنی اور یقزاری سے مصروف تھے۔ اُن کے

لیے جو کچھ کوئٹہ پولیس ہی تھا اور وہ بڑے چھوٹے گویا اُس سے بدرجہ پرستش محبت کو قتل تھے۔ اُن کے تردد اور فکر سے شاہنشاہ کو بڑا خیال ہوا تھا اور اُس نے اُن کا شکریہ ادا کر کے بڑی محبت کی باتیں کی بھیتیں اور اپنے وصیت نامہ میں اُن سب کا تذکرہ کیا تھا۔ اس دفعہ جب اُس کو ہوش ہوا تو اُس نے نہایت ہی کمزور آواز سے کہا: میرے مرنے کے بعد میرے خانگی ملازموں کی بڑی دیکھ بھال رکھنا۔ اور میرے غریب پینینوں کو بھی فراموش نہ کرنا۔ اور اُن کو زبردقہ دینا۔

پنولین کی جب ان صفات پر غور کیا جاتا ہے جو نزاع کی حالت میں اُس سے ظاہر ہوتی تھیں تو انسان کے دل کو عجب اثر احاطہ کر لیتا ہے۔ پنولین انسان کا کیسا خیال دپاس کرنے والا شاہنشاہ تھا۔ اب ثبوت کا محتاج نہیں ہے۔
۳۔ مہی۔ دو بجے سہ پہر کو شاہنشاہ کو پھر کچھ آفاقہ ہوا۔ اور اُس نے اُن لوگوں سے جن کو اپنی وصیت کے پورا کرنے کو متعین کیا تھا اور جو اس وقت اُس کے پیٹنگ کے قریب موجود تھے یہ تاکید کیا۔

و دبیر انوار انتقال ہوتا ہے اور تم لوگ دیورپ جانے والے ہو چو نکہ میری جلاوطنی میں میرا ساتھ دیا ہے مجھ کو امید ہے کہ مرنے کے بعد بھی تم مجھے یاد رکھو گے۔ میں نے تمامی اچھے قواعد اور اصولوں کو جائز قرار دیا ہے۔ اور اُن کو اپنے آئین و قوانین میں مدین کر دیا ہے۔ میں نے ایک بھی اچھا اصول فروگذاشت نہیں کیا ہے۔ لیکن بد قسمتی سے معاملات کی صورت ایسی سخت اگر بڑی تھی کہ محکومتی کنیڈی اور اپنی تجویزیں ملتوی کرنا ہوئیں۔ پھر ہم کو ہزیمت مونی اور میں کان کو جھکا نہ سکا اور فرانس فیاضانہ آفاہدہ گاہوں سے محروم رہا۔ جو میں اُس کے لیے قائم کرنا چاہتا تھا۔ فرانس کی میری طرف سے نرم مارے سے اور میرے ارادوں کی وہ شکر گذار ہے اُس کو میرے نام اور میرے قہورات پر فخر ہے۔ تم بھی فرانس کی مثال پیروی کرو اور جس ائے

کی ہم نے حفاظت کی ہے اسی پر قائم رہنا اور اس شان و شوکت کا جو ہم نے حاصل کی ہے خیال رکھنا اور اگر کوئی دوسرا استہانتہ اختیار کیا تو سولے دولت نداشت کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

اس کے بعد شاہنشاہ نے پادری ایسی وگنائی کو بلایا۔ شاہنشاہ کی چارپائی کے قریب قربان گاہ قائم کی گئی اور پادری نے سو اکرے سے سب لوگ چلے گئے اور پولیس نے تنہائی میں خاموشی کے ساتھ عشتائے ربانی، کاتھک چکھا۔ اور جب مذہبی رسم ہو چکی تو غولوں کو کہیں واپس آیا۔ شاہنشاہ کے نرم لہجہ اور بشرے سے اس کی سنجیدگی کا حال معلوم ہوتا تھا پھر اس نے چند لمحے مذہبی باتیں کیں اور خاموش ہو کر سو گیا۔

صبح کو شاہنشاہ جاگا اور مارچینڈ سے کہا: کھڑکی کو خوب اچھی طرح سے کھول دو کہ اچھے خدا کی بنائی ہوئی ہوا میں دم لے لوں۔

لے عشتائے ربانی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ربانی ہوا تھا کہ رات میں فرشتہ اجل آکر مخالفین کی ارواح کو قبض کر لیا۔ پس مخالفین سے نبی اسرائیل کو تیز کرنے کے لیے امتداد دینے کے یہ حکم دیا کہ بکرا فوج کر کے اس کے خون میں ہاتھ کو تر کریں اور ہاتھ کے چھاپے اپنے اپنے دروازوں پر لگیں۔ پس جس دروازے پر یہ خون کے چھاپے لگے ہونگے ملک موت اس گھر میں نہ جائیگا۔ مخالفین کو یہ بات معلوم نہ تھی اور وہ ہلاک کئے گئے۔ چونکہ نبی اسرائیل پر خدا افضل ہوا تھا۔ اس تاریخ پر انہوں نے خوشی کا ایک یوم مقرر کر لیا۔ مگر کابڑا اس رسم کو ادا کرتا تھا اور بکرے کے گوشت کے ساتھ کڑوی ترکاری سب بیوہ دیکھتے تھے۔ یہ رسم ہوتی تو قری مہینوں کی تاریخ کے اعتبار سے تھی لیکن موسم کے اعتبار سے پانچ اور اپریل کے مہینوں کے درمیان عمل میں آتی تھی اور انگریزی میں اس رسم کا نام دو پاسورہ ہے۔ مسیح علیہ السلام کے بارہ جوازی

تھے اور حضرت ان کے سردار تھے۔ صلیب دینے جانے سے پہلے ہی پہلے یہ رسم آپ نے بھی ادا

ہوئے ملازم نے قریب پونچھ کر بیوٹی میں کہا یہ ہاں بیشک میرا فرض ہے اور میں غمی
سے اپنے آقا پر جان قربان کر دوں گا

یہ شب مصیبت و غم آہستہ آہستہ بڑی صعوبت کے ساتھ تبدیل ہو چکی تھی
بیہوش شاہنشاہ و بیسا ہی ساکت ٹکیہ پر سر رکھے پڑا تھا تنفس بڑھتا جاتا تھا۔ ابھی
کبھی اسی حالت میں ہونٹوں میں کچھ کہتا تھا جو سمجھ میں نہ آتا تھا۔

ان تھوڑوں نے لکھا ہے یہ دو دفعہ مجھ کو یہ لفظیں سنائی دیں۔ قرآن سنا

ہر اول۔ جوز یقین

یہ چھ بجے صبح کا واقعہ ہے۔ پھر تمام دن چھ بجے شام تک شاہنشاہ ایک
حالت سے چپٹ پڑا رہا۔ دہنا ہاتھ پلنگ سے باہر تھا۔ آنکھیں ایک حالت سے
ایک ہی سمت مچی ہوئی تھیں جیسے کوئی گہرے غور میں ڈوبا ہوتا ہے۔ اور اُس کو
کسی قسم کی تکلیف کا احساس نہ تھا چہرے پر اطمینان کی خوش نمائی چھائی ہوئی تھی
اور ٹھیک اُس وقت جبکہ آفتاب عالم تاب مغرب میں اپنے چہرے کو نقاب شام
سے پوشیدہ کر رہا تھا شاہنشاہ پنولین کا طائر روح نقس غصری کو
پھوڑ کر اشیانہ استراحت کو پرواز کر گیا۔

الفت کرنے اور معاف کر دینے والی جوز یقین کی آخری لفظیں یہ تھیں
پنولین اور اُن جریرہ ایلہا تھیں اور نزاعی حالت میں شاہنشاہ کے لبور
پردہ لفظیں جواب بھی اُس کے دل سے کسی طرح محو نہ ہو سکی تھیں۔ قرآن سنا
”سپاہ“ اور ”جوز یقین“ تھیں۔

پنولین نے بڑی متناظر کی تھی کہ وہ پیرس میں دیر کے سین کے کنار
انہیں لوگوں میں دفن کیا جائے جو اُس کو نہایت عزیز تھے اور لگ اُس کی بیوہ
نہ پوری کی جائے تو پھر کورسیا کا میں شہر ایشیو کے درمیان اُس کے باپ کے

قبر کے اندر دفن کیا جائے لیکن اگر مخالف یہ بھی گوارا کریں تو پھر سینٹ ہلینا میں ایک تنہا مقام پر ایک سایہ دار درخت کے نیچے اسی ٹھنڈے پانی کے چشمے کے قریب جس کے پانی سے اُس کو تسکین ہوتی تھی وہ دفن کر دیا جائے۔ اس مقام کو نپولین نے خود منتخب کر دیا تھا۔ اس چشمے سے شاہنشاہ ایک ملی محبت تھی اور وہ اس کو دوست کی طرح عزیز رکھتا تھا۔

سرہنسن کو فوراً درخواست دی گئی کہ شاہنشاہ کا جنازہ یورپ لیجائی کی اجازت دیجائے لیکن اُس نے نپولین کے رفقائے کو جواب دیا کہ گورنمنٹ انگلشیہ کا قطعی حکم ہے کہ نپولین سینٹ ہلینا میں دفن کیا جائے۔ اور یہ بھی کہا کہ اس سے مجھے کوئی سکڑکار نہ ہو گا کہ جنرل بوٹیا پارٹ جزیرہ میں کہیں پر دفن کیا جائے ان رفقائے نے روبرو کرا تھیں کہ اُن کے واجب العظیم شاہنشاہ کا جنازہ اُس کے وطن کو اُس کے رشتہ داروں اور دوستوں کے پاس بھیج دیا جائے لیکن سرہنسن کو کہے پاس اُس کی گورنمنٹ کے تاکید کی احکام موجود تھے اور وہ التجاؤں پر توجہ نہ کر سکا۔ اگر گورنمنٹ برطانیہ کے شاید کچھ ایسے احکام تھے کہ شاہنشاہ کے رفقائے کی زاریوں اور خصوصاً میڈیم برٹ ریڈ کی الحاح پر بھی توجہ نہ ہوئی اور گورنر نے شاہنشاہ کے معذہ اور اُس کی خواہش کے موافق دل کو کالنے کی اجازت نہ دی نفس کا نہایت احتیاط سے معاینہ کیا گیا اور پھر وہ دفن کرنے کے لیے تیار کی گئی۔ شاہنشاہ کے داروغہ نے اُس کو اُسی قسم کا لباس جو زندگی میں پہنا کرتا تھا پہنایا۔ یعنی سفید صدری اور برچس۔ سیاہ گلوبند بے بوٹے۔ اور کلنی دار ٹوپی۔ پھر خواگاہ کے چھوٹے کمرہ میں اُس کو اُس کے بستر پر جس پر سیاہ پلنگ پوش پڑا تھا لیٹا دیا۔ اور وہ چہرہ جو میرنگو کی جنگ میں شاہنشاہ نے پہنا تھا اُس کے پاؤں پر پھیلا دیا چاندی کی صلیب اُس کے سینہ پر رکھ دی۔ اُس کے سر پر

قربان گاہ قایم کر دی گئی اور ایسی دگتالی نے کھڑے ہو کر دعا پڑھی۔

اس جزیرہ کے تمامی باشندوں کو شاہنشاہ سے محبت تھی اور اُس کے انتقال کی خبر سب کو فوراً پہونچی۔ اور لانگ وڈ میں لوگوں کا ہجوم ہو گیا اور چچ اور ساتلیخ کو تمام دن لوگوں کے گردہ مکرے میں آتے اور مرحوم شاہنشاہ کی زیارت کر کے چلے جاتے تھے۔ اور اس اندوہناک موقع پر کہ در دیوار سے فریاد و بکاگی صدا بلند تھی سر پدھسن تو جیسے شخص نے بھی کہا کہ وہ انگلستان کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ اور میرا بھی دشمن تھا۔ لیکن میں نے اُس کو معاف کیا۔“

۸۔ مئی۔ کی صبح غیر معمولی طور سے نورانی تھی۔ طوفان کے بعد اب ساکون تھا اور آسمان پہا بر کا نام نہ تھا اور سمندر کی طرف سے فرحت بخش ہوا آ رہی تھی۔ اور جزیرے کے تمامی باشندے لانگ وڈ میں محوم اسیر کے بناؤ پر اپنی عزت و تعظیم کا اظہار کرنے کو جمع ہوئے۔ پنولین کی دہشت آن کے جزیرے یعنی سینٹ بلینا کا نام لازوال ہو گیا تھا۔ ساٹھ بارہ بجے گرائڈیلوں نے تہرا بھاری تابوت جو بوجے سے اور مہنگائی کی لکڑی کا بنا ہوا تھا گاڑی پر رکھا۔ گاڑی کو چار گھوڑے کھینچتے تھے اور جہاں پر ٹرک کی خرابی۔ گھوڑے گاڑی کو آگے نہ بڑھانہ سکتے بارہ گرائڈیل تابوت کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیتے تھے۔ گاڑی کو پیچھے پیچھے شاہنشاہ کے رفقاء ماتمی لباس پہنے جا رہے تھے۔ اور سچے اور علی غم سے اُن کے دلوں کا کام تمام ہوا جاتا تھا۔ اور امیر بھرا اور گورنر اپنے سر شیشے کے افسروں کے ساتھ گھوڑوں پر سوار بھراہ تھے۔ اور جزیرہ کے تمامی باشندے مرد۔ عورتیں اور بچے طولانی قطار میں جنابے کے پیچھے پیچھے تھے۔ اور ڈھائی ہزار سپاہ جو شاہنشاہ کی نگرانی کے لیے جزیرہ میں متعین تھی ٹرک کے بائیں کنارے پر قبر تک سفا بستہ کھڑی تھی۔ اور جابجا میتہا بے قایم تھے جنکی گونج سے ہوا بھر گئی تھی۔ اور جیسے جنازہ

آگے بڑھتا جاتا تھا سپاہی اپنی صفیں توڑ کر ہمارا ہوتے جاتے تھے۔

آخر کار گاڑی رکی۔ گرانڈیلوں نے تابوت کندھوں پر اٹھایا۔ اور تنگ سڑک سے ہو کر جو قبر تک بنایا گیا تھا قبر کے تنہا مقام پر لے گئے۔ تابوت قبو کے کنارے پر رکھا گیا۔ ایسی وگناہی نے دعا پڑھی اور تہائی حاضرین ایک خاموشی کے عالم میں نہایت افسردہ اور غمگین کھڑے تھے۔ جس دوران میں جنازہ قبر کی طرف لایا جا رہا تھا امیر محمد کے جہاز کی توپوں سے بندرگاہ میں سلامی داعی گئی تھی اور جب تابوت قبر میں اتارنا گیا پندرہ توپوں سے پے درپے تین سلامیاں دی گئیں۔ اور اُس سایہ دار درخت سے جو قبر پر چھکا ہوا تھا لوگوں نے شاخیں کاٹ کر دنیا کے سب سے زیادہ حیرت انگیز شاہنشاہ پنولین اعظم کی یادگار اپنے ساتھ لے لی۔

شاہنشاہ کے رفقاء نے اُس کی وفات کے دن قبر پر قیام کرنے کے لیے ایک پتھر تیار کر لیا تھا جس کی سادہ عبارت حسب ذیل تھی۔

پنولین

ولادت۔ مقام اجیتپو۔ ۱۵۔ اگست۔ ۱۷۶۹ء

وفات۔ سینٹ پلینا۔ ۵۔ مئی۔ ۱۸۲۱ء

سنگ تراش نے یہ پتھر تیار کر لیا تھا۔ لیکن گورنر کا حکم موصول ہوا کہ گورنمنٹ برطانیہ کا حکم ہے کہ قبر پر کسی قسم کا کتبہ صرف جنرل ہونا پارٹ کے نقطوں کے سوا نہ لگایا جائے۔ اپنے مظلوم کو مرنے کے بعد یوں ستانا عجیب ظالمانہ توہین تھی شاہنشاہ کے رفقاء کی محبت اُس پر کچھ توجہ نہ کی گئی اور فرانسسسی شرفاء کو جس قدر کار صرف اتنی اجازت دی گئی کہ قبر کو بند کر دیں اور اُس پر کسی قسم کا کتبہ نہ لگائیں۔

۲۷ مئی کو پنولین کے جان نثار فریق یورپ کو جانے کے لیے جہاز میں ہوا ہوئے۔ لیکن اپنی روانگی سے ایک دن پہلے یہ سب شاہنشاہ کی قبر پر گئے اور

اس پر پھول چڑھائے اور خوب روئے۔ پھر وہ انگریزی جہاز میں سوار ہوئے اور
 بسنٹ ہلینا کو الوداع کہا۔ جہاں ساڑھے پانچ برس جلا وطنی کی مصائب کو جھیلنا
 تھا اور اپنی شرافت اور نیکی اور جاں نثاری سے اپنے نام کو لافانی کر دیا تھا۔ اور
 دنیا ان کی بہت دوفا گیشی کو مان گئی تھی۔ لیکن اس جماعت سے ایک شخص تھے
 جس کا نام سار جینٹ ہیو برٹ تھا وفاداری کا خاکلہ کر دیا۔ یعنی یورپ جانے
 سے اٹھ گیا اور اپنے محبوب آقا کی قبر کو تنہا چھوڑا۔ اور ستواڑ اٹنیس سال سنٹ ہلینا
 میں اور وہ کر قبر کی مجادری کی اور پھر جب فرانس کی متحدہ و خواست بر قبر کی امانت
 فرانس بھیجی گئی اور ان ویلڈس کے گنبد کے نیچے از سر نو دفن کی گئی تو ہیو برٹ
 پولین کی نقشب کے ساتھ پیرس کو گیا۔

باب ہفتاد و دوم

(صفحہ ۶۰۰)

فرانس کا شاہنشاہ کی نعش کو طلب کرنا

یورپوں کا مردود کیا جانے والا جمہور کی عرصہ پشت۔ شاہنشاہ کا بت۔ فرانس کا گورنمنٹ
برطانیہ سے درخواست کرنا۔ جواب نعش کے لانے کو جہازوں کا روانہ ہونا۔ نعش کا
قبر سے نکالا جانا۔ جہازوں کا فرانس کو مرجعت کرنا۔ بڑے جشن اور دھوم سے
نعش کا دیباکے سین میں روانہ ہونا۔ پیرس میں خیر مقدم ہونا ان ویلڈس میں
پھردفن کیا جانا۔

بہت سے آدمیوں کی تاریخ اور کارنامہ کا مرنیکے ساتھ ہی خاتمہ ہو جایا کرتا ہے۔
مگر نپولین کا یہ حال نہیں ہے اُس کی عجیب اور حیرت خیز داستان قبر میں جاسونیکے بعد
بھی ختم نہیں ہوتی۔ شاہنشاہ کو مدفون ہوئے نو سال کا ل گذر چکے تھے اور اس
تہامی دوران میں سینٹ ہلینا کی روح فرسائیلیفیں دنیا کے دل میں ویسی ہی تازہ
تھیں۔ شاہنشاہ کی ظالمانہ تکلیف کے ہر واقعہ کی جستجو کی جاتی تھی۔ اور ہمدردی
سار پر مغرب اب سے کام لیا جاتا تھا کہ صاحب انصاف لوگوں کے دل ہل جاتے تھے
جولائی ۱۸۲۱ء کے تین خاص دن تاریخ میں یادگار ہیں جبکہ فرانس کے تمام

جمہور نے ایک شخص واحد کی طرح اٹھ کر بوربون بادشاہ کو فرانس کے تخت سے محدود کر کے تیسری دفعہ نکال دیا۔ نوئی قبی۔ ڈیوک آف اریلین فرانس کا فرمان روا ہوا۔ اور یہی پولین کی پیش گوئی تھی۔ اور اس کو دو ماہ بھی گزرنے نہ پائے تھے کہ جمہور کی طرف سے ڈیٹیوں کی مجلس میں ایک عرصہ شدت پیش ہوئی کہ پولین کی غرض کو منسٹ برطانیہ سے طلب کر کے اور فرانس لائی جائے۔ بوربون کی امرائی حکومت میں پولین کا نام داب دیا گیا تھا۔ لیکن ان کی حکومت کا خاتمہ ہوتے ہی شاہنشاہ پولین کا نام سب کی زبانوں پر جاری ہو کر کچھ عجیب عرش پیدا ہو گیا۔

مالٹینور ڈی مرن لکھی نے اسی موقع پر کہا: پولین نے ہمارے ملک میں ترتیب دامن کو پھر قائم کر دیا۔ وہی ہماری افواج کی فتوحات کا باعث ہوا۔ اس کی عظیم شان و کاکوت نے طوائف الملوک کا خاتمہ کر دیا۔ اس کے حربی کارناموں نے فرانسیسیوں کے نام کو دنیا میں معزز بنا دیا۔ اور پولین کا نام جوش و عنایت کے ساتھ ہر شہر یا د کار ہو گیا۔

ایک عرصہ شدت کے بعد پھر اور بہت سی عرصہ شدتیں گزریں اور جوش کا شعلہ ایسا مشتعل ہوا کہ بجھا یا نہ جاسکتا تھا۔ اور خیال ہوتا ہے کہ پولین کے نام کے ساتھ اس عام جوش کو دیکھ کر نوئی قبی کی گورنمنٹ کو خوف پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن جوش کا روکنا محال ہو گیا۔ اور سو اے اس کے کوئی علاج نہ رہا کہ اس عالم گیر خواہش میں کہ شاہنشاہ پولین کی غرض گورنمنٹ برطانیہ سے واپس طلب کی جائے خود فرانس کی گورنمنٹ پوری کوشش کرے۔

۸۔ جولائی ۱۸۳۱ء کو یہ حکم نافذ ہو گیا کہ پولین کا بت بدستور پلیس وینڈم کے ستون پر قائم کر دیا جائے اور متحدہ بادشاہوں کو جنہوں نے اپنے گدے ہاتھوں سے یہ بت اٹار لیا تھا اب یہ جرأت نہ ہوئی کہ پولین کے بت کو پھر قائم

نہ ہونے دیں۔

۲۹۔ جولائی ۱۸۳۲ء کو پولین کا بیٹا کنگ آف روم جس کو اُس کے نانا نے ڈیوک آف پچس ٹڈ کا خطاب دیا تھا اپنے شہنشاہ کے ایوان میں اسیری سے شکستہ دل ہو کر اکیس سال کی سن میں عدم گوراہی ہو گیا اور پولین کا براہِ رسبت سلسلہ خاندان معدوم ہو گیا۔

یکم جون ۱۸۳۳ء کو پولین کا بت بدستور اپنے قدیمی مقام پر قائم کر دیا گیا۔ فرانس میں عام جتن اور دھوم دھام کے سامان ہوئے اور شاہِ ارستون پر حسبِ ذیل عبارتِ کندہ کی گئی۔

وہ عمارتِ پولینِ اعظم نے فوجِ عظیمہ کی یادگار میں تعمیر کرائی۔ ۱۵۔ اگست ۱۸۳۰ء کو سنگِ بنیا ورکھا گیا اور ۱۵۔ اگست ۱۸۳۰ء کو یہ بنا اتمام کو پہنچی۔ ۲۸ جولائی ۱۸۳۲ء کو کہ یہ تاریخِ جولائی کے انقلاب کی سالانہ خوشی کی تاریخ ہے اور بولی فیسپی کے دورِ حکومت کا تیسرا سنہ جلوس ہے۔ پولین کا بت فوجِ عظیمہ کے ستونِ پر قائم کیا گیا۔

انجینِ رسوم اور دھوم دھام سے یکم اگست ۱۸۳۲ء کو پولین کا ایک اور بُت رایل ہوٹل ان ویڈس کے صحن میں قائم کیا گیا۔ پھر ۴ ستمبر کو اسی سال میں فرانس کی سب سے بڑی عدالتِ اپیل نے پولین جیسے دقیقہ سنج قانون سازِ شاہنشاہ کی یادگار میں اپنے شوقِ تعظیم کو اس طرح ظاہر کیا کہ عدالت میں پولین کا نہایت ہی شاندار مرجعِ آیزاں کیا جس میں شاہنشاہ کی اس طرح تصویر کھینچی گئی تھی کہ وہ اپنے مجموعہ قوانین کی طرف ہاتھ سے اشارہ کر رہا ہے۔ ان واقعات کو تو اُس اطاعت و عزت کے جملے مٹھنے خیال کرنا چاہیے جو اب فرانس کی طرف سے شاہنشاہ پولین کے ساتھ عنقریب ظہور پذیر ہونے والی تھی اور دنیا کی اُس پر نظریں لگی ہوئی

تھیں اور فرہنگیوں کا یہ اظہارِ تعظیم جس کا اب آئندہ ہم تذکرہ کرتے ہیں تاریخ میں بالکل عظیم ہے۔

یاد ہو گا کہ اپنے وصیت نامہ میں شاہنشاہ نے یہ لفظ اپنی قلم سے لکھتے تھے۔
میری خواہش ہے کہ میں دریائے سین کے کنارہ اُھیں فرہنگیوں کے درمیان
دفن کیا جاؤں جن سے مجھ کو بڑی محبت ہے۔ اب فرہنگی قوم نے جس کو متحدہ
بادشاہوں کے پنجے سے خلاصی ہو چکی تھی سلطنت کے اس کنارہ سے بیکر اُس
کنارے تک ایک آواز سے یہ شور مچا کر دیا کہ شاہنشاہ نپولین کی نعش گورنمنٹ برطانیہ
سے طلب کی جائے۔

۱۸۰۴ء کو جبکہ نپولین کی وفات کا سالانہ دن تھا مانشیور گیزٹ نے
سرکاری طور سے ہامنٹ گورنمنٹ برطانیہ کو درخواست روانہ کی۔ فرانس کا وزیر
اعظم اس زمانہ میں مانشیور پتھر س تھا۔

لکھا تھا کہ ”میں ہر محبتی بادشاہ فرانس کا سفیر صیغہ خاص اور وزیر وکیل بنی
گورنمنٹ کی ہدایت کے موافق ہر محبتی ملکہ انگلستان کے وزیر صیغہ خارجہ کی خدمت
میں درخواست کرتے کا شرف حاصل کرتا ہوں کہ بادشاہ فرانس کی بڑی آرزو ہے
کہ نپولین کی نعش فرانس میں دفن کی جائے۔ فرانس نپولین ہی کی وجہ سے
مشہور ہوا اور نپولین ہی نے اُس کی حفاظت کی اور فرانس میں ہزار ہا ناموروں
کی نعشیں جنہوں نے نپولین کے ہمراہ اپنے ملک کی خدمت کی تھی دفن ہیں۔ مجھے
امید ہے کہ بادشاہ فرانس کی اس درخواست سے گورنمنٹ برطانیہ کو فرانس کے

لے جانا چاہیے کہ اب انگلستان کی ملکہ ہاری وجہ تعلیم قیصرہ دکتوریہ آں جہانی تھیں۔ اور ایک
قدوم بابرکت کا یہ پرفیض اثر تھا کہ امن قائم ہوا۔ اور آپ ۱۸۰۴ء میں جلوہ فرمے سربر سلطنت
ہو چکی تھیں۔ بیشک آپ ہم پر مادر مہربان سے زیادہ مہربان تھیں۔

بادشاہ کے منصقانہ اور شریفانہ خیال کے احساس کا یقین ہو جا بیگا اور وہ موانع اٹھا دیے جائیں گے جو پولین کو سینٹ ہلینا سے فرانس میں لا کر دفن کرنے کے رستے میں حایل ہیں۔

اب تو زمانے بدل چکے تھے اور اس درخواست سے انکار نہ ہو سکتا تھا۔ مئی ۱۸۷۱ء کو اب میں لارڈ پامرسٹون نے لکھا۔ اور یہ پڑھنے سے خوشی ہوگی کہ گورنمنٹ برطانیہ نے پولین کے لقب و شہنشاہ کو فوراً تسلیم کیا اور اس کو عاصی جبریل نہ کہا۔ ہر محشی ملکہ انگلستان کی گورنمنٹ فوراً جواب دیتی ہے اور اس جلدی سے جس کے ساتھ جواب بھیجا جاتا ہے گورنمنٹ کو امید ہے کہ فرانس اس کو آئندہ قومی منافرت کے میٹھے کا ایک مین ثبوت یقین کر گیا جس نے شہنشاہ پولین کے دوران حیات میں دونوں قوموں کو آمادہ جنگ رکھا تھا اور ہر محشی کی گورنمنٹ کو یقین ہے کہ اگر منافرت کے خیالات کا کہیں وجود باقی بھی ہو تو ایسے خیالات بھی اُسے قبر میں بند و دفون کر دیے جائیں گے جس میں پولین کی نعش دفن کی جائے گی۔ یہی وہ تلافی تھی جو انگریزی گورنمنٹ اُن غیر قابل معافی جرائم کے متعلق کر سکی جو اُس کی ذات سے اقوام کی آزادی کے خلاف ظہور میں آئے تھے۔ اب عاصی ہونیکے الزام سے دست کشی ہوتی ہے اور جمہور کے انتخاب کے لئے ہوئے فرمان روا پولین کا خطاب شہنشاہی تسلیم کیا جاتا ہے اور اس تبدیلی پر آج انصاف سخن مندا رہا ہے اور دنیا اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ مرنے کے بعد پولین کے فتح پائی۔

۱۲۔ مئی کو فرانسیسی وزارت کے دفتر سے ڈپٹیوں کی مجلس کو حسب ذیل مراسلہ بھیجا گیا۔

وہ لے شرفا۔ بادشاہ نے ہیرا یل ہائٹس پرنس جوین ول کو حکم دیا ہے کہ اپنے

جہاز سینٹ پیتھ کو لجا کر شاہنشاہ پنولین، کی نعش فرانس کو لے آوے۔
اب آپسے پیشورہ پوچھا جاتا ہے کہ کن مناسب طریقوں سے شاہنشاہ کی نعش کا
استقبال ہونا اور اُس کے دفن کرنے کے بعد اُس کا مقبرہ تعمیر ہونا چاہیے۔
چونکہ یہ نہایت مہتمم بااثران قومی فرض ہے بادشاہ نے گورنمنٹ برطانیہ کو لکھا
ہے اور اُس سے وہ گراں بہا امانت طلب کی ہے جو قسمت سے اُس کے ہاتھ
آگئی تھی۔ جس جہاز پر شاہنشاہ کی نعش آئیگی وہ دریا کے سین کے دہانے پر
آئیگا۔ اور ان ویلڈس میں نعش دفن کی جائیگی۔ لیکن جہاز پہلے دریائے سین کے
دہانے پر تبدیل کیا جائیگا۔ نہایت سنجیدہ رسم اور مذہبی اور فوجی دھوم دھام مقبرہ
پس کی جائیگی اور اے شرفا۔ یہ بات ضروری معلوم ہوتی ہے کہ ایسے بڑے شاہنشاہ
کا مقبرہ کسی تنہا اور شاندار مقام پر ہو اور کسی ایسے عام مقام پر تعمیر نہ کیا جائے جہاں
کارباری مخلوق کثرت کار و بار کی وجہ سے اُس کی طرف متوجہ نہ ہو۔ پس کسی خاموش
اور پاک مقام کا انتخاب ہونا چاہیے کہ وہ لوگ جنکے دلوں میں شان و عظمت عقل
و ذکاوت۔ اور مصائب کی تعظیم ہے ادب اور عزت سے جا کر اُس کی زیارت کر سکیں
وہ شاہنشاہ، اور بادشاہ، لکھا۔ وہ ہمارے ملک کا جائز فرمان روا تھا۔ اور ان
حقوق کی وجہ سے وہ سینٹ ڈے نس میں مدفون ہوئے گا، استحقاق رکھتا ہے لیکن
معمولی بادشاہوں کے گروہ کے ساتھ مدفون ہونا پنولین عظم کی کسر شان ہے
ضرورت ہے کہ وہ اب بھی جہاں باقی اور سپلاری کرے اور اُسی مقام پر دفن
کیا جائے جہاں فرانس کے سورا سپاہی مدفون ہیں تاکہ وہ سب لوگ جن سے
حفاظت ملک کی آئندہ درخواست کی جائے اُس کے مقبرہ سے فیضان شجاعت
اور حب الوطنی کا پاک جوش حاصل کریں۔ اُس کی قبر پر اُس شمشیر عالم گیر آویزاں
کی جائیگی۔ اور بڑے گنبد کے نیچے صناعت و فن کی ایسی قبر اور مجسمہ تیار کرنے کی

کوشش کرینگے جو حجت المقدور شاہنشاہ مرحوم کی شوکت و ناموری کے شکایاں ہوں۔
 یہ عمارت سادی لیکن بڑی عالی شان اور ایسی مستحکم ہوگی کہ زمانے کی شدت اور
 وقت کی دست درازی کا مقابلہ کر سکے۔ اور یہ مقصود اپنے اسی کام کے اعتبار سے
 ویسا ہی مضبوط اور باقی رہنے والا ہو جیسا خود شاہنشاہ کا نام لازوال ہے۔ اب
 آئندہ فرانس ہی اور صرف فرانس اس عزیز شاہنشاہ کی نعش کی امن میں رہے گا
 اور اُس کی شہرت کی طرح اُس کا مقبرہ بھی صرف فرانس ہی سے متعلق ہو گا۔
 وزارت کے اس مراسلہ پر جو بڑی شاندار اور شریفانہ لفظوں سے مملو تھا
 ڈیپٹی کی مجلس اور تمام فرانس میں جوش شادمانی سے ایک غلغلہ برپا ہو گیا۔
 شاہزادہ جوین دل دوسلج جہازوں کے لیے کرسینٹ ہلینا روانہ ہوا۔ اور
 جنرل گورگارد۔ جنرل برٹ رینڈ اور کونٹ لیس لیس جو ایام اسپری میں شاہنشاہ
 کے شریک حال رہ چکے تھے جہازوں کے ہمراہ گئے۔ آبنوس کا ایک بہت بڑا
 تابوت جس پر سجدہ پاکیزہ کام تھا بنایا گیا تاکہ پولین کا اصلی تابوت اس کے اندر
 سما جائے اور اُس کی خاک پریشان نہ ہو اور اس آبنوسی تابوت پر سنہرے
 حرفوں میں لفظ پولین لکھا گیا۔ اور ایک بہت بڑا تابوت اعلیٰ محل کا تیار ہوا
 جس پر کارچوب میں سنہری شہد کی مکھیاں بنائی گئی تھیں اور چاروں طرف چوٹی
 پنجاب بلورہا شیشہ کے ٹانگی تھیں۔ ہر گوشہ پر ایک عقاب بنایا گیا تھا اور اُس کے سر پر
 تاج شاہنشاہی دیکھایا گیا تھا۔ یہ سب نہایت اعلیٰ زردوزی کام تھا۔

۸۔ اکتوبر کو دونوں جہاز سینٹ ہلینا کے بندرگاہ میں جا پہنچے اور قلعوں سے

دوستانہ سلامی کی توہیں سر ہوئیں۔ اور اسی طرح انگریزی جہازوں نے جو فرانس
 جہازوں کے منظر کھڑے تھے سلامیاں دہیں۔ ۱۵۔ اکتوبر کو مرحوم شاہنشاہ کی
 کوسینٹ ہلینا میں پہنچے ہوئے پچیس سال تمام ہوئے تھے اور یہی تاریخ شاہنشاہ

کی قبر کھولنے اور نعش کھانے کی مقرر کی گئی۔ اور ٹھیک آدھی رات کو برطانیہ کے شاہی انجینیروں نے گورنر جنرل سینٹ ہلینا کی ہدایتوں کے موافق فرانسیسی اور انگریزی کشتیوں کی موجودگی میں کام شروع کیا۔

نو گھنٹے کی متواتر محنت کے بعد مٹی نکالی جا چکی اور مضبوط گچ ٹوٹتی اور تابوت کے اوپر کا وزنی پتھر کا تختہ نکلیں۔

وہ عا پر مٹی لگی اور برہنہ سر ہو کر تابوت اٹھایا اور ایک خیمہ میں جو قریب ایسا وہ کیا گیا

تھا لایا گیا۔ مذہبی تعظیم و احترام کے ساتھ مہا گئی۔ بیسے۔ اور پوسے کے تینوں تابوت

کھولے گئے اور اقصیٰ ط سے سفید ساٹن کا نقاب اٹھا کر شاہنشاہ کا چہرہ دکھایا

شاہنشاہ کی نعش رطوبت اور ہوا سے ایسی کافی طور سے محفوظ رہی تھی کہ شاہنشاہ

کے خط و حال میں کچھ بھی فرق نہ آیا تھا اور یہ بات دیکھ کر سب ہی کو حیرت ہو گئی

جن لوگوں نے شاہنشاہ کو حیات کے عالم دیکھا تھا فوراً پہچان لیا۔ اس کے فوجی

لباس میں کنگی کے خفیف آثار معلوم ہوتے تھے۔ اور وہ ایسا خاموش لیٹا ہوا تھا کیسے

کوئی حسین ٹرا سورا ہے۔ تمامی حاضرین پر فساد کی اور غم سے ستنا نا چھایا ہوا تھا۔ اور

یہ واجب تعظیم نعش دو منٹ سے کم ہوا میں کہیں کہیں لگی اور فوراً ہی تینو تابوتوں کو بند کر کے

ناٹکا لگا دیا گیا۔ اور پھر اس انبوی تابوت میں جو پیرس سے آیا تھا رکھ کر ایک اور بلوچی

صندوق میں کر دی گئی۔

اسی اثنائیں بادلوں کی کالی کھٹا ٹھی اور تاریکی چھا کر موسلا دھار بارش شروع

ہوئی۔ اور ہوا کا طوفان چلنے لگا۔ اور اس شور طوفان سے توپوں کی سلامیوں کی

گرج نے مل کر عجیب شاندار سماں پیدا کر دیا۔ لیکن اس ہولناک طوفان کی بروائے کے

خزانے کے تھامی باشندے قبر پر جمع ہو گئے تھے۔ اور پھر قبر سے جہاننگ جتانے

کے ہر گئے۔ گاڑی میں چار گھوڑے جتے ہوئے تھے۔ اور ہر گھوڑے کے ساتھ

ایک ایک سائیس تھا اور گاڑی کے ہمراہ آٹھ افسر سیدل جازرے تھے۔ اور چہرہ کے بڑی و بکری افواج کے افسر اور حکام دیوانی جازرے کے ساتھ تھے۔ اور بائیں بازو ویسپاہ ماتمی پارچہ لکڑے ہوئے تھے۔ اور سر پر سن لو کے جاکٹین گورنر نے سرکاری احکام جاری کر دیے تھے کہ تمامی افسر جازرے کی شرکت کریں۔ اور سینٹ ہلینا کی تمامی اقسام کی افواج کو حکم دیا گیا تھا کہ مرحوم شاہنشاہ کے جازرے کے ساتھ ہیں جس کی نقش کو اب نائب انگلستان فرانس کے سپرد کر رہا تھا۔ اس انبوه کشتی میں جو جازرے کے ہمراہ ہائیل کے درمیان بل کھاتا ہوا جا رہا تھا اینڈ باجوں کی گونج اور سلامی کی توپوں کی گونج نے عجب اثر پیدا کر دیا تھا جیسے ٹون میں جدہر دیکھے سڑکوں اور مکانوں پر اظہار ماتم ہو رہا تھا۔ اور جہازوں کے مستول اور جھنڈے باقاعدہ اظہار ماتم میں جھکا دیے گئے تھے۔

گھاٹ پر جہاں انگریزی کپتیم ہوتا تھا پرنس ڈی جوین ول نے تمامی غریبی افسروں کو ماتمی لباس میں جمع کر رکھا تھا۔ جس وقت گاڑی پھونکی سب سر پر ہتھوڑے تنظیم کو کھڑے ہو گئے۔ اور سینٹ ہلینا کے گورنر نے آگے بڑھ کر گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے شاہنشاہ نیولین کے تابوت کو فرانس کے سپرد کیا۔ اور یہ تابوت نیولین جھنڈے کے نیچے لایا گیا۔ اس وقت جوش حسرت اور توقیر کا وہ عالم تھا کہ جملہ بیان سے باہر ہے۔ اور اسی لمحے سے شاہنشاہ کے تابوت کی دہی عزت و تعظیم شروع ہو گئی جو حیات میں ہوتی تھی۔ پرچم کھول دے گئے اور توپوں سے سلامیں دی گئیں اور تابوت کو بحرے پر رکھ کر کشتیوں کے گروہ میں جہت کی طرف لے چلے جہاز پر افسر سوپری و دی اپنے باقاعدہ ادب سے ایستادہ تھے۔ جہاز میں ایک صبا بنایا گیا تھا اور اسی میں تابوت کو رکھ کر موسیقی روشن کرو دی گئیں۔ اور سب سے بوڑھے نعلین کی ماتمی میں ساٹھ سپاہی پرے پر تعین ہو گئے۔ سینٹ ہلینا

لیڈیوں نے شاہنشاہ کی یادگار میں ایک کاچی جھنڈہ اپنے ہاتھ سے بنا کر
تذریا۔ اویسی انگریزی لیڈیوں کا جھنڈہ شاہنشاہ کے تابوت پر لٹا دیا گیا۔ اور پھر یہ
دن کا یادگار منظر دعا اور مذہبی رسوم کے ادا کرنے کے بعد ختم کیا گیا
سینٹ ہلینا سے ۸ اکتوبر کو جہاز روانہ ہوئے۔ اس تاریخ پولین کو جریرہ
میں اترے ہوئے پچیس سال اور تین دن ہوئے تھے اور اس اترنے کے دن
سے اس نے اسیری کی وہ وہ بلائیں جھیلں کہ مر کر ان سے نجات ہوئی۔ ۲۰ نومبر
کو جبکہ یہ جہاز خط استوا سے عبور کر رہے تھے ان کو ایک فرانسیسی جنگی جہاز ملا جس سے
یہ خبر ملی کہ ترکی اور مصر کی صلح کے متعلق انگلستان اور فرانس میں پھر جنگ چھڑنے
کا قوی گمان تھا اور مخالفت شروع ہو گئی تھی۔ یہ خبر بڑی وحشت ناک تھی اور خطرہ
بہر سر رسیدہ معلوم ہونے لگا کہ اب جہاز گرفتار کر لیے جائیں گے۔ اور پھر اس جوین ول
نے نامی سرداروں کے مشورہ سے یہ غم بالجویم کر لیا کہ اگر غنیم کی زبردست بحری فوج
سے مقابلہ ہو تو شاہنشاہ کی نعش اب بار دیگر انگریزوں کو نہ دی جائیگی بلکہ ایسی جنگ
کی جائیگی کہ تہامی فرانسیسی آخر کار مر کے شاہنشاہ کے ساتھ ہی قعر سمندر میں اپنی
دامی راحت کا ٹھکانہ کر لیں گے۔ مگر خوش قسمتی سے کسی مخالفت یا فراغت کا سامنا نہ ہوا
اور جنگ کی گھٹا اوڑ گئی۔

۲۔ ستمبر کو اسٹرٹز کی جنگ کے سالانہ جشن کی تاریخ تھی اور اسی تاریخ
کو دونوں مابقی جہاز چر برگ کے بندر میں داخل ہوئے۔ اور فوراً تین فرانسیسی جنگی
جہازوں نے جنگ نام ”اسٹرٹز فریڈ لینڈ“ اور ”ٹانسٹ“ تھے محرم تابوت واپس
جہاز کو اپنے حلقہ حفاظت میں لے لیا۔ تہامی قلعوں۔ ویدیوں اور جہازوں سے
اکیس اکیس توپوں کی سلامی دی گئی۔ اس کے بعد تابوت نامہ منڈی نامی و خانی
جہاز میں منتقل کیا گیا۔ لیکن اس موقع کے لیے نارمنڈی جہاز ایسے لوازمات اور

سامانوں سے آراستہ کیا گیا تھا کہ ملکقات کا خاتمہ کر دیا گیا تھا اور ۹ دسمبر کو یہ جہاز
 دریا کے سین کے دہانے میں داخل ہوا۔ جہاز کے عرشے پر ایک گرجا نما تعمیر تھی جس
 میں تابوت رکھا گیا۔ اور ایسا بلند رکھا تھا کہ کناروں کے دونوں طرف والے لوگ
 اس کو دیکھ سکیں۔ گرد گرد موسیٰ ٹیجیں اور فیتلے دن رات اس کثرت سے روشن
 کئے گئے تھے کہ تابوت پر ان کی روشنی کا نرالا عالم تھا۔ شاہی فرغل تابوت کو ڈھکے
 ہوئے تھا۔ اور فرشتے لٹکا ہوئے تھا۔ تابوت کے سر ہانے ٹیکے پر سیاہ مائی لیشین
 کپڑے سجھچھا ہوا تاج شاہنشاہی رکھا تھا اور تابوت خانے کے چاروں گوشوں
 پر ایک ایک مسلح جوان کھڑا تھا اور تابوت کے سر ہانے ایک پادری پورا مذہبی
 لباس پہنے استادہ تھا۔ اور پادری کے قریب کئی جنرل افسر کھڑے تھے۔ اور
 تابوت کے پائنتی پر لٹس جوین دل تنہا کھڑا تھا۔

یہ تاریک جہاز شہر پورے میں پھولچلی۔ اور مشتاق نگاہوں نے اس کو دور
 ہی سے افق میں جبکہ وہ محض ایک سیاہ دھبے کے مثل نظر آ رہا تھا دیکھ لیا۔ تمام شہر
 میں ایک تلاطم پڑا ہوا تھا۔ توپیں ہر ہوئیں۔ مائی گھنٹے بجنے لگی۔ اور خاموش ہوا
 بیٹڈ باجوں کی گونج سے بھر گئی۔ سوا بجے مائی شور کے کسی قسم کی آواز نہ آتی تھی
 اور جس وقت یہ شاہنشاہی و خانی جہاز فرانسسی جھنڈوں کے نیچے اپنے سیاہ
 گول اور آسمانی ستونوں سمیت مقررہ مقام پر آہستہ آہستہ آکر مقیم ہوا تو ماتم کرنے
 والے شہریوں اور جمہور میں قطعی خاموشی ہو گئی۔

اس مقام سے بوجہ دریا کی تنگی کے تابوت ایک اور چھوٹے جہاز میں تبدیل
 کیا جانے کو تھا۔ اور دریا میں سو میل اور جانا تھا کہ پیرس کو پہنچے۔ اس موقع پر
 پوری غارت اور شان کا اظہار کرنے کو فرانس کے مذاق اور دولت کے مستبد
 سے بڑے بڑے سامان ہوئے تھے۔ پارسیں جہاز جس پر بڑے بڑے ارکان

داعیان دولت سوار تھے آگے بڑھا۔ اس کے پیچھے دوسرا چوٹا جہاز آیا جس میں اُس جہاز کے تاج تھے جو تابوت کو سیٹھ سے لایا تھا۔ اور اُس کے بعد وہ جہاز آیا جس پر شاہنشاہ مرحوم کا واجب الاحترام تابوت تھا۔ نہایت خوبی اور سادگی سے اُس کے تمامی لوازمات سب ماتم کا اظہار ہو رہا تھا۔ تابوت ایسا اونچا رکھا ہوا تھا۔ کہ شخص اُس کو دیکھ سکتا تھا۔ اور اس مانتی جہازوں کے سلسلہ میں دس اور جہاز بھیجے پیچھے تھے۔

۱۰۔ دسمبر کی صبح کو ٹھیک طلوع آفتاب کے وقت تیرہ شاندار مانتی جہازوں کا پیر جس کو مانتی گھنٹوں اور گرجتی ہوئی توپوں سے سلامیاں دی جا رہی تھیں اور بینڈ باجوں کی گونج سے ہوا بھری ہوئی المٹی سنگراہ سے نکل کر دریا کی بالائے سمت کو برسی شان سے روانہ ہوا۔ پچھلا تیس تیس میل کے گرد کا ملک خالی ہو گیا اور تمامی مخلوق شاہنشاہ عالی جاہ کے جنازے کی زیارت کو آکر دریا کے کناروں پر جمع ہو گئی تھی۔ کوئی شک نہیں ہے کہ شاہنشاہ کی محبت نے سبھوں کے دلوں کو متحرک کیا تھا۔ دریا کے سین کے دادی زیرین کے بڑے افسر نے باشندوں کے نام حسب ذیل اعلان شائع کیا تھا۔

”شہر یو۔ جہازوں کا پیرہ جن میں مرحوم شاہنشاہ کا تابوت زیر اہتمام پسر جوین ول آرہا ہے اور دار الحکومت میں جائیگا جہاں تمامی اہتمام و انتظام اور مذہبی رسوم ادا ہونگے پہلے ہماری طرف سے گذرے گا۔ اور شاہنشاہ نہولین اعظم کی عسکریت نعل کا غربت و جلا وطنی سے اپنے عزیز دار الحکومت پیرس اور اپنی محبوب فرانس کو واپس لایا جانا ایسا عظیم شان اور بڑا وسیع معرکہ خیز موقع ہے کہ دنیا کی تاریخ میں جس کی دوسری مثال کا پتہ نہیں ملے۔ پس جس وقت یہ جہاز عظم تابوت کو لے کر اوجھ سے گذریں تو ہم سب کو لازم ہے کہ نہایت پیچھے ہی سے اسی ہمدردی اور

اظهار کریں جو ملک کی مصائب۔ اس کی فتوحات اور اس کی شان و عظمت کی
ہرانی یادگار سے دلوں میں پیدا ہونا ایک قدرتی بات ہے۔ اور چونکہ ہم نے مرحوم
شاہنشاہ جہاں کی بدولت بڑے بڑے فائدے اٹھائے ہیں اور اس کے
ہم پر بڑے بڑے احسان ہیں لہذا انہیں کو یاد رکھ کر ہم کو اپنے ولی خیالات کا
ایسا اظہار کرنا چاہیے جو ہمارے شایاں ہے۔

دیبا میں یہ بیڑا چار ہاتھ اور مخلوق کناروں پر کڑی شیعوں و بکا کر ہی تھی
اور بڑی حسرت سے تابوت کو دیکھتی تھی۔ ہر باڑی سے توپوں کی سلامیاں
داغی جاتی تھیں۔ اور ہر قریہ کی گرجا کی چوٹی سے ماتمی گھنٹے بج رہے تھے۔ اور کنارہ
پر ایک دہقان کا گھر بھی ایسا نہ ملتا تھا جہاں ماتم کا اظہار نہ ہو۔ اور محبت کا ثبوت
نہ دیا گیا ہو۔ بیورے اور پیرس کے درمیان شہر دروآ، واقع ہے اور یہاں ایک
لاکھ کی مردم شماری تھی۔ اور شاہنشاہ پنولین نے اپنی ذکی تجاویز سے اس کو مالامال
اور خوش حال کر دیا تھا اور مالک محروسہ میں اپنی تجارت اور صنعت و حرفت کے
اعتبار سے یہ شہر بڑا نامی ہو گیا تھا۔ شاہنشاہ فرمایا کرتا تھا کہ ”پیرس۔ روآ اور پنولین
تینوں مل کر ایک شہر ہو جائینگے اور ان کی بڑی شہرک دیبا کے سین ہوگا۔“
پنولین کے دل میں ایسی اور اتنی عظیم الشان تجویزیں بھٹیں۔ لیکن متحدہ
بادشاہوں نے پے درپے یورشیں کر کے اس کی تجویزوں کو پورا نہ ہونے دیا
اور اس کا صحرائی و زندہ کی طرح تعاقب کیا۔ روآ کے افسر اعلیٰ نے اس موقع
پر شہریوں سے حسب ذیل خطاب کیا۔

”دو پیارے اور محبوب شہریو۔ دیکھو پچیس سال تک غیر ملک میں جلا وطن رہنے
کے بعد شاہنشاہ پنولین ہمارے درمیان پھر واپس آتا ہے اور ہمارے جمہوری
بادشاہ کا عزیز خلع پرئس جوین دل اس متبرک خاک کو لیے ہوئے آتا ہے جو ایک

نہایت جلیل القدر شاہنشاہ کی ہے اور چند روز میں یہ خاک قومی محافظوں کے ہاتھ سے شاہنشاہ کی لافتح افواج کے سوراؤں اور سپاہیوں کی خاک کے وسیع مدافوں ہو گئی اور ہم کو چند ہی ساعتوں کی مہلت ملی کہ اس شاہنشاہ کے تابوت کے سامنے اپنے ماتم اور اپنی تعظیم کا اہلار کر سکیں۔ یہ وہی شاہنشاہ ہے کہ جس کی بدولت تمامی دنیا فرانس کے نام کی غرت کرتی ہے۔ پس چونکہ ہم پر شاہنشاہ کے بڑے احسان ہیں اور اس کے دامن حمایت و حفاظت میں ہم اپنا بھائی ہے۔ ہم کو لازم ہے کہ اپنی ولی ہمدردی اور اپنے اصلی غم کا اہلار کریں۔ پس ہم کو متحد ہو کر ایک تہہ سی خیال سے اس موقع کے شایاں سامان کرنا چاہیے اور یہ موقع اپنی ندرت میں لاثانی ہو کیونکہ ہم نے شاہنشاہ عالی مقام سے لانا فائدے اٹھائیں ہیں۔“

قرب و جوار سے ڈیڑھ لاکھ کے قریب مخلوق روا میں آکر جمع ہوئی تھی۔ دیا کے دونوں کنارے بڑے بڑے مکلفات سے آراستہ کئے گئے تھے بڑی بڑی گیلریاں بنائی گئی تھیں اور نہایت پیش بہار شین کیڑے آویزان کر کے ان کو سجایا تھا۔ بہت سے بلند مخروطی چوہ ترے تعمیر کئے گئے تھے جن پر ساتھن کے شیشیہ کارچوب سے منقرع جھللاتے تھے چوہ تروں کے پہلوؤں پر شاہنشاہ کا نام اور اس کی خاص خاص فتوحات کندہ کی گئی تھیں۔ نہایت رفیع الشان محراب ایسی بنائی تھی کہ دریا بیچ میں لے لیا تھا اور محراب پر زردوزی ریشمین پارچہ منڈھا تھا۔ اور صرف اس محراب کی تیاری میں بیس ہزار گز ریشمین پارچہ صرف ہوا تھا اور اس پر چھتیس ہزار کلا بتونی شہد کی کھیاں نہایت خوبصورتی سے بنائی گئی تھیں۔ دو اعزازی جہاز جن پر تمامی اقوام یورپ کے جھنڈے تھے دریا میں اس طرح آراستہ کئے تھے کہ مانتی جہازوں کا سلسلہ ان کے بیچ میں ہو کر گزرے ہوا

کے پلوں کے سجانے میں بڑی بڑی صناعی سے کام لیا گیا تھا۔ اور شہر کے ہر گھر میں
مینار اور دروازے اور دیبکے پر تین رنگ کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔
دو پہر سے پہلے شہر اور اطراف کے باشندے جمع ہو گئے۔ بکتر پوش، جج،
وکیل، پادری، قومی گارڈ جس کے پرچم ماتم سے جھکے ہوئے تھے۔ طلباء لیجن آف
آئز کے اراکین نیشن یافتہ افسر۔ اور سلطنت کے بوڑھے مجروح سپاہی صرف جنگ
اس موقع پر ایک ہزار ہائیسو تعداد تھی۔ اپنی اپنی جگہ پر قائم ہو گئے۔ یہ بوڑھے اور
کمن سال سپاہی جن میں بعض تو نہایت ہی پیرانہ سال ضعیف تھے شہر کی سڑک پر
کھلے۔ جنگ کے طوفانوں سے بدن چورا اور جھٹھڑے تھے۔ انتہائے غم سے آنکھوں
میں آنسو بھرے اپنی بند و قوتوں کو زمین کی طرف جھکائے لیکن چہروں سے عجب
جوش کا اظہار کرتے باقاعدہ صف باندھے چلے جا رہے تھے اور اس مخصوص موقع پر
ان کو دیکھتے ہی مخلوق نے اضطرابی حالت سے ایسا نعرہ مارا کہ بے اتہا گھرے
جوش کا شاہد تھا۔ ان سپاہیوں کے ہاتھوں میں سرو کے پتوں اور گل صدا بیاں
کے بنے ہوئے تاج تھے اور کپڑے سے منڈھے ہوئے طنبور ماتمی صدا بلند کر رہے
تھے۔ شاہنشاہِ حرم کے سچے قائم مقام وکیل یہی لوگ تھے۔ اور یہی اُس کے بچے
تھے اور ان میں ایک بھی ایسا نہ تھا جو بڑی خوشی سے اپنی جان اپنے شاہنشاہ پر
قربان نہ کر دیتا۔

دریا کے شفاف پانی پر نورانی دوپھر کو ماتمی ڈیرہ بڑی شان کے ساتھ آہستہ
آہستہ آتے ہوئے نظر آیا۔ اور جہازوں۔ یا ٹریوں اور قومی گارڈ کے توپ خانوں سے
ایسی مہیب توپوں کی سلامی دی گئی کہ بادلوں کی بڑی سے بڑی گرج بھی اُس کو
نہ بھونچتی۔ اور سب کو معلوم ہوا کہ شاہنشاہ تشریف لارہا ہے۔ اس وقت ایسا
دور جو شہر تھا کہ کوئی زبان کتنا ہی مبالغہ سے کام لے اُس کو بیان کرنے میں قاصر

رہی۔ شاہنشاہ اگرچہ زندہ نہ تھا لیکن اپنے ملک کو بڑی قلع اور نصرت کے ساتھ واپس
 آیا تھا اور سب اُس کے ساتھ انہما رحمت و اطاعت کر رہے تھے۔ فرانس کی عزت
 پھر قائم ہو گئی کیونکہ اب اُس کا محبوب شاہنشاہ غیر ملک میں مدفون نہ تھا۔
 سب بھروسہ کی رفتار کم کر دی گئی تاکہ حاضرین بہ اطمینان اس موثر نظارہ
 کو دیکھ سکیں۔ متعلق پل کے قریب جس پر بڑی محراب قائم تھی شاہی تابوت کا بھرا
 روک دیا گیا اور پرانے سپاہیوں نے یکے بعد دیگرے اکثر تابوت پر بھروسوں کے
 تاج چڑھائے اور پھر اور اپنے نالام و شیون کی حالت میں شاہم زندہ مانا و گامبرہ
 کانپتی ہوئی آواز سے بلند کیا۔ یہی وہ نعرہ تھا جس کو شاہنشاہ حیات میں سنا کرتا
 تھا۔ اور اب مرنیکے بعد پھر اُس کے کانوں نے یہی نعرہ سنا۔ کیا نہولین عالم ارواح
 سے یہ منظر دیکھ کر مسرور ہو رہا ہو گا۔ کون کہہ سکتا ہے۔ اور اس پردہ اسرار کے
 پیچھے کا حال کسے معلوم ہے۔

پھر شاہی بھرا محراب میں ہو کر گذرا۔ اور باقی بھروسوں کے حلقے میں ٹھہرا کر جو
 پر ماتی گھنٹے بج رہے تھے۔ توپوں سے سلامیوں کی شلک داغی جا رہی تھی۔
 آپریشن (لاٹ پادری) نے ناز جنازہ پڑھی۔ اور ماتی بینڈ باجوں نے ہوا
 میں افسردگی اور غم بھریا تھا۔ پھر اس کے بعد توپوں سے دوسری سلامی دی گئی
 اور اس سے یہ دعا تھا کہ اب ماتی رسوم ختم ہوں اور رسوم شادمانی ادا کرنا چاہیے
 کیونکہ شاہنشاہ اپنی مشکر گذار رعایا میں واپس آیا تھا اور اُس کا زندہ شاہنشاہ کی
 طرح خیر مقدم ہو گا۔ چنانچہ گھنٹوں سے اب مسرت کا اظہار شروع کیا گیا اور بینڈ
 باجوں نے جھن و طرب کا تڑا شروع کیا۔ فوجوں نے اپنے اسلم سے سلامی
 دی۔ اور قومی گارڈ کے توپ خانے سے ایک سو ایک توپوں کی سلامی داغی
 گئی۔ اور اگرچہ سب ہی کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں اور آوازوں میں نغمہ

تھی تاہم مدشاہم زندہ مانا دے کے ایسے نعرے مارے جا رہے تھے کہ توپوں کی گرج
گھنٹوں کی آواز اور بیڈ باجوں کی گونج نہی چڑ گئی تھی۔ یہ آزاد قوم کے نعرے تھے
اور بادلوں کی طرح گرج گرج کر یورپ کے خود سر اور متغیر بادشاہوں کو یہ اعلان سنا
رہے تھے کہ دیکھو آئسہر کار جمہور کا انتخاب کردہ شاہنشاہ کامیاب اور فخر مند ہو کر پھر
تحت نشیں ہو گیا۔

اسی شام کو بحرے پر جوش آرز مند اور منتظر دار الحکومت پیرس کی سمت روانہ
ہو گئے ہیورے سے لیکر پیرس تک دریا آئے سین کے دونوں کناروں پر کثرت
سے شہر اور گاؤں آباد ہیں۔ اور اس بحرے کے گزرنے پر ہر ایک مقام سے شاہنشاہ
کی نعش واپس آنے کے متعلق طرح طرح کی مسرت اور شکر گزاری کے ثبوت پیش
جاتے تھے۔ اور جہاں تک ممکن ہو سکتا ہے قومی مسرت کا اظہار ہوتا تھا۔ کناروں
پر نہر ہا آدمیوں کی قطاریں موجود تھیں اور ہر طریقے سے اہتمام و کوشش کی جاتی
تھی کہ اس منظر کو زیادہ شاندار بنایا جائے اور اس عجیب منظر کو دیکھنے کے لیے خود
پیرس سے ہزاروں آدمی آگئے تھے

اس نیرس میں وہ جہاز کھڑا تھا جس کی سجاوٹ کا پایاں نہ تھا اور اس
مقام سے شاہنشاہ کا تابوت اسی جہاز پر آگے جانے کو تھا۔ اس کے عرشے
پر مصری مجید کی طرح تابوت رکھنے کو ایک کھلی ہوئی عمارت تعمیر کی گئی تھی۔ اور چاروں
کوشوں پر نہایت شاندار چار بت بنائے گئے تھے اس عمارت کے اوپر کے حصے میں
سیڑھیوں کے ذریعے سے رستہ بنایا تھا۔ اور جہاز کے سب سے اگلے حصے پر نہایت
بڑا سونے عقاب بٹھا لایا تھا۔ اور تابوت کے گرد نہایت گراں بہا رنگ رنگ کی
روشنیوں کے جھاڑ تھے۔ لیکن پھنسیوں سے زینت دیا ہوا قیمتی جہاز ایسا عجیب
نمایاں تھا کہ پندرہ تار بج تک جبکہ رسوم اور جشن ہونے والے تھے دریا کے سین

کی دھار پر چڑھ کر پیرس نہ چھوٹی سکتا تھا۔ تاہم یہاں پر وہ دوسرے بحروں کے ساتھ رہ گیا اور ان کی رونق بہت بڑھ گئی۔

۱۴۔ دسمبر کو چار بجے میریٹر اکور بے ڈوٹی میں جو پیرس سے چار میل پر ایک گاؤں سے جا چھوٹا اور یہاں دھانی کشتی سے تابوت کنارے پر اوتاراجالے کو تھا۔ اور اس منظر کو دیکھنے کے لیے ہزار ہا آدمی پیرس اور قرب دھوار سے آئے تھے جو یغایین کا نہایت عالی شان بت اس موقع پر کھڑا کیا گیا تھا کہ اپنے واپس آئے ہوئے محبوب شوہر کا استقبال کرے۔ ہر تماشائی کی اسی بت پر نظر جمی ہوئی تھی میرا بھائی قیصر کے خاندان کی بیٹی اس زمانے میں ذلت کے ساتھ پارامیں حیات موجود تھی اور اُس کا کسی کو خیال بھی نہ تھا۔ گھاٹ پر نہایت عظیم شان میں تعمیر کیا گیا تھا جسکی بلندی ایک سو پچاس فٹ تھی۔ اور اُس کی چوٹی پر چھ فٹ قطر کا ایک کمرہ بنا کر سونے سے جھکتا ہوا عقاب بٹھالا تھا۔ اور مینار کے نیچے ذیل کی نقیص کتہہ کی گئی تھیں۔

”میری تمنا ہے کہ میں دیا لے سین کے کنارے انھیں لوگوں کے درمیان دفن کیا جاؤں جن سے مجھے بڑی محبت ہے“

گھاٹ کے سرے پر یونانی وضع کا سو فٹ بلند ایک مندر تعمیر کیا گیا تھا کہ اُس کے اندر تابوت اُس وقت تک رکھا جائے جب تک کہ ماہی گاڑی میں منتقل نہ کیا جائے۔ نہایت ہی آراستہ میں ہیں فٹ اونچے جھاڑوں سے تابوت پر شیشی کی گئی تھی۔ یہیں پر سر جیٹ ہیو برٹ جس نے اُنیس سال تک شاہنشاہ کی قبر پر مجاوری کی تھی دھانی کشتی سے خشکی پر اوترا۔ تمامی جنرل بڑی تعظیم کے ساتھ اُس کے گرد جمع ہوئے اور اُس کو بخش گیر کیا اور لوگوں نے بڑے جوش و خروش سے اُس کا استقبال کیا۔

تمام شب پیرے کی دھانی کشیتوں پر کثرت سے روشنی کی گئی۔ صبح کو تھابہ بڑے جاہ و جلال سے طلوع ہوا اور ہزاروں مخلوق بے ساختہ بکا۔ اٹھی کہ یہ جنگ آسٹر لنڈ والا آفتاب ہے۔ ایک ہفتے تک صرف فرانس ہی کے دہر و بنعید شہروں کے لوگ نہیں بلکہ تمامی یورپ کے ممالک سے اس عظیم شان منظر کو دیکھنے کے لیے آتے رہے۔ چارمیل تک ان ویلڈس کے گرد ”کوئے ڈی اور سے“

”پانٹ ڈی کن کار ڈی“ کیس ایلی سے ”اے وے یو ڈی ملی“ اور ”پانٹ ڈی ملی“ سے یکم موضع کو رہے وہی تک لکھو کھا مخلوق کا اردحام تھا اور جابجا نہایت اعلیٰ سجاوٹ کے سامان نظر آرہے تھے اور ان ویلڈس کے کہن سال مردان میدان کارزار کا جوش مسرت جنون کے درجے کو پہنچ گیا تھا۔ پیرس کا تمامی قومی گارڈ تابوت کی ہمراہی کے واسطے مسلح ہوا تھا۔ پولینڈ کے تارکان وطن نے ایک وفد بھیج کر یہ درخواست کی کہ ان کو سوم نام اور غزاداری میں مدد دینے کی جازت دیجائے اس لیے کہ صرف بنوین اعظم ہی ایک ایسا شاہنشاہ تھا کہ اس کے اس کی مظلوم قوم سے ہمدردی کا اظہار کیا تھا۔ کوئی قطبی بادشاہ فرانس مع تمامی اراکین خاندان اور ڈیٹیوں کی مجالس کے ممبروں اور اہلکے دولت کے ان ویلڈس میں شاہنشاہ کے تابوت کے استقبال کو موجود تھا۔ پیرس میں جس سڑک سے مانتی جلوس نکلنے والا تھا آرایش کا کوئی ممکن طریقہ اٹھانہ رکھا گیا تھا۔ فستق کی بڑی یادگار محراب کو بڑے بڑے مکلفات سے آراستہ کیا گیا تھا جس کی بلندگی پر مرحوم شاہنشاہ کا عظیم الشان بت نصب تھا اور اس حیرت انگیز و عوام اور جشن کو اپنی فتوحات کے پرچموں کے ویسیان سے دیکھ رہا تھا۔

کیس ایلی سہی کی وسیع سایہ دار سڑک کی آرایش و زیبائش میں زبان قلم قاصر ہے۔ ہر طرف بلند بلند مینار تعمیر کر کے جونیوں پر عتاب بٹھالے گئے تھے اور

ہنگ کے جھٹکوں سے اُن کو رونق دی گئی تھی۔ بڑے بڑے نت اور شاومانی کے ٹھار میں عمر ہیں۔ نہایت کثرت سے روشنی لکھو کھا مخلوق کا ہجوم کچھ ایسا موثر نگار خاکہ دیکھنے والے کو فراموش نہ ہوا۔

شہابی گاڑی جس میں تابوت رکھا جانے لکھا پانچ درجوں کی تھی نیچے کا حصہ چار گلاٹ کئے ہوئے مضبوط اور بجاری پھیوں پر رکھا تھا۔ اور چھپکنسٹ لمبا تھا اونچا مڑنا پا سونے سے بڑی کاریگری کے ساتھ منڈھا ہوا تھا۔ اور اس پر سات سات فٹ اونچی فرشتہ نامور توں کا ایک گروہ کڑا کیا گیا تھا اور اُن کے سروں پر حقیقت کئے ہوئے سونے کا اٹھارہ فٹ لمبا چوڑا قائم تھا۔ اس چوڑائی کی زمین سے تیرہ فٹ بلندی تھی اور نہایت ہی ناود کام کی اس میں کانس نکالی گئی تھی۔ اور انھوں نے محل جس پر زرد وزی کام تھا اور شہد کی لکھیاں بڑی ندرت سے بنائی گئی تھیں اور بڑا کی گئی تھی۔ اور یہ محل زمین تک جمول رہی تھی۔ پھر اس چوڑے چوڑے ستونوں کے بجائے چوڑے عورتوں کی اصل قد سے دراز سورتیں قائم کی تھیں اور بالکل طلائی کام سے آراستہ اپنے سروں اور ہاتھوں پر ایک ہیٹ بڑی ٹھونس سونے کی سپر اٹھائے ہوئے تھیں یہ سپر بیضاوی تھی اور طول میں اٹھارہ فٹ تھی اور بالکل مڑ تھی۔ اور اس سپر جس کی بلندی زمین سے بچا س فٹ کے قریب تھی ستا ہشتاد۔ تابوت کی مصنوعی نقل رکھی ہوئی تھی اور اس پر ارغوانی ریشمین پارچہ کا نقاب پڑا تھا اور اس پر بھی کارچوبی شہد کی لکھیاں بنی ہوئی تھیں۔ اور اس تابوت پر ایک مجلی گدے بچھا کر اوپر سے عصائے شہابی شمشیر عدل اور تلخ طلائی مرصع کار رکھا گیا تھا۔ اور یہ مختصر حال اُس مائے گاڑی کا تھا جس کی وضع کی دنیا میں شاہ کبھی اور کہیں نہ بنی۔ اس سونے اور محل کی گاڑی کو تاشای حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ اس شان اور اس کے تکلفات نرا لے تھے۔ اس کو سواہ مشکلی گھوڑے جو چار چار کی

میں جتے ہوئے تھے کچنچ رہتے اور ان کے ساز و باماق ایسے مغرق اور گراہنہا تھے کہ بیان سے باہر ہے۔ ان کے صرف سم نظر آتے تھے اور سفید لہراتے ہوئے پروں کی کلغیاں ان کے سروں پر لگی تھیں۔ سولہ سائیس شاہنشاہی موکب کی وردیاں پہنے گھوڑوں کے ہمراہ تھے۔

ساتھ تو بے صبح کو جبکہ خبازے پر دعا پڑھی جا چکی چوبیس ملاحوں نے تابوت کو اپنے کندھوں پر اٹھایا۔ اور پادریوں کی ہمراہی میں اُس کو یونا ناغ وضع کے جدید مندر میں لائے جو اس کام کے لیے تیار کیا گیا تھا اور یہاں بھوڑی دیر تک تابوت رک رہا اور پادریوں نے پھر دعا پڑھی۔ اور ملاحوں نے پھر تابوت اٹھایا اور گاڑی کے پاس لائے اور وہ گاڑی کے اندرونی حصہ میں رکھ دیا گیا اور نالیشتی طور پر اُس کی دوسری نقل جیسا اور مسطور ہو چکا ہے گاڑی کی سب سے اوپر کی منزل پر رکھی تھی۔ جب گاڑی سنجیدگی سے آہستہ آہستہ چلی تو صاف آسمان میں چاند و سورج دونوں موجود تھے اور گاڑی کی چمک و دمک پڑگاہ قائم نہ ہوتی تھی۔ اُس جو ش قلبی کا کس زبان سے بیان ہو سکتا ہے جو اس وقت دیکھا جا رہا تھا۔ گاڑی کے ہمراہ وہ پانسو ملاتح تھے جو تابوت کو سینٹ پلینا سے لائے تھے اور گاڑی آگے اور پیچھے وہ تالی توچی نالیشتی جو سلطنت فرانس مہیا کر سکتی تھی۔ اور دس ملاک سے زیادہ مخلوق شاہنشاہ کی مراجعت پر اُس کے استقبال کو حاضر تھی۔ پیرسر کے سب گھنٹے بج رہے تھے میٹار مینڈ باحوں کو بج سے ہوا بھر گئی تھی۔ اور باہر سے توپوں کی ایسی سلامی دی جا رہی تھی کہ کان بہرے ہوئے جاتے تھے۔ انہاں اور اڈو حام میں کوئی تو نعرے مارتا تھا۔ کوئی خوشی سے جھٹکتا تھا اور کوئی روتا تھا بنا ہا کی کچ کی طع ماسیس کا منہ ہی راگ نزاروں آدمی ہم آواز ہو کر گلہ جاتے تھے اور اُس کی آواز نہ ختم ہونی والی قطاروں میں گونجتی تھی۔

ان ویلڈس ماگرا اپنی زینت و آرایش کے اعتبار سے پرستان ہو رہا تھا۔ دیواروں پر افروانی تحمل جس پر نہرے ستارے بنے تھے اور غنیش کی جھالیں تھیں آویزاں تھی اور آٹھ سطون جن پر بڑا گیند قائم ہے بالکل کامدار تحمل سے جس پر شہد لی لکھیاں کھاڑی گئی تھیں منڈہ دیے گئے تھے۔ اس گرجا کی پوری آراستگی بیان کرنے کو ایک پورا دفتر درکار ہوگا۔ اس کے بلند گیند کے نیچے جہاں بعد کو پتولین کا مقبرہ اور عجرت بہت تیار ہوئی اور لکھو کھار وہیں صرف کیا گیا اور وہ برسوں میں تیار ہوا ایک عالی شان تابوت خانہ نہایت آراستگی کے ساتھ سردست تعمیر کیا گیا۔ اس تابوت خانہ کو تمامی الضاف پسند لوگوں نے آرایش و زیبایش کا سب سے زیادہ موزوں اور مناسب موقع تسلیم کیا ہے۔ یہاں شاہنشاہ کی نقش کچھ چند عرصے کے واسطے آرام کرنے کو لگتی۔ ان ویلڈس کے سامنے میدان میں سیاح چوڑوں چھتیس نہر آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ اور چھ ہزار آدمیوں کا بڑے رواق پر ہجوم تھا۔ اور گرجا کے اندر پادری۔ اور دونوں مجالس جمہور و امراؤ کے اراکین اور شاہی خاندان اور فرانس و یورپ کے نہایت ممتاز اشخاص بیٹھے تھے۔ پتولین کے اولڈ گارڈ کے بقیں افسروں کے کندھوں پر پتولین کا تابوت جس کے آگے آگے پرنس جویں ول تھا وسط گرجا میں آیا اور تمامی حاضرین نے تعظیم سے کھڑے ہو کر اپنے سروں کو جھٹا دیا۔ اور بولی فلیی بادشاہ فرانس مع اراکین دولت کے استقبال کو آگے بڑھا۔

شہنشاہ پتولین نے کہا: جہاں پناہ۔ شاہنشاہ پتولین کا تابوت میں خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

بادشاہ نے جواب دیا: ”میں فرانس کی طرف سے اس کو قبول کرتا ہوں“ اور پھر اپنل سولت کے ہاتھ سے پتولین کی تلوار لے کر اور جنرل برٹ رینڈ کے

سانے پیش کر کے بادشاہ نے کہا: جنرل یہ کام میں تھا۔ مے سپرد کرتا ہوں کہ اس
واجب العظیم نامور تلوار کو اپنے ہاتھ سے شاہنشاہ کے تابوت پر رکھ دو۔
بادشاہ اپنے تخت پر واپس گیا اور تابوت عارضی مقبرے میں رکھ دیا گیا اور
پولین کی آخری منگبوری ہو گئی۔ فرانس کا بادشاہ مع ملکہ اور خاندان کے شاہزادوں
اور شاہزادیوں کے قربان گاہ کے ایک طرف بیٹھا تھا۔ اور سلطنت کے وزرائے
پیرس کالٹ پادری۔ اور دوسرے مانت خادمان دین اور رسول اور فوج کے دیگر
سردار اس وقت جبکہ قوم کی طرف سے آخری تعظیم اور شکر گزاری کا ثبوت دیا جا رہا تھا
واجب العظیم عارضی مقبرے کے گرد جمع تھے تین سو مطرب ایک آواز سے ترانہ حمد کو
بلند کر رہے تھے اور سامعین پر رقت طاری تھی۔ اور اس طرح سے وہ رسم اتمام کو
پہنچ گئی جو اپنی اخلاقی رفعت میں اپنا نظیر نہیں رکھتی۔

شاہنشاہ پولین کے دو بڑے مارشل یعنی جنرل برٹ ریڈ
اور جنرل ڈیوراک جو شاہی ایوان کے گرانڈ مارشل تھے مرحوم شاہنشاہ تہائی دور
کرنے اور اپنی محبت والفت سے اُس کی روح کو فرحت دینے کے لیے پولین
کے مقبرہ میں دفن کئے گئے۔

فرانس کی طرف سے ایک اور بڑا محبت اور تعظیم کا یہ ثبوت دیا گیا کہ ۱۵ دسمبر کو
ہر سال شاہنشاہ کے مقبرے پر عرس کی طرح ایک مذہبی تیوہار مقرر کیا گیا جو
ہر سال اسی تاریخ پر برابر ہوا کرتا ہے کیونکہ اسی تاریخ کو شاہنشاہ کا تابوت پیرس
میں آیا تھا۔

پس ایسی عزت و تعظیم سے فرانس نے اپنے محبوب شاہنشاہ کو جسے متحدہ
خود سر بادشاہوں نے فرانس سے ہر جہتیں لیا تھا اپنے درمیان واپس لیا۔
پولین اپنی موت کے بعد اپنے دشمنوں پر فخر مند ہوا۔ اور ہر ایک شریف انجیل اب

اُس کے عمدہ عادات و صفات کا مداح ہے۔ اُس کی آخری تمنا پوری ہو گئی اور اُسکی خاک اپنی محبوب فرانس میں آرام کر رہی ہے جہاں اُس کی نیکی۔ شان و شوکت اور عقل کی تہ سنبھلے دالے یاد گاریں موجود ہیں۔ فرانس نے اُس کی خاک پر ایسا مقبرہ تعمیر کیا ہے کہ فرانس کو اس مقبرہ کی شان پر تازہ ہے۔ اور تمامی قوم کے دلوں میں پیولین کی محبت نے ایسا گھر کر لیا ہے کہ کسی شاہنشاہ کو یہ بات نصیب نہ ہوئی۔ آئیہوا زمانوں میں تمامی اکنافِ عالم کے سباح آئینگے اور اس مقبرے کی زیارت کر نیگے پتوں کی شہرت بڑھتی جاتی ہے۔ زبانِ مطاعن گنگ ہو چلی ہے۔ نکتہ چین محدودے چند باقی ہیں۔ اور طرز و تشنیع کا جلد خاتمہ ہو جاتا ہے۔ فقط

حالی

رو داد جہان کو کہانی سمجھو
ہر سانس کو عمر جاودانی سمجھو

دنیا کو ہمیشہ نقش فانی سمجھو
پر جب کرو آغاز کوئی کام بڑا

قلی خاک نشیں سپہ سالار حسین الدین مجاہد حسین ابن سید محمد صالح

صاحب مغفور متوطن شاہجہان پور مقام سیلی بھیت

شعبہ یکم شعبان المعظم ۱۳۲۵ھ

مطابق دس ستمبر

۱۹۰۷ء

۵

لی خاں سار احمد باغی سر
تبار منہ ۲۲
جولہ ۱۹۰۷

SALAR JUNG ESTATE LIB.
(Oriental Section)

URDU PRINTED BOOK

Accession No. Cat. No.

Subject No.

۸.۸ ۵۲.

